



1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-book and **10 Paise** per volume per day for general books kept over due.

S. SHAH
BINDER

V 576.

P - 19-1-10

Title - SCIENCE AND ISLAM.

Location - Maulana Abul Kalam (may be).

Author -

Date - 1897.

Pages - 296.

Subject -

سایس اور اسلام

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۶۲ | شریعت کا سیاست بدن کے لئے قواعد پر مشتمل ہونا اور نیز اسکی بحث کہ رسول اللہ صلیم کے احکام کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کے کنبہ والوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ انکا نفع عام ہے | ۶۲ | تجدیدی ہونے کے مسئلے اور نیز یہ کہ عہدیت نہ ہے اور رسول اللہ صلیم کے اشراف اور صف ہونے سے اسکا مطلب |
| ۶۹ | اس فرقہ کے لئے جہاں قیمت میں سے قبل قسمت صفی کے لئے لینے اور اسے فقرا کو دینے کی حکمت ظاہر ہوئی اس کا بیان اور نیز یہ امر کہ آپ نے اپنی ذات کے بعد کیونکہ اپنا وارث نہیں بنایا اور نہ کسی کے لئے خلافت کی وصیت کی بلکہ یہ مسلمانوں کی ساری پر چھوڑ دیا۔ | ۶۳ | ہا تو سہ اسم کو کہہ سکتے ہیں عید کے دنوں گدا سبالت کا بیان کہ یہ سب کچھ منزلہ خداوندی ہے۔ |
| ۷۰ | رسول اللہ صلیم نے اپنے اور تمام مسلمانوں کے اہل بیحال کے بارہ میں ہمیشہ سادات کا نظر رکھی۔ | ۶۴ | توق کی حفاظت کے لئے جو قوانین شریعت اس فرقہ کا مصلح ہو کر انکو اسلئے اور جب کا پانا |
| ۷۱ | تقدیر و ازواج اور انکا چار میں محصور ہونا اور رسول اللہ صلیم کے لئے چار سے زیادہ نکاح جائز ہونے کا لازماً اور شریعت کے لئے چار سے زیادہ ہی نوڈیاں رکھنے کی اجازت کی حکمت عام است کو چار سے زیادہ نکاح جائز نہیں۔ | ۶۵ | ہ اور ان کا نہایت باقاعدہ ہونا اور بہت سے دفع کرنے کے لئے دلاق جائز ہونا وغیرہ |
| ۷۲ | تقدیر و ازواج کی حکمت | ۶۶ | و سے میں سہنے کی حکمت اور یہ کہ ہر وہ انکے بلکہ بدعاشوں سے انکی حفاظت کا ذریعہ |
| ۷۳ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۶۷ | پر دئی اور انکے اجنبی مردوں سے میل |
| ۷۴ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۶۸ | فراموشیاں |
| ۷۵ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۶۹ | میں بیچارہ وغیرہ کا شریعت محمدیہ میں نہایت |
| ۷۶ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۰ | ت ہونا جس سے تنازعات کا بہت کچھ |
| ۷۷ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۱ | ہے۔ |
| ۷۸ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۲ | وغیرہ کی حکمت |
| ۷۹ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۳ | حکمت |
| ۸۰ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۴ | ت |
| ۸۱ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۵ | استے سو ہونے کی حکمت |
| ۸۲ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۶ | سکے اتنی ہونے کی حکمت |
| ۸۳ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۷ | سکے اتنی ہونے کی حکمت |
| ۸۴ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۸ | میں سادات کے احکام کی حاجت ہے اور سہ |
| ۸۵ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۷۹ | است کے مناسب ادب و قوانین مقرر کرنا |
| ۸۶ | چار شاہدوں کی اجازت کی حکمت | ۸۰ | ان کے موافق شریعت میں قواعد و احکام |



| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-----------------------------------------------------------------------|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۱۰۷ | متعلق ہو سکتا ہے۔ | ۹۸ | دروث مادہ کی اول دلیل منطقی ہیئت پر |
| ۱۰۸ | خدا کے ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال کے ساتھ نہیں ہو سکتا | ۹۹ | دروث مادہ کی اول ثانی منطقی ہیئت میں |
| ۱۰۹ | خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا گزشتہ یا آئندہ | ۱۰۰ | بل اثبات کہہ کے مقدمات میں سے احتمالہ ترجیح بلا مرجح کا توضیح |
| ۱۱۰ | اثبات قضا و قدر اور ان کے معنی کی توضیح | ۱۰۱ | بات کہ |
| ۱۱۱ | انہی ارادہ اور دنیا کی پیشین گوئی کی حقیقت | ۱۰۲ | ملاں دور |
| ۱۱۲ | خدا زندہ ہے | ۱۰۳ | زمینیت جائز ہے |
| ۱۱۳ | خدا مادہ کے تمام خواص سے بہرہ ور ہے | ۱۰۴ | لال تسلسل |
| ۱۱۴ | خدا مکان اور محل کا محتاج نہیں | ۱۰۵ | محال تسلسل کے مقدمات کا بیان |
| ۱۱۵ | خدا کے عرض نہ ہونے پر دوسری دلیل | ۱۰۶ | ان تعلیق سے تسلسل کا ابطال ثابت کرنا |
| ۱۱۶ | خدا موجود کا محتاج نہیں | ۱۰۷ | ان کی سے ابطال تسلسل کا ثبوت |
| ۱۱۷ | صفات مخلوق نہ ہیں اور غارت الزام ادہ میں محض انہی | ۱۰۸ | اکا قدیم لذات ہونا |
| ۱۱۸ | مشابہ کرنا ہے | ۱۰۹ | اکا مرید اور مشا رہونا |
| ۱۱۹ | فلاسفہ یہ کہہ کے مقابل میں وحدانیت کی دلیل بیان کرتے ہیں | ۱۱۰ | اکے لئے کمال علم و قدرت ثابت کرنا |
| ۱۲۰ | کی حاجت نہیں | ۱۱۱ | پڑی کی مثال دیکر خدا کے علم و قدرت کو سمجھانا اور یہ ظاہر کرنا |
| ۱۲۱ | مسلمانوں کے عقیدہ سے بلا دلیل نہیں بلکہ یقینی دلیل پر | ۱۱۲ | بہ حرکت اجزاء مادہ کی انواع کے بننے کا سبب قرار دینا |
| ۱۲۲ | یعنی ہیں اسلئے وحدانیت کی دلیل بھی ضرور ہے۔ | ۱۱۳ | لطیف ہے۔ |
| ۱۲۳ | وحدانیت کے منکر فرقوں کے لئے بھی دلیل وحدانیت کی ضرورت ہے۔ | ۱۱۴ | اہل سائنس کو یہ بتلانا کہ وہ اپنے اس قاعدہ پر کہ بغیر مشاہدہ کے کچھ نہیں مانتے نہیں رہ سکتے اور اسکے چھوڑنے کی شہادتیں پیش کرنا اور ثابت کرنا کہ وہ عقلی استدلال کے بغیر ماننے نہیں رہ سکتے |
| ۱۲۴ | قرآن میں توحید کی عقلی برہانی اور قناعی دونوں قسم کی دلیلیں موجود ہیں | ۱۱۵ | خدا کے ثابت ہو جانے کے بعد تنوعات عالم کی پیدائش کے لئے رکھی دوسرے موجود کی ضرورت نہیں |
| ۱۲۵ | وحدانیت کی عقلی دلیل | ۱۱۶ | ایک خالی کل کی مثال دیکر ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا مذہب |
| ۱۲۶ | دلیل تالیف کی ایسی تقریر جس سے اس کا قطعی دلیل ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ | ۱۱۷ | تحقیق عالم کے بارہ میں محض پیر ہے |
| ۱۲۷ | خدا کے لئے سوائے صفات مذکورہ بالا کے دیگر صفات | ۱۱۸ | خدا کا علم اور قدرت ان میں ہر ایک کو کن اسرار کے ساتھ |
| ۱۲۸ | کھالیہ کے اثبات کی تمہید | ۱۱۹ | |

| مضمون | صفحہ | مضمون |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ثابت ہو چکا ہے) خلاف کر سکتا ہے اور غرق عادت گاہ وقوع بعض مخصوص حالتوں میں ہوتا ہے جیسے کسی نری کا بھڑکا یا کسی ولی کی کراست | ۱۱۴ | انسان کسی چیز کا خالق نہیں وہ کچھ نہیں پیدا کر سکتا |
| علم ہیئت کی دلچسپ بحث اور عالم کو الہیہ خدا کی عظمت اور قدرت پر استدلال | ۱۱۵ | انسان جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ حقیقت میں مقرر کردہ قوانین قدرت کو مسلط کر دیتا ہے اور اس سے کام لیتا ہے خود مستقل طور پر کچھ نہیں کر سکتا۔ |
| علم کائنات جو عیسے اہل ہوا وغیرہ کی دلچسپ بحث اور عالم کائنات جو ہے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال | ۱۱۶ | کوئی شے اپنے مثل یا اپنے سے اہل کو نہیں بنا سکتی اور اس کا ثبوت کہ خدا کی تمام صفات کامل ہیں |
| روشنی کی حقیقت وغیرہ اور اس کے خواص پھر اس کی تفسیر پر اعتراضات جس سے اہل سائنس کو مجبوراً کسی عامل مختار خدا کا اقرار کرنا پڑے گا۔ | ۱۱۷ | خدا کا سمیع بصیر متکلم وغیرہ ہونا اور ان کے معنی کی تشریح اور خدا کے اور جو اوقات کے صفات کے باہر کیا فرق ہے |
| زمین کے جغرافیہ طبعی کی دلچسپ بحث | ۱۱۸ | خدا کے لئے شریعت محمدیہ نے کچھ ایسے صفات بھی بتلائے ہیں جن کا ثبوت یا عدم ثبوت محض عقل سے نہیں معلوم ہو سکتا |
| سمندر کے حالات اور اس سے خدا کی عظمت و جبروت پر استدلال | ۱۱۹ | صفات خداوندی کے بارہ میں متشابہات کا حکم |
| پہاڑوں کا دلچسپ بیان اور قدرت خدا کا اظہار | ۱۲۰ | خدا کے اسماء توصیفی ہیں اور اللہ علم ذات ہے |
| سمندر زاروں اور واووں کی کیفیت | ۱۲۱ | شریعت محمدیہ نے خدا کی عظمت اور اس کے صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہونے پر عقلی قطعی اور اطمینان بخشنے والی قسم کی دلیلوں سے استدلال کرنے کا طریقہ بتلایا ہے |
| جاوہر کے داوی موت کا بیان | ۱۲۲ | آثار خداوندی سے خداوندی صفات پر استدلال کرنے کے لئے مقدمہ بیان کرنا چاہیں تب ایسا ہے کہ مادہ کی عام اور خاص صفات کی نسبت مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں اور اہل سائنس کے سامنے کس میں موافق یا مخالفت ہیں اور کیوں |
| کھجور اور غاروں کا بیان | ۱۲۳ | جسم کی کشش عام اور کشش افعال اور انصاف پر ایک محققانہ بحث |
| نرم زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں | ۱۲۴ | قوانین قدرت کا محض عادی اسباب ہونا اور کچھ حقیقت میں خدا ہی کے پیدا کرنے سے مستموج ہونا |
| نرم زمین کا بیان جس میں طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں | ۱۲۵ | موسائے خدا کے مسلمانوں کے اس اعتقاد کی کیا وجہ ہے کہ کسی کو موثر حقیقی نہیں مانتے اور اس کا کافی ثبوت خدا قوانین فطرت کے (جس کا محض عادی اسباب ہونا |
| معاون کا بیان اور خداوندی قدرت کا اظہار | ۱۲۶ | |
| مضاہلیس کے خواص اور اہل سائنس نے جو انکی وجہ بیان کی ہے اس پر چار نہایت سخت اشکال واراد کر کے ان کا ناقابل تسلیم نامہ اکثر کار خدا کی عظمت اور قدرت پر نہایت فحش استدلال | ۱۲۷ | |
| علم نباتات کی کیفیت تفسیری اور نہایت دلچسپ بحث اور نباتات دنیا سے خدا کے صفات کمالیہ پر نہایت واضح استدلال | ۱۲۸ | |
| شکاری نباتات کا ذکر | ۱۲۹ | |
| ہوائی نباتات کا ذکر | ۱۳۰ | |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| | انسانی تشکیل رکھنے والی نبات | ۱۳۴ | بصر اور اسکے طبقات و طوابع وغیرہ کی تشریح اور روشنی کے خواص |
| ۴۹ | پڑیا کی صورت رکھنے والی نبات کا تعجب خیز بیان جس کا مصنف حمید نے خود مشاہدہ کیا | ۱۳۵ | دیکھنے کی کیفیت کی تشریح |
| ۱۵۱ | حساس اور متحرک نبات | ۱۳۵ | دیکھنے میں خطار لونی کیونکر اوجھ گئی |
| ۵۳ | بنانی گھڑی یعنی ایک نبات کا ذکر جسکی پتیاں ہر منٹ میں ساٹھ حرکت کرتی ہیں | ۱۳۵ | روشنی کے خواص کے موافق ہجوچیزیں انٹنی نظر آتی ہیں |
| ۱۳۵ | سورج کبھی کا عجیب و غریب پہول | ۱۳۵ | اشیاء کے سیدی نظر آنے کی قرین قیاس وجہ |
| ۱۳۶ | ان نباتات کا بیان جو بذریعہ خوردبین کے دریافت ہوئیں | ۱۳۶ | آنکھ اور دیکھنے کی کیفیت سے خدا پر استدلال اور یہ کہ دماغ کے ادراک کرنیکی حقیقت کے بیان کرنے سے اہل سائنس عاجز ہیں اور مادہ یا اس کی مضطرب حرکت وغیرہ کا انتظام رویت کے لئے محض ناکافی ہونا |
| ۱۳۸ | نبات دینے سے خدا کے صفات کمالیہ پر استدلال | ۱۳۹ | مرگن اور برو سے کیا فائدہ ہے |
| ۱۳۸ | روٹی کا درخت | ۱۳۹ | فناۃ دہیہ کے بننے کے لئے مادہ کی ضروری حرکت |
| ۱۳۹ | دودھ کا درخت | ۱۳۹ | وغیرہ کافی نہیں اور پھر خدا پر استدلال |
| ۱۳۹ | بالائی کا درخت | ۱۳۹ | بینائی کے اجمالی طور پر منافع |
| ۱۳۹ | علم نباتات کے جاننے والے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال کرنے کے سب سے زیادہ مستحق ہیں | ۱۳۹ | محض خدا کے رویت پیدا کرنے سے ہمیں نظر آتا ہے اور ہر کے متعلق تمام قوانین قدرت عادی شرائط میں کوئی قانون موثر بالذات نہیں اور اس کے ثبوت میں ایک امر لیکا کے واقعہ کا ذکر |
| ۱۳۹ | علم حیوانات کا بیان اور حیوانی عجائب و غرائب سے خداوندی عظمت و قدرت پر استدلال | ۱۳۹ | جسم حیوانی جن اعضاء پر مشتمل ہے اور جو انکے افعال میں ان کا اجمالی بیان اور خدا کی حکمت کا اظہار |
| ۱۳۹ | حیوانات خوردبین سے نظر آتے ہیں ان کا بیان | ۱۳۹ | علوم کائنات جاننے والے خدا کے وجود پر اسکے ذی قدرت ذی حکمت ہونے پر اس طرح اور اوصاف پر استدلال آنے کے زیادہ مستحق ہیں |
| ۱۳۹ | جانوروں کی عمروں کے اختلاف اور توالد و تناسل کی تشریح | ۱۳۹ | کابجوں میں جنہیں کہ سائنس و طبیعیات وغیرہ علوم کائنات پڑھائے جاتے ہیں تعلیم پانے والوں کے عقائد کے بجائے قوت ایمان کے فاسد کیوں ہوتے ہیں اور اسکی اصلاح کی کیا تدبیر ہے |
| ۱۳۹ | پچیتے کے منقش ہو جانے کی عجیب وجہ | ۱۳۹ | انسانی اور غیر جانوری یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق خواص خمسہ میں سے آنکھ کی تشریح اور پھر خداوندی حکمت اور قدرت پر استدلال |
| ۱۳۹ | ہیڈرا جانور کا ذکر جو شکار ڈالنے کے بعد بھی نہیں مرتا بلکہ اس کے ٹکڑے پورے جانور بن جاتے ہیں | ۱۳۹ | |
| ۱۳۹ | ساری بحث گذشتہ کا خلاصہ یعنی خدا پر کوئی قانون حاکم نہیں وہ فاعل مختار ہے | ۱۳۹ | |
| ۱۳۹ | انسانی اور غیر جانوری یعنی علم تشریح اور علم افعال الاعضاء کے موافق خواص خمسہ میں سے آنکھ کی تشریح اور پھر خداوندی حکمت اور قدرت پر استدلال | ۱۳۹ | |

| مضمون | صفحہ | مضمون |
|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| قانون قدرت کے معنی ایک مثال میں سمجھانا | ۱۶۲ | اہل سائنس کی مثال متغیر کی سی ہے |
| روح حیات عقل وغیرہ کے مباحث میں خالق کائنات کے وجود نہایت ہی قوی دلائل موجود ہیں اور ان کی عقل انکی حقیقت کے سمجھنے سے عاجز ہے اور اسکا راز | ۱۶۴ | اسلامی عالم کا اہل سائنس کے مذہب میں سے چار مسئلوں کو ان پر گفتگو کرنے کے لئے انتخاب کرنا |
| اہل سائنس کو اس بات سے متنبہ کرنا کہ انکے عقائد کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہے | ۱۶۵ | |
| اہل اسلام اور اہل سائنس کی حالت کو ایسے دو شخصوں کی مثال فرض کر کے دکھلانا جو ایک قعر میں داخل ہوئے اور ہر ایک نے جھانکنا ماسے قائم کی | ۱۶۶ | اہل سائنس کے مذہب پر گفتگو کرنے کے لئے دو مقدمے بیان کرنا |
| ذات خداوندی تمام عالم کو اس کا عدم محض ہے چونکہ اور اسکی مخلوقات میں اس کا حکم جاری ہونا وغیرہ ہوا اور ثابت کر کے اہل سائنس کے اوپر اعتراضات اور اعتقادات معقول جوابات | ۱۶۷ | پہلا مقدمہ اس امر کے بیان میں کہ اہل اسلام متواتر اور سب سے ہر شخص پر اعتقاد کے بارہ میں اعتقاد کرتے ہیں اور نیز یہ کہ کس قسم کی خصوص پر بلا تاویل اعتقاد کرنا فرض ہے اور کس قسم میں تاویل عقلی کی موافقت کے لئے تاویل کرنا جائز ہے |
| اہل سائنس کی کتب میں بکثرت ایسی اشعار کے مذکور ہیں جن کی حقیقت نامعلوم ہے لہذا ادراک حقیقت سے قاصر و عاجز ہونے پر استدلال | ۱۶۸ | حتیٰ اذ ابغی مغرب الشمس وجدا تقرب فی مین حمتہ کی تائید ہو جائے کہ اس کے ظاہری معنی عقلی قطعی دلیل کے معارض ہیں۔ |
| اہل سائنس کا مادہ کی حقیقت کافی طور پر نہ بتلا سکا اور نیز اس قسم سے ادراک کر سکتی جو حقیقت ہے اس سے ناواقف ہونا | ۱۶۹ | دوسرا مقدمہ جس میں یہ بیان ہے کہ شرائع کا مقصود خلق کو خدا کی جانب رہنمائی کرنا ہے علوم طبعیہ کا بیان کرنا ان کے مقاصد میں داخل نہیں ہاں صرف اپنے امور میں ان کو رہنے جانتے ہیں جس سے صانع عالم پر تشکیک ہو سکتا ہے |
| حیات اور عقل کی حقیقت سمجھنے سے اہل سائنس کا عاجز رہنا | ۱۷۰ | تیسری مثال کے بارہ میں جو خصوص شرعیہ وارد ہیں انکا بیان اور نیز یہ کہ علماء نے انکے کیا معانی بیان کیے ہیں اور کس قدر عقائد کا کافی ہے |
| روحانی کے قوانین کے موافق ہونا اشعار و کتب میں لیکن پھر بھی سیدھی و کھائی دیتا ہے اور اسکی کوئی قطعی وجہ اہل سائنس نہیں بیان کر سکتے | ۱۷۱ | |
| یہ کہنا غلط ہے کہ ایمان علم نہیں ہے کیونکہ ایمان تو علم کے اعلیٰ درجہ (یقین) کا نام ہے | ۱۷۲ | |
| خدا کی عظمت کے مقابل میں انسان کی ایسی ہی مثال ہے جیسے ہمارے مقابل میں غور میں سے پانی میں نظر آتا ہے | ۱۷۳ | |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|-------|------------------------------------------------------------|------|--------------------------------------------------------|
| ۲۰۲ | قانون انتخاب طبعی سے مذہب نشو لازمی نتیجہ نہیں نکلتا | ۱۸۵ | اگر اسلامی دین کے مقصد ہو جائیں تو وہ عالم |
| " | انسان کا بندہ سے ترقی کر کے بنجانا ایک پھر خیال ہے اور | | نے کی کیفیت اپنے خیال کے موافق اسلامی طریقہ |
| " | اُس کے خلاف ایک عقلی دلیل موجود ہے | | ہو سکتے ہیں اگرچہ وہ صرف بعض علماء ہی کے |
| ۲۰۳ | حیات اور عقل کے بارے میں شریعت میں جو وارد ہوگا | | افق ہو اور اتنا بھی انکی نجات کے لئے کافی ہو سکتا |
| ۲۰۴ | انہیں اور اہل سائنس کے قول کے باہین تطبیق دینا | | کا بیان جن سے بظاہر نفع انسان کا بطریق |
| | | | نقل طور پر پیدا ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل اسلام |
| | | | کی تاویل کرنا ضروری نہیں جب تک کہ طریق نشو |
| ۲۰۵ | عقل کی تقسیم عریزی اور عقل کلتب کی طرف | ۱۸۹ | ہو قائم ہو جائیں |
| | ان باقی شرعی مسائل کا بیان جنہیں اہل سائنس انکار کرتے | | س اسلام قبول کر لیں اور ان کے پاس طریق نشو |
| ۲۰۶ | ہیں۔ یعنی آسمان۔ عرش۔ کرسی۔ لوح۔ قلم وغیرہ حالانکہ عقل | | قائم ہو جائے تو نصوص مذکورہ کو طریق نشو پر |
| | اور تحقیقات فلکی کے خلاف نہیں اور سلمان انکو کیوں مانیں | | لئے ہیں اگر اس مقام کے بارہ میں جہاں کہ آدم |
| | فرشتوں اور جنوں کا موجود ہونا ان کا شکل بدل لینے پر | | کی سیلایش ہوئی اور جہاں کہ وہ مع اپنی زوجہ کے |
| ۲۰۹ | قادر ہونا اور نظر نہ کرنا عقل کے خلاف نہیں اور طبعیات | ۱۹۱ | سلام میں سے بعض کے قول پر اعتماد کر لیں |
| | میں سے اس کے نظائر پیش کرنا | | سلامی دین سے خارج نہ ہوں گے |
| | روح کا موجود ہونا قیامت کا قائم ہونا جنت و دوزخ میں | | ہو کی وجہ سے نصوص شرعیہ میں تاویل جائز نہیں |
| ۲۱۱ | داخل ہونا وغیرہ عقل کے خلاف نہیں | ۱۹۲ | ہو جائیگا |
| ۲۱۳ | تمام عالم کے فنا ہو جانے کے متعلق ایک مضمون | | سائنس نے طریق نشو پر قائم کی ہیں وہ طبعی |
| | مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور اسکی نسبت مسلمان | | کی مشہور دلیلوں کا بیان کر کے ان کی منصفانہ |
| ۲۱۵ | کیا اعتقاد کرتے ہیں اور ان اعتراضات کا جواب جو غلط | ۱۹۳ | |
| | دارد کرتے ہیں | | نوح کا اعلیٰ درجہ کی نوح کیجانب ترقی کرنا |
| | انسان کے دو قسم کے اجزاء ہوتے ہیں۔ اصلیمہ و فضلیہ | ۱۹۵ | نوائین کے موافق ہے اور ان کا بیان |
| ۲۲۱ | اور عمر نے کے بعد زندہ ہونے کی اس بنا پر توجیہ | | ت ہیں اعضا کے یہ مکمل نشانات پائے جاتے |
| | امام رازی کا اس بات پر استدلال کہ انسان بدن کا نام | ۱۹۶ | نشو پر استدلال نہیں ہو سکتا |
| ۲۲۲ | نہیں کچھ اور شے ہے اور اس کا مقرر قلب ہے | ۱۹۷ | سے بھی طریق نشو پر استدلال نہیں ہو سکتا |
| | جس آیت میں اولاد آدم سے عہد لینے کا ذکر ہے | | نہیں قدرت طریق خلق پر بھی منطبق ہو سکتے |
| | اور اسکی تفسیر توجیہ اور علم فزیا لوجی وغیرہ کے موافق آگیا | ۱۹۸ | یام تہائیات کے پیدا کئے جانے کی حکمت |
| ۲۱۸ | ثبوت | ۲۰۰ | مناہر ایک منصفانہ بحث اور پھر مذہب نشو کا ثبوت ہو سکتا |

| مضمون | صفحہ | مضمون |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| اس بات کا بیان کہ مؤلف حمید یہ سنے بعض کچھ کہہ سکتے ہوئے سناتے ہیں کہ امریکہ کا دورہ | ۲۲۰ | اہل سائنس کے علوم کے موافق بحث اور نشر کی تقریر اور علم فزیالوجی کی جہازات اس کا قریب الفہم ثابت کرنا |
| کے موافق نہیں مانا جاسکتا۔ کیونکہ اس سے کرویت لازم آتی ہے۔ اور اس بات کا بیان کی کرویت بلا مخالفت اسلامی دین کے مانی ہے | " | روح کی مثال مقناطیس کی سی ہے جب کسی بدن سے متعلق ہوتی ہے وہ زندہ ہو جاتا ہے جیسے کہ مقناطیس جب فولاد سے متصل ہوتا ہے تو اس میں بھی قوت کشی آجاتی ہے |
| اہل سائنس کو اسلامی دین کی حقانیت پر اطمینان اور ان کا اسلام قبول کر لینا | " | خلاصہ اس تقریر کا جو انسان کے دوبارہ زندہ کئے جانے کے بارے میں مذکور ہوئی |
| اس فرقہ کا ذکر جس کو باوجودیکہ دلائل کیوجہ سے کی حقانیت کا یقین ہو گیا تھا پھر بھی اسے اپنی سمجھ کا اسلام کا اقرار کرنے سے عار کیا۔ اور یہ فرقوں کے دلائل میں اس کا شبہ نکالنا اور کا جواب دینا | ۲۲۳ | بحث و نشر وغیرہ کا اجمالی اعتقاد جو قدر کہ نصوص سے معلوم ہوتا ہے نجات کے لئے کافی ہے اور تفصیل محض اس غرض سے کی جاتی ہے تاکہ لوگ ان امور کو محال نہ سمجھیں اور جو شبہات انہیں پیدا ہوتے تھے رفع ہو جائیں |
| اس فرقہ پر جسے قرآن کے مقابلہ سے عاجز علیہ وسلم کے رسول ہونے کی تصدیق کی ہے | ۲۲۵ | بحث و نشر کے واقع ہونے پر عقلی دلائل جو ہر صنف کے لئے اطمینان بخش ہیں |
| شبہات وارد کرنا اور اس فرقہ کا جواب دینا | ۲۲۶ | قیامت کی اول دلیل |
| ان کا اس فرقہ پر مشبہ وارد کرنا جسے قرآن کو پر مشتمل پاکر شریعت کے منتظم اور باقاعدہ وجہ سے تصدیق کی تھی اور اس فرقہ کا جواب دینا | " | قیامت کی دوسری دلیل |
| کے اتنی ہونے کا ثبوت اور حضرت کو جو کسی دور سے کہہ لینے کی قیمت لگائی جاتی ہے ہر کوئی | ۲۲۷ | حشر کی چوتھی دلیل |
| ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارد کرنا جسے تینوں فرقوں کی حالت دیکھ کر تصدیق کر لی فرقہ کا انہو کا جواب دینا | " | حشر کی پانچویں دلیل |
| ان لوگوں کا اس فرقہ پر شبہات وارد کرنا | ۲۲۸ | اس بات کا بیان کہ انکار بحث کے بارہ میں اہل سائنس کا خیال تناہی شر ہے کہ جس کے برابر کوئی دوسرا شر نہیں |
| مہجرت اور خوارق عادات دیکھ کر تصدیق کی فرقہ کا جواب دینا۔ اور آپ کی نسبت ساحر ہو | ۲۲۹ | آسمان سے پانی نازل ہونے کا مسئلہ اور قوانین عقلی پر اسکی تطبیق |
| احمال کو رد کرنا | ۲۳۰ | اہل سائنس کو کچھ شرعی امور کو عقلی قواعد کے خلاف معلوم ہوں وہ علماء و ائمہ کا پرہیز کر کے انکی توجہ دریافت کریں اور نادانوں سے بچتے رہیں |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۵۴ | اور اس بات کا ثبوت کہ ہمارے پہلے ہی بیشتر لوگ اسلام لا چکے تھے | ۲۴۳ | ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارو کرنا جسے انہیں سابقین اور کتب سابقہ کی بتلائی ہوئی ہو کہ آپ پر منطبق ہو جانے سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا اور اس فرقہ کا جواب دینا |
| ۲۵۶ | بعض لوگوں کا غلامی کو برا سمجھنا اور اس کا رد شریعت میں جس غلامی کی اجازت ہے وہ حسن ہے بلکہ کبھی غلام کے لئے نفع کا باعث ہوتی ہے اور غلام کے مولے پر حقوق شریعت کی وجہ سے جو غلام کے ساتھ سلوک کر سنے اور گزران میں مساوات کے لحاظ رکھنے کے بارے میں کی گئی ہیں اور آزاد کرنے کی ترغیب اور آزادی کے وسائل جو شریعت نے مقرر کئے اور نیز غلام کا اپنے مولے کے ساتھ نسب کی طرح رشتہ قائم ہو جانا وغیرہ | ۲۴۴ | ان لوگوں کا اس فرقہ کے پاس اگر شہادت وارو کرنا جسے انہیں سابقین اور کتب سابقہ کی بتلائی ہوئی ہو کہ آپ پر منطبق ہو جانے سے آپ کی رسالت پر استدلال کیا اور اس فرقہ کا جواب دینا اور نیز اس امر کا بیان کہ جو کلمہ اپنے افراد کے علاوہ ایک خاص حکم پر ہوتا ہے |
| ۲۵۸ | وہ ذریعہ جو شریعت نے غلاموں کی آزادی کے لئے مشروع کئے ہیں۔ | ۲۴۵ | پھر ان لوگوں کا اہل سائنس اور ادوہ کے قدیم ہانے والے فرقہ شہادت وارو کرنا جسے بڑی بحث و تفتیش کے بعد آپ کی بتلائی کی تھی اور پھر اس فرقہ کا انکو جو آدینا |
| ۲۶۰ | غلاموں کو بدولت غلامی کے بسا اوقات اس قدر نعمت پہناتی ہے جو بلا غلامی نہ مل سکتی تھی۔ اور اہل اسلام کے غلاموں کے ساتھ سلوک | ۲۴۶ | ایک شخص نے ایک فرقہ کا بیان جسے دلائل کا کچھ خیال نہ کیا اور اسے مذہب کرتارہ اور اس فرقہ کا معذور نہ ہونا جیسا کہ وہ شخص معذور نہیں سمجھا جائیگا جو شرعی احکام سے غفلت کرے |
| ۲۶۲ | غلاموں کے ساتھ بعض لوگوں کے سنگدلی سے پیش آنے کی وجہ سے شریعت پر اعراض اور اس کا جواب اور اس طریق کا نا درالوجود ہونا اور نیز یہ کہ غیر ملک میں غلاموں پر زیادہ سختی کیجاتی ہے جبکہ اسلامی ملک میں نشان ہی نہیں | ۲۴۸ | اس پسٹ خیال فرقہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا برا بھلا کرتے رہنا اور اس کے لئے دلائل قائم کیا کرنا اور پھر ان کے برا بھلا کرنے سے ماؤں ہو جانا اور ان کی ایذا رسانی سے تنگ نہ آنے کے بعد جو کام مشروع کیا جانا اور اس کا ثبوت کہ شریعت محمدیہ کا جہاد سرسرا صاف اور آسائوں پر مبنی ہے جو شرائط سابقہ میں نہ تھیں |
| ۲۶۳ | عہد عتیق و عہد جدید کی نصوص سے غلامی کا ثبوت | ۲۴۹ | خدا کی عبادت میں کون گناہوں اور کفار کو بغض رکھنا اور ان کو دنیا اور آخرت میں مختلف سزائیں دینا ہے تو پھر جہاد کے مشروع ہونے سے بھی کوئی مانع نہیں |
| ۲۶۵ | شریعت کا اہل فہم کے ساتھ معاملہ اور ان رعایتوں کا بیان جو ان کے ساتھ کجائی میں | ۲۵۳ | موصول کا گمان کہ اسلام تلوار سے قائم ہوا ہے اس کا |
| ۲۶۶ | جو لوگ تہذیب پر مصر رہے اور قلعہ بند ہو گئے ان کا حکم اور نیز منافقوں کا حکم اور ان کی قسمیں اور علامات | | |
| ۲۶۷ | دین اسلام کے کس ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دار البقار کی جانب انتقال فرما اور اس کی حکمت | | |

| صفحہ | مضمون | صفحہ | مضمون |
|------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ۲۶۸ | بعض ناواقفوں کا جو نام کے علماء ہیں یہ کہنا کہ صرف قرآن کو لینا ہمارے لئے بہتر ہے اور احادیث کے ساتھ تسک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ان کے اس شبہ کا رد | ۲۶۸ | خاتمہ اس بات کے بیان میں کہ اسلام کا ماخذ قرآن و حدیث اور اجماع امت اور اجتہاد ہے اور اجتہاد مطلق کی شرطیں |
| ۲۷۱ | اس شبہ کا رد اس بات پر تنبیہ کہ ناظرین رسالہ ہذا کو اگر کوئی امر باری میں غلط معلوم ہوتا ہو تو اسکی تخطیط میں غفلت نہ کریں بلکہ سیاق و سباق اور نیز اس امر کو دیکھ لیں کہ یہ رسالہ کیوں لکھا گیا ہے اور مولف کتاب کا اپنے عقائد کی تصریح کرنا | ۲۷۱ | دین اسلام کا فروغ کے اعتبار سے مختلف مذاہب رکھنا اور سوائے چار مذہب کے اور مذاہب کا باقی نہ رہنا اور یہ کہ انہیں مسلمان ان چاروں مذہب والوں کو حق پر سمجھتے ہیں |
| ۲۸۳ | ترجمہ خاتمہ کتاب تصنیف علامہ | ۲۸۳ | علماء اربعہ کا چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سدود ہونے کا قائل ہو جانا اور اس قول کے صحیح اور جہنم گشت ہونے کا ثبوت |
| ۲۸۶ | خاتمہ از مترجم | ۲۸۶ | علامہ ابن الحاج کے کلام کو چوتھی صدی کے بعد سے باب اجتہاد کے سدود ہو جانے کی تائید میں نقل کرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول سے قرون نشہ کی فضیلت ثابت ہونا |
| ۱۹۵ | تقریر منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد النعمانی خان صاحب مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کابل تقریر حضرت اقدس مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ العالی | ۲۸۵ | |

ACKS

MALIBRARY, A.M.U.

U516

سائنس اور اسلام
مصنفہ حسین بن محمد الجبلی
۱۹۷۵-۷۶
۱۳۹۷
۵۱۶

التاسم حتم

الحمد لله رب العالمین

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین واصلاح الاسلام على رسول محمد وآله واصحابه اجمعين
ايجل کا زمانہ ہی عجب زمانہ ہے کہنے کو تو کوئی شے ہے جس میں موجودہ زمانہ میں ترقی نہیں ہوئی جو باتیں متقدمین کے کبھی خواب و خیال میں بھی نہ گذری ہونگی وہ اچھل آنکھوں سے نظر آتی ہیں علم کائنات کی جو شاخیں لیجیے انکی حقیقات کا پایہ بہت ہی بلند نظر آئے گا وہ ایجادیں ہوں گی کہ جسے عقل و دماغ پہنچاتی ہے صناعات ان چین کی صناعات کی جو کسی زمانہ میں ضرب المثل تھیں اب علم الاخلاق کو دیکھیے تو بہت سے نئے سیاروں و ستاروں کا ذخیرہ نظر سے گذرے گا جو قدما و کے خزانہ میں موجود نہ رہتے تھے ترقی کا دم بھرتی ہے لیکن اگر نظر تنقید کیا جائے تو حقدار و علوم و فنون میں ترقی ہوئی ہے اسی قدر یہی پہلو و خطا کی جانب گرتا چلا گیا ہے سائنٹفک دنیا میں یورپ کے لوگ سب سے زیادہ مہذب مانے جاتے مگر حیران کن کج فہم یورپ کے لوگ حصہ لیتے ہیں شاید دوسرے ممالک میں اسکی نظیر نسل سے لیگی جسکا اولاد نہ یورپ کے بچوں کی تعداد کے پورا کرنے میں ایسے بہت سے بچے شامل ہوتے ہیں جنکے باپ کا پتہ نہیں ملتا دیکھئے شرا و خرابی کیا کم ہے جسکو تمام اخلاقی برائیوں کی جڑ کہنا چھو مبالغہ نہیں چنانچہ اسی واسطے اسکو القب دیا گیا ہے مخلصانہ کہ کسی تہذیب کا حقدار زیادہ حصہ کسی ملک سے لیا ہے اسی قدر اس میں اخلاقی برائی زیادہ سیب ہیں یہی حالت کیا اسلام اور کیا دیگر مذاہب جنہوں نے تہذیب اخلاق کا ذمہ لیا ہے سب پر قریب قریب صادق آتی ہے کوئی مذہب والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے مذہب کی آب و تاب کا پایہ بلند ہے بظاہر اگر آپ کوئی ایسا مذہب انتخاب کریں گے تو شاید عیسائیت کا نام لیں گے لیکن اگر آپ عیسائیوں کے خیالات ٹٹولیں گے تو جسکو عہدیت و عہد جدید کے موافق عیسائی کہا جائے اسے ایسے لوگوں کی بہت ہی کم تعداد لیگی جدید سائنس کی بدولت بہت کچھ دہریت کا حصہ آپ انکے خیالات میں شامل پاؤ گئے سائنس کے مقابل میں موجودہ مذاہب میں سے بہتر سے تو ٹھہری نہیں سکتے اور اگر کوئی مذہب ٹھہر سکتا ہے تو وہ یا تو اسلام ہو گا یا وہ مذہب جس میں اسی کو قریب قریب اتنی مانی جاتی ہیں بلکہ کہنا بھی بیجا نہیں کہ دنیا بھر میں ایک مذہب اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو سائنس کے ہر پہلو پر کھل سکتا ہے چنانچہ دہریت کا طراب اثر

جس کا کہ دیگر مذاہب پر پڑا اس قدر شاید اسلام پر نہیں پڑا اور حقدار کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام میں محقق سائنٹفک اصول کے خلاف کوئی بات مانی جاتی ہے بلکہ اس کی صرف یہ وجہ ہوتی کہ مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے علوم کا مطالعہ کیا اور فلسفہ جدیدہ کو حاصل کیا ان میں اکثر ایسے اشخاص شامل ہوئے جو اپنے مذہب سے بالکل نادان تھے یا وہ اس قدر قسوت نہ رکھتے تھے جو اسلام اور سائنس کو پہلو بہ پہلو لے چلنے کے لیے کافی ہوتی چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اکثر تعلیم یافتہ اشخاص اس بار میں بھٹک کر عجب محض میں گرفتار ہو گئے بعضوں نے تو یہ کہہ کر اپنا جی سمجھا لیا کہ مذہب کو سائنس سے کوئی علاقہ نہیں اور بعض نے اپنے پیچھے مذہب کے مقابلہ میں سائنس کی اس قدر حد سے زیادہ وقعت کی کہ انھوں نے اسلام کے وہ علم الثبوت مسائل جو بانی اسلام کے زمانہ سے لیکر آج تک اسلامی دنیا میں برابر مانے گئے تھے اور عقلاً و نقلاً مدلل ہو چکے ان کا انکار کر دیا۔ اور کہا باعث صرف یہ ہوا کہ جدید فلسفہ کی مزاولت کی وجہ سے اسلامی صحیح مسئلہ کو اسلامی لباس میں نہ پہچان سکے اور اسی بنا پر انہیں سائنٹفک اصول کے وہ خلاف معلوم ہوا اور نہ اگر کوئی جامع شخص وہ مسئلہ انکو سائنٹفک لباس پہنا کر دکھاتا تو شاید پھر کہہ سکتے ہوں کہ اس نے اس وقت کے رفع کرنے کے لیے بہت سخت ضرورت تھی کہ کوئی ایسا شخص ہو جو ہمارے تعلیم بھائیوں کو اسلامی مسائل سائنٹفک لباس میں دکھائے چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس کا غیب سے سامان کر دیا اور مولانا حسین افندی بھٹو صاحب کو ایک ایسی عربی کتاب جس کا نام حمید ہے لکھنے کی توفیق دی جو فلسفہ جدیدہ کے موافق باطل سائنٹفک اصول پر تالیف کی گئی ہے اور جو جو شبہات ہمارے نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص کو اسلامی مسائل میں پیدا ہوئے تھے قریب قریب ان سب کا علوم جدیدہ کے موافق ثانی جواب دیا ہے۔

وہ کتاب ہمارے بزرگ حضرت اقدس مقتدا مولانا صاحب حاجی حافظ قاری شاہ مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ العالی کے ملاحظہ سے گذری چونکہ مولانا صاحب موصوف کو اپنے دینی بھائیوں کی صلاح و دل سے مد نظر تھی۔ اپنے اس عاجز کو اس کے ترجمہ کرنے کا ارشاد کیا یہ سمجھان اگرچہ اس قابل نہ تھا لیکن بمقتضائے ”الامرفوق الادب“ خدا پر بھروسہ کر کے اس پر آمادہ ہو گیا اور جناب موصوف ترجمہ کو من اولہ الی آخرہ بنظر تصحیح ملاحظہ فرماتے رہے اور جو مقام کتب سابقہ سے نقل بشارات کا اس کتاب میں تھا اس کو غایت اہتمام کے لیے مولوی رحمہ الہی صاحب کو بھی عاجز نے سنا دیا اور ان کی رائے سے ان کی کتاب برائین رحمیہ سے بعض حواشی مفیدہ بھی پڑھا دیے مولوی صاحب کو اس بحث خاص میں کامل و مستحکم حاصل ہے اور بشارات کتب سابقہ کے باب میں مولوی صاحب کی کتاب برائین رحمیہ بھی اپنی آپ نظر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ وہ ترجمہ اہتمام کو پہنچ گیا ترجمہ کرنے کی جن صاحبوں نے کبھی وقت اٹھائی ہوگی وہ اندازہ کر سکیں گے کہ عاجز کو کس قدر کلفتیں برداشت کرنا پڑی ہوگی خصوصاً جبکہ اس کا بھی لحاظ کیا گیا ہو کہ عبارت حتی المقدور با محاورہ رہے اور اصل مطلب بھی فوت نہ ہونے پائے عاجز نے اپنے مقدور بھر کوشش کرنے میں اگرچہ کوئی کوتاہی نہیں کی لیکن بمقتضائے انسان مرکب من الخطا والنسیان غلطیوں کا واقع ہونا خصوصاً سمجھ لیسے کم استعداد طالب علم سے کچھ مستبعد نہیں مگر تاہم ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھ کر کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ درجہ کے طالب علم نے اپنے دینی بھائیوں کی خدمت کر کے لیے کوشش کی ہے سمجھتے سے قطع نظر کر کے اس ناچیز ترجمہ کو محبت کی نظر سے دیکھیں گے اور اصلی مقصود کا لحاظ رکھیں گے

اور باوجود اسکے جو بزرگوار ملت انگلی بابت کوئی نیک مشورہ دینگے نہایت فکر یہ کے ساتھ قبول کیا جائیگا اور انتشار اسلام آئندہ اٹکا
لیا نظر رکھا جائے گا۔

میں اہل اسلام سے عموماً اور تعلیم یافتہ پارٹی سے خصوصاً اس بات کا متحی ہوں کہ اصل کتاب کو یا کم سے کم اسکے ترجمہ کو
اولہ اسے آخرہ ضرور ملاحظہ فرمائیں علاوہ تحقیقات مسائل اسلامیہ کے اس میں بہتیری فلسفہ جدیدہ کی کچھ بحثیں نظر سے
گذریں گی جو فائدہ سے خالی نہیں۔ کاش اس کتاب کا ترجمہ کوئی ہی خواہ قوم انگریزی زبان میں کرتا تو زیادہ مفید ثابت
ہوتا مجھے میں تو اس قدر قابلیت نہیں کہ میں اس کا ترجمہ ایسی انگریزی میں کر سکوں جو آپ لوگوں کے دیکھنے کے قابل ہو سکے ورنہ
میں اردو کی طرح اس سے بھی ہرگز باز نہ رہتا لیکن امید ہے کہ ہمارے گوچوٹیٹ بھائیوں میں سے کوئی صاحب اس کتاب
پر کمر سمیت باندھیں گے اور موجودہ اور آئندہ اسلامی نسلوں کو اس بلائے بے درماں سے بچائیں گے اور ہمدردی قوم کا عملی
ثبوت دینگے فقط والسلام خیر ختام

سید الطغی علی عفی عنہ
مدرسہ جامعہ علوم کانپور

پاس نہیں
تھے اور
مان دیکھا تو کہنے لگے
جو چہ اسمیں ہے پورے

انہیں خوب معلوم تھا کہ شیخ نقل نہیں
ہرے بادشاہی کی ہرے اسمیں کی طرح کا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ

بعد حمد و صلوة کے واضح ہو کہ جامع علوم عقلی و نقلی حسین بن محمد باقر المصطفیٰ مؤلف رسالہ حمید یہ نے اپنے دیباچہ میں وجہ تالیف اور وجہ تسمیہ تحریر کی تھی لیکن چونکہ یہ دونوں امر چنداں مفید اور باعث دلچسپی نہ تھے اسلئے اسکو چھوڑ کر اصل مقصود سے ترجمہ شروع کیا ناظرین معاف فرماویں وہو ہذا۔

ایک شہر کے سارے لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اسکی حالت یہ ہے کہ اپنی ابتداء سے پیدائش سے تمام لوگوں میں سچائی اور امانت داری کے ساتھ معروف و مشہور ہے نہ کہیں اسنے کوئی جھلسازی کی نہ کہیں ناخن چیلہ بازی اس سے دیکھی گئی نہ اسی طرح لوگوں کو یہ بھی خوب معلوم ہے کہ وہ ناخاندہ محض ہے کچھ لکھا پڑا نہیں تو پھر بھلا دوسرے کے خط کی نقل کرنا تو درکنار اور نہ کہیں اسنے شاہی قوانین اور قواعد سے ہی بنانے کی مشقت اٹھائی جنہیں عام رعایا کی مصلحتوں کی رعایت ہوتی ہے پس کھڑے ہو کر اس شخص نے باوازی بلند سارے لوگوں میں ایک آواز دی اور اسنے کہا کہ اے لوگو! اس لوگ میں تمہارے پاس تمہارے بادشاہ کی طرف سے سفیر نیکر آیا ہوں بادشاہ کا مجھے حکم ہے کہ اسکا پیغام تمہیں پہنچا دوں اور اسکے ان قوانین کی جنہیں اسنے تمہارے لیے حال ہی میں جاری کیا ہے بخوبی تشریح کروں۔ اسکا حکم ہے کہ تم لوگ ان قوانین کے مقتضی پر چلو اور انکے مضمون کے موافق عملدرا کر دو۔ اور یہ کوئی نئی بات تو ہے ہی نہیں اسنے تو گذشتہ زمانہ میں بھی میرے علاوہ تمہارے پاس متعدد سفیر بھیجے تھے اور انھوں نے اس زمانہ کے مناسب جو قوانین تھے تمہیں بادشاہ کی جانب سے پہنچائے بھی تھے لیکن اب بادشاہ حکم دیتا ہے کہ ان پرانے قوانین میں سے بہت سے منسوخ ہو گئے ہیں انھیں چھوڑ دو کیونکہ جو زمانہ انکے مناسب تھا وہ گزر گیا آج تمہارے ذمہ یہ ضروری ہے کہ ان نئے قوانین کی پیروی کرو جو اسے میرے ساتھ کر دیے ہیں۔ اسی طرح اسکا یہ بھی حکم ہے کہ ان رسموں کو ترک کر دو جو تنہا اپنے تہا واجداد سے سیکھی ہیں یا اپنی خواہش سے اختراع کر لیں ہیں کیونکہ اسنے انکا کسی وقت میں حکم نہیں کیا اور یہ سچ پوچھو تو وہ ہیں ہی بری رسمیں اور قبیح عاداتیں جسنے عقل انکار اور طبیعت نفرت کرتی ہے اور انہیں تمہارا سر اسرافض ہے اور سر اور انہیں سے بہتری نہیں تو ایسی ہیں جسنے بادشاہ کی بیشمار نعمتوں کی ناشکری ہوتی ہے اور اسکی ضعیف رعیت پر ظلم خدا کا شکریہ بکھر سچھ کر بھری تصدیق کرو اور میری راہ چلنا اپنے اوپر لازم کرنا کہ تمہیں بتا دوں کہ بادشاہ کس بات سے خوش کہ عاجز کو کس قدر اراض ہوتا ہے۔ یہ منکر سب لوگوں نے اسے جواب دیا اور اس سے کہنے لگے کہ اسے مقام عظیم اور منصب کا اصل مطلب بھی فوت ہونے تو اپنے اس دعوے سے ہمیں ایسی راہ چلنے کی تکلیف دی ہے جسے چلنا ہمیں سخت دشوار معلوم آتا انسان مرکب من الخطاء واللہ نے عیسائیوں اور مسلمانوں کے عقائد میں تطبیق دینی چاہی تھی اور اسلامی مسائل کی تحقیق کا ارادہ کیا تھا لیکن چونکہ ناظرین سے امید ہے کہ یہ سمجھ کر مسکرائیں بھی نہ سکتی تھی۔ اسلئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا۔ اور وہ جیسے تو غور سارہ حمید یہ کے نام ہی سے لیے کوشش کی ہے مسامحت سے قطعاً۔

ازالت ایام دولتہ الباہرہ وسلطنتہ القاہرہ کے ہمارے کیرٹن مشہور ۱۲۰۰ مترجم

ہوتا ہے اور ہماری نفوس اس سے نفرت کرتی ہیں عقلیں منقبض ہوتی ہیں اور ہماری نگاہیں اس کے محل کے خیال سے مضطرب ہوتی جاتی ہیں۔ ہاں جب ہمارے نزدیک یہ بات متحقق ہو جائے کہ ہمارا بادشاہ جسکے ہم پر کثرت احسانات ہیں اور جو ہماری جانوں کو اپنی بخشش سے غلام بنائے ہوئے ہے وہی اسکا حکم کرتا ہے اور اسی نے ہمارے لیے یہ ساری باتیں پسند کی ہیں تو اس وقت تو سوائے اطاعت کرنے کے ہمیں کوئی گنجائش نہ رہیگی۔ اور تیری بات ماننا تیری سعادت کی تصدیق کرنا اور تیری پیروی کرنے پر رضامند ہو جانا ہمیں ضروری ہو جائے گا۔ ایک تو اسوجہ سے کہ ہمارے بادشاہ کو ہم پر احکام نافذ کرنے کا استحقاق حاصل ہے اور اسکی ہم زور دار حکومت بھی ہے اور دوسرے اسوجہ سے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ ہمارے لیے ایسی ہی چیز پسند کرتا ہے جیسے ہماری سراسر ظاہری و باطنی مصلحت ہی مصلحت ہو لیکن یہ تو بتا کر میرے دعوے کے صحیح ہونے کی کوئی برہان کوئی دلیل بھی ہے؟ جو ہمیں تیرے سامنے پسند ہو جائے اور تیری بات کے یقین کرنے پر مجبور کر دے تو اس شخص نے کہا کہ ہاں اسے عقلمند و سپہ اور جبلا عقلمند کو کیا یہ زیبا ہے کہ بلا کسی حق تک پہنچانے والی دلیل کے کسی کے دعوے کی تصدیق کر لے؟ تو دیکھو بادشاہ کے خط کا۔ بادشاہ کی مھر کا۔ بادشاہ کی طرز تحریر کا جسے تم بھی پہچانتے ہو میرے پاس ایک فرمان ہے انہیں وہ کہتا ہے کہ فلاں شخص یعنی میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں صفت سے آگاہ ہے جو معائنہ کرنے کے وقت اس میں ظاہر ہیں جو کچھ میرے خط سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اور میں نے تمہارے پاس اسے سفیر بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان فرمان کی تمہارے لیے تشریح کر دے جنہیں میں نے تمہارے نفع کے لیے مقرر کیا ہے پس اس کے حکموں کی تعمیل کرو اور اس کے منہیات سے بچتے رہو۔ تو ان لوگوں نے کہا اچھا تو پھر وہ فرمان جسکا تو دعوے کرتا ہے ہمارے روبرو پیش کر ہم دیکھیں تاکہ تیرا جھوٹ سچ کھلیے اور ہمارا شبہ ٹھیکے پس اس وقت اس نے وہ فرمان نکالا اور اس کے سامنے ڈال دیا اور ہر دے اور اس کے اس میں غور کر نیکے لیے جمع ہو گئے اور سب کے سب نے اس میں غور کیا اسکو پڑھا اس کے معانی سمجھے تو بادشاہ کی طرف سے اس کے کہنے کے موافق لوگوں کے لیے صاف بھی فرمان نکلا کہ یہ شخص میرے اس فرمان کا حامل فلاں فلاں علامات سے آگاہ ہے جو ان میں ظاہر ہیں تمہارے پاس میرا سفیر بنا کر آتا ہے اور جو چھوٹی بڑی بات میری طرف سے تمہیں پہنچائے سب میں سچا ہے اس کے حکموں کو مانو اور اسکی منہیات سے بچو اور جو قوانین میں نے تمہارے لیے جاری کیے ہیں اس سے سیکو اور اس طرح جس جس بات کا وہ دعوے کرتا تھا کہ بادشاہ نے فلاں فلاں کام میرے سپرد کیے ہیں ان میں اول سے آخر تک سب کے سب مکمل اور چونکہ وہ سب لوگ قوت ادراک اور طرق استدلال کی شناخت میں تفاوت تھے ایسے کئی فرقوں میں منقسم ہو گئے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ سارا علم شخص واحد کے پاس نہیں مل سکتا البتہ پوری جماعت کے پاس مل سکتا ہے چنانچہ ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی خط کو محققہ پہچانتے تھے اور انہیں دیکھ کر انہیں کھاسکتے تھے اور اسکا بھی انہیں یقین تھا کہ وہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جب انہوں نے یہ فرمان دیکھا تو کہنے لگے یہ تو ہمارے بادشاہی کا خط ہے ایسے ہونہ ہو بلاشبہ یہ اسی کا بھیجا ہوا فرمان ہے تو ہم نے تو جو کچھ انہیں ہے پورے طور سے اسکا یقین کر لیا اور اس شخص کے دعوے میں اسکی تصدیق کر لی۔

اسکا فرمان
خط کو محققہ پہچانتے تھے
اور انہیں دیکھ کر انہیں کھاسکتے تھے

اور انہیں دیکھ کر انہیں کھاسکتے تھے
اور انہیں دیکھ کر انہیں کھاسکتے تھے

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ شاہی مھر پرے طور سے پہچانتے تھے اور یہ بھی انہیں خوب معلوم تھا کہ یہ شخص نقل نہیں کر سکتا پس جو انہیں انہوں نے اس فرمان کو دیکھا تو وہ بول اٹھے کہ بیشک یہ ہمارے بادشاہ کی مھر ہے اس کی طرح نکلا

نہیں ہو سکتا پس پہنچنے بھی اس شخص کی بلاچن و چرا تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ بادشاہ کی انشا پر داری اسکے شاہی طرز تحریر اور سلطان خطابات سے بخوبی واقف تھے جسکی بلاغت اور لوگ حاضر محض میں پس وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں کچھ شک نہیں کہ اس فرمان کا طرز تحریر ہمارے بادشاہی کا طرز تحریر ہے اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ طرز داری کے ساتھ خاص ہے اور یہ خطاب بھی اسی کا سا خطاب ہے جسکو پہنچنے اُسے اپنی رعایا کی مخاطبات میں استعمال کرتے ہوئے بار بار دیکھا ہے ایسے پہنچنے ہی اس شخص کی اسکے دعوے میں تصدیق کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ امور مذکورہ بالا میں سے تو کچھ بھی نہ جانتے تھے لیکن انہیں یہ معلوم تھا کہ ہمارے بادشاہ کے قسم قسم کی نایاب چیزوں کے ذخیرے ہیں کہ اسکے سوا بڑے بڑے الداروں اور بادشاہوں کے پاس بھی نہیں مل سکتے تو وہ لوگ اس شخص سے کہنے لگے کہ ہمارے نزدیک تو تیرے پیچے ہونے کی یہی دلیل ہے کہ اُسکے خزانہ خاص کی فلاں فلاں ناد و ریشا بادشاہ کے پاس سے لاکر حاضر کر دے تو اُس نے انہیں جواب دیا کہ انشاء اللہ میں یہ بھی کروں گا اور پھر تھوڑی مدت کے بعد جو کچھ انھوں نے مانگا تھا اُس نے لاکر حاضر کر دیا اور لوگوں نے اُسے دیکھا اور پہچان لیا اور انہیں یہ بھی خوب معلوم تھا کہ اس کی اجازت اور ارادہ کے بغیر من ناد و ریشا کا حاضر کر دینا بالکل ناممکن ہے کیونکہ وہ سب انتہا درجہ کی حفاظت کے ساتھ خزانوں میں محفوظ ہیں پس اس وقت اس فرقہ نے اُس شخص کے دعوے کی کامل طور پر تصدیق کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ بولا کہ ہمارے بادشاہ نے گزشتہ زمانہ میں کچھ سفیر بھیجے تھے اور اُس زمانہ کے مناسب قوانین کے ساتھ کر دیے تھے جو اُس زمانہ کی ضرورت کے لیے بالکل کافی تھے اور انھوں نے اپنے دعوے کے ثابت کرنے کے لیے دلائل قائم کر کے یہ امر مدلل کر دیا تھا کہ انہیں بادشاہی نے بھیجا ہے اور وہ یہ بھی کہتے تھے کہ بادشاہ اس بات کو ٹھان چکا ہے ہمارے اُس زمانہ کے بعد وہ ایک اور سفیر بھیجے گا اور ایسے قوانین اسکے ساتھ کر دے گا جو ہمارے حالات کی صلاح کے لیے مفید ہوں گے اور جس زمانہ میں اُسے بھیجے گا اسکے مناسب اور اسکی ضرورتوں کے کافی طور پر ذمہ دار ہوں گے۔ اور اس میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی چنانچہ وہ ہیں بہت سی علامتیں بتلا بھی گئے تھے کہ جن سب کا اجتماعی طور پر دھم میں بھی پایا جانا عقل نہیں مان سکتی پس اب ہم جو کچھ یہ شخص لایا ہے اور جسکی نسبت اسکا دعوے ہے کہ ہمارے بادشاہ اس سے اُسے ملا ہے اس میں غور کرتے ہیں اگر یہ سفیران گزشتہ کے قول کے موافق نکلا اور اس شخص میں ان سفیروں کا ہموئی علامتیں باہمی لگیں تو ہم جان لیں گے کہ یہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہوا تو بے شک اسکے دعوے الگ کریں گے پس یہ کہ جب انھوں نے اُن قوانین میں تامل کیا جسکی نسبت اسکا دعوے تھا کہ بادشاہ کے بھیجے ہوئے سفیران گزشتہ کی خبر کے موافق با یا اور جب اُن سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتوں کی تفتیش کی تو بلا کسی بناو کہ حکم نہ ملا اُس میں نظر آئی پس جب انھوں نے ہر طرح سے اپنا اطمینان کر لیا تو اس وقت وہ بھی اُسکے دعوے کے مصدق اور انھوں نے بھی کامل طور پر اسکی پیروی اختیار کر لی۔

اور انہیں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ احتیاط کی بات یہ ہے کہ اس شخص کے اہم و نواہی میں ہم غور کریں اور اس کو سچیں جسکے بادشاہ کے پاس سے ہونے کا یہ مدعی ہے اگر ایسی چیزوں کا حکم کہ جسکو ہم بادشاہ کی مرضی کے موافق

یہ شخص جو کہ اس شخص کی بلاچن و چرا تصدیق کر لی۔

یہ شخص جو کہ اس شخص کی بلاچن و چرا تصدیق کر لی۔

یہ شخص جو کہ اس شخص کی بلاچن و چرا تصدیق کر لی۔

یہ شخص جو کہ اس شخص کی بلاچن و چرا تصدیق کر لی۔

اور ایسی ہی چیزوں سے منع کرے جسکو کسی مرضی کے خلاف جانتے ہیں اور اسکے لئے ہوتے تو ان کو بھی ہم انھیں قوانین کی طرح
جسکو ہم شاہی قوانین سمجھتے ہیں اصلاح کا محفل اور لوگوں سے شفقت کی فراہمیوں کا دفع کرنے والا دیکھیں خصوصاً جب کہ ہم یہ بات کہہ
لیں کہ کسی ایسی شے کا حکم نہیں کرتا جسکا نفع اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اسکے مقاصد کا آل کار تمام فرقوں کے لیے عام طور پر
نفع پہنچانا ہو تو ہم جان لیں گے کہ اپنے دعوے میں سچا ہے اور اگر معاملہ بالعکس ہو تو ہم سمجھ لیں گے کہ وہ اپنے دعوے میں جھوٹا
ہے پس جب یہ کہہ کر اٹھوں نے اسکے احکام میں نظر کی تو انھیں ان احکام کے بالکل موافق پایا جنھیں وہ اپنے بادشاہ کی مرضی کے
موافق سمجھتے تھے۔ اور ای طرح اسکے قوانین کو بھی ممالک کی اصلاح اور لوگوں کی کامیابی اور رفع فساد کا پورا محفل دیکھا اور اسکے تمام
ادامہ و نواریں میں کوئی ایسی بات نظر نہ آئی جسکا نفع اسی کی ذات کے ساتھ خاص ہو بلکہ اسکی ساری باتیں ایسی ہی دیکھنے میں آئیں
کہ جسے عام نفع حاصل ہو اور ضرر دفع ہو اور اس میں یہ تعلیم بھی تھی کہ وہ اپنے بادشاہ کے انعامات کا شکر ادا کیا کہیں اور حقیقت
میں اس شکر کا نفع آخر کار انہیں کو ملنے والا ہے پس اس وقت تو ان لوگوں نے اس شخص کے صادق ہونے کا یقین کر لیا
اور اسکے سامنے پورے طور سے فروتنی اختیار کر لی۔

اور ان میں سے ایک فرقہ کے لوگ کہنے لگے کہ یہ یقینی بات ہے کہ ہم لوگوں میں جن باتوں کا یہ دعوے کرتا ہے اور جو قوانین
یہ شائع کر رہا ہے اور آئندہ شاہی رعایا کے لیے جو کچھ جاری کرے گا یہ ارادہ کرتا ہے ہمارے بادشاہ کو ضرور اسکی خبر پہنچے گی
اور یہ ناممکن ہے کہ اس بات کی اسے اطلاع نہ ہو کیونکہ یہ بات تو کیا عام اور کیا خاص سب میں شائع ہو چکی ہے اور ایسی بات تو
دور دراز مقامات کے لوگوں سے بھی نہیں چھپ سکتی سو اگر اسکا دعوے صحیح ہو گا تو بادشاہ اسکو اسکے کاموں پر بحال بھیگا
اور کسی ایسے کو نہ بھیجے گا جو اسکی بیانی ظاہر کر کے اسکی تکذیب کرے اور اسکو تنہا اسکے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب
کو سخت سزا دے اور اگر یہ جھوٹا ہو گا اور بادشاہ پر اسکا خط کا اسکی مھر کا جل باندھا ہو گا اور اسکی رعیت کو اپنی خوشیوں کا
میل بنا کر دکھا ہو گا تو اس میں کچھ شک نہیں کہ بادشاہ خبر پائے ہی بہت جلد کسی ایسے کو بھیجے گا جو اسکی تکذیب کرے اور اسکو
کے ساتھیوں کے گرفتار کرے اور ان سب کو بڑی عبرتناک سزا دے۔ ایسے کہ ایسا جل اور ایسی افترا پر دازی ہمارے
میں اور عامل بادشاہ کے نزدیک کوئی چھوٹی بات نہیں ہے بلکہ وہ بڑی ہی سخت بات ہے۔ لیکن نہیں کہ ایسی بات کو وہ مٹا
دے یا تساہل اور چشم پوشی سے کام لے پس یہ سوچ کر یہ لوگ ایک کافی زمانہ تک توقف کیے رہے تاکہ بادشاہ کو اسکی خبر
معلوم ہو جائے اور اتنا زمانہ گزر گیا کہ کسی طرح اتنے زمانہ تک بادشاہ سے اس خبر کا مخفی رہنا عقل میں نہیں آسکتا اور بادشاہ کے
بادشاہ کی جانب سے کوئی نہ آیا جو اس شخص کی تکذیب کرتا اور اسکو اسکے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیتا اور انکو سزا دیتا اور لوگوں کو
اسکے شائع کردہ قوانین پر عمل کرنے سے باز رکھتا بلکہ روز بروز اسکے ساتھی بڑھتے ہی گئے اور وقتاً فوقتاً اسکی حالت میں ترقی
ہوتی رہی جب ان لوگوں کا سب طرح سے اطمینان ہو گیا تو انھوں نے بھی اس شخص کی تصدیق کر لی اور اسکے پورے پورے
پیروں گئے۔

اور ان میں سے ایک فرقہ کی سمجھ میں یہ ساری دلیلیں تو آئی نہیں لیکن انھوں نے اس شخص کی اور اسکے ساتھیوں کی حالت
میں غور کرنا شروع کیا اور ان دلیلوں کو سوچنے لگے جسکی وجہ سے یہ سارے فرقہ اس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

ساتھ ان فرقہ کا وقت گزرتا تھا کہ بادشاہ کی خبر پہنچنے لگی کہ انھوں نے اس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

ساتھ ان فرقہ کا وقت گزرتا تھا کہ بادشاہ کی خبر پہنچنے لگی کہ انھوں نے اس شخص کی اطاعت پر کمر بستہ ہو گئے تھے

ظہور میں آسکتی ہیں اور اچھا اگر ہم یہ سب دلیلیں اور اتنے لوگوں کی شہادت ہی جانے دیں تو یہ تو نہیں ہو سکتا کہ اس شخص کے لئے ہوئے شاہی تحفوں کا بھی جو بغیر اسکی اجازت کے نہیں مل سکتے تھے کچھ خیال کریں کیونکہ یہ تو یقینی بات ہے کہ اسکے پاس تو ایسے تحفے نہیں پائے جاسکتے تھے ہاں کوئی ایسا ہی ذی اختیار ہو جو لوگوں کے جان و مال میں جیسے جاپے تصرف کر سکے اسکے پاس ہو سکتے ہیں پس اس شخص کے یہ تمام تحفے حاضر کر دینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا شخص ضرور ہے جس پر یہ سب باتیں پائی جاتی ہیں جسکا نام یہ بادشاہ بتلاتا ہے اور وہ نہ تو اسی سنے اسکو یہ تحفے دیکر ہمارے پاس بھیجا ہے پس ان سب باتوں پر غماز کر کے ہم نے تو قیاس کر لیا کہ لوگوں کا حضور کوئی بادشاہ ہے جس نے اس شخص کو ہمارے پاس بھیجا ہے اور وہ بھی اسکے پورے پورے پر و پیکر اور سینے ان سب فرقوں میں چند شکریہ اور اپنی آبائی رسوم پر جان دینے والے لوگ بھی تھے اور بعض اپنی قوم کے سردار تھے انھوں نے خیال کیا کہ اگر ہم نے اس شخص کے دعوے کو مان لیا تو اس سے دیکر رہنا پڑے گا اور یہ ہم پر حکومت کرے گا یہ سوچ کر بظاہر تکذیب ہی کرتے رہے اگرچہ انکے دل اسکی تصدیق کے مضمون سے پڑھے اور انکی خواہشوں نے انکی عقلوں سے بازی حبث لی اور انکو شاہی انتقام آسان معلوم ہونے لگا اور کیوں نہ ہو ایسے بہتر سے حق میں گئے جو تکبر یا تعصب کی وجہ سے یا غصہ اور بغیرت کے مارے حق سے انھیں بند کر کے ناحق باتوں کی حمایت کرنے لگا نہ نہیں بھڑا کر انھیں نشان ہونا پڑتا ہے جس سے پھر کوئی نفع نہیں ہوتا خلاصہ یہ کہ ان لوگوں نے غماز کے مارنے ان دلیلوں کی طرح طرح کی تاویلیں شروع کیں کبھی مہل اور اسقاط الاعتبار باتوں سے کامیابی حاصل کرنی چاہی کبھی دھوکے بازیوں سے کام نہ لانا چاہا اور وہ ایسی ہی ظاہر باتوں سے انکار کرنے لگے جن کو ہر عام آدمی بھی سمجھ سکتا ہے ایسی کہ لہجہ کہ اگر تمام دلیلوں کی علیحدہ علیحدہ تاویل انکی خاطر سے مان بھی لیجاوے تو عقل سلیم اور آزاد طبیعت اسے کیوں ماننے لگی کہ ساری دلیلیں اتفاق سے جمع ہو گئیں اور یہ شخص تمام غلط دلیلوں کو کیسے صحیح و دلائل کا جامہ پہنا سکا اور اتنے لوگوں کو دھوکا دیکر اپنی رہنمائی اور حقانیت کا کیونکر یقین دلا سکا اور طرہ تو یہ ہے کہ ہم یہی دلیلیں اسکے اختیار سے ہاتھ نہیں نہ اُس نے انھیں قاپم کیا نہ اسکے جمع کرنے کی کوشش کی بلکہ لوگوں کو غور فکر کرنے سے خود ہی معلوم ہو گئیں انہیں علامتوں کو دیکھے جو پہلے سفیر بیان کر چکے تھے بھلا یہ ساری علامتیں وہ اپنے میں کیونکر سید کر لیتا اور پھر امتحان کرتے وقت سب کی سب ٹھیک امتحان ہوئی تو یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ چند چیزیں جب مجتمع ہو جاتی ہیں تو انکا کچھ اور ہی اثر ہو جاتا ہے اور علیحدہ علیحدہ یہ بات نہیں ہوتی اجتماعی قوت کی کچھ بات ہی اور ہے اور یہ قاعدہ تو محسوسات اور عقولات دونوں میں مسلم ہے جماعت کشیر کی شہادت سے جتنا ہوتی ہے وہ ایک شخص سے نہیں اگر کسی دعوے پر بہت سی دلیلیں قائم ہو جائیں تو انھیں ذرا بھی مشتبہ نہیں رہتا اور ایٹھ دلیلوں سے یہ بات نہیں پیدا ہوتی پس جب یہ ہم مان بھی لیں کہ شاید اس شخص نے شاہی خط کی نقل کر لی ہوگی تو عقل میں یہ سب باتیں کیسے آئے لگیں کہ سلطان کی مہر کی نقل بھی اُن کا نام سے آسان ہو گیا شاہی طرز تحریر بھی اُسے یکہ لپا اسکے قوانین بھی شاہی قوانین کے موافق ہو گئے اور اُسے وہ تحفے بھی مل گئے جو بے سلطانی اجازت کے دستیاب نہیں ہو سکتے اور پہلے سفیروں کی بتلائی ہوئی علامتیں بھی اسیں سب آپ سے آپ جمع ہو گئیں اور اسکا حال گودمانہ بھر میں شایع ہو گیا تھا لیکن تاہم بادشاہ کو اتنی کافی مدت گذرنے پر بھی نہ معلوم ہوا اور نہ بادشاہ نے اسکو سزا دینے اور اسکی تکذیب کرنے کے لیے کسی کو بھیجا دیا یہ حق تو یہ ہے کہ ان

فہم از شہادت و دلیلیں
و اینکہ اگر ہم یہ سب دلیلیں
و اتنے لوگوں کی شہادت ہی
جانے دیں تو یہ تو نہیں
ہو سکتا کہ اس شخص کے
لئے ہوئے شاہی تحفوں کا
بھی جو بغیر اسکی اجازت
کے نہیں مل سکتے تھے
کچھ خیال کریں کیونکہ
یہ تو یقینی بات ہے کہ
اسکے پاس تو ایسے تحفے
نہیں پائے جاسکتے تھے
ہاں کوئی ایسا ہی ذی
اختیار ہو جو لوگوں کے
جان و مال میں جیسے
جاپے تصرف کر سکے
اسکے پاس ہو سکتے
ہیں پس اس شخص کے
یہ تمام تحفے حاضر
کر دینے سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ
کوئی ایسا شخص
ضرور ہے جس پر
یہ سب باتیں پائی
جاتی ہیں جسکا
نام یہ بادشاہ
بتلاتا ہے اور وہ
نہ تو اسی سنے
اسکو یہ تحفے
دیکر ہمارے
پاس بھیجا ہے
پس ان سب
باتوں پر غماز
کر کے ہم نے
تو قیاس کر لیا
کہ لوگوں کا
حضور کوئی
بادشاہ ہے جس
نے اس شخص
کو ہمارے
پاس بھیجا ہے
اور وہ بھی
اسکے پورے
پورے پر و
پیکر اور
سینے ان سب
فرقوں میں
چند شکریہ
اور اپنی
آبائی
رسوم پر
جان دینے
والے لوگ
بھی تھے
اور بعض
اپنی قوم
کے سردار
تھے انھوں
نے خیال
کیا کہ اگر
ہم نے اس
شخص کے
دعوے کو
مان لیا
تو اس سے
دیکر
رہنا پڑے
گا اور یہ
ہم پر
حکومت
کرے گا
یہ سوچ
کر
بظاہر
تکذیب
ہی
کرتے
رہے
اگرچہ
انکے
دل
اسکی
تصدیق
کے
مضمون
سے
پڑھے
اور
انکی
خواہشوں
نے
انکی
عقلوں
سے
بازی
حبث
لی
اور
انکو
شاہی
انتقام
آسان
معلوم
ہونے
لگا
اور
کیوں
نہ
ہو
ایسے
بہتر
سے
حق
میں
گئے
جو
تکبر
یا
تعصب
کی
وجہ
سے
یا
غصہ
اور
بغیرت
کے
مارے
حق
سے
انھیں
بند
کر
کے
ناحق
باتوں
کی
حمایت
کرنے
لگا
نہ
نہیں
بھڑا
کر
انھیں
نشان
ہونا
پڑتا
ہے
جس
سے
پھر
کوئی
نفع
نہیں
ہوتا
خلاصہ
یہ
کہ
ان
لوگوں
نے
غماز
کے
مارنے
ان
دلیلوں
کی
طرح
طرح
کی
تاویل
یں
شروع
کیں
کبھی
مہل
اور
اسقاط
الاعتبار
باتوں
سے
کامیابی
حاصل
کرنی
چاہی
کبھی
دھوکے
بازیوں
سے
کام
نہ
لانا
چاہا
اور
وہ
ایسی
ہی
ظاہر
باتوں
سے
انکار
کرنے
لگے
جن
کو
ہر
عام
آدمی
بھی
سمجھ
سکتا
ہے
ایسی
کہ
لہجہ
کہ
اگر
تمام
دلیلوں
کی
علیحدہ
علیحدہ
تاویل
انکی
خاطر
سے
مان
بھی
لیجاوے
تو
عقل
سلیم
اور
آزاد
طبیعت
اسے
کیوں
ماننے
لگی
کہ
ساری
دلیلیں
اتفاق
سے
جمع
ہو
گئیں
اور
یہ
شخص
تمام
غلط
دلیلوں
کو
کیسے
صحیح
و
دلائل
کا
جامہ
پہنا
سکا
اور
اتنے
لوگوں
کو
دھوکا
دیکر
اپنی
رہنمائی
اور
حقانیت
کا
کیونکر
یقین
دلا
سکا
اور
طرہ
تو
یہ
ہے
کہ
ہم
یہی
دلیلیں
اسکے
اختیار
سے
ہاتھ
نہیں
نہ
اُس
نے
انھیں
قاپم
کیا
نہ
اسکے
جمع
کرنے
کی
کوشش
کی
بلکہ
لوگوں
کو
غور
فکر
کرنے
سے
خود
ہی
معلوم
ہو
گئیں
انھیں
علامتوں
کو
دیکھے
جو
پہلے
سفیر
بیان
کر
چکے
تھے
بھلا
یہ
ساری
علامتیں
وہ
اپنے
میں
کیونکر
سید
کر
لیتا
اور
پھر
امتحان
کرتے
وقت
سب
کی
سب
ٹھیک
امتحان
ہوئی
تو
یہ
ہے
کہ
ان
لوگوں
کو
اتنی
بھی
سمجھ
نہیں
کہ
چند
چیزیں
جب
مجمع
ہو
جاتی
ہیں
تو
انکا
کچھ
اور
ہی
اثر
ہو
جاتا
ہے
اور
علیحدہ
علیحدہ
یہ
بات
نہیں
ہوتی
اجتماعی
قوت
کی
کچھ
بات
ہی
اور
ہے
اور
یہ
قاعدہ
تو
محسوسات
اور
عقولات
دونوں
میں
مسلم
ہے
جماعت
کشیر
کی
شہادت
سے
جتنا
ہوتی
ہے
وہ
ایک
شخص
سے
نہیں
اگر
کسی
دعوے
پر
بہت
سی
دلیلیں
قائم
ہو
جائیں
تو
انھیں
ذرا
بھی
مشتبہ
نہیں
رہتا
اور
ایٹھ
دلیلوں
سے
یہ
بات
نہیں
پیدا
ہوتی
پس
جب
یہ
ہم
مان
بھی
لیں
کہ
شاید
اس
شخص
نے
شاہی
خط
کی
نقل
کر
لی
ہوگی
تو
عقل
میں
یہ
سب
باتیں
کیسے
آئے
لگیں
کہ
سلطان
کی
مہر
کی
نقل
بھی
اُن
کا
نام
سے
آسان
ہو
گیا
شاہی
طرز
تحریر
بھی
اُسے
یکہ
لپا
اسکے
قوانین
بھی
شاہی
قوانین
کے
موافق
ہو
گئے
اور
اُسے
وہ
تحفے
بھی
مل
گئے
جو
بے
سلطانی
اجازت
کے
دستیاب
نہیں
ہو
سکتے
اور
پہلے
سفیروں
کی
بتلائی
ہوئی
علامتیں
بھی
اسیں
سب
آپ
سے
آپ
جمع
ہو
گئیں
اور
اسکا
حال
گودمانہ
بھر
میں
شایع
ہو
گیا
تھا
لیکن
تاہم
بادشاہ
کو
اتنی
کافی
مدت
گذرنے
پر
بھی
نہ
معلوم
ہوا
اور
نہ
بادشاہ
نے
اسکو
سزا
دینے
اور
اسکی
تکذیب
کرنے
کے
لیے
کسی
کو
بھیجا
دیا
یہ
حق
تو
یہ
ہے
کہ
ان

واری تباہی نادلوں کا وہی قائل ہو گا جو اپنی بڑائی مارنے پر تلا میٹھا ہو۔ اور ان سب باتوں کے اتفاق طوری پر جمع ہونے کا وہی مقصد
 کرے گا جسے تعصب سے اندھا بنا دیا ہو ایسا آدمی گھنگو کے لابن نہیں اور نہ ایسے کو جواب دینا مناسب ہے اور ان لوگوں میں
 ایک ایسا بیکار گروہ بھی تھا جسے اس شخص کے صدق و کذب کے بارے میں اپنی عقل سے کام ہی نہیں لیا بڑی بات انھوں نے
 یہ کی کہ وہ اپنی بانی رسوں پر اندھوں کی طرح جمے رہے اور یہی کہتے رہے کہ ہم تو ان رسوں کو چھوڑیں گے اور جب ان سے کوئی
 یہ کہتا تھا کہ اگر یہ آدمی اپنے دعوے میں سچا نکلا تو اس کی نافرمانی کی وجہ سے بادشاہ کہیں تھے انتقام نہ لے لے ذرا اس سے تو ڈرو تو
 ہنگامہ یہ جالاند جواب ہوتا تھا کہ اسی وہ تو جھوٹا ہے ہم اس کی بات نہیں مانتے ایسا جواب دینا سراسر مکی بے عقلی اور نافرمانی تھی
 تو اور کیا تھا اب یہ تو بتلاؤ کہ ایسے لوگوں سے انتقام لینے کی کیا بادشاہ ظالم قرار دیا جاسکتا ہے؟ تم جو چاہو کہو ہم تو شہید کہہ سکتے
 ہیں کہ جب بادشاہ انہیں سزا دینے لگے اور اس سے کوئی یہ کہے کہ یہ بچارے تو اس سفیر کے سامنے میں معذور ہیں کیا کریں انکو
 اس کی راستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ملے تو وہ بیشک یہ جواب دے سکتا ہے کہ اگر یہ اپنی معاش کے بارے میں بے شعور ہوتے
 اور اسے نہ سمجھ سکتے تو البتہ میں انہیں معذور سمجھتا اور ان کی خطا سے درگزر کرتا میں تو انہیں صاف دیکھتا ہوں کہ اپنے کاروبار
 نفع و نقصان کے سمجھنے میں بڑے بیدار مغز اور دانشمند ہیں انہیں اپنی حاجتوں اور اراہوں میں کامیاب ہونے کے لیے بڑی
 کافی عقل ہے پھر انھوں نے اپنی انھیں قوتوں کو جسے اپنے معاملات میں کام لیتے ہیں اس شخص کے صدق اور کذب ثابت
 کرنے کے لیے کیوں نہیں استعمال کیا اور جسے کہ وہ جھگڑے کے وقت اپنے معاملے والوں کے سامنے اپنے اعتراض ثابت
 کرنے کے لیے استدلال پیش کرتے تھے ویسے ہی ان قوتوں کو اس شخص کے بارے میں برتا ہوتا میرے نزدیک تو وہ اب معذور
 نہیں ٹھہر سکتے بلکہ انھوں نے میرے سفیر کی بات سننے میں کالی کی اور اسی وجہ سے انکی آنکھوں پر پردے پڑ گئے اور انھوں نے
 اسکی تکذیب کی لہذا بیشک وہ سزا کے مستحق ہیں اور انصاف کے موافق میں اسے ضرور انتقام لوں گا پھر اس سفیر کے استے آدمی
 ہو گئے تب بھی وہ ہمیشہ اسی فکر میں لگا رہا اور سعی یلغ کرتا رہا کہ کسی طرح ان ضدی متکبر واپی تباہی باتیں کہنے والے اور جالاند
 فرقوں کا بھی اطمینان کر دیا جائے اور خیر خواہی کے مارے طرح طرح کی دلیلیں اس کے سامنے پیش کرتا رہا انکی بھلائی کی باتیں انھیں
 سمجھا کر منہ پر کرتا رہا اور وہ تھے کہ انکی ضد اور نفرت دن بدن بڑھتی گئی آخر کو یہاں تک نہایت پہنچی کہ وہ سفیر کو سمجھاتے سمجھاتے
 گیا اور اسکو ان کے اصلاح پذیر ہونے سے مایوسی ہو گئی اور یقین ہو گیا کہ اب سمجھانے سے کام نہ چلے گا اور وہ لوگ اسکی اور اس کے
 ساتھیوں کی حدادت پر کمر باندھ چکے اور انکی ایذا رسانی کے لیے موقع و محل کے منتظر ہیں آخر ناچار اپنے بادشاہ کی اجازت سے
 وہ بھی لڑائی پر آمادہ ہو گیا اور اسے بھی تلوار کھینچ لی کیونکہ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو نصیحت کا رگ نہیں ہوتی اور وہ باز نہیں آتا تو اس کے
 کے لیے مار پیٹ سے کام لینا پڑتا ہے پس اس شخص نے اپنے ساتھیوں سے مدد لیکر دشمنوں کا مقابلہ کیا اور تین بڑی گرانی
 سے لڑائی ہونے لگی پھر کچھ دنوں یونہی ہوتا رہا کہ کبھی میدان اس کے ہاتھ رہا اور کبھی اس کے ہاتھ جیسا کہ خدا کے یہاں کا قاعدہ ہے
 اسی سفیر کی فتح ہوئی اور کیوں نہ ہو پیر گاروں کا انجام اچھا ہی ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ جب اسے سولے قتل کے انکی ایذا رسانی
 سدہ و درنیکا کوئی چارہ نہ دیکھا تو اسے بعضوں کو قتل کیا کیونکہ عقل کا یہی فتوے ہے کہ معصود اور مودی قتل کیے جائیں تاکہ
 کے اور لوگ ہلاکت سے نجات پائیں ایسے کہ بیا عرض کا کاٹ ڈالنا نہایت ضروری ہے اگر اس سے آدمی کی جان بچتی ہو اور اسے

ایک شخص نے فرمایا کہ اندھا بہادر اور بال کے اس شخص کی تائید کا انتقام کا شوق تھا

ہر عرصہ تھا

نہ
نشان الہی
۱۳

گزشتہ کر کے غلام بنالیا کہ پھر نہ اٹھا سکے اور بادشاہ سے بغاوت کرنے کی اچھی طرح سزا پائیں اور تعصیوں کو اپنا مطیع بنالیا تاکہ یہی
طرح اُسکی اور اُسکے ساتھیوں کی ایذا رسانی سے باز رہیں۔ اور اس خیال سے کہ کہیں اُسکے ساتھی دیکھا دیکھی گڑبڑ نہ مچائیں
اور اُسکی شان و شوکت میں فرق نہ آئے پائے اُسنے کہل کہلا گندیب کر سنے سے منع کر دیا اور یہ حکم دیدیا کہ وہ اپنی کمانی کا بہت
تھوڑا حصہ دیتے ہیں تاکہ اُس سے کچھ مدد ملتی رہے اور ملک کے انتظام میں خلل نہ پڑنے پائے اور بادشاہ کی رو بکاری نہک
اُسنے اُنکی ہی سزا مقرر کی۔ اور بعض اُس ملک سے نکال کر قلعوں اور پہاڑوں میں جا کر پناہ گزین ہوئے وہ اُسنے اس امید پر کہ
کہیں اب بھی اُسکی تصدیق کر لیں اور اس خیال سے کہ مبادا وہ موقع پا کر اسپر پڑ جائیں لڑنا نہ پائے اور ٹھنڈا ہا کہ سمجھ لو کہ اگر
تم اب قلعہ بند ہونے کی وجہ سے مجھے محفوظ بھی رہے لیکن بادشاہ جب اس موجود ہو گا اور پڑھائی کرے گا تو اُس سے ہرگز نہیں
بچ سکتے وہ عدل اور حکمت کے موافق بغیر سزا دے نہیں رہ سکا اور اُن سے بعض خوف یا لالچ کے ارے محض اور یہ کہ دل
سے تصدیق کر سنے لگے اور جی میں اُسے جھوٹا سمجھتے تھے۔ اُسنے انھیں بھی اپنے ساتھیوں کے زمرہ میں داخل کر لیا اور وہی
برتاؤ اُنکے ساتھ بھی برتاؤ کیا کہ اُسکا تو یہ قول تھا کہ جو کوئی نظام اطاعت کرے بادشاہ کا حکم ہے کہ اُسے بھی اپنے ساتھیوں میں
داخل کر لیا جائے کہ تقدیر کرنے سے بہتر ہے سچے لوگ بھی کھشک جائیں گے اور دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ اِس اپنے
ساتھیوں پر ظلمان نہیں اُنکی نسبت شک کیا کرتا ہے اور بادشاہ جب مال کھلیگا کہ یہ لوگ محض خوف یا طمع کی وجہ سے بظاہر
مطیع بنے ہوئے تھے اور بخالدی ارادہ یہ تھا کہ موقع پا کر اُسکو اور اُسکے ساتھیوں کو خوب ایذا دیں تو وہ خود انکو خوب سزا
دے لیا اور انکو اُنکے بغض و عداوت کا مزہ اچھی طرح چکھا دے گا کیونکہ یہ لوگ اوروں سے عداوت میں اُجڑے ہوئے اور
گھر کے بھیدی تھے اب ہر وقت اُنکے کھٹکا گنا رہتا تھا۔ اور بعض لوگ گودل میں جھوٹا سمجھتے تھے لیکن اُس مال کی طمع سے جو وہ
شخص ملک کی اصلاح کے لیے جمع کرتا تھا نظام اُسکے مطیع بن گئے اور اس طرح انھیں اُسکی جانچ کا موقع ملا اور جب اُسکے
معاملات اور قوانین کو راستی پر پناہ دیکھا کہ وہ پہلی باتیں بتلاتا ہے اور برائی سے منع کرتا ہے تو اُنکے جی کو یہ سب باتیں اُنکے
اہر دل کھول کے ظاہر باطن سے اُسکی تصدیق کرنے لگے اور اس طرح اُسکی خیر خواہ اور مددگار بن گئے۔ پھر جب آپ کو یہ معلوم کیا
کہ طرفداری اور تعصب کی پابندیوں سے چھوٹی ہوئی اور آزاد عقل ایسے شخص کی سفارت میں مذہبی شک نہ کرے گی اور اُسکے
سفیر ہونے کا بلا تردد یقین کر لے گی کیونکہ دانا اور بیدار مغز کے نزدیک یہ سب دلیلین اتفاقی طور پر جمع نہیں ہو سکتیں تو آپ نے
کہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خبر سنا تو اتنے سے معلوم ہوئی تو اثر تو ایک اصطلاحی لفظ
ہے اُسکے معنی سمجھ لیجئے یعنی آپ کی خبر اتنے زیادہ آدمیوں کے نقل کرنے سے ہم تک پہنچی کہ اُن سب کا جھوٹ متفق
ہو جانا عقل میں نہیں آتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ تشریف نہ لائے ہوں اور سب آدمی جھوٹے ہوں یہ ایسی ہی بات ہے
کہ اگر یہ یاندن موجود نہ ہوتا تو اتنے بہت سے آدمی اُسکے موجود ہونے کی خبر بالاتفاق نہ دیتے چلتے آتے پس اسی طرح لو
بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے احوال کے بھی ہزار لوگ ہر زمانہ میں یہ اُسے اور وہ اُسے سنے کہ آغریں اُن لوگوں سے خبر دیتے
چلتے آتے جنہوں نے اپنی کھلی آنکھوں سے آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے جملہ حالات کی اُنکو خبر تھی اور جو کچھ آپ کو مختلف قوتوں
کے ساتھ اپنی زندگی بھر پیش آیا تھا اُس سے بھی وہ بخوبی واقف تھے بہر حال ہر کوئی یقینی طور پر یہ خبر پہنچی کہ آپ اُن لوگوں میں چاہیں

نہ
نشان الہی

نہ
نشان الہی
علیہ السلام
رسالت اور کتب
پر مبنی کرنا چاہیے
کے ساتھ پیش آئے

نہ
نشان الہی

برس کے ہو گئے تھے اور برابر سببنازی اور امانت داری کے ساتھ شہر و آفاق رہے یہاں تک کہ امانت داری کی وجہ سے لوگ آپ کو محمد بن کہا کرتے تھے اور اس مدت میں آپ کو کبھی کسی سے لکھے پڑھنے کی نوبت نہیں آئی نہ کبھی لکھے پڑھنے کو آپ کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا کہ آپ ان سے کچھ پڑھ لیتے یا مختلف اقوام کے احوال دریافت کر لیتے یا گذشتہ امتوں کی شریعت پر مطالعہ ہوتے یا مختلف ملکوں کے قوانین سیکھتے باوجود ان سب باتوں کے آپ سارے عرب اور عجم کے لوگوں میں اچھا کھڑے ہوئے اور حالت یتیمی کہ نہ آپ کو کچھ ذاتی ثروت حاصل تھی اور نہ کچھ بہت لوگ آپ کے مددگار تھے اور نہ آپ کے خاندان سے سلطنت ناکل ہو گئی تھی ورنہ شاید لوگ شبہ کرتے کہ اسی حیلہ سے آپ کو اپنی آبائی سلطنت کا پر اپنے قبضہ میں لانا مقصود ہے اس حالت سے کھڑے ہو کر اپنے یہ دعوئے ظاہر کیا کہ سارے عالم کے معبود و اسد نے مجھے تمام لوگوں کے پاس بھیجا ہے کہ میں انکو خدا کی ایسی شریعت پہنچا دوں جو دین اور دنیا دونوں کی بھلائی کی ذمہ دار ہے اور یہ شریعت وہ قانون ہے کہ اس زمانہ سے قیامت تک کے لیے بخوبی مناسب اور موزوں ہے اور سارے واقعات کے لیے کفایت کرے گا اور پھر رسولوں کی شریعت کے بہتر سے احکام کو منسوخ کر دے گا کیونکہ جس زمانہ کی مناسبت کا لفظ انکو کہے وہ قواعد آتا ہے گئے تھے اب وہ نہیں رہا اور ہکو یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ بڑی رسوں اور عاداتوں سے بھی منع فرماتے تھے جو لوگوں نے اپنے آباؤ اجداد سے سیکھی تھیں یا شیطان نے انکی خوبی اُنکے ذہن نشین کر دی تھی سب سے قبیح تر آپ نے یہ بات قرار دی تھی کہ بتوں کی پرستش یکجائے یا آگ اور پتروں اور درختوں کو معبود بنایا جائے اور آپ کی تسلیم یہ تھی کہ خدا کو ایک سمجھو اسکو تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف مانو سارے عیوب اور نقائص سے پاک اور مبرا جانو اور علاوہ ہمیں انکو اپنے پیدا کر نیواسے کی نعمتوں کے شکر کا طریقہ بھی تعلیم فرمایا تھا گو حقیقت میں اس شکر کا نفع انھیں کوٹنے والا تھا اسکے سوا اور بہت سی ایسی باتیں بتائی تھیں جن میں ہر حکم نفع اور نقصان سے بچاؤ تھا پس جب وہاں کے اوسے اور اعلیٰ لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا دعویٰ سنا تو آپ کی بات ماننے سے نفرت ظاہر کرنے لگے اور سب کے سب درپے عداوت ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے بھائی مندوں نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا اور سارے دوست دشمن نظر آنے لگے اور آپ کی تکلیب کے لیے ہر شیخ و شاب نے زبان و دلائی اور آپ سے ملنے کرنے پر آمادہ ہو گئے اور ہر ایک آپ سے طالب دلیل ہوا اور کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح آپ کو عاجز کر دے اور آپ کا یہ حال تھا کہ اُنکے لیے دلیل بر دلیل بیان کرتے تھے اور ہر سوال کا معقول جواب دیتے تھے اور ہر طرح سے اُنکو طمان دلانے کی سعی یلغ فرماتے تھے اور اپنے اپنے دعوے کے اثبات میں سب سے بڑی نہایت مستند اور قابل اعتماد جو دلیل پیش کرتے وہ عربی کلام کا ایک مجموعہ تھا جسکو آیت قرآن شریعت کے مبارک لقب سے یاد فرماتے تھے اسکی نسبت آپ کا یہ دعویٰ تھا کہ یہ کلام خدا نے مجھے بطور سند کے دیکر بھیجا ہے اوس میں اس بات کی تصریح ہے کہ آپ تمام لوگوں کی جانب بھیجے گئے ہیں اور سب کے رسول ہیں اور جن باتوں کی آپ خبر دیں وہ سب سچ ہیں اور قرآن میں ان قوانین کا بیان ہے جو خدا نے اپنے رسول کے لیے مقرر کیے ہیں قرآن شریعت کے چھوٹے سے چھوٹے ٹکڑے کو جسے آپ صورت کہتے تھے مقابلہ کے لیے پیش کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس کلام کی حقانیت اور منجانب اسد ہونے کی یہ دلیل ہے کہ تم لوگ اگرچہ عربی زبان کے بڑے اہل اور فصاحت و بلاغت میں عیجاز روزگار ہو لیکن کوئی ایسا کلام ہرگز نہیں لاسکتے جو قرآن شریعت کی چھوٹی سی چھوٹی سورت کا

ساتھ بھی فصاحت و بلاغت میں لگا کر کہا سکے چنانچہ ایسا ہی ہوا گو عربی زبان کے ایسے کالمین موجود تھے کہ فصاحت و بلاغت
 جتنے قصیدہ اقتدار میں تھی اور وہ اُسکے مالک کہلانے کے مستحق تھے بلکہ انہیں ایسے لوگ بھی ملتے تھے جنکو اس فن میں تنگناہ
 ال حاصل تھی اور تمام لوگ اُنکے مقابلہ سے عاجز تھے اور انسانی قوت کے لیے اُس سے بڑھ کر کوئی مرتبہ حاصل کرنا ممکن نہ تھا
 تاہم کسی کو یہ عزت نہ ہوئی کہ قرآن کی ہیئت چھوٹی سورت کی مثل بھی بنالیتے پھر اس حصے میں اُس کے بعد تمام لوگ حضرت محمد
 علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہونے لگے اور آپ کے مطیع ہو کر انھوں نے آپ کا دین اختیار کرنا شروع کیا اور گروہ کے
 گروہ آپ کے پیرو بن کر آپ کو خدا کا رسول ماننے لگے ہاں وہی لوگ اس سے محروم رہے جنھیں خدا نے نہ چاہا جن قوموں کا
 معاملہ آپ کے ساتھ ہوا۔ چونکہ ہر گروہ کے حالات کی حیثیت کہ جہاں صحیحہ سے معلوم ہو سکا یا عقل نے تجویز کیا تمثیل دینا
 مقصود تھی ایسے ہی آپ کے ساتھ اُن لوگوں کے معاملات غور کیے تو وہ لوگ اپنی عقلوں کی بلند پروازی اور کم نہیں
 کے اعتبار اور استعدادوں کے اختلاف سے مختلف فرقے نظر آئے انہیں سے بعض عربی فصاحت و بلاغت میں طاق
 نکلے جسکا اُس زمانہ میں ملک عرب میں بہت کچر رواج تھا اور جنکو وہ اپنے علوم میں سب سے زیادہ شریف سمجھتے تھے اور
 جنکو انھوں نے اپنا مایہ ناز بنا رکھا تھا اور وہ لوگ فصاحت و بلاغت کے جملہ اسلوب سے بخوبی واقف تھے اور
 اُسکے اسرار کو خوب جانتے تھے یہاں تک کہ اُسکے اُن سارے مرتبوں پر پورے طور سے حاوی تھے حسب قدر کہ انسانی
 طاقت میں آسکتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ اُنکے بڑے زور شور کے خطبے اور قصیدے بھی ہونے لگے تھے ہر حال یہ سب کچھ تھا
 لیکن اُسوقت اُنکے کچھ بھی نہیں بڑا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی چھوٹی سی چھوٹی سورت پیش کی
 اُنکے عجز کا بڑے شد و مد سے دعوے کیا اور عام طور سے خصوصاً اُنکے جلسوں میں اُسکی تشہیر شروع کی کہ تم سب
 ملکر چاہے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کرو لیکن اس کلام کی مثل لانے سے ہمیشہ عاجز اور قاصر رہو گے اور صرف اسی پر
 اکتفا نہیں کیا بلکہ اُنکی مبری رسول کی قناعت دکھا دکھا کر انھیں یہ قوت بنایا اُنکے بل خداؤں کی خوب ہجو کی اُنکی
 پرستش میں طرح طرح کے نقص ثابت کیے اور ہر طرح سے انھیں غیرت دلائی کہ سیطرہ قرآن کے مثل لانے کی سعی
 کریں لیکن ہونا کیا تھا آخر کو قرآن میں غور کرنے کے لیے جھک پڑے اور زبان دانی کے اصول کے موافق اُسکی خوب
 جابج و برتال کی اور اُسے خوب الٹ پھیر کے دیکھا اور بڑی غور و فکر سے پرکھا یہاں تک کہ اُسکے امتحان میں کوئی دقیقہ
 فرو گذاشت نہیں ہونے پایا بالآخر انھوں نے یہ رائے قائم کی کہ قرآن شریف فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے ایسے
 عالی مرتبہ پر پہنچ گیا ہے کہ وہاں تک انسانی قوت کی کسی طرح رسائی نہیں اور جس کسی نے اپنی بڑائی کے زعم میں کچھ لکھا بھی
 تو وہ قرآن کے سامنے بالکل پھیکا کلام ثابت ہوا اور خود انہیں لوگوں نے اُسکی ہر بات سے زیادہ قدر نہیں کی کیونکہ ظاہر
 ہے کہ کوئی چیز فی نفسہ کسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن جب اُسکا کسی ایسی چیز سے مقابلہ کیا جائے گا جو اس سے بدرجہا بڑھ چکی ہو
 ہو اور شرف و فضل میں اُسکا پایہ بلند ہو تو خواہ مخواہ وہ نظروں سے گرجائے گی اور عقل اُسے دنی اور حسیں سمجھنے لگے گی
 پس یہ معاملہ قرآن شریف کے سامنے اُنکے زیادہ سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام کا ہوا اور اچھی طرح سے ثابت ہو گیا کہ وہ فصاحت
 بلاغت میں فرد ہے اور سارے کلام اُسکے مقابل میں گرد نظر آتے ہیں اور اُسکی چھوٹی سی سورت کی مثل بھی لوگ نہیں جانتے

لوگوں کا یہی اپنی عقل
 طاقت اور انداز کے ہونا
 سے ہی جھکا ہوا ہے اور
 کے باوجود مختلف فرقوں
 منقسم ہو جاتا ہے

ف
 نصحاء و بلغا و عرب
 قرآن کے معارضہ سے
 رہنا اور اُنکی حقانیت
 تسلیم کر لینا

اور ان لوگوں کو اقرار کرنا پڑا کہ ہم کیا بلکہ سارے آدمی بھی ایسا کلام ہرگز نہیں بنا سکتے اور یہ اس بات کی پہلی دلیل ہے کہ وہ ان
خدا کے پاس سے آیا ہے پھر ان سب نے محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام کے رسول ہونے کی تصدیق کی اور آپ کا حکم ماننے کے
لیے گردن جھکا دی اور انہیں سے ایک گروہ ایسا تھا جو بات کو خوب پرکھنا تھا اور کلام کے مجسے اور بھلے مضمون کی
اسے خوب شناخت تھی اور اس کے عجیب اور عمدہ اسلوب سے خوب واقف تھا پس جب ان لوگوں نے قرآن میں نصیحت
کی نظر سے تامل شروع کیا تو انہیں معلوم ہوا کہ انہیں اسے درجہ کی شخصیتیں موجود ہیں جو عقل کے نزدیک کسی کلام میں
ہرگز نہیں پائی جاسکتیں گو اسکا بنانے والا نہایت کامل اور بڑا تاریخ داں اور تمام علوم و فنون کا پورا ماہر اور حکیم اور سیاست
پر پورے طور سے حاوی ہی کیوں نہ ہو اور اسے اس بات کا اہتمام بھی کیا ہو کہ اس کے مضامین میں کہیں مخالفت اور
مناقضت نہ ہونے پائے اور عرب کے سارے اسلوب سے اسکا طرز والا اور انوکھا ہو ہاں البتہ جب اسکا قائل خدا
کو مانا جائے جو ان سب باتوں کو جس کلام میں چاہے جمع کرے پھر بخوبی قادر ہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے اور اس کے اس
خیال کی یہ وجہ ہوئی کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن آئندہ کے واقعات کی من و عن خبر دیتا ہے جیسا کہ اُس میں پھر
دی گئی کہ کسی دن محمد علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھی مکہ میں با من و امان جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ پہلے لوگوں
کے حالات اور متقدمین کے واقعات اس طرح بیان کرتا ہے گویا کوئی اُس موقع پر موجود تھا اور انہوں نے دیکھی باتیں سنیں
رہا ہے اور وہ لوگوں کے دل کی بات صاف صاف بتا دیتا ہے جیسا کہ ان واقعات سے ظاہر ہے جو محمد علیہ الصلوٰۃ
و السلام کے ساتھیوں اور آپ کے دشمنوں کو پیش آئے چنانچہ اُنکا حال حدیث و تفسیر کی کتابوں میں شرح طور پر موجود ہے
اور وہ اتنے بشمار مضامین پیش کرتا ہے کہ اسکی نسبت یہ کہنا بھی بجا نہیں کہ اسے متقدمین اور متاخرین کے علوم میں سے کسی کو
نہیں چھوڑا کہیں نہ کہیں یا تو صراحتاً اسکا ذکر آگیا یا کسی عجیب و غریب اسلوب سے جو بالکل بے لوث ہو اسکی طرف اشارہ کرنا
ہے اس کے مضامین کی بہت مختصر فہرست سے آپ کو کچھ نہ کچھ اندازہ ہو جائیگا لیجئے سنیئے اُس میں گذشتہ اور آئندہ لوگوں کی خبر
اس طرح طرح کے احکام میں نصیحتیں ہیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے مثیل بیان کی گئی ہیں اخلاق اور آداب کا ذکر کیا گیا ہے
نیک کاموں کی ترغیب دلائی گئی ہے بُری باتوں سے خوف دلایا ہے نیکوں کی تعریف کی ہے نافرمانوں کی مذمت کیا
کی ہے بُری خصلتوں اور گنہگاروں سے بچانا چاہا ہے انتظام ملی کی تدبیر سکھائی ہے دوستوں کی رعایت کرنے اور دشمنوں
کو دفع کرنے اور اسنے گفتگو کرنے کی تعلیم دی گئی ہے اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہدایت کی ہے خدا کا وجود اسکی وحدانیت اور
حشر و نشر کو دلائل سے ثابت کیا ہے اور سارے شکوک اور بہات کا معقول جواب دیا ہے اور جنت اور اس کے ساکنین کا حال
کہہ سنایا ہے جہنم اور اسکی ہولوں سے مطلع کر دیا ہے اس میں عالم سنو ات اور اس کے سوا کچھ عالم علوی میں آثار قدرت اور عجائبات
مثل ستاروں بالرش بادل رعد اور برق وغیرہ کے پائے جاتے ہیں اسکا تذکرہ ہے ہی طرح زمین اور عالم سفلی کی چیزیں خواہ
وہ میدان ہوا و دریا چٹانوں اور نہروں کے قبیل سے ہوں یا نباتات حیوانات پھل پھول و درخت چرند پرند تاریکی اور روشنی
میں آشکار ہو اس میں مذکور ہیں خلاصہ یہ کہ اُس میں کچھ ہے اور دیکھو اسکا طرز بیان ایسا انوکھا ہے کہ کوئی شبہ نہ کرے کہ اسکا
کسی دوسرے کی پیروی کی گئی ہے کیونکہ نہ اُس میں عربی قصیدوں کا خاکہ آتا ہے نہ اسکی کوشش کی ہے نہ اس کے بلیغ خطبوں کا طرز

ف
ایک فرقہ کا قرآن کے
غیبات پہنچنے کی وجہ سے
اور مختلف ایک
اخلاق پر حاوی
ہوئے ہیں
مقامات پر حاکم

ف
مضامین قرآن
کی مختصر فہرست
۱۲

اختیار کیا ہے اور اس پر بھی عقلوں کے نزدیک پسندیدہ۔ گوئی شبیریں اور پیارا کلام ہے اور کانوں کو تو مسکے ساتھ کچھ ایسی اہم تعلیم
 ہوتی ہے کہ جوں جوں سنیے قندکمر کا مزہ آتا ہے اور اسے کوئی کیوں نہ پڑے لیکن اسکی قدر قیمت میں کیا مجال کہ ذرا فرق آجائے
 اور ہاں خدا اگر سمجھ دے تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ سب باتیں اتفاق سے جمع ہو گئی ہو گی کیونکہ صحیح اور آزاد عقل میں ان سب باتوں کا
 اتفاق جمع ہو جانا ہرگز نہیں آتا پس جب ان لوگوں نے قرآن کے یہ اوصاف دیکھے تو بول اٹھے کہ سارے آدمی بل کیوں نہ جائیں
 لیکن یہاں کلام بنانا انکی قوت سے باہر ہے اور یہ بات تو عاۃً بحال ہے کہ ایسا کلام کوئی بجا بھاری عالم نہایت ہی ماہر فلسفی بڑا بڑا
 دانا اور امور ملک میں اعلیٰ درجہ کا دہر بھی بنا سکے اور جب یہ پٹھری تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسے پڑھے لکھے شخص کا ایسے بڑا
 اس بات کی کہلی کہلی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے اور یہ کلام آپ کا معجزہ قرار دیا ہے پس سنیے آپ کی رسالت کی
 تصدیق کی اور آپ جو کچھ فرمائیں بجا اور درست ہے اس طرح یہ لوگ بھی آپ کے مطیع بن گئے۔ اور انہیں سے ایک فرقہ کا یہ حال تھا کہ
 وہ فصاحت و بلاغت سے واقف تھا اور نہ اس میں اتنی قوت تھی کہ قرآن شریف کے مضمون میں غور و فکر کر کے سمجھتا کہ اتنی فصاحت
 آدمی کے لئے نہیں جمع ہو سکتیں اسلئے یہ خدا کے پاس سے آیا ہے لیکن ان لوگوں نے یہ سارا قصہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا
 کہ محمد علیہ السلام نے اپنے رسول ہونے کا دعوے کیا اور قرآن شریف کو خدا کے پاس سے بتلایا اور اسکی چھوٹی سے چھوٹی
 سورت پیش کرنے کے کہلے خزانہ یہ ظاہر کر دیا کہ اسکی مثل کوئی نہیں لاسکتا اور عام لوگوں میں اہل فصاحت و بلاغت کو ایسے
 کلام کے مثل لانے سے عاجز اور قاصر ثابت کر کے انکے ہر سر بازار لٹے پٹے اور بعضوں کو دیکھا کہ کہنے کو تو فصاحت و بلاغت
 میں انکا مہر بہت بڑھا ہوا تھا لیکن اسکے مقابلہ سے انھوں نے منصفانہ اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے آبائی مذہب اور
 قدیم رسوم کو چھوڑ بیٹھی اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی پیروی کے پیچھے ایسی راہ اختیار کر لی کہ اگر انھیں آپ کی رست
 کا یقین کامل نہ ہوتا تو انھیں یہ طریق نہایت ہی دشوار گزار نظر آتا اور نیز انھوں نے بعضوں کو دیکھا جنھیں کھوٹے کمرے کی
 اچھی پرکھ تھی اور کلام کی عمدہ صفات کو خوب پہچانتے تھے کہ انھوں نے اس بات کی کافی شہادت دی کہ اگر یہ قرآن خدا
 کے پاس سے نہ تھا تو اتنی کامل اور عمدہ صفات پر اسکا حاوی ہونا ناممکن تھا اور اس بنا پر انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور
 اپنا طریق چھوڑ کر آپ کے پیرو ہو گئے۔ اور بعضوں کی یہ حالت دیکھی کہ گو وہ فصحاء و بلغاء کے نزدیک فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے
 مسلم الثبوت تھے لیکن قرآن کے سامنے انکی ہمت پست ہو گئی اور اسکے مقابلہ سے انھیں جان چڑھانے ہی بن پڑا اگرچہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکی چھوٹی سے چھوٹی سورت پیش کر کے انکا عجز ثابت کرتے رہے اور کیا جملہ خاص کیا مجمع عام دونوں
 میں پکار پکار کر غیرت دلاتے ہے کسی طرح ایسا کلام لے آؤ اسنے یہ تو ہنوس کا خدا کے مارے لڑنے پر آخر مجبور ہو گئے
 اور یہ گوارا کر لیا کہ انکی خوریزی کچھ لے انکا مال لوٹ لیا جائے انکے ہال نیچے قید کر دیے جائیں انکے گھر بار اجاڑے جائیں
 اور اپنا وطن چھوڑ کر مارے مارے پھریں بھلا سمجھ تو ہے کہ اگر انکی محنت میں یہ ہوتا کہ قرآن کی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی مثل
 بھی بنا سکتے تو نہ لائے اور اس سے کیوں باز رہتے اور بیٹھے مہلے اپنے کو نصیبت میں پہناتے یہ تو بڑی آسان بات
 تھی کہ قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی سورت کی برابر کوئی فصیح و بلیغ کلام بنا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دیتے کہ لیجئے صاحب
 سنیے آپ کے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور آپ کی دلیل ہل کر دی بہت کہا کرتے تھے کہ قرآن کا ایسا کلام تم نہیں لاسکتے دیکھو کیسے

و
 شبیر افوقہ جسے فصاحت و بلاغت
 اور مضمون خاص فرقہ کی نشانی
 کا اعتبار کر کے آپ کی تصدیق
 کی اور نیز اسکا سامنے بڑا
 کہ بہتر سے فصاحت و بلاغت
 مصیبت میں پڑے ہوئے
 قرآن کا مثل نہ لاسکے

بنالائے اور یہ بات کہل گئی کہ قرآن کی طرح آدمی بھی بنا سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اُسے ہو ہی نہ سکا کیونکہ اگر اُسکا ایسا کو کیا اُسکے سب قریب بھی اگر کوئی کلام کہی لائے جوتے تو بہلا یہ بات ممکن تھی کہ اتنی طرفداروں کے ہونے پر بھی ہم تک خبر نہ پہنچتی لوگ اُسے ضرور نقل کرتے جس طرح اور سب باتیں نقل کی ہیں مثلاً اُنھوں نے آپ کی سچوکی آپ پر اتہام باندھا آپ کے ساتھ سفاہست اور درشتی سے پیش آئے آپ کے متبع شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کیا۔ وہ کیا کریں اس بات میں مجبور تھے ورنہ اتنی طبیعت مصیبت میں کیوں گرفتار ہوتے اور اپنے کو خطرہ عظیم میں ڈالتے کچھ نا سمجھ تو تھے ہی نہیں عقلمند تھے پھر بہلا اُنکی عقلیں ایسے آسان رستہ کو چھوڑ کر نہایت مشکل اور خطرناک راہ کو اختیار کرنے کی کیوں اجازت دیتیں علاوہ بریں دنیا میں کون عاقل ایسا کرے گا کہ بلا کسی ضرورت شدیدہ کے جس سے کہ اُسکا پس چل ہی نہ سکے اور خواہ مخواہ مصیبت اُٹھانا ہی پڑے اپنی جان مال اور بال بچوں کو ہلاکت میں ڈالے گا اور اپنے گھر بار کی خرابی اور ترک وطن کو پس کر گیا ہاں حب اور کچھ بن ہی نہ پڑے تو بیک ایسا ہی کرے گا بقول شخصہ وقت ضرورت چو نامد گر نہ بد دست بگریز شیر تیز پس یہاں بھی اگر وہ مجبور نہ تھے تو اپنے کو آفت میں ڈالنے پر کیوں آمادہ ہو گئے پس یہی ہے کہ اُنھوں نے اپنے کو قرآن کے مقابلہ کرنے سے عاجز پایا اور اُنکی ہمت دہری نے جس سے وہ بخت ہو رہے تھے اس بات کی اُنکو اجازت نہ دی کہ اپنے عجز کا اقرار کر لیتے۔

پس جب اُن لوگوں نے ان تینوں فرقوں کے حالات میں غور کیا تو خوب سوچ سمجھ کر یہ کہنے لگے کہ ایک فرقہ جو پُر انصاف و بلغ تھا جسکی نسبت بے پرواہی اور کالی کا گمان ہو ہی نہیں سکتا قرآن کے مقابلہ سے آفر اپنے عجز کا اقرار کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر ہی چکا اور دوسرے فرقہ نے بھی جو مضمون شناسی میں سنگاہ کامل رکھتا تھا اس بات کو مان لیا کہ قرآن میں اتنی صفات کمالیہ موجود ہیں جو سوائے خدا کے اور کسی کے جمع کیے نہیں جمع ہو سکتیں اور یہ کہ سوائے اطاعت کرنے کے کوئی چارہ نہ دیکھا اب رہا تیسرا فرقہ جسکی فصاحت و بلاغت میں تو کچھ بھی کلام نہ تھا اُسے اپنے کو عاجز یا قرآن کے معارضہ سے ٹوٹا کسی کی اور تہصیب نے اقرار عجز کی اجازت نہ دی آخر کو مجبور ہو کر اپنے کو مصیبت میں ڈالنا گوارا کیا پس یہ کہنے لگے ہونہ ہو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور سچے رسول ہیں اور ان تینوں فرقوں کا تصدیق کر لینا ہمارے لیے کافی دلیل ہے سب میں کچھ کہتا ہوں اسے بھی سن لیجیے اہل عرب کے قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو جانے سے جا خطرہ جس طرح استدلال اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہے اسی طریقہ پر اس فرقہ نے بھی اپنا مطلب حاصل کیا۔ چونکہ اُنکا کلام جی کو گستاہوا ہے اور اُس سے سارے شہسہ دفع ہو جاتا ہے تو اس موقع پر اُسکا ذکر کرنا فائدہ سے خالی نہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس زمانہ میں بھیجا جبکہ عرب کی شاعری اور خطبہ گوئی نہایت عروج پر تھی اُنکی لغت کو بہت کچھ استحکام حاصل ہو چکا تھا سارے ساد و سامان سے درست تھے پس آپ نے انھیں لاکر اُنکے اونٹ اور اعلیٰ کو خدا کی وحدانیت اور اپنی رسالت کی تصدیق کی طرف متوجہ کیا اور دلیلیں قائم کر کے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا اور سارے شہسہ دفع کر دیے اور اُنکے لیے ناواقفی کے عذر کرنے کا کوئی موقع چھوڑا اب اُنکا اعراض کرنا محض ہواؤ ہوس یا ناخلاق طرفداری کی وجہ سے رہ گیا اور پھر آپیں لڑائی ٹھن گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُنکے عالم اور فاضل اور کہنے والوں کو قتل کیا اور آپ اُسے رات دن یہی کہا کرتے تھے اگر میں جھوٹا ہوں تو تم اس قرآن کی سی ایک سورت نہ پانچ دیتوں ہی کی مثل ہے کیوں نہیں آتے اور آپ جب کبھی اس طرح نہیں عاجز کرتے تھے تو کوئی دلیل تو اُسے بیان

قرآن کی فصاحت
پر عاجز ہونا

نہیں کیجاتی تھی یہ جلد کیا کرتے تھے کہ صاحب آپ کو تو امتوں کے حالات معلوم ہیں اور ہم جانتے نہیں پھر اگر آپ نے ایسا کلام بنا لیا اور ہم نہ بنا سکے تو کمال کیا ہوا تو آپ نے فرمایا اچھا اپنے جی سے کچھ بنا کر لے آؤ سپر بھی نہ کسی خطیب نے ارادہ کیا نہ کسی شاعر نے ہمت لائی اگر کوئی بہت کرنا تو کچھ تو دکھلائی دیتا اور پھر اسکی طرف داری کرتے والے بہت سے کھڑے ہو جانے اور ضرور شور مچ جانا کہ لیجئے قرآن کا مقابلہ کر لیا اور ویسا کلام بنگیا ہیں اس دانشمند نے ان سب باتوں سے قوم عرب کا عجز سمجھ لیا اور یہی انکی عاجز ہونے کی دلیل بن گئی کیونکہ جب انہیں سے بہتر آپ کے ساتھیوں کی ہجو کرتے تھے مسلمان شاعروں اور خطیبوں سے مقابلہ کرتے تھے اور انہیں ذرا بھی وقت نہیں معلوم ہوتی تھی تو پھر یہ کیا شکل امر تھا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھ لکھ داتے ایک چھوٹی سی سورت یا چند آیتوں میں تو قصہ پاک ہوتا تھا اتنے ہی میں تو آپ کا دعویٰ ہل ہوتا تھا اور سارا بنا بنا یا کھیل بگڑتا تھا آپ کی صحبت منتشر کرنے کے لیے اس سے سربل بالا تو کوئی نسخہ ہی نہ تھا اسکی کیا ضرورت تھی کہ اپنی جان و مال کو معرض ہلاکت میں ڈالیں اور گھر بار چھوڑ کر مارے مارے ہر سر قریش تو قریش ہو تو بڑے فصیح و بلیغ تھے اُننے چھوٹے چھوٹے قبیلوں پر بھی یہ امر دشوار نہ تھا اگر اُنکے اختیار میں ہوتا تو یہ کوئی بڑی بات تھی آخر بڑے عجیب و غریب قصیدے نہایت طویل و عریض خطبے خلاصہ یہ کہ انکا ہر طرح کا نظم و کلام شور ہی نہا پھر یہ کب ہو سکتا ہے کہ ایسی ظاہرات کسی کی سمجھ میں بھی نہ آتی اور قرآن کے مقابلہ سے انکا عجز بیان کر کے ان کو طعن کرنے پر بھی انھیں غیرت نہ معلوم ہوتی اور وہ چپ چاپ بیٹھے سنا کرتے اور پھر انکا حال یہ کہ اپنی آن بان میں بڑے کرٹے تھے اور دنیا بھر سے زیادہ فخر کرتے تھے خصوصاً کلام کی فصاحت و بلاغت پر تو انکو ناز تھا اور بجا تھا پس جس طرح کہ یہ بات صحیح ہے کہ تین تیس برس تک انھیں ایسے ظاہر اور کثیر المنفعت امر کی خبر نہ ہوئی اور غلطی میں پڑے رہے اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ جان بوجھ کر اس سے پہلو ہتی کرتے اور قرآن کے مثل بنائے پر قادر ہونے کی صورت میں بھی کچھ نہ بنا لاتے حالانکہ اس سے کہیں زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں کوشش کیا کرتے تھے اور انہیں سے ایک اور گروہ تھا جس میں اکثر ایسے ہی لوگ تھے جو نہ فصاحت و بلاغت میں بصیرت رکھتے تھے اور نہ قرآن کے عمدہ صفات کو سمجھ سکتے تھے کہ یہ سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جمع کر سکتا اور نہ انھوں نے اسکا خیال کیا تھا کہ یہ دونوں فرقے قرآن کے مقابلہ سے اپنے عجز کا اقرار کر چکے ہیں اور بعضے عجز کچھ سے ڈرائی کرنے پر آمادہ ہو گئے ہیں انکی بڑی توجہ عالم طبیعیات اور قوانین قدرت کی جانب مصروف تھی جن کے موافق عالم کا کارخانہ چل رہا ہے اور وہ جانتے تھے کہ ان قوانین کے خلاف عمل درآمد کرنے پر کوئی آدمی قادر نہیں ہے پس وہ کہنے لگے کہ آؤ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہم ایسی باتیں طلب کریں جن سے قوانین قدرت ٹوٹ جائیں یعنی اس عالم میں جو خدا کی عام طور پر عادت جاری ہے اس کے خلاف لازم آئے پس یہ اگر ایسا کریں گے تو بیشک سچے ہوں گے کیونکہ جب ہماری طلب کے موافق کوئی امر خارق عادت اُس نے ظاہر ہوگا تو ہم سمجھ لینگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دعوے رسالت کی تصدیق کے لیے عادت کے خلاف کر دیا اور یہ امر خدا کے اس قول کے قایم مقام ہو جائے گا کہ جو بات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں انھیں سچا سمجھو آپ اسے اس طرح سمجھیے کہ اگر کوئی بادشاہ کے سامنے کھڑا ہو کر حاضرین سے یہ کہنے لگے کہ یہ بادشاہ انھیں میری اطاعت کا حکم دیتا ہے اور لوگ کہیں کہ ہم تم کو جانیں کہ بادشاہ اپنی جگہ سے اٹھ کر فلاں جگہ جا بیٹھے اور فرض کیجئے کہ بادشاہ یہ سنتے ہی اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس جگہ جا بیٹھے پھر اسی طرح انھوں نے کسی دوسری بات کی اس شخص کی تصدیق کے لیے درخواست کی مثلاً وہ یہ کہ بادشاہ اپنے سر کا تاج فرما دیر کے لیے کسی

چوتھا فرقہ
میں غارت طلب کیے
اور امر خارق
عادت سے آپ کی
رسالت پر مثال
کیا ۱۲

علم کیا دینے کی شریعت جاننے والوں کے اختیار میں ہے تو پھر خدا کا کیا پوچھنا ہے وہ تو کیا عناصر اور کیا علم کیا اور کیا دیا بھی
 کا پیدا کرنا والا ہے۔ اور اسی طرح بہت سی خارق عادت باتیں لوگوں کے درخواست کرنے پر آپ سے صادر ہوئیں جنکی ہر کو معتبر و معجز
 سے خارج بھی ہے اگرچہ انہیں اسی خبریں بھی ہیں کہ تہا تواتر کو نہیں سمجھیں لیکن اس میں تو ذرا بھی شک نہیں رہا کہ سبب بل ملا کر تواتر کے
 مرتبہ سے کسی طرح کم نہیں ہیں بلکہ ہم بلا تردد کہہ سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کرنے پر خارق عادت کا صادر
 ہونا اجماعاً ثابت ہے اور ایسے تواتر کو تواتر معنوی کہتے ہیں جسکے معتبر ہونے پر تحقیق عقلاء کا اتفاق ہے اور اسکا انکار وہی
 کر سکتا ہے جسکو بدیہی باؤں کے انکار سے بھی شرم نہ معلوم ہوتی ہو اور لوگوں میں اپنی وقعت ثابت کرنے کی غرض سے بید ہر
 بدیہیات کا انکار کر بیٹھتا ہو پس اس گروہ نے جب یہ دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوارق عادت اور ان قوانین کے خلاف
 کر دکھایا جسکے خلاف کرنے پر سارے خدا کے کوئی قفا در نہیں ہے تو انھیں یقین ہو گیا کہ ہونہو درخواست کرنے پر خدا ہی نے
 آپ کی تصدیق کے لیے ایسی باتیں آپ سے کرادی ہیں اور پھر آپ کی تصدیق کر لی اور آپ کی رسالت کے معقد ہو گئے اسکو
 خوب سمجھ لیجئے کہ ایسے معجزات صرف انھیں لوگوں کی عقلوں کے سمجھانے کے لیے ہیں جتنکے انعام معجزات ادیبہ کے سمجھنے سے قاصر
 ہیں اور اسکی قابلیت نہیں رکھتے ورنہ سمجھ داروں کے لیے تو معجزات ادیبہ ہی موزوں ہیں جیسا کہ قرآن کے احوال میں اُنکا کچھ
 تو ذکر ہو چکا ہے اور آئندہ بھی اُنکا بیان آئیگا جہاں کہ شریعت محمدیہ کے حسن انتظام کی شان دکھائی ہے اور نظا ہر کیا ہے
 کہ خدا کے پاس سے ہونے کی اس میں فلاں فلاں دلیلیں موجود ہیں اور جہاں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شہدین کی کتابوں میں
 جو حلات میں مذکور ہیں منطبق کر دکھائی ہیں اور ہمیں اُن لوگوں سے جو اپنے ادراک کو معجزات ادیبہ کی طرف متوجہ کرتے ہیں یہ امید ہے
 اس خیال سے کہ یہ اُنکے اُن علوم کے مخالف ہیں جنکو انھوں نے اپنے اسکولوں میں حاصل کیا ہے اور اُنکی عقلیں انھیں قبول
 نہیں کرتیں وہو کے میں نہ پڑینگے اور معجزات حسیہ کو اپنے ایمان کے طریق میں سد راہ نہ بنائینگے بلکہ اُنکی شان کے لحاظ سے حق او
 اور اُنکی حرم و احتیاط کے مناسب قویہ امر ہے کہ ان خوارق کو انھیں لوگوں کے سمجھانے کے لیے خیال کریں جنہیں معجزات ادیبہ کے
 ادراک کا سلیقہ نہیں اور جو ایسی اشیاء اختیار کریں جنہیں اُنکی عقلیں قبول کرنی ہوں اور پھر اگر کوئی ایسی چیز پیش آئے جو اُنکی عقلوں
 میں نہیں آتی اور یقینی دلیل عقلی کے خلاف ہو تو ایسا طرز اختیار کریں جو نقل و عقل کا جامع ہو اور تاویل کر کے دونوں کو موافق بنائیں
 جیسا کہ آئندہ ذکر ہوگا کہ شریعت محمدیہ کا یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر کوئی چیز اُنکے یہاں منقول ہو اور نظا ہر یقینی دلیل کے خلاف ہو
 تو اُنیں تاویل کر دیتے ہیں کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو اُنکی حالت اس شخص کی مثل ہو جائے گی جو دن دوپہر آفتاب کو دیکھ رہا ہے
 اور گمان کرے کہ اسوقت رات موجود ہے اس لیے کہ اُسکو یہ خیال بند گیا ہے کہ کسی نکلے ہوئے ستارے کو وہ دیکھ رہا ہے
 پس وہ دن کے موجود ہونے کی واضح دلیل کو دیکھتا ہے آفتاب جو صاف نظر آ رہا ہے چھوڑ دے اور اس خیالی ستارہ کو جسکا کہیں تہ
 بھی نہیں ہے بیٹھے۔ ایسا آدمی غلطی کے سبب میں سے کسی نہ کسی سبب سے ستارہ کے دیکھنے اور اُسکو موجود سمجھنے میں بسا اوتا
 غلطی کر سکتا ہے ایسی حالت میں چاہیے یہ تھا کہ اگر ستارہ کے ہونے کا اُسکو یقین بھی ہوتا ہم اپنے دیکھنے کی کوئی تاویل ضرور
 کرے اور اس آفتاب درخشاں کو جو دن کے وجود کی پہلی دلیل ہے مہل نہ جانے دے اصل یہ ہے کہ خدا جسے چاہتا ہے
 اُسی کو راہ رست دکھاتا ہے اور انھیں سے ایک فرقہ یہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ زمانہ میں بھی رسولوں کو بھیجا تھا

اور انکی شریعت اُنکے زمانہ کے مناسب اور ہماری اصلاح کی پوری پوری ذمہ داری تھی وہ خود بھی کہتے تھے اور انکی باتوں سے بھی کچھ ایسا ہی معلوم ہوتا تھا کہ خداوند تعالیٰ کچھ زمانہ کے بعد تمام لوگوں کی طرف ایک رسول بھیجے گا اُسکی شریعت بھی اُسکے زمانہ کے مناسب اور مضامین اصلاح پر کافی طور سے حاوی ہوگی اور اُس رسول میں فلاں فلاں علامتیں موجود ہوں گی جنہیں سے بہت سی علامتیں اب تک بھی اُن کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو اُن رسولوں کی جانب منسوب ہیں پس اُدھم محمد صلی علیہ وسلم کے حالات میں غور کریں اگر انکی شریعت اُن رسولوں کے کہنے کے موافق ہوگی اور انہیں انکی بتلائی ہوئی علامتیں بھی بخود ہوں گی تو ہم یقیناً سمجھ لیتے کہ یہ اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اگر یہ بات نہ نکلی تو اُنکے دعوے کو الگ کرینگے اور انکی بات بھی سنیں گے اُسکے بعد جب اُن لوگوں نے آپ کے سارے احوال میں غور کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ آپ کی شریعت حبیبہ کہ چارہ بیٹے اُسی طرح لوگوں کی اصلاح کی کفیل ہے جیسا کہ آپ کو اسکے بعد والے فرقہ کے بیان میں معلوم ہوگا اور اُن لوگوں نے انہیں اُن رسولوں کی بتلائی ہوئی علامتیں بالکل صاف طور پر دیکھیں جتنکے پائے جانے میں اُس شخص کو تو فریق بھی شک نہیں رہ سکتا جو اپنے تعصب کو چھوڑ دے اور وہی تباہی تا ویوں کے ور پے نہواور وہ چاہتا ہو کہ حق بات واضح ہو جائے اور انجام بد سے اُسے نجات ملے اور اپنے نفس کے ساتھ خیر خواہی کرے اور اُس مقصد میں اپنی قوم کی ملامت اور لعن طعن کی ذرا ہی پروا نہ رکھتا ہو اور یہ علامتیں اُن کتابوں میں آج تک برابر ملتی چلی آئی ہیں اب بیچے انکی تفصیل سنئے اول ذیہ کہ اشعیاء علیہ السلام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو کتا یہ کیا تھا آپ پر منطبق ہو گیا اشعیاء کا قول یہ ہے راہ بیشک رب فاران کے پہاڑوں کے ظاہر ہوا اور ہزاروں پاک لوگ اُسکے ہمراہ ہیں اور اُسکی آنکھ میں آتشی طر ہے اور یہ کتا یہ ایسا ہی ہے جس طرح اشعیاء کے کلام میں سینا طور میں رہے رب کی آمد کوئے علیہ السلام سے کتا یہ ہے اور رب کا ساعیر میں روشن ہونا جیسے علیہ السلام سے کتا یہ ہے اب آپ کے اوپر اشعیاء کے قول کا انطباق دیکھیے کیا صاف ہے کیونکہ فاران کے پہاڑ سے مراد مکہ ہے جیسا کہ سفر تکوین میں حالات اسماعیل علیہ السلام میں منقول ہے کہ وہ فاران میں رہے تھے (۲) اور انکار اشعیاء کا یہ قول کہ ہزاروں پاک لوگ اُسکے ساتھ ہیں آپ کے ساتھ والوں سے کتا یہ ہے جو تمام عیسویوں سے پاک تھے جیسا کہ لوگوں نے انھیں مشاہدہ کیا ہے (۳) اور انکا یہ قول کہ اُسکی آنکھ میں آتشی طر ہے آپ کی شریعت میں جہاد کے مشروع ہونے سے کتا یہ ہے اور آپ پر جو کچھ تنبیہ میں ہے وہ بھی صاف آتا ہے یعنی (۴) رب اُسکو اُنکے دینے نبی اسماعیل اُبھائیوں میں سے نبی بنا کر اُٹھا کر اُکھڑا کر چکا اور ظاہر ہے کہ نبی اسماعیل کے بھائی عیسا یاں پڑھ کر ناچا بیٹے کہ نبی اسماعیل کے بھائی نبی اسماعیل کے مثل جی عیسا اور نبی انانے اُٹھ کر اُٹھ کر چکے تھے یہاں سے نبی کی تجنیص نبی اسماعیل ہی میں ہونے کی کیا دلیل ہے کیونکہ تجنیص دوسری آیات سے ہوئی ہے نبی عیسا اُس عوم سے ہوئے بغیر نبیت اور تنافی بغض جب کے خارج ہوئے اور سند بغیر نبیت کے پلس کا قول ہے کہ نبیوں کا نواس خط در ۱۲ جیا اُکھا ہے کہ میں نے یعقوب سے محبت رکھی اور میں سے عداوت اور نیز اسوجہ سے کہ عیسا نے اپنے حضرت کو جو روح برائی کے اُکھ حال تھا یعقوب کے ہاتھ چھو ڈالا سند انکی کتاب پیدایش باب دس تب یعقوب نے کہا آج ہی اپنے پہلوئے ہوئے کا حق میرے ہاتھ چھو ڈال عیسا عیسا نے کہا کہ میں تو مرنے جانا ہوں پہلو ہونا میری کس کام ہوگا دراصل تب یعقوب نے کہا آج ہی مجھ پر اس قسم کا ہنس اُسے پاس تم کھائی اور اُسے اپنے پہلوئے ہونا کا حق یعقوب کے ہاتھ بیچا اور نیز اُسکے یعقوب علیہ السلام نے عیسا علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا یہی اُسی علیہ السلام سے لیا اور سند انکی وہ قصہ ہے جو کتاب پیدایش باب نمائے در ۴ سے لیکر ۴ در ۵ تک مذکور ہے خلاصہ اسکا یہ ہے کہ حقان علیہ السلام نے عیسا علیہ السلام کی کہا کہ تو میرے لئے حکم کر لا اچھے نہ بد کہنے کہنا انکی جتنی برکت بخش

بنی اسرائیل ہی ہیں وہ اور یہ کہ آپ مولیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں یعنی شریعت اور مشرعیت احکام اور جہاد کے اعتبار سے اہل طریح ہیں
 (۶) اور یہ کہ خدا کا کلام اُن کے منہ میں رکھا گیا ہے اور وہ یہی باکمال قرآن ہے جس کو آپ لائے ہیں اہلکی سوا جو یوحنا میں ہے وہ بھی آپ
 پر صادق آتا ہے یعنی وہ آپ فارقلیط اور معزی ہوں گے جو تمام چیزوں کو سکھلائینگے مطلب یہ ہے کہ تمام حقایق اور معارف
 کو سکھلائینگے جیسا کہ آپ کے متبعین کے حالات سے ظاہر ہے (۸) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کی کوئی باتیں یاد دلانگے اور
 باتیں توحید اور ایمان اور دنیا سے بے رغبتی کی تعلیم اور آخرت کی ترغیب دینا ہیں (۹) اور یہ کہ آپ جیسے علیہ السلام کے جیسے شہادت
 دینگے یعنی اہل نبوت و رسالت اور لوگوں کے افسوس سے اہل برات کے شاہد ہینگے (۱۰) اور یہ کہ آپ جیسا کہ علیہ السلام تشریف نہ
 لیجائینگے تشریف فرمانہوں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا (۱۱) اور یہ کہ گناہوں پر لوگوں کو سزا سن کر ٹھیکے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ بظہار
 کار اور گناہ کرنے والے کو سزا سن کر تے ہیں اور جو کچھ مزام میں ہے وہ بھی آپ پر منطبق ہے (۱۲) اور یہ کہ آپ خبر دہوں گے چنانچہ
 آپ اعلیٰ درجہ کا حسن رکھتے تھے (۱۳) اور یہ کہ حکمت آپ کے لبوں سے ٹپکتی ہوگی، اور یہ بات آپ کے قرآن جسکی آپ تلاوت
 فرماتے تھے اور آپ کی معارف و حکم کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے (۱۴) اور یہ کہ آپ تلوار نکلائے ہوں گے، چنانچہ آپ اعداؤں
 کے ساتھ لڑائی میں برابر لگے رہے (۱۵) اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ آپ قوت دلیل انتظام ملی اور قوت جسمانی
 ہر اعتبار سے قوی تھے یمانٹک کہ آپ نے اپنی جیسی قوت سے بڑی بڑی پہلوانان عرب کو گرا دیا اور یہ کہ آپ (۱۶) حق کے پیرو (۱۷)
 طبیعت کو قابو میں رکھنے والے (۱۸) اور کہ تبارہوں گے چنانچہ یہ تینوں باتیں آپ میں واضح طور پر موجود تھیں (۱۹) اور یہ کہ تیر اندازی
 آپ کا طریق ہو گا چنانچہ دشمنوں کے لیے آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا سامان تیر اندازی سے طیارہ رہنا مشہور بات ہے اور آپ کی لشکر
 میں لوگوں کو حکم ہے کہ تیر اندازی سیکھیں اور اگر کوئی سیکھ کر کھو جائے تو وہ گنہگار سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ (۲۰) زمین کا بہت بڑا حصہ آپ کے
 تحت تصرف میں ہو گا چنانچہ آپ قریب قریب تمام ملک عرب پر قابض تھو (۲۱) اور یہ کہ آپ خیر دوست (۲۲) اور گناہ سے بیزار ہونے والے
 ہوں گے چنانچہ یہ دونوں باتیں بھی آپ میں ایسے کہلے طور پر ثابت ہیں جیسا کہ آپ کے دشمن بھی اقرار کرتے ہیں (۲۳) اور یہ کہ شہزادیاں آپ کی
 خدمت کر گئی ہیں یہ بھی ہوا کیونکہ سرداران عرب کی لڑکیاں جو آپ کے پاس مقید کر کے لائی جاتی تھیں شہزادیوں سے کچھ کم تھیں علاوہ
 بریں صفیہ بنت خطاب جو ایک یہودی بادشاہ کی صاحبزادی تھیں آپ کی زوجہ ہی تھیں (۲۴) اور یہ کہ بادشاہوں کے یہاں سے آپ کے
 پاس بریے آئینگے چنانچہ حبشہ کا بادشاہ بنحاشی اور قوش شاہ مصر وغیرہ نے آپ کے پاس ہدیے بھیجے (۲۵) اور یہ کہ مالدار بھی آپ کی
 اطاعت کرینگے اور اسکے مصداق امت کے وہ مالدار ہیں جو آپ کے ارشاد کے موافق اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں اور علاوہ بریں
 (۲۶) شعبا میں یہ جو واقع ہوا ہے کہ آپ کی نماز ایک نئی طرز کی عبادت ہوگی، شریعت محمدیہ کی نماز پر پورے طور سے صادق ہے کیونکہ
 اس نماز کے مشابہ شرائع سابقہ میں کوئی عبادت نہ تھی اور یہ کہ (۲۷) آپ اس نماز کو علیٰ العموم بڑی بڑی دور کے رہنے والوں پر بھی واجب
 کرینگے جسے کہ جزائر اور سیلابانوں میں بسنے والے بھی اس سے مستثنیٰ نہ ہوں گے، پس ظاہر ہے کہ بعد ایمان کے سب سے اول درجہ نماز کی
 کا ہے کہ جس سے کوئی عاقل بالغ مستثنیٰ نہیں (۲۸) اور یہ کہ یہاں یعنی وہ مقامات جہیں قیدار سکونت پذیر تھو آپ کے ذکر سے گونج
 اٹھے گا، اور قیدار اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے ہیں اور آپ کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا انھیں کے ذریعہ سے سلسلہ نسب اسماعیل
 علیہ السلام سے جاملتا ہے اور وہ مقامات یہی عرب کے شہر ہیں جنکی ہر پر کرچ ہیں جہاں دیکھو آپ ہی کا ذکر ہے (۲۹) اور

عہ سلطہ مدینہ میں ایک پہاڑ ہے اور اسی پہاڑ کی جانب غزوہ خندق میں جبکہ ذکر شہادت میں سے میان غزوات میں انشاء اللہ تعالیٰ کا خلق گہدی تھی اور یہ پہاڑ مدینہ میں مشہور ہے مگر تکلیف خصم کے لیے سبکی ضرور ہے قاموس کے باب العین فصل سہن میں ہے و سلطہ جبل فی المدینۃ یعنی سلطہ ایک پہاڑ ہے مدینہ منورہ میں اور بخاری شریف کے باب الاستسقاء میں یہ حدیث منقول ہے عن انس بن مالک ان رجلاً دخل المسجد یوم کعبۃ من ابہا کان نحو دار القضاہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم فخطب فاستقبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم فخطب قائم قال یا رسول اللہ ہکلت الاموال و انقطع السبل فادع الیہ ینشیاء فرفع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید الیہ ثم قال اللهم اغثنا اللهم اغثنا قال انس لا واللہ انری فی المسجد من صحابہ ولا فرقة و یثبنا و بین سلطہ من بیت ولا دار الا مجمع البحار میں اس جملہ کا مابینا و بین سلطہ پر لکھا ہے ہو فتح امین و سکون الامم جبل المدینۃ ۱۲ مہینہ رجبہ

عہدہ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب شاگرد جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم نے اپنی کتاب براہین رحیمہ میں لکھا ہے کہ گیت سے مراد کلام الہی ہے اور یہ اکھا محاورہ کہ کلام الہی کو گیت کہتے ہیں چنانچہ اب ہی زبور کے ترجمہ کو عیل میں گیت کہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ وہ منہ منورہ میں ہی کلام الہی آپ نے نازل ہو گا اور وہاں آپ ہجرت کر کے جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسکا تفصیلی بیان براہین رحیمہ میں دیکھ لیجئے

سہ براہین رحیمہ میں بدشرا ت اس طرح ہے ”سے“ کے لیے ”اے“ ایک گیت گائیں گے اور بھری ممالک میں اس کی ثنا خوانی کریں گے“ ۱۲ مترجم

لفظ اس کے تفصیلی بیان کا اگر شوق ہو تو براہین رحیمہ کو دیکھیے وہ بدشرا ت کتب سابقہ کے باب میں نہایت عمدہ اور کافی کتاب ہے انصاف

تو یہ ہے کہ شاید یہی کتاب اس بحث خاص میں اس سے بہتر آرد میں نہیں کہی گئی مولوی صاحب موصوف نے خوب حق ادا کیا اور محبت

ختم کردی ۱۱۔ مستحکم

سلسلہ جناب مولوی رحمہ الہی صاحب ساکن قصبہ شگلور

ضلع سہارنپور (یہی سیتہ ہے)

اگرچہ انکو جنگی اولاد میں آپ بنی اسرائیل حقیر سمجھتے تھے اسلئے کہ آپ باجرہ کی نسل سے ہیں اور انکی اولاد میں اسلئے کو بنی اسرائیل
 حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور کھاکرتے تھے کہ یہ لوگ کنیز کا زاولے ہیں اور خدا نے انہیں میں سے آپ کو نبی بنا دیا اور
 جو کچھ مشاہدات نبیل میں ہے وہ بھی آپ پر بخوبی صادق آتا ہے (۲۶) اور یہ کہ آپ کی حکومت بڑے بڑے فرقوں پر ہوگی اور
 آپ لوہے کی چھڑی سے انکی گھمبائی کرینگے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ آپ کی ایسی حکومت ہو چکی ہے بڑی سے بڑی متکبر قوم آپکے
 سامنے گردن جھکانی تھیں اور لوہے کی چھڑی ایسی آپکی تلوار ہے جس سے آپ ہچکچا کر گرنے والوں کو ڈاٹتے ڈپٹتے تھے (۳۷)
 اور جب ہم آپ کے لئے ہوئے قرآن میں غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلا نبی کی راہیں بتلاتا ہے اسلئے اسکو وہی صبح کا ستارہ
 سمجھنا چاہئے جو آپ کو ملنے والا تھا (۳۸) اور فرما میر میں یہ جو ہے کہ حبشہ آپ کے سامنے گھٹنوں کے بل گر پڑے گا وہ بھی آپکے
 صادق ہے کیونکہ حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ پر ایمان لے آیا تھا (۳۹) اور سلاطین بن قربانیاں لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 (۴۰) اور تمام قومیں آپ کی اطاعت اختیار کرنی تھیں (۴۱) اور یہ کہ آپ کا ظلم پیچاروں کو قوی لوگوں سے چھڑا دینے والے ہوئے
 کیونکہ آپ کے نزدیک زبردستوں کا کمزوروں پر ظلم کرنا گناہ ہے اور آپ اس سے بہت سختی سے منع فرماتے تھے اور ظالم کو ظلم کرنے
 پر طرح سے باز رکھتے تھے (۴۲) اور یہ کہ آپ ایسے کمزوروں کو جن کا کوئی بار و یاور نہ ہو (ظلم وغیرہ سے) چھڑا دینگے چنانچہ سب
 جانتے ہیں کہ آپ ایسے ہی تھے (۴۳) اور یہ کہ آپ ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ نہایت شفقت سے پیش آتے ہیں گے جیسا
 کہ آپ کے حالات سے ظاہر ہے اور آپ کو اُنسے نہایت محبت تھی یہاں تک کہ اپنے آپ کو مسکینوں ہی میں شمار کرتے تھے اور اپنے
 رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے یا اللہ مجھے زندگی میں بھی مسکین ہی بنا دے کہ وہ مر رہے دم ہی مجھے مسکین ہی رکھو اور قیامت میں
 بھی مجھے مسکینوں ہی کے درمیں اُٹھائیو (۴۴) اور یہ کہ آپ لوگوں سے سود لینا چھڑا دینگے چنانچہ آپ سود سے نہایت سختی کے
 ساتھ ممانعت فرماتے تھے اور اسکا باعث حاجت مندوں کے حال پر شفقت فرمانا تھا جو کہ فرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور
 دو تہہ نہ دیکو اس بات پر بڑے گھینے کرنا مقصود تھا کہ یہ اہل حاجت کو فرض دے دلا کر اُنکے ساتھ سلوک کیا کریں اور آپ نے اپنے میں
 خطبہ میں یہاں تک فرمایا کہ تمام سود میرے قدموں کے تلے پال میں (۴۵) اور یہ کہ آپ شہر سب کا سونا جو زمین کے اطراف میں
 کسی طرف واقع ہے لوگوں کو دینگے اور یہ اس طرح صادق ہوا کہ آپ کے پاس اسکا خرچ آیا کرنا تھا (۴۶) اور یہ کہ آپ کے پلے
 روز مروت و برکت کی دعا کجاوے گی جیسا کہ یہ آپ کے مطیعین کی عبادت میں داخل ہے چنانچہ وہ روزانہ اپنی نمازیں میں مرتبے سے
 بھی کچھ زیادہ پڑھا کرتے ہیں السلام علیک ایہا نبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اسے نبی آپ کو ہمارا سلام پہنچے اور آپ پر خدا کی نوازیں
 اور برکتیں نازل ہوں اور ہر روز دس بار سے بھی زیادہ خدا سے یہ دعا کرتے ہیں کہ بارک علی محمد وعلی آل محمد یعنی اے خدا محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اور اُنکے کنبے والوں پر برکت نازل کر دے (۴۷) اور یہ بات ہم صاف طور پر بشاہدہ کر رہے ہیں کہ جس دن سے آپ
 نبوت کا دعویٰ کیا ہے اُس دن سے لیکر آج تک برابر آپ کے متبعین سب کی طرح روئے زمین پر پڑھتے چلے جاتے ہیں
 انشیا میں آپ کی نسبت واقع ہے وہی بخوبی آپ پر صادق آتا ہے (۴۸) کہ آپ مؤید اور پسندیدہ ہوں گے اور اسکا پتہ اس طرح لگتا
 ہے کہ دن بدن آپ کا عروج ہوتا چلا جاتا ہے (۴۹) اور یہ کہ جس دین کو آپ خدا کا دین کہیں گے اُنکے اظہار میں نہ گھبرائیں گے
 نہ اُنکے ٹینگے اور انشیا میں جو آپ کی نسبت جہانی علامتیں مذکور تھیں وہ بھی آپ میں بخوبی ظاہر ہیں (۵۰) یعنی کبوتر کے سینہ کے برابر

آپ کے شانہ پر شاہی مہر ہوگی اور آپ اسکو مہر نبوت سے تعبیر فرماتے تھے (۵۱) اور یہ کہ آپ نئے نام سے پکارے جائیں گے چنانچہ آپ کا اسم مبارک محمد تھا کہ یہ نام آپ کے اجداد میں کسی کا ہی نہ ہوا تھا اسکے علاوہ آپ کا نام احمد بھی تھا اسکے ساتھ ہی آپ سے پہلے کوئی مرسوم نہیں ہوا تھا (۵۲) اور یہ کہ خدا سے مشورہ کرینگے اسلیے کہ آپ دعوے سے کہتے تھے کہ میں کوئی بات اپنی خواہش نفسانی کے موافق نہیں کہہ دیا کرتا ہوں جو کہ میں تم لوگوں کو تعلیم کرتا ہوں وہ خدا کے پاس سے وحی ہی آیا کرتی ہے (۵۳) اور یہ کہ تمام عالم کے آپ باپ ہوں گے اور یہ بات بھی کچھ جھوٹ نہیں کیونکہ آپ کے متبعین آپ کی اطاعت کے اعتبار سے بیٹوں ہی کی طرح ہیں اور آپ بھی شفقت اور تربیت کے لحاظ سے گویا بالکل باپ ہی ہیں (۵۴) اور یہ کہ آپ امن قائم کرنے والے سردار ہوں گے چنانچہ آپ نے جاہلیت کی لڑائیوں کو جو عرب میں ہوا کرتی تھیں اور جن کا نتیجہ سوائے لوگوں کے ہلاک کرنے کے اور کچھ بھی نہ تھا بالکل سد و در دیار ہا آپ کا دشمنوں سے لڑنا و محض اس غرض سے تھا کہ وہ دین کی نسبت آپ دعوے سے کہتے تھے کہ یہ خدا کا دین ہے محکم ہو جاؤ اور عالم میں امن قائم ہو پس یہ تو اسی عربی مثل کے موافق ہو گیا جسکا ترجمہ یہ ہے کہ قتل کرنا ہی قتل کرنے کو خوب روکتا ہے یعنی فساد یوں کو قتل کرنے سے اور لوگ محفوظ رہتے ہیں (۵۵) اور یہ کہ آپ کی حکومت کو دن بدن عروج ہوتا رہیگا چنانچہ یہ پہلی آنچھوں نظر آتا ہے (۵۶) اور یہ کہ آپ کی وجہ سے بہت کچھ امن قائم ہو جائیگا چنانچہ جیوں جیوں آپ کے مطیعین بڑھتے گئے لوگوں کی حالتیں درست ہوتی گئیں اور جاہلیت کے فتنے مٹتے گئے (۵۷) اور یہ کہ آپ شتر سوار ہوں گے اسلیے کہ آپ اہل عرب سے ہیں جو لوگ بڑے شتر سوار مشہور ہیں جس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام داؤد گوش پر سوار ہوئے تھے (۵۸) اور یہ کہ آپ کے تسلط کے بعد بیت ٹوٹ جائینگے اور زمین پر پھینک دئے جائینگے جیسا کہ آپ نے مسوق کیا جبکہ مکہ فتح ہوا اور آپ کہیں داخل ہوئے پس آپ بتوں کو کعبہ پر سے گراتے جاتے تھے اور بیت نکست ہو رہے تھے اور جو کچھ بوجھا کے خواب کے بیان میں ہے وہی آپ پر صادق آتا ہے (۵۹) کہ آپ امین کے لقب سے مشہور ہوں گے چنانچہ آپ اس نام سے دعوے رسالت کے قبل ہی مشہور ہو چکے تھے اور آپ کو لوگ محمد امین کہا کرتے تھے (۶۰) اور یہ کہ آپ کا حکم کرنا اور جنگ کرنا عدل پر مبنی ہوگا چنانچہ آپ کو پہنے ایسا ہی پایا جتنے کہ آپ نے اپنی اہم پر یہ بات فرض کر دی کہ اپنے پر یا اپنی اولاد ہی پر کیوں نہ حکم کرنا ہو لیکن کسی طرح اسکے ہاتھ سے عدل نہ جاتے پاوے ملے ہذا الفیاس آپ کا جنگ کرنا بھی محض عدل کے موافق تھا کیونکہ عہد کرنے کے بعد عہد ہی جانتے ہی نہ تھے اور نہ جہاد میں کسی عورت اور لڑکے کو قتل کرنے تھے اور نہ کسی ایسے کو مارتے تھے جو لڑائی لڑنے اور تیر تیرنا پسے عاجز ہو اور نہ اس شخص کو مارتے تھے جو اپنے زعم کے موافق گوشہ عبادت میں بیٹھا ہو (۶۱) اور یہ کہ آپ لشکر کا لباس سفید اور پاکیزہ ہوگا جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو سفید لباس اور سب لباسوں سے زیادہ پسند تھا اور آپ کی امت نے بھی اسے اختیار کیا ہے اور جمعہ کے روز جو گویا مسلمانوں کی ہفتہ وار عید ہے آپ کی شریعت میں سفید لباس پہننا بہت مناسب خیال کیا گیا ہے (۶۲) اور یہ کہ آپ کے منہ سے ایک تیغ رواں نکلیگی تاکہ آپ لوگوں کو اس سے ماریں یہ آپ کے لائے ہوئے قرآن پر پورے طور سے منطبق ہے کیونکہ آپ نے عرب کے لوگوں کو اس کے مقابلہ کرنے سے عاجز کیا بلکہ سچ مچ اس سے انھیں تباہی دیا (۶۳) اور یہ کہ پرندے ان بادشاہوں کا گوشت کھائیں گے جو آپ سے لڑ کر مقتول ہوں گے یہ بات بھی سب جانتے ہیں کہ آپ نے کتنے ہی میدانوں کو بادشاہوں کی لاشوں سے ہر دیا اور انھیں پرندوں کی خوراک بنا دیا (۶۴) اور یہ کہ شاہان روم نے زمین مع اپنے خدم و ختم کے اتفاق کر کے آپ سے جنگ کرینگے پس شاہان خیبر اور عرب کی دیگر قوموں کا متفق ہو کر آپ سے مقابلہ کرنا اسکی کافی ضمانت

ہے اور آپ کے مطیعین پر وہ مضمون بھی جو فراموش صاوق آتا ہے (۶۵) کہ اس کے پاس دو دہاری تلوار ہوگی اور بیسے بڑے جابر و ستم
انستقام پس گے (۶۶) اور یہ کہ بادشاہوں کو طوق اور زنجیروں میں گھسیٹینگے پس بلا شک یہ دونوں باتیں بھی وہ لوگ کر چکے ہیں (۶۷)
اور یہ کہ وہ لوگ اپنی خواہجہاںوں میں خوش خوش آرام کریں گے چنانچہ محکا طریقہ یہ ہے کہ سوتے وقت وہ یاد خدا سے اپنا جی خوش کیا
کرتے ہیں یہاں تک کہ سو جائے ہیں (۶۸) اور یہ کہ ہر وقت خدا کی عظمت بیان کریں گے پس اسکی مصداق انکی نماز ہے کہ اس سے پہلے
بھی اذان میں تکبیر کہتے ہیں اور بغیر تکبیر کے تو انکی نماز شروع ہی نہیں ہو سکتی اسکے علاوہ ایک کن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل
ہوتے وقت بھی وہ تکبیر کہتے ہیں اور عید الصغی کی تکبیر ات تو مشہور ہی ہیں بہر حال انکی نماز کے ہر ہر فعل سے خدا کی عظمت ظاہر
ہوتی ہے اور ان پر وہ مضمون بھی صاوق آتا ہے جو غنیمہ میں ہے (۶۹) کہ خدا نبی اسرئیل کو اسے غنیمت دلایا اور ایک جہاں
فرقہ سے ان کو غیرت والا رخصت کیا کر گیا اسلیے کہ قوم عرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی سے پہلے نہایت ہی جاہل تھی سولے بت چکا
کے اسے کسی دین کی خبر ہی نہ تھی اور اسوقت کے یہود کا حد سلمانوں کے ساتھ مشہور ہے (۷۰) اور یہ کہ وہی لوگ ایسے ہوں گے
جنہیں بے مانگے مراد ملیگی اسلیے کہ انھوں نے کسی شریعت کی درخواست نہیں کی تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کہ پر وہ مضمون
جو اشعیا میں ہے صاوق آتا ہے (۷۱) کہ وہ باہجہ ہوگا کیونکہ بعد اسٹیل علیہ السلام کے وہیں کوئی نبی نہیں ظاہر ہوا تھا (۷۲) اور وہ
وحشی دینے خانہاں برباد عورت کے بیٹے یہی عرب کے لوگ ہیں کیونکہ یہ ہاجرہ علیہا السلام کی اولاد ہیں جو بنزیرہ مطلقہ کے ہو چکی
تھیں اور دوسرا قرینہ اسکا یہ ہے کہ اسمعیل کے حق میں یہ واقع ہوا ہے کہ وہ وحشی ہو چکی ہوں گے جیسا کہ سفر تکوین میں مذکور ہے اور انکو
والی عورت کے بیٹوں سے سارا علیہا السلام کی اولاد مراد ہے پس کہ جو باہجہ عورت کے لقب سے پکارا گیا ہے اس خطاب کر گیا
رازا ظاہر ہو گیا کہ تو خدا کی پائی اور وحدانیت بیان کر گیا اور شکر کا اظہار کر گیا کیونکہ خانہاں برباد ہاجرہ کی اولاد سے جو بنزیرہ مطلقہ کے
ہو رہی تھیں بہتری سارا کی اولاد سے افضل نکلے جو شوہر وار کے مبارک لقب سے یاد کی جاتی تھیں (۷۳) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
طفیل سے کہ جو جوعت حامل ہوئی ہے وہ عبادت گاہ ہوئیں سے کسی کو بھی حامل نہ ہوگی (۷۴) اور ہر سال قربانیاں لیجاے گئے کی
وجہ سے جو مکہ کی توقیر چڑھی ہے وہ شاید ہی کسی عبادت گاہ کو نصیب ہوئی ہو۔

پس یہ فرقہ میل ماضیہ کی بتلائی ہوئی علامتوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مطیعین کے حالات سے مقابلہ کر چکا اور بلا استثناء تمام
عہد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ جہاں اس موقع پر انجیل میں لفظ وحشی پایا جاتا ہے وہ تحریف ہے بجائے اسکے شاید کوئی اور لفظ ہوگا۔ چنانچہ مولوی
رحم آہی صاحب نے ایک دوسری بشارت کے ذیل میں یہ اہم رصیدیں اسکی تصریح کر دی ہے ہم انکی عبارت نقل کرتے ہیں اس سے ایک اور
بشارت بھی معلوم ہو جائے گی صحیفہ یسعیاہ علیہ السلام باب ۲۸۔ کرس ۱۰۔ ہاں وہ وحشی کے سے ہونٹوں اور چینی زبان سے اس گروہ کے ساتھ ہیں
کر گیا اور پیدائش کے سو اہوں باب کے کرس ۱۲ میں نسبت اسمعیل علیہ السلام کی مذکور ہے وہ وحشی آدمی ہوگا اسکا ہاتھ سب کے اور سب کے ہاتھ اسکے برعکس
ہوں گے اور وہ وحشی نفوذ باطنی تحریفینے اسماعیل علیہ السلام عربی لسان ہے اور کلام اللہ اور کلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہے انجیل
سیمی اور نہ زبان سیم علیہ السلام انتھے مولوی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ کرس ۱۲ میں وحشی تحریف ہے لیکن خیر انصار اصل مطلب اب بھی ثابت
ہو جا رہا۔ کیونکہ جب وحشی اسمعیل علیہ السلام کا وصف ٹھہرا کرس ۱۲ میں وحشی کے سے ہونٹوں اور چینی زبان انھوں سے مراد اسمعیل کی زبان ہوگی
اور انکی زبان عربی تھی پس اسکے بولنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ کہ عیسے علیہ السلام اور ان کی زبان ہی جو کتاب آبی نازل ہوئی وہ قرآن شریف ہے نہ انجیل
کیونکہ وہ عبری ہی ۱۲ ہستند جسم

علامتیں آپ کے حالات پر تطبیق پائیں اور علامتیں بھی ایک دو نہیں خستہ سے بھی کچھ زیادہ اور پھر مشترک عدد بھی کثرت کے ظہار میں بہت کچھ طرہ ہوا یا تنگ کہ مبالغہ کے موقع میں زبان زد ہے تب تو ان میں سے ایک دوسرے سے یوں کہنے لگا کہ جب سے کہ یہ علامتیں کتب سابقہ میں بیان کی گئی ہیں اس زمانہ سے آج تک کوئی ایسا رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل نہیں گذرا کہ حسین آپ کی طرح ساری علامتیں موجود ہوں اگرچہ بعض رسولوں میں کچھ کچھ علامتیں پائی بھی گئیں لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا ہے کہ بعض علامتیں باقی ہی رہ گئی ہیں اور یہ نسبت نہیں آنے پائی کہ ساری علامتوں کے جامع ہو نہ کا اطلاق اپنی ہوسکے کیونکہ ان کے حالات اور ان علامتوں میں کچھ نہ کچھ مخالفت اور منافات ہمیشہ پائی گئی مثلاً یہ بات پائی گئی کہ نبی کو پسند اور گناہ کو نہایت کرتے تھے لیکن سلاطین ان کے مطیع نہیں ہوئے اور نہ انھوں نے لوہے کی چڑی سے لوگوں کو راہ راست پر چلا یا اور نہ وہ دشمنوں سے بڑے لڑائی والے نکلے یہی طرح اور علامتوں کا حال بھیجیے اور پھر ان سب علامتوں کا باوجود اپنی کثرت اور گوناگون ہونے کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں محض اتفاقی طور پر جمع ہو جانا کسی طرح عقل میں نہیں آتا اور کوئی منصف ان سب کے اتفاقی طور پر مجتمع ہونے کا ہرگز قائل نہیں ہو سکتا ہاں کوئی اپنی وقعت ثابت کرنے کے لیے یا عداوت کی راہ سے کہدی تو بات ہی دوسری ہے۔ پھر بعد اسکے کہ اتنی زیادہ علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں مجتمع ہو جائیں اور سب بات کا کوئی عقلی یا عرفی مانع بھی نہ پایا جاوے اور نہ عادت یا شرع کی مخالفت لازم آئے کہ جبکی نسبت یہ علامتیں بتلائی گئیں تھیں وہ آپ ہی ہیں تو اب ہی اگر کوئی یہ کہے کہ شاید وہ کوئی دوسرے شخص ہوں گے جو ابھی آئے ہیں آئندہ آئیں گے تو یہ بات نا عاقبت از بدیہی اور عداوت پر مبنی نہیں تو اور کیا ہے اور ایسا کہنا محض اخوار سر سر ہے سودھے اور یہ کہہ کر ایسے شخص کی اطاعت سے جس میں کہ ساری علامتیں محقق ہو چکیں روگردانی کرنا اور کسی دوسرے کا انتظار کرنا جسکی آمد مشکوک اور محض ایک گمان ہی گمان ہو نہایت بے عقلی کی بات ہے پہلا غور تو کیجئے کہ اگر کوئی شخص اپنے نوکر کو ایک خط دیکر اس سے یہ کہدے کہ اس شخص کو بدینا جو تھوڑے عرصہ میں تیرے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں ہی وہی شخص ہوں جسے کہ تیرے مالک نے خط دلوایا ہے اور مسکو اس شخص کی چند علامتیں بھی بتلاوے جبکہ دو آدمیوں میں یہی مجتمع ہو جانا عقل کے نزدیک مستبعد خیال کیا جاتا ہو اور پھر وہ شخص نوکر کے پاس اگر اسکے مالک کے بتلانے کے موافق وہ خط طلب کرے اور نوکر اٹھیں اپنے مالک کی بتلائی ہوئی علامتیں دیکھنے پر بھی اسے خط نہ دے اور اس اندیشے کی وجہ یوں بیان کرے کہ شاید میرے مالک کا بتلایا ہوا شخص تو نہیں ہے کوئی اور ہوگا اب بتلائیے کہ کونسا ایسا عاقل ہوگا جسے اس بات میں ذرا ہی شبہ ہو کہ اس نوکر نے اپنے مالک کے کہنے پر عمل نہیں کیا اور سزا کا مستحق ٹھہرا اور محقق بات کو چھوڑ کر ایک امر مہموم کا منتظر ہو بیٹھا جسکی وجہ سوائے اسکے دوسرے یا ایسی ہی کوئی دوسرے شے کے اور کیا ہو سکتی ہے پس ہلوگ بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ساری علامتیں منطبق ہوئیے بعد ہی اگر آپ کا تذکرہ نہ کریں اور کسی دوسرے کا انتظار کرنے لگیں اور خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب سیکڑوں برس کا زمانہ گزر رہی گیا ہو اور کوئی دوسرا مہموم نہ ملے کہ علامتوں کے کتب سابقہ درجہ میں سے بعثت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا پتہ ہی لگتا ہے چنانچہ جناب مولوی رحمہ آہی صاحب نے اپنی کتاب جہانگیر حمید کے باب اول فصل سوم میں صفحہ ۱۱۲ سے لیکر ۱۱۶ تک اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اور متعدد دلائل و ثبوتیں لکھ کر ثابت کر دیا ہے کہ وہی ثابت کو کہا ہے بحرف طوالت میں اسکو بیان نقل نہیں کر سکتا شائقین میں دیکھیں ۱۲ حصہ

آیا ہوم فونیکس عقل سلیم کیونکہ یہی لوگوں کی طرح راہِ راست سے منحرف ہو نہیو لائبرل نے میں قائل نہ کرنے کی پس اگر بعد اس بات کے
 یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ٹھہر چکے اور ان میں ساری علامتیں بھی ہم لوگوں نے دیکھ لیں ہم آپ کی تصدیق نہ کریں
 اور کسی دوسرے کے انتظار میں رہیں تو بتلائیے کہ اپنے رب کو ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کیا اللہ سبحانہ کے سامنے جس سے ایک
 ذرہ بھی مخفی نہیں یہ کہہ سکتے کہ آپ کی بتلائی ہوئی علامتیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر منطبق نہیں ہوئیں اور اس طرح جھوٹ بول کر
 نجات پا جائیں گے؟ یا ہم یہ کہہ سکیں گے؟ کہ ہم نے تو ان کی تصدیق ہو جو سے نہیں کی تھی کہ ہمیں انتظار تھا کہ ان کے بعد کوئی دوسرا
 شخص آئے گا اور پھر اگر خدا ہم سے پوچھنے لگے کہ ایسا تم نے کیوں کیا اور کس دلیل سے تم ان کی تصدیق جھوٹ کر کسی دوسرے کے نظر
 بن بیٹھے تو بھلا سوائے اسکے ہم کیا جواب دے سکتے ہیں کہ صاحب اب تو سمجھنے ایسا ہی کیا محقق امر کو چھوڑ دیا اور امر میں ہوم کا انتظار
 کرنے لگے اور کیا ایسا جواب دینا ہمیں نجات دلانے کے لیے کافی ٹھہر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں پس ہمارے حق میں ٹھیک بات
 یہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع اختیار کریں اور آپ کے دعوے کو حق جانیں اور اگر اس طور پر جیسے کہ حق پہہند لال کر نیکی لیے
 کہہ ہی محال ہی فرض کر لیا جاتا ہے ہم یہ بھی فرض کر لیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص نہیں ہیں خلی خدا اور ان کے رسولوں نے علامتیں
 بتلائی تھیں اور آپ میں علامتیں جمع ہونے پر ہم جو کہ بھی جائیں تو فیک ہکو عذر کرنے کا موقع مل سکتا ہے اور ہم اس وقت اپنے سے
 سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اے ہمارے رب تجھے تو سب کچھ معلوم ہے تو سپے اور جھوٹے رسولوں سے بھی خوب واقف تھا اور
 سارے آئندہ واقعات کی ہی تجھے پوری پوری خبر تھی پس جب تو یہ جانتا تھا کہ اس بچے رسول سے پہلے جیسی علامتوں سے
 تو نے ہمیں اپنے رسولوں کے ذریعہ سے مطلع کیا تھا کوئی جھوٹا مدعی نبوت بھی ہو گا کہ جس میں ساری بتلائی ہوئی علامتیں پائی جائیں
 تو کیا تیری حکمت کا لہ اور ہر بانی اور حجت کا یہ متفقہ نہ تھا کہ انہیں رسولوں کے ذریعہ سے اس جھوٹے شخص سے ہی آگاہ
 کر دیتا اور زیادہ نہ ہی ایک ہی آدمہ کوئی ایسی علامت بتلا دیتا جس سے ہم سمجھ لیتے کہ یہ شخص سچا رسول نہیں ہے اور ہمیں سچے آدموں
 کا پتہ لگ جاتا اور اس سے ہی جانے دیجئے وہ رسول جہاں انھوں نے اور ساری علامتیں بتلائی تھیں اتنا اور کہہ دیتے کہ یہ
 جھوٹا مدعی نبوت بھی ہو گا جس میں سب علامتیں موجود ہوں گی اس سے خدا ہوشیار رہنا پس اے ہمارے رب جب ان لوگوں
 سے ہم کو کچھ بھی نہیں بتلا یا گیا تو تیری حکمت کا تو صاف یہی متفقہ ہے کہ تو مواخذہ کرنے سے ہم کو معاف کر چکا اور اپنے
 مقصود کے خلاف اس دوسری رسول کی اطاعت کرنے سے ہم کو عذاب نہ دیگا کیونکہ ہمارا تو کہلا ہوا عذر ہے لیکن یہ بتا
 تو ہو ہی نہیں سکتی خدا لوگوں کو دھوکے میں ڈالنے سے پاک اور مبرا ہے اس لیے کہ دھوکے میں ڈالنا اس کی حکمت کے نقصان کا
 باعث ہے اور اس کی حکمت میں سارے نقصانات محال ہیں پس یہ نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کا بندوں کو دھوکے میں ڈالنا ہی محال ہے
 اور کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ پس اگر ان علامات سے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کا بتلانا مقصود ہوتا تو ہم ایسی حالت
 میں ضرور دھوکے میں پڑتے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کا بندوں کو دھوکے میں ڈالنا ممکن ہی نہیں پس یقینی طور پر معلوم
 ہو گیا کہ سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا آپ ہی مراد ہیں جس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں پس سمجھیں ان لوگوں
 پر نہایت اطمینان سے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے مطیع بن گئے کیونکہ ان دلیلوں کو دیکھ کر ہمارے
 صیرج عقلوں نے صاف ہی حکم دیا کہ آپ کسی طرح جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر اس فرقہ کو اس کے سوا اور علامتیں بھی جو انہیں کتب سابقہ میں موجود ہیں دیکھنے کا موقع ملتا جو آپ کے زمانے کے بعد آج تک ظہور پذیر ہوئی ہیں تو انکو ان سب علامتوں کے پورے ہونے سے بڑی خوشی محال ہوتی اور مخالفین کے مقابلہ میں ہماری دلیل اور ہی قوی ہو جاتی۔

ہم ان اسکالپر سے کہ آپ پر وہ مضمون ہی صادق آتا ہے جو مزامیر و زبور میں ہے (۵۵) کہ بہت سی قومیں آپ کے تحت نصرت میں ہو جائیں گی۔ چنانچہ فارس۔ روم۔ مصر اور اسکے علاوہ اور لوگ بھی آپ کی امت کے مطیع بن گئے اور ان کے مالک پڑان کا تسلط ہو گیا اور اس موقع پر یہ نہ کہیے گا کہ یہ تو آپ کی اطاعت نہ ہوئی بلکہ آپ کی امت کی اطاعت ہوئی اس لیے کہ یہ مجازاً تعبیر کیا گیا ہے ایسی تعبیرات رسولوں کی کتابوں میں بہت ملیں گی اسی کو نہ دیکھیے کہ خدا نے بنی اسرائیل سے جبکہ انھیں مصر سے نکالا ہے یہ وعدہ کیا تھا کہ انھیں بیت المقدس کا مالک بنا دے گا اور پھر صرف انکی اولاد کو مالک بنایا تھا کیونکہ خود وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نکلے تھے وادی تیس میں ہی ہلاک ہو چکے تھے جیسا کہ ان کتابوں سے معلوم ہوتا ہے علاوہ اسکے اس مجاز کی اور بہت سی نظیریں ملیں گی۔

اور یہی اور یہ کہ آپ کے بیٹے اپنے آباء کے عوض میں زمین میں سردار بنیں گے چنانچہ آپ کی اولاد میں سے بہت سے مین حجاز اور غیر میں سردار بنے ہیں اور انکے بیٹے انکے قائم مقام بنے ہیں (۵۶) اور یہ کہ آپ کا نام ہر دور میں برابر لیا جاوے گا چنانچہ باوجود اتنا زمانہ مٹھنی ہوئے کہ آپ کی امت کے درمیان اذان میں نمازیں ہر خطبہ کے افتتاح میں ہر دعا کے خاتمے میں آپ کا برابر نام لیا جاتا ہے (۵۸) اور یہ کہ مختلف فرقے آپ کی ثنا کریں گے چنانچہ آپ کی امت سے عرب۔ ترک۔ فارس ہند۔ افغانستان۔ افغان۔ قزاق اور برہم پوڈاں وغیرہ کے فرقے اپنی اپنی زبانوں میں آپ کی توصیف دہنا کرتے ہی ہیں (۵۹) اور یہ کہ آپ ہمیشہ بابرکت رہیں گے اور آپ اس زمانہ تک بابرکت کے متعدد معانی میں سے جس لحاظ سے ہم دیکھیں برابر بابرکت ہی رہے ہیں اور جو کچھ نبوت نصرت کی تعبیر و خیال سے بتلائی ہے وہ بھی آپ پر صادق ہے۔ (۶۰) کہ آپ کو اور آپ کے متبعین کو حکومت ملے گی چنانچہ مسلمانوں کا شرق سے لیکر غرب تک خصوصاً بلاد فارس پر جسکے بارہ میں یہ خواب نہا توڑے ہوئے نامہ میں تسلط ہو گیا (۸۱) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے کہ جو کسی پہاڑ سے جدا ہو گیا ہو اور پھر اُسے ٹھیکری ہو ہے۔ ٹالہ ہے۔ چاندی اور سونے کو پس والا ہو۔ ان سے مراد فارس کی سلطنتیں ہیں جنکا تاریخ سے پتہ چلتا ہے کیونکہ وہ آپ کی امت کے زمانہ میں بالکل پس گئیں اور نیست و نابود ہو گئیں کسی کا نشان ہی باقی نہیں رہا (۸۲) اور یہ کہ آپ کی مثال اس پتھر کی سی ہے جو ہمارے لگیا ہو اور اسے بہت کچھ زمین گیر ہو چنانچہ آپ کی امت کا تسلط عظیم ہی قبیل سے ہے اور آپ کی شریعت پر وہ مضمون صادق آتا ہے جو منی میں ہے (۸۳) اور یہ کہ اللہ کا ملکی حکم اس رائی کے دانہ کے مشابہ ہو گا کہ جسے کسی آدمی نے لیکر کمیت میں بویا ہو اور پھر وہ بڑھ کر بڑا سا درخت بن گیا ہو پس اسی طرح آپ کی شریعت کا حال ہوا کہ پہلے نہایت ضعف کی حالت میں تھی اس لیے کہ آپ مختلف فرقوں اور بادشاہوں کے خلاف تنہا کھڑے ہو گئے تھے اور اسکے رفیع الشان بنانے میں آپ نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں ہونے پاتا یہاں تک کہ یہ فہمت پہنچی کہ آپ کے دین کی مدد ہوئی آپ کی شریعت کو شیوع نصیب ہوا۔ اور وہ فہمت کچھ بڑھ گئی اور اسکے عروج کا پایہ نہایت بلند نظر آنے لگا خصوصاً اس حالت کے بعد تو کچھ پوچنا ہی نہیں جبکہ آپ کی امت کے علماء نے اسکی تشریح کی۔ اس سے احکام

مہم سابقہ
۵۵ علامتیں
در حال تسلط
و زمانہ
بعد از ان
ہو میں

مستطابق اسکے حلال و حرام کو واضح کر دیا (۸۴) اور یہ کہ شریعت غیر قوموں سے چھین کر آپ کی امت کو دیدی جائے گی جو
 اُس کے ثمرات کے موافق عمل درآمد کرے گی پس ظاہر ہے کہ آپ کی شریعت ایسی ہے کہ احکام - عدل - اور آداب کے اعتبار سے
 کوئی شریعت اُس کے ہم پائ نہیں اور آپ کے متبعین اعتقاد اور عمل دونوں کے لحاظ سے اُس کا اہتمام کرتے ہیں اور جو مضمون قرآن
 میں ہے وہ آپ پر صادق آتا ہے (۸۵) یہ کہ آپ ایک بحر سے لیکر دوسرے بحر تک مالک ہو جائینگے چنانچہ آپ کی امت بحر ہند سے
 لیکر بحر طنجہ کے اُس سر سے تک مالک ہو چکی (۸۶) اور یہ کہ آپ نہر سے لیکر زمین دینے خشک م کے سر سے تک مالک ہیں چنانچہ
 پس آپ کی امت نہر مندوں سے لیکر جو او و علیہ السلام کے زمانہ میں بنی اسرائیل کے نزدیک بڑی ہی مشہور نہر تھی بلا و عرب کی
 انتہا تک مالک رہ چکی اور یہی زمین کا سر ہے کیونکہ خشکی یہیں ختم ہوتی ہے اسکے بعد بحر اوقیانوس جنوبی مشرق ہوتا ہے اور جو
 مضمون انجیل میں مذکور ہے وہ بھی آپ کی امت پر صادق آتا ہے (۸۷) مگر ان لوگوں کی دیکھئے مسلمانوں کی تلوار تیر و کمان
 عہد جناب مولوی رحمہ اللہ صاحب کی تحقیق کے موافق جو کہ مصنف حمید یہ سے اس مقام و عبارت ۷۷ و ۸۸ پر تسلیم واقع ہوا ہے ایسے ہم نہیں کی
 کتاب براہین رحیمہ سے نقل کرتے ہیں (صفحہ ۵۱) ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمس علیہ صحیفہ بیجاۃ الدنیا باب ترجمہ عربی سنہ ۱۱۸۰ ہجری قمری
 دینی قیدار بیٹے باب کی دوسری فصل میں ان دروں کا ہی بیان ہو چکا ہے اور خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جبکہ ذکر پاک دس نباتات کے پچھلے دروں میں ہے
 ان شمس و راکہ دین کا بیان ان دروں میں ہے یعنی عرب میں پیدا ہوں گے اور نبوت بھی آپ کی عرب میں ہی ہوگی اور آپ قیداری ہوں گے پچھلے سینا
 ذبح اسد اعلیٰ علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں آپ پیدا ہوں گے یہ تیرہویں دروں کا بیان ہوا ترجمہ میل ہندی مطبوعہ مرزا پور شمس علیہ ۷۷ و ۸۸
 پانی لیکے بیابان سے استقبال کرنے آؤ گے تیار کی سرزمین کے باشندہ روٹی لیکے ہانگے والے کے ملنے کو سکو دروں (۸۵) کیونکہ تھے تلواروں کے سننے
 سے نکلے تلوار سے ابر کچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے ہانگے ہیں دروں ۷۷ خدا ورنے مجھے یوں فرمایا ہوں کہ ایک برس میں ہاں سرودہ کی گئی
 شہیک ایک برس میں قیدار کی شمشت جاتی رہی گی دروں ۷۷ اور تیرا خدا ورنے کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے کہ خدا پڑ
 اسر ایل کے خدائے یوں فرمایا ہے۔ استغفر جہو دروں میں ذکر ہجرت سید ازل معلوم طیبہ بیٹے دینہ بنو کیکاہ ہے اور آپ کو اس سفر میں شمشت
 پیش آئی تھی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بکری کا دودھ چرچہ سے دھاکر سنی بنا کر جاننا کھات حیات بخش اس جان کو پلائی ہے اور سو اعلیٰ ارشاد اعلیٰ
 دروں کے ”اے نیکی سرزمین کے باشندہ روٹی لیکے ہانگے والے کے ملنے کو سکو اور پیاسے کا استقبال کرنے آؤ تین دنوں میں کہ آپ کی مدینہ منورہ
 میں آمد آمد کی خبر گرم تھی تھا بیٹھے طیبہ والے ہر روز آپ کے استقبال کے واسطے آتے اور مکہ معظمہ کے ہستہ پر منتظر طلع روشنی جمال احمدی کے پہر
 چڑھتے تک بیٹھے رہتے لہذا دروں ۸۵ کیونکہ وئے تلواروں کے سامنے سے لڑ میں بیان سبب ہجرت کا ہے اور وہی تھا جو بیان فرمایا ایسے کہ تمام
 قبیلے عرب کے آپ کی شہادت میں جو محال ہے شریک ہو گئے تھے اور وہ ہزاروں تلواریں گویا ایک تلوار بن گئی تھیں اسی سبب سے جمع ہو کر صلیب
 کے ساتھ تعبیر کیا اور نیز لفظ جمع ”ہانگے ہیں“ شریعت صدیق رضی اللہ عنہ اور ہادی کا ہی ہے۔ دروں ۷۷ خدا نے انجیل میں ارادہ ہد کی
 سزا کا بیان ہے یعنی ہجرت سے برس روز کے بعد قریش رجو قیدار کی اولاد میں ہیں اس ارادہ ہد کی سزا پائیں گے اور ہلاک ہوں گے اور اس کا
 جائیں گے چنانچہ پوری برس روز کے بعد ہجرت سے اذن قتال ہوا اور انیسویں چھینے ہجرت رسول تعالین صلی اللہ علیہ وسلم سے غزوہ بدر ہوا
 اور اس میں گئے والے قریشی مارے گئے اور ہلاک ہوئے اور قید ہوئے اور اللہ کا وعدہ پورا ہوا۔

اور حضرت ابراہیمؑ کے سامنے دشمن ہوا گا کھڑے ہوں گے (۸۸) اور یہ کہ قیدار کی عظمت جو عرب کے مورث اعلیٰ میں نسبت و نابود ہو جائے گی اور ان کمانوں کی نقد اوگھٹ جائے گی اور یہ بات آپؐ کی امت کے غالب ہونے سے صادق ہوئی تھی کہ باہم اعانت کرنے کی بنا محض اتحاد دین ہے نہ علاقہ قومیت اور آپؐ پر یہی صادق ہے کہ (۸۹) آپؐ کی وجہ سے اندھری آنکھیں اور بھرے کان کھل جائیں گے اور اس سے آپؐ کی شریعت کی بدولت ان جاہل قوموں کا وہ بہت با نامراد ہے (۹۰) اور یہ کہ خشک صحرائوں میں چشے پھوٹ نکلیں گے اور میدانوں میں نہریں جاری ہو جائیں گی اور بجائے رنگیتانوں کے باغ لہکتا ہوں گے اور جن میدانوں میں لوگ پیاسوں مراکتے تھے وہاں پانی کے چشمے ہیں گے اور یہ اس طرح صادق ہے کہ خلفائے نے راجہ جاز میں تالاب تعمیر کرائے اور نہریں جاری کیں (۹۱) اور یہ کہ وہاں ایک کوچہ یا راہ ہوگی جو مقدس کہلائے گی یہ سطح کہ اُسکے مذہب کے موحد جو شرک سے مقدس اور پاک ہیں انہیں گزرتے ہیں۔ (۹۲) اور یہ کہ اُسہیں کوئی ناپاک نہ چلے گا چنانچہ مشرکین کو اُسکی اجازت نہیں ہے (۹۳) اور انہیں چلنے والا سوجھ سے کہی کہتہ نہ ہوئے گا کہ انہیں بہت سے نشانات ہوئے اور حاجیوں کے آثار پائے جائیں گے جو ہزاروں کے ہزاروں ہی ہر سال بغرض حج انہیں چلیں گے (۹۴) اور یہ کہ انہیں ہر کے جہان چلیں گے اور یہ لوگ کعبہ کا حج کر لیا لے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت کر لیا لے ہیں چھکا ہر سال مجمع ہوتا ہے (۹۵) اور یہ کہ لوگ وہاں سے لوٹتے ہوئے صوفیوں کو آئیں گے اور وہ بلاد قدسیہ کے شہروں میں ایک شہر ہے جو دارالسلام کی بادشاہت میں داخل تھا اور اس سے سرحد کے وہ حاجی مراد ہیں جو حجاز کے شہروں سے لوٹ کر اپنے شہروں میں آتے تھے اور انہیں میں سے صوفیوں ہی ہے اور اس طرح کی دلہنی اس وقت نہایت ہی ظاہر ہو جاتی ہے جب ان حاجیوں کو لیا جا جو بلاد قدسیہ کی جانب واپس ہوتے وقت مزرب سے ہو کر آتے تھے جیسا کہ تاریخ سے پتہ لگتا ہے اور اُسکے آثار میں سے بڑی بڑی حوضیں جو قدس اور حرموں کے قریب دیکھنے میں آتی ہیں ہمیشہ پانی گئی ہیں۔

(۹۶) اور وہ لوگ گاتے ہوں گے اور ان کا گانا یہی اپنی مولا کی سبابت پر یاد کرتا ہے کہ اُسے انکو حج کا فرض ادا کرنے اور اپنے نبیؐ کی قبر کی زیارت کرنے کی توفیق دی ہے (۹۷) اور یہ کہ وہ لوگ ابدی خوشی میں ہوں گے اور اس بات سے ہر وہ شخص بخوبی واقف ہے جسے اسلامی فرقہ سے ملنے جلنے کا اتفاق ہوتا ہو کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ حاجیوں کو انتہا درجہ کی مسرت ہوتی ہے جسکا مقابلہ کوئی خوشی نہیں کر سکتی یہاں تک کہ ہتھیروں کے نزدیک تو اس کے مقابلہ میں شادی کی خوشی ہی کوئی حقیقت نہیں رکھتی اور لوٹتے وقت حاجیوں کے دل اور اُسکے ساتھ ہی اُنکے عزیز واقارب اور دوست و احباب کے دل بھی سرور سے معمور نظر آتے ہیں وہ ہر بے تقسیم کرتے ہیں دعوتیں کہلاتے ہیں خلاصہ یہ کہ ہر شخص اپنی حسب حیثیت مل کہول کر خیرات اور صدقات کرتا ہے اور حاجیوں کے دل سے تو یہ خوشی مرتے دم تک نہیں جاتی اسی وجہ سے اسکا نام ابدی خوشی رکھا گیا اور جتنی مشقتیں سفر حج میں اُٹھانی ہوتی ہیں تنہا ہی اس مبارک سفر کو یاد کر کے حاجی لذت حاصل کیا کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ دوبارہ بھی اس نعمت عظمیٰ سے بہرہ یاب ہوں اور اگر دوبارہ بھی وہ کامیاب ہو گئے تو تیسری بار بھی انہیں ہی تمنا ہوتی ہے بہر حال ہر گاہ کسی جی نہیں بہرتا۔

اگر کوئی کسی حاجی سے جب وہ دوبارہ حج کرنے کا ارادہ کر رہا ہو یہ کہے کہ صاحب آپ تو ایک مرتبہ حج کر چکے ہیں کافی ہے آپ کا

فرض تو ادا ہو چکا تو وہ اس بات کو نہایت تعجب کی نظر سے دیکھے گا اور بے ساختہ کہہ اٹھے گا کہ وہ جناب کیا یہ ایسی چیز ہے جس سے آدمی کا جی بہر جائے اور کیا ایسا چشمہ ہے جس سے تشنہ کو سیرابی حاصل ہو جائے اور یہی تقاضا نہ کرے۔
اب آپ نے سن لیا کہ اپنے نبی کی قبر اور کعبہ کی زیارت کی خوشی میں اسلامی فرقہ کا تو یہ حال ہے کہ ہوجو دے سکے کہ انہیں گراں بار ہونا پڑتا ہے اور قرطبین کی مصیبتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں اور ان کے مصارف بڑھ جاتے ہیں۔ بخت آرمی تلف ہو جاتے ہیں یا واکو گھاٹیوں سے نکل کر مار ڈالتے ہیں پہر ہی تمام اطراف عالم سے (جیسے کہ کاشغر، بخارا، خوارزم، افغانستان، بھٹان، ہند، جادی، افغانستان، کرچ، قوقاز، فارس، روم، انصول، ملا دوس، عراق، غرب بین، سوڈان، اندرونی افریقہ، مصر اور شام و شبرہ کے گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔

دن کو گرمی کی شدت بہتے ہیں راتوں کو سونا حرام کرتے ہیں میدانوں میں چلنا گوارا کرتے ہیں بحری سفر کی تکلیفیں اٹھاتے ہیں اپنے اہل و عیال سے جدائی اختیار کرتے ہیں خلاصہ یہ کہ حج کے پیچھے اپنے کو بڑے بڑے خطرات میں ڈالنا ہی ان کو بہت ہی آسان معلوم ہوتا ہے اور بعض بعض پر یہاں تک نوبت گذر جاتی ہے کہ دو دو سال کے بعد اپنے گھر واپس ہونا نصیب ہوتا ہے اور اتنی مدت کے بعد دوستوں کی صورت نظر آتی ہے اور پیتر سے پیادہ یا بادیاں یا بیانی اور دشت نوری کر کے حج کو جاتے ہیں اور ساری مصیبتیں محض خدا کی رضا اور مغفرت کی طلب میں جھیلنا گوارا کرتے ہیں اور انکو اس بات کا فخر حاصل ہے کہ وہ بچے دیندار ہیں (۹۸) اور انہیں صبیون کی جانب لڑنے والوں کی نسبت اون کا یہ قول ہے کہ ان کے سردوں کے اوپر محبت و مسرور پایا جائے گا جو حاجیوں کی اس مسرت پر بخوبی صادق آتا ہے جو انکو اپنی نبی علیہ السلام کی قبر اور کعبہ مکہ کی زیارت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ وہ لوگ خدا کی اس عطا سے نہایت ہی شہناش و شہناش نظر آتے ہیں اور ان کا یہ قول بھی کہ (۹۹) ان کا غم دور ہو جائے گا ظاہر ہے یعنی اس مبارک زیارت کے حاصل ہونے سے پہلے جو ان کے دل میں غم و الم ہو گا دور ہو جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

اور ان کا یہ قول بھی صادق آتا ہے کہ (۱۰۰) کہ انکی بے سرو سامانی جاتی رہے گی یعنی وہ بے سرو سامانی جو ناداری یا دیگر موانع کی وجہ سے قبل حج انہیں لاحق ہو رہی تھی۔ پس یہ پوری سوجھ بوجھ میں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور انکی امت کے احوال پر مطلق ہو گئیں اور اہل نظر کے لیے انکا انطباق سپید و صبح کی طرح ظاہر و باہر ہو گیا جس میں توجہ کی ذرا بھی گنجائش باقی نہیں رہی۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس زمانہ تک ہی باقی رہتے تو انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر انہیں کتب سابقہ سے نہایت ہی واضح طور پر استدلال کرنا موقع ملتا۔ تاہم بیان اس کا یہ ہے کہ انہیں کتابوں میں یضمن ہی واقع ہوا ہے جیسا کہ نو رہیں موجود ہے کہ منافقوں کی راہ ماری جائے گی اور سارے جہوٹ بولنے والے ہلاک ہو جائیں گے اور رب کا اسی جانب رخ ہو گا کہ بڑے عمل کرنے والوں کا ذکر زمین سے بالکل مٹا دیگا اور خطا کرنے والوں کی کلائیاں ٹوٹ جائیں گی وہ لوگ ہلاک ہو جائیں گے اور رب کے دشمن جب بڑھنے اور بزرگ ہونے لگیں گے تاہم وہ جو جائینگے اور دہوئیں گی طرح فنا ہو کر رہ جائیں گے اب دیکھئے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود دیکھتیرہ صدیاں گذر چکی ہیں لیکن کس ن آپ کا ذکر شکیا آپ کی امت میں سے آپ کے نام لینے والے تو ہزاروں بلکہ لاکھوں ہی موجود ہیں جو اطراف عالم میں مشرق سے لیکر غرب تک کیا خنکی اور کیا تیری قریب قریب ہر تہ و تہرہ میں نازل اور آئے علاوہ تیری عبادت میں نہ دن بلکہ رات کا ذکر کیا کرتے ہیں اور کوئی میرا اذان کا دعائی لگے یہ کیا نام پکارا جاتا ہو کہ ایسا اتفاق ہے کہ ہوتا کہ تمام کے ساتھ لکھا گیا ہے

ف
اس ایک ایک کی شہادت
اقت کے حق نظام
کے ساتھ رہنے سے
آپ کے صفی پاک
عمرہ اور بیت المقدس

اور یہی وہ نہیں ہیں جس کے ساتھ ہی آپ کے اسم مبارک کی بڑی تعظیم و تکریم کی جاتی ہے۔ آپ کے لیے بہلائی کی دعا مانگی جاتی ہے۔ آپ کی تعریف زبان پر اور محبت دل میں جاگزیں ہوتی ہے۔ لوگ اپنی جانیں آپ کے اسم شریف پر فدا کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ منصب و مقام کی نگہداشت میں بڑی حفاظت اور رعایت سے کام لیا جاتا ہے اور ہر سال حضرت کی قبر شریف پر سلاطین اعلیٰ و ذی عزت و بلند اور فقراء و خواصہ یہ کہ ہر درجہ کے لوگ ہزاروں ہی حاضر ہوتے ہیں۔ آپ پر سلام بھیجتے ہیں آپ کی شفاعت کے طالب ہوتے ہیں۔ امتانہ عالی کو بوسہ دینا اپنے لیے برکت کا باعث خیال کرنے ہیں اور وہاں کی خاک پاک کو اپنے دھکی دوا سمجھتے ہیں۔ شاعروں کے مدحیہ قصیدے اور فصحا کی تعریفیں آپ کے اوصاف حمیدہ اور حسن و خوبی کے ذکر سے مزین کی جاتی ہیں اور آپ کے حضور میں ان کی نذر گزرائی جاتی ہے۔ آپ کی شریعت کو دیکھنے کے لیے ہر سال ذی عزت اور بلند مرتبہ رہی ہے اس کے مدد کر نیوے لکھتے پائے گئے ہیں۔ تمام فرقے اسی کے خوشہ چین رہے ہیں اسی کے چھلکے ہوئے آفتابوں کی روشنی کے طفیل عرب و عجم کو راستہ چھوٹا ہے۔ آپ کے متبعین کی طرف نظر آتا ہے تو خدا کے فضل سے ساری زمین ان سے معمور دکھلائی دیتی ہے جو کہ آپ نے سنت و فطرین کے لیے مقرر کر دیا ہے۔ سب اس کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں اگرچہ کہیں کہیں باہم کی قدر اختلاف کی جھلک بھی معلوم ہوتی ہے لیکن یہ بات مقصود کی توضیح کرتے وقت اس طرح پیدا ہو گئی کہ آپ کی شریعت کی بعض احکام کو لوگ مختلف طرح سے سمجھتے ہیں۔ خدا شہدہ اصول میں ان میں اختلاف نہیں۔ سب متفق ہیں۔ خدا کی توحید کے قائل ہیں۔ قرآن کی تصدیق کرتے ہیں۔ حشر و نشر کو مانتے ہیں۔ جنت و دوزخ کو تسلیم کرتے ہیں۔ باوجودیکہ اتنا زمانہ گزر گیا لیکن اُن کے دل آپ کی محبت اور تعظیم سے مملو پائے جاتے ہیں۔ پس جب یہ حال ہے تو مراد یہ کہ مسلمان کہ ہر سے ہلاک ہوئے کیونکہ ان کی کلاسیاں ٹوٹیں اور وہ ہونیں کی طرح کس طرح فنا ہوئی غایت سے غایت یہ ہوا کہ کسی اُن کو اس عالم میں کچھ آزمائش اور مصیبت سے سمانا کرنا چاہو۔ خدا کی عادت کے اعتبار سے اس عالم کا خاصہ ہے اور خدا کی عادت تو بدل ہی نہیں سکتی جو یہ اس سے مستثنیٰ ہو جاتے۔

اب یہی بات کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس فرقہ کا کیونکر استدلال ہو سکتا ہے اُن کی تقریروں سے سمجھیں کہ اگر وہ لوگ اس زمانہ تک رہتے تو اس طرح کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے متبعین اگر ان خطا کار جھوٹوں اور رب کے دشمنوں کے مصداق ہوتے جن کا کہ فرامیر کے کلام میں ذکر ہے تو ضرور یہ ساری مصیبتیں ان کو پیش آتیں۔ خدا ان کے ذکر کو نیت و نابود اور ان کو ہلاک کر دیتا وہ دھوکے کی طرح فنا ہو جاتی اور ان کی کلاسیاں ٹوٹ جاتیں۔ ورنہ لازم آئے گا کہ داؤد علیہ السلام کی ربانی رب نے جو خبر دی تھی اُس کے خلاف واقع ہو لیکن ظاہر ہے کہ خدا نے ان باتوں میں سے اُن کے ساتھ کچھ بھی نہیں کیا پس اب متنبک یہ بات معلوم ہو گئی کہ یہ لوگ (یعنی مسلمان) ان خطا کاروں وغیرہ کے ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے اور جب یہ لوگ اُن کے مصداق نہ ہوئے تو ضرور مطیع پیچھے اور خدا کے دوست ہو گئے۔ اب اس وقت اگر ہم اُن کی تائید کر سکیں اور جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اُس کو توڑیں گے تو بلاشبہ خدا سے لڑائی کر نیوے پڑیں گے جس طرح کہ یہودی کے معلم علامیل نے حواریں کے حق میں کہا ہے جیسا کہ اعمال ریل میں مذکور ہے کہ اگر وہ دینے حواریں کی رائے اور مذاک عمل خدا کی جانب سے ہو گا تو اُس کے توڑنے پر ہرگز قادر نہ ہو گے تاکہ تم خدا سے لڑائی کر نیوے نہ پڑو۔

اور جب اس فرقہ کا استدلال اس طرح مرتب ہو گیا تو تم ان کو ضرور خیال کرو گے کہ وہ ڈرے کامل ایمان والے ہیں جنہوں نے اپنے دل کے شیعہ بنائے اور یہ کہنے لگے کہ خدا ایک عالم شیطانی اور خواہش نفسانی کا بڑا کرے ہم تعصب سے کیسے چھوٹ گئے ورنہ ہم اپنے

خیالات سابقہ کی پابندی کے پیچھے کبیر کے فقیر بنے رہتے۔ بہاؤ بھی کوئی شرمائے کی چیز ہے عقل ایسی چیز کو کہ جو اختیار کر سکتی تھی جو شے اگرچہ سروسست ہی مجاہدے لیکن بالکل بقدر اور فانی ہو اور ایسی چیز کا ترک کر دینا کیسے ممکن سمجھ سکتی ہے جو چاہے کچھ دنوں بعد ہی ملے لیکن نہایت ہی نفیس اور باقی رہنے والی شے ہو یہ کس طرح دیکھتا تھا کہ ہم انجام کو نہ دیکھتے اور ناحق طرفداری کے پیچھے غفلت میں پڑے رہنا گوارا کرتے؟ یہ بات ایسی ہے کہ جسے ذرا بھی عقل ہوگی اسے کبھی پسند نہ کرے گا۔ اور ہمارا تو مجاہد وادائے خدا ہی کے پاس ہے ہم کیونکر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور یہ ہی ایک کہنے کی بات ہے ورنہ اصل تو یہی ہے کہ خدا ہی راہ راست دکھاتا کسی دوسرے کی کیا مجال ہے جو کچھ دعوت کر سکے۔

فصل
چنانچہ ہم اخلاق اور
آداب کا فلاسفہ تھا۔

فصل
برائت کی دو قسم
کی ہیں عقلی اور حسنی

اور ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اخلاق و آداب کے فلاسفہ سے شرعیہ سابقہ سے بخوبی واقف تھے انکے اسرار و فوائد کی فہم میں ان کی نظر نہایت ہی دقیق تھی بڑے باریک بین تھے انکو فطرت سلیمہ کا بھی بہت کچھ حصہ ملا تھا جسکی بدولت بڑے بڑے کاموں میں بھی طرح تمیز کر سکتے تھے انتظام ملی اور دیگر مختلف اوصاف و امور کے حق کو خوب پہچانتے تھے وہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو ظاہر بات ہے کہ خدا کے ہر رسول کے صدق ثابت کرنے کے لیے دو قسم کی دلیلیں ہوتی ہیں ایک تو وہ دلائل جنکے سمجھنے میں کچھ عقل درکار ہوتی ہے۔ دوسری اگر انکو عقلی کہا جائے تو نہایت ہی سزاوار ہے کیونکہ انکو وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں۔ جو نہایت دانشمند اور فہم ہوتے ہیں اور یہ باتیں نہایت ہی پاکیزہ اصول پسند یہ طریقہ عمدہ حالات فتح پانے والے علوم اور مضبوط دلیلیں ہیں جو رسولوں کے لیے ثابت ہو کرتی ہیں مری قسم معجزہ یا خارق عادت امور میں جنکا جو اس سے اور اک ہوتا ہے اسکے طلب کرنے والے وہی قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں یا تو وہ جو پاکیزہ عقلی اصول وغیرہ کے سمجھنے کا سلیقہ نہیں رکھتے اور اس سے قاصر ہوتے ہیں اسوجہ سے ایسی چیز کے طالب ہوتے ہیں جسکو وہ اپنے حق سے دریافت کر لیں یا وہ لوگ ہوتے ہیں جو وجود اس نقص کے غنا پر بھی کمزور ہوتے ہیں اور انکا مقصود محض یہ ہوتا ہے کہ ناحق جھگڑا کریں پس وہ اس رسول سے لایعنی باتوں کی فرمائش کیا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم آپ پر یوں تو ایمان نہیں لائینگے ہاں یا تو آپ زمین سے پانی کا چشمہ جاری کر دیجئے یا آپ ایسے بارغ کے مالک بنجائیں جس میں کھجوروں اور انگوروں کے درخت لگے ہوں جا بجا نہریں بہ رہی ہوں درندہ آپ ہمارے اوپر آسمان ہی گرا دیجئے یا خدا اور فرشتوں کو بلا لائیے یا تو ہم دیکھیں کہ آپ کا مکان سونیکا بنجائے یا اور کچھ نہیں تو آسمان ہی پر چڑھ جائیے اور آپ کے چڑھنے کو بھی ہم جب مانتے لگے کہ آپ وہاں سے کوئی کتاب لیتے آئیے تاکہ ہم اسے پڑھ بھی لیں اور ان معاندوں کا جو رسول کے پاس یہ مہذب ہے کہ سبحان اللہ میں تو ایک آدمی ہوں خدا نے مجھے رسول بنا دیا ہے مجھے یہ پہل سوال کیسے؟ مطلب یہ ہے کہ آدمی ہونے کی حیثیت سے میں عاجز ہوں پر سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں خدا ہی جب چاہتا ہے اس قبیل کی چیزوں کو ایجاد کر کے میری تائید کرتا ہے اور جب اسے منظور نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں کرنا یہ ضرور ہے کہ اس نے مجھے منصب سالت عطا کیا ہے میرا کام اتنا ہے کہ جو کچھ اس نے مجھے حکم دیا ہے میں پھر چنانچہ اسے سوہ میں کر چکا ہوں نہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

پھر وہ کہنے لگے کہ ہم لوگ تو خدا کے فضل و کرم سے رسولوں کی ان علامات کے سمجھنے سے کسی طرح قاصر نہیں ہیں عقلی دلائل کے قبیل سے شاکر کجائی میں لکھ رہے ہیں تو دانشمندوں اور سمجھ داروں کے زمرہ میں داخل ہیں کچھ تو عمدہ اوصاف جو ان رسولوں میں ہوا کرتے ہیں

جنہیں خدا خلق کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھ ہی چکے ہیں مثلاً آپ کا شریف المنصب ہونا، خوبصورت اور خوش اخلاق ہونا نہایت تیز اور ذوق فہم ہونا، آپ کی دلیل کا قوی ہونا اور آپ کے طریق کا مستقیم ہونا، اب ہمیں مناسب یہ ہے کہ آپ کے دعوے کو سوچیں اور آپ کی شریعت میں غور کریں پس اگر آپ کی شریعت میں کچھ سب باتیں پائی جائیں گی کہ وہ بالکل ایسے صحیح عقیدوں کے یقین کرنے کا حکم دیتی ہوگی جو صحیح دلیل عقلی کے موافق ہوں اور اسے یقینی باتوں کے خلاف نہ ماننا پڑتا ہو اور اس کی تعلیم ہوگی کہ ہم اخلاق حسنہ اور آداب مرضیہ کے ساتھ اپنے کو مزین کریں عمدہ صفات اپنے میں پیدا کریں۔ ایسے عمدہ عمل اور تدبیریں اختیار کریں جن سے ہمارے باہم معاشرت کرنے کے انتظام میں خلل نہ آنے پائے اور ہماری عبادتیں ایسی ہوں جسے خالق اکبر کی نعمتوں کا شکر نہایت خوبی سے ادا ہوتا ہو۔

(اور بات یہ ہے کہ ان سب باتوں کے واجب کرنے میں مختلف حکمتیں ملحوظ ہوتی ہیں جن کا نفع آخر کو ہمیں لوگوں کو ملتا ہے جیسا کہ رسولوں کی سکھائی ہوئی عبادتوں میں اس راز کی ضرورت رعایت کیجاتی ہے کیونکہ خود خدا کو انکی کیا حاجت ہے وہ تو ان سب چیزوں سے بالکل بے پروا ہے اور آپ کی شریعت محض خرافات اور غلط عقیدوں سے روکتی ہی ہوگی جس سے آدمی کو خواہ مخواہ اپنی باتیں ماننی پڑتی ہیں جو مشابہہ اور یقینی دلائل کے بالکل خلاف ہیں۔ اور بڑی عبادتوں سے منع کرتی ہوگی اور عبادت کو جائز نہ کرتی ہوگی کہ آدمی بجائے آداب کے ساتھ موصوف ہونے کو ایسی رذیل اور صفات میں آلودہ ہو جائے جو ہنسنا، بیت میوہ اور ناموس خیال کیے جاتے ہیں اور ایسی بات اختیار کرے جس سے ہماری باہم معاشرت میں رخنہ پڑی اور انتظام درہم و برہم ہو جائے اور ہر ایک ایسی عبادتوں کی تکلیف نہ دیتی ہوگی جس سے ہم اپنے رب کی ناشکری کریں اور بے ادب شیریں اگر یہ سب کچھ ہوگا تو بیشک آپ یقینی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں کیونکہ رسولوں کی یہی شان ہوتی ہے اور انکی شریعتوں کا یہی حال ہوتا ہے خصوصاً اس وقت میں جبکہ آپ کی شریعت میں کوئی ایسی بات ہی نہ ہو جس میں آپ کا کوئی ذاتی نفع ہو اور عام مصلحت کے خلاف ہو پس اس وقت ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ کی تصدیق کر لیں گے اور اگر کریں گے خلاف ثابت ہوا تو آپ کے دعوے کو الگ کرینگے اور ہر نہایت سختی سے مقابلہ برآمد ہو جائینگے یہ کہہ کر وہ آپ کی شریعت کی باتوں میں غور کرنے لگے اور انتہا درجہ کی تفتیش اور آزمائش کر بعد انھوں نے دیکھا کہ آپ کی شریعت انہیں واقعی اعتقادات کو بتلاتی ہے جو خرافات اور بے اصل باتوں سے بالکل الگ ہیں اور انکے ماننے سے کسی یقینی بات کی مخالفت ہی نہیں لازم آتی اور اسکا یہ ہی حکم ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنے میں پسندیدہ غلط پیدا کرے آداب اور صفات حسنہ کے ساتھ موصوف ہو۔ اسکا درجہ کی تدبیروں کو اختیار کریں جس سے انتظام عالم میں خلل نہ پڑنے پائے اور وہ رخنہ اندازی سے محفوظ رہے اہل عالم کو فائدہ پہنچے اور اسکے نقصانات سے انکی حفاظت ہو جن عبادتوں کا اُن نے حکم کیا ہے وہ ہی ایسی ہیں جن سے خدا کی نعمتوں کا نہایت غلبہ سے شکر ادا ہوتا ہے۔ ہمیں اور بہت سی حکمتیں نظر آئیں جن سے لوگوں کو تفرار واقعی نفع حاصل ہو سکتا ہے۔ وہ بے اصل اور غلط عقیدوں سے جو یقینی امور کے خلاف ہیں منع کرتی ہے۔ آداب سے بے بہرہ ہو کر میری اوصاف اور معیوب خصلتوں کے اختیار کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اور نہ ایسے بے تدبیری کے کام کو جائز کہتی ہے جن سے عالم کا انتظام مختل ہو۔ اور ایسی باطل عبادتوں سے روکتی ہے جن سے خدا کے ساتھ بے ادبی لازم آئے اور ناشکری اُن کا شرعاً ٹھیکہ اسکی تفصیل یہ ہے کہ شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ خدا کو ذات و صفات اور افعال کے اعتبار سے منفرد

و
اس فرقہ کے
استدلال کا
اجالی بیان ۱۲

و
شریعت کے
عقائد و عقید
مشتمل ہوئے ہیں
استدلال ۱۳

اور کیا سمجھو اور اس بات کا یقین اور اعتقاد کرو کہ وہ تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوف ہے اور سارے نقائص سے پاک ہے
چنانچہ ہر عاقل بالغ کے ذمہ یقین کرنا ضروری بتلاتی ہے کہ خدا موجود ہے۔ زندہ ہے اسکا علم نہایت ہی کامل ہے۔ اسکا ارادہ
نہایت ہی نام ہے۔ اسکی قدرت نہایت ہی عظیم ہے اس کے سوا تمام چیزیں اسی کی محتاج ہیں اسکا ان ساری چیزوں میں سے کسی
کی بھی حاجت نہیں۔ نہ وہ کسی مخلوق کے مشابہ ہے اور نہ کوئی اس کے مشابہ ہو سکتا ہے وہ ازلی اور ہمیشہ سے ہے ابدی اور ہمیشہ
رہیگا۔ نہ اسکی ازلیت کی کوئی ابتدا ہے اور نہ اسکی ابدیت کی کوئی انتہا ہو سکتی ہے۔ وہ حکیم ہے سارے کام محض اپنے قصد و
اختیار سے حکمت کے موافق کرتا ہے اگرچہ اسکی پابندی اس کے ذمہ ضروری نہیں۔ بندوں کو کسی ایسی چیز کی تکلیف نہیں دیتا جو اسکی
وسعت سے باہر ہو۔ اس کے سوا نہ کوئی پیدا کر سکیا ہے اور نہ تدبیر کرنے والا اس نے خلق کو عدم سے پیدا کر دیا اور پہلے ہی سے
اس کے سارے حالات کو تجویز کر دیا ظلم سے بالکل پاک ہے اور نہ اسکی نسبت ظلم کا اطلاق صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ ظلم صرف وہ شخص
ملک میں بغیر اسکی مرضی کے بجا تصرف کر سکیا نام ہے اور اس کے جواز تمام کائنات کا علی الاطلاق حقیقی مالک ہے اس نے دیکھے
علاوہ اس نے دو اور ایسے مقام پیدا کیے ہیں جن میں سے ایک میں تو مطیعین کو آرام و آسائش میں رکھتا ہے اور دوسرے میں
نافرانوں کو سزا دیتا ہے اس نے جس طرح کہ تمام خلق کو عدم سے پیدا کیا ہے اسی طرح بعد فنا ہو جانے کے ان سب کو پھر زندہ کرے گا
تاکہ مطیع کو جزا دی اور نافرمان کو سزا دی در نہ لازم آئے گا کہ مرنے کے بعد وہ شخص جو وہمند و خوش حال۔ دوسروں پر ظلم و جبر کرنا والا خدا کے
ساتھ کفر کرنا والا ہو اس شخص کے ساتھ برابر ہو جائے جو محتاج ضعیف بیچارہ مظلوم یا نثار ہو اور ان دونوں میں کوئی فرق نہ
نہ رہے حالانکہ یہ خداوندی حکمت کے خلاف ہے خدا کو اختیار ہے کہ اپنی مخلوق میں جس طرح چاہے تصرف کرے لیکن خدا
اس سے پاک ہے کہ اس کے کام حکمت کے خلاف واقع ہوں بلکہ اسکا جو فضل ہوگا عین حکمت ہی ہوگا اور جو کچھ اس سے
صاف ہوگا اس اعتبار سے کہ خدا سے صاف در ہو اسے ضرورتاً محسن ہوگا اس نے لوگوں کے پاس رسولوں کو بھیجا ہے تاکہ وہ
خدا کی نسبت صحیح اور واقعی عقیدہ و کی تعلیم کریں کیونکہ انکی عقلیں اگرچہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ خدا موجود ہے اور تمام
صفات کمالیہ کے ساتھ متصف ہے جیسا کہ اسکی الوہیت کا مقتضا ہے لیکن خدا کی بہت سی ایسی عظیم صفات ہیں کہ جب تک
وہ رسولوں کے ذریعہ سے اسکی اطلاع نہ دے محض انسانی عقل اسکو سمجھ نہیں سکتی اسی طرح رسولوں کے بھیجنے سے یہ بھی مقصود ہے
کہ لوگوں کو انکی مصلحت کی باتیں سکھائیں اور ان کے تمام حالات کی تکمیل کریں کیونکہ مقتضا ہے حکمت خداوندی تعالیٰ نے ان
کے دوسرے کے اخلاق دینے تو تین یا چوبیس پیدا کیے ہیں ایک تو اخلاق حسنہ جس نے ان کے حالات درست ہوتے ہیں اور دوسرے
اخلاق ان کے خلاف ہیں جو محض اس غرض سے پیدا کیے گئے ہیں کہ لوگ ان کے ذریعہ سے اس عالم کے آباد کرنے میں ترقی کریں
جہاں کہ انھیں ایک خاص زمانہ تک رہنا ہے لیکن اگر ہر خواہش کو ترقی اور زیادتی کے لحاظ سے کسی حد کے ساتھ محدود کر دیا
جاتا تو ہر خواہش کرنا والے کو اسی حد تک پہنچ کر رک جانا پڑتا اور ان کے قدم بڑھانے سے نا یوسی ہو جاتی جس سے ترقی کی رفتار
میں فرق آتا اسی لحاظ سے اخلاق دینے تو تین یا چوبیسوں کی اصل فطرت میں اعتدال نہیں رکھا گیا بلکہ انکو اس قابل بنایا کہ
اپنے قصد و اختیار کے موافق ان قوتوں سے اعتدال کے ساتھ کام لیا جاسکے ایسے ان اخلاق سلیمہ کی نسبت یہ اندیشہ پیدا

رسولوں کے
پیچھے نہیں گیا
حکمت ہے

ہو گیا کہ کہیں یہ اعتدال سے بڑھ کر بجائے نفع کے نقصان کا باعث نہ ہو جائیں اور زیادہ ضرر رساں نہ ثابت ہوں پس
اب بصلحت اسی کی مقتضی ہوئی کہ ان قوتوں کی جولانی کی ایک حد مقرر کر دی جائے اور اسے باقاعدہ کام لیا جائے تاکہ ضرر کا
اندیشہ جاتا رہے اور نفع حاصل کرنا آسان ہو جائے اسی وجہ سے خدا نے رسولوں کو بھیجا تاکہ وہ اسے باقاعدہ کام لیا
اور ان کے میوقع جوش و جولانی کو روکنا سکھائیں یہاں تک کہ وہ ایسی حد پر آگئیں جسے ان کا ضرر دفع ہو جائے اور نفع ہی حاصل
ہو تا رہے اور اس طرح سے اخلاق سستہ ہی اخلاق حسنہ بن جائیں اس کام کے لیے رسول و مؤثر ذریعوں سے کام لیتے
ہیں لوگوں کو رغبت دلانا اور انکو ڈرانا اور اس کے ساتھ ہی وہ عمدہ چیزوں کی خوبی اور قبیح اشیاء کی بُرائی ثابت کر سکیں
و لائل ہی قائم کرتے ہیں جس سے ان دو نوظریقوں کی اور بھی تقویت ہو جاتی ہے اسکو ایک مثال میں آپ اس طرح بھیجے
کہ لالچ ایک عجاوب صفت ہے لیکن اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ کسب معاش کرنے باغ لگانے اور مکانات بنانے وغیرہ کی تکلیف
ہرگز نہ اٹھاتے اور اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جب لالچ بے اعتدالی کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے تو طرح طرح کے جھگڑے
اور جڑیاں پیدا ہو جاتی ہیں پس رسول کی شریعت کا کام یہ ہے کہ اس قوت سے باقاعدہ کام لیا لوگوں کو تعلیم کری اور یہ
سکھائی کہ بجائے زیادہ مال جمع کرنے اور دوسرے کے نقصان پر اپنے نفع کو مقدم رکھنے کہ اس قوت کو زبردستی کم کر دیا
کے حال کرنے اور مناسب امور کی کوشش میں اشتغال کریں اس طرح سے اسکی ترقی کی رفتاریں فرق ہی نہ آنے پائیگا اور ہلکی
ضرر کے دنیا کی آبادی کا باعث ہوگی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے کہیں بھارم اخلاق کی تکمیل کے
لیے بھیجا گیا ہوں، ”یہی بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پھر خدا نے رسولوں کی فطرت میں یہ بات رکھ دی ہے کہ وہ نہایت
کامل صفات کے ساتھ موصوف ہوں۔ سچائی امانت داری ہنکا شعار ہو۔ ہر حال میں حق کے حامی لوگوں کے خیر خواہ اور ان کے
ساتھ نیکی اور سکون سے پیش آئیں والی ہوں اور جو امور منصب رسالت کے خلاف ہوں ان سے مبرا اور پاک رہیں اسی بنا پر
وہ ایسی تلہی باتیں نہیں پائی جاتیں گناہ نہیں کرتے اور نہ ان میں کوئی ایسا امر ہوتا ہے جس سے لوگوں کو ان سے نفرت
اور انکی طرف توجہ نہ کریں اور جہاں کہیں انے کوئی بات معصیت کے مشابہ سرزد ہو گئی ہے اور خدا نے اسے معصیت کا اطلاق
کیا ہے وہ حقیقت میں معمولی امور ہیں جسے نہ ان کا مرتبہ ہی گھٹتا ہے اور نہ انکی شان میں کچھ کمی آتی ہے اور خدا کا ایسا ہر
معصیت کا اطلاق کرنا اور اس کے جانب گھٹنے باز رہیں ہونا محض ان کے منصب عالی اور مقام رفیع کے لحاظ سے ہے۔ یہی
یہ بات کہ انے ایسے امور صادر ہونے میں حکمت کیا ہے وہ یہ ہے تاکہ لوگ اس بات سے متنبہ ہو جائیں کہ خدا اکیلا ہے
اور وہی اکیلا علی الاطلاق کمالات کے ساتھ موصوف ہو سکتا ہے کوئی مخلوق کیسی ہی عالی کیوں نہ ہو لیکن خدا کے ہم پلہ
نہیں ہو سکتی خلاصہ یہ کہ وہ ساری معاصی سے مبرا ہیں کیونکہ گناہ سے تو انے اپنے متقی پرہیز کیا کرتے ہیں رسولوں کا تو
مرتبہ ہی بہت بڑا ہے وہ تمام لوگوں میں کامل اور برگزیدہ ہوا کرتے ہیں پھر کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ معاصی سے محفوظ نہ رہیں
پس بدکاری کرنا اپنے لوگوں کی آبروریزی کرنا بیجا عورتوں سے خفا کرنا جوٹ بولنا دغا بازی کرنا کفر کرنا بت پرستی کرنا
یا اور ایسے ہی گناہ ان سب سے رسول بالکل پاک و صاف ہیں۔ شریعت محمدیہ اس بات کا حکم دیتی ہے کہ ہم تمام رسولوں
عندہ الفاظ حدیث یہ ہیں بعثت لکم سائرہ الاملاق ۱۱

رسولوں کی
کیا شان تھی
۱۱۔

کی تعریف کیں ان کے نام تعظیم و تکریم سے لیں ان کے ساتھ توقیر سے پیش آئیں ان کا ادب کریں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اس پر عمل کریں
 اس وہ احکام اس سے مستثنیٰ ہیں جو انہیں رسل سابقہ کے زمانہ کے مناسب تھے اور اس شریعت میں زمانہ کی مناسبت کے
 لحاظ سے خدا تعالیٰ خیر و حکیم کے حکم سے بدل دیے گئے ہیں جس نے پہلے ہی ہر زمانہ کے مناسب احکام تجویز کر دیے تھے۔
 اور شریعت محمدیہ پر شخص کو کم سے کم قدر ضروری علم سیکھنے کا بھی حکم کرتی ہے جو عقیدوں کی تصحیح عبادات - اخلاق - اور آداب
 میں نافع ہو اس کا سب سے پہلا اور نہایت ہی مہتمم با نشان حکم بیان و اسلام قبول کرنا ہے یعنی جتنی چیزوں کی نسبت محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کا لانا قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے ان کی تصدیق جائز کرنا اور جو کچھ احکام آپ لائے ہیں ان کی بجا آوری بلا چون و چرا
 کرنا۔ اسی طرح اس کا حکم ہے کہ اخلاق و عادات حسنہ کو اختیار کرنا چاہیے چنانچہ وہ حکم دیتی ہے کہ آدمی تقوا کے کرے یعنی
 تمام ان چیزوں سے احتراز کرے جو اسکے دین میں مضرت ثابت ہوں اور خدا کے واسطے خالص نیت سے عمل کرے۔ نیکی کرے
 عمل میں احسان کی رعایت کرے اور احسان یہ ہے کہ آدمی اس طرح اپنے رب کی عبادت کرے گو یا کہ وہ مسکئی آنکھوں کے
 سامنے ہے خلق اللہ کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آئی صبر کیا کرے یعنی دہشت اور الم کے مقابلہ میں ثابت قدم رہے جو چیز
 خدا کی پسندیدہ ہو اس پر راضی رہے جیسا کیا کرے اور جیسا نہ کیا کرے افعال شیعہ کے خوف سے جی ترک جانے کا نام ہے۔ حلم سے
 پیش آئی یعنی جوش غضب میں نرمی سے کام لے عفو کیا کرے اور عفو کے معنی خطا کار سے باوجود قدرت کے بدلہ لینا
 ہے مگر حدود و مضمر عام ہونے کے اس سے مستثنیٰ ہیں اچھے کاموں میں لوگوں کی حرص کرے۔ سخاوت و کرم میں کوتاہی
 نہ کرے۔ شجاعت کرنے میں ہشامدی کے ساتھ موصوف ہو بغیر کیا کرے یعنی دین و آخرت کو قسمت سے محفوظ رکھے۔ ثابت قدم
 رہے یعنی خوف کے وقت نہ گھبراوے و دوسروں کو اپنے فائدے پر ترجیح دے موت سے پیش آئے اور وہ بقدر امکان لوگوں کو
 نفع پہنچانے کی سعی غیبت کا نام ہے ضبط نفس کو ہاتھ سے نہ جانے دے یعنی خواہش انسانی کے بوجھان کے وقت اپنا جی
 قابو میں رکھے۔ قناعت کرے۔ صاحب وقار بنے یعنی مطالب کی طرف متوجہ ہونے کے وقت سنبھلا رہے۔ سکون سے
 پیش آئے یعنی لڑائی جھگڑوں میں جلد بازی سے کام نہ لے رفی کا برتاؤ کرے اور وہ انجیل تک پہنچا میں لی چیز کی عمدہ
 سے پیروی کرنے کا نام ہے جس میرت کو اختیار کرے یعنی جو چیز نفس کے کمال کا باعث ہو اس سے محبت کرے حکمت
 کے ساتھ موصوف ہو۔ منکر کرنا رہے خدا سے ڈرنا رہے اس کی ذات سے امید رکھے۔ اپنے سارے کام خدا کے سپرد اور
 اس کے حوالہ کر دے الفت کا برتاؤ رکھے اور وہ اصطلاح میں تدبیر معاش میں متفق الرائے ہو کر سعی کرے کیا نام ہے وفادار بنے صلہ
 رحم یعنی اپنے اہل قرابت سے سلوک کرنا رہے خلق اللہ پر شفقت کیا کرے اسکے بندوں کی اصلاح میں مصروف رہے۔ انابت
 بنے وعدہ اور عہد کو پورا کرنا رہے دینی اور دنیوی جو کچھ کرے خدا کے واسطے کرے لوگوں کے ساتھ نیک گمان رکھے۔ سلامت
 برہمی اختیار کرے۔ کوشش پر آمادہ رہے بہاری بہر کم بار ہے۔ نیک کاموں میں جلد باز ہو۔ دین کے معاملہ میں مضبوط ہو۔ خدا کے
 ساتھ امن حاصل کرے دل میں اس کی محبت اور شوق پیدا کرے پارسائی اپنا ستار رکھے درجہ کو ضروری سمجھے یعنی اعمال جمیلہ
 کو اپنے ذمہ لازم کرے۔ استقامت اور رہائی اختیار کرے۔ عالی حوصلہ رہے یعنی ایسی چیزیں اختیار کرے جس سے نیک نام
 دل کا نرم رہے یعنی دوسرے کی تکلیف پر غلے اعموم اس کا جی دیکھے۔ پاک کمانی حاصل کرے یعنی بغیر کسی قسم کی ذلت و ہٹائے

شریعت میں اختلاف
 نہ کا حکم کرتی ہے
 اور کہن انفاق پیشہ
 سے منع کرتی ہے
 زبان کی کیا نہیں
 ہیں اور کوئی
 اعمال فیض ہیں ان
 سب کا بیان ۱۱

اور بدوں کسی ظالمانہ کارروائی کے مال چال کرے۔ مال اچے موقع پر خرچ کیا کرے غصہ کو ضبط کرے۔ خدا کے ساتھ ہستی اور
 بندگی سے پیش آئے آزادی اختیار کرے اور وہ شہوتوں اور خواہشوں کی پابندیوں سے اپنے نفس کو آزاد رکھنے کا نام ہے
 اپنے نفس کا حساب لیتا رہے۔ اور اسکی جانچ کیا کرے اور نازیبا امور سے ملامت کرتا رہے خلاصہ یہ کہ جتنے خصائل حمید ہیں
 شریعت نے سہی کا حکم دیا ہے پس آدمی کو چاہیے کہ ان عمدہ خصائل کو اختیار کر کے اپنے نفس کا ہمیشہ علاج کرتا رہے
 اور ہر شاک کو شش کرے کہ کمال کی حد تک پہنچ جائے اسی طرح یہ شریعت برائیوں سے ہی روکتی ہے چنانچہ وہ کفر کی اجازت
 نہیں دیتی عبادت میں کسی کو خدا کا شریک ٹھہرانا ناجائز قرار دیتی ہے بدکاری سے منع کرتی ہے اسکا حکم ہے کہ خدا کے ادا و
 نواہی کی مخالفت نہ کی جائے خواہش نفسانی کی پیروی سے آدمی باز رہے۔ یہاں کو چھوڑ دے یعنی لوگوں کے دکھلانے کی
 غرض سے عمل نہ کرے بلکہ محض خدا کے لئے اپنے کو بڑا نہ سمجھے کہینہ نہ رکھے۔ خود بینی سے کنارہ کش رہے اور خود بینی یہ ہے
 کہ آدمی عمل کر کے اپنے کو کچھ سمجھنے لگے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اسکی نظر خدا کے فضل پر ہو جسے اسے عمل کر نیکی توفیق عنایت
 کی حمد نہ کرے اور وہ دوسرے سے نعمت نہ اٹل ہو جلنے کی آرزو کا نام ہے لوگوں کی مصیبتوں پر خوش نہ ہو کر کے کیسی
 عداوت پر اقام نہ کرے ہاں جو محض خدا کے لئے ہو اسکا مضائقہ نہیں تہوڑے باز رہے اور وہ ایسی شے پر جو اس کے
 قابو کی نہ ہو بجا دلیری کر بیٹھنے کا نام ہے خدا کے ساتھ بدگمانی نہ کرے بد شکونی اور بد فالی جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں
 نہ کیا کرے بخل کو چھوڑ دے نہ لالچ کے مارے خرچ میں انتہا درجہ کی تنگی کرے اور نہ فضول خرچی اور روپیہ اڑانے پر آمادہ
 ہو جائے نازیبا امور کے لئے مال سے محبت نہ کرے۔ کاہلی اور بیکار پڑے رہنے سے احتراز کرے جلد بازی سے بچے
 سنگدلی اور کوششی اختیار نہ کرے بے شرمی اور بی حیائی کے پاس نہ پہنچے بے اعتدالی نہ کرے کسی کی نعمتوں کے ساتھ
 انکار اور ناشکری سے پیش نہ آئے غضب و غصہ کی عادت نہ ڈالے علماء سے عداوت نہ رکھے خدا کے مقابل میں دلیری نہ کرے
 اسکے غصہ اور عذاب سے بچوٹ نہ ہو۔ امور دنیا میں سے اگر کوئی چیز خیرت ہو جائے تو اس پر امنوس نہ کرے دین کے معاملوں
 میں ٹوپیلا نہ ہو سبکی اور اوچے پن سے اپنے آپ کو بچاتا رہے نافرمانی کی الزام دہی کے درپے نہ ہو۔ حق بات سے
 جان بوجہ کر انکار نہ کرے اور نہ اپنی بڑائی کے زعم میں اسکے مقابلہ پر آمادہ ہو۔ سرکشی اور انکار کرنے سے باز رہے لالچ اور
 حرص نہ کرے فرمودہ دلی سے علیحدہ رہے گناہوں پر اصرار نہ کرے یہ موقع غصہ نہ کرے خدا کے دین کی حمایت کے سوا جو
 میں نہ آجائے خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو ظالموں اور مجرموں سے محبت نہ رکھے نیکوں سے عداوت نہ کرے۔ ایسا دل
 سخت نہ کرے کہ کسی مضطرب کی بدو نہ کر سکے۔ زبان کی بہتری آفتیں ہیں جسے آدمی کو چاہیے کہ ہمیشہ بچتا رہے مثلاً چیلوڑی نہ
 کرے یعنی کسی کی ایسی بات ظاہر نہ کرے جسکا ظاہر مونا اسے ناگوار ہو کسی کار از فاش نہ کرے مسخرہ پن اور دل لگی بازی
 نہ کرے لوگوں کی سبکی اور تذلیل کے درپے نہ ہو یمن ظن اور گالی گلوچ کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے یہود و چندوں کو پہلے
 کہئے الفاظ میں نہ کہہ بیٹھا کرے۔ لوگوں کے حسب و نسب میں عیب نہ نکالا کرے۔ نافرمانی نہ جھگڑے یعنی دوسرے کی بات
 میں بلا واسطہ کے حق ظاہر ہو جائے خواہ مخواہ اعتراض نہ کرے محض دوسرے کے تنگ کرنے کے لئے کھٹکونہ
 کرے۔ بیجا باتوں میں دخل نہ دیا کرے۔ مذہبہ پن نہ کرے ہاں جو بھوکوں مرنے لگے وہ معذور ہے یمنہ دیکھی باتیں نہ کرے

لوگوں سے دو فصل باتیں نہ کہے۔ بموقع سفارش نہ کرے۔ نیکی سے منع اور برائی کا حکم نہ کرے۔ سخت کلامی اور دشمنی سے باز رہے۔ مانگنے سے بچے۔ لوگوں کے عیبوں کی تفتیش نہ کرے۔ ظالم کی زندگی کی دعا نہ مانگے۔ مسجدوں میں دنیاوی باتیں نہ کرے۔ لوگوں کے نام بگاڑ بگاڑ کے نہ لیا کرے۔ خدا کی سوائے کسی کی قسم نہ کھائے۔ زیادہ قسم کھانے سے اگرچہ سچی بات پر کیوں نہ ہو خدا کے نام کی عظمت قائم رکھنے کے لیے استراذ کرے۔ اپنے بھائی کی معذرت قبول کرے۔ رد نہ کرے۔ قرآن شریف کی میں گہرت تفسیر نہ کرے۔ بغیر کسی مصلحت شرعی کے دوسرے کی بات نہ کائے۔ ہر شخص جسکے ماتحت ہو سکے کلام کے قبول کرے۔ جب تک کہ شرع کے خلاف نہ ہو انکار نہ کرے اور اسکی مخالفت بچے کسی تیسرے کے سامنے وہ شخص سرگوشی نہ کریں جس سے اسے بے بزم ہو۔ پرانی جوان عورت سے باتیں نہ کرے۔ جو گناہ کر چکا ارادہ کرنا ہو اسکو گناہ کا رستہ نہ بنائے۔ ایسی خوش طبعی نہ کرے جسکی شرع نے اجازت دی ہو یا جس سے شرع ٹھٹھ کرنا ہو لایق باتوں کے حکم سے علحدہ رہے۔ غلام کو اسکے مالک سے اور عورت کو اسکے شوہر سے ہٹا کر گزشتہ خاطر نہ کرے۔ چھوٹی شہادت نہ دے۔ بیچی گواہی دینے سے جان نہ چرائے۔ ہولی یا رسا عورتوں کو تہمت نہ لگائے۔ مردوں کو گالیاں نہ دے۔ بادشاہوں کو دشنام سے یاد نہ کرے۔ انکی صلاحیت کی دعا سے باز نہ رہے۔ علم نہ چپائے۔ جان بوجھ کر خدا درینول پر چھوٹ نہ باندھے۔ مفسدہ پردازی کی باتوں سے احتیاب کرے۔ تاکہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں۔ بیچیاں کی باتوں میں بہت نہ رہا کرے جس سے کہ لوگ اندیشناک ہو جائیں۔ مانگنے میں ایسا بھی الحاح نہ کرے جس سے دینے والے کو ایذا پہنچے۔ خیرات کر کے احسان نہ جٹائے۔ مخلوق کے احسان کی ناشکری نہ کرے جس سے کہ خدا کی نعمتوں کا ناشکر ٹھہرے۔ مرض پر جو کچھ قرض ہو اسے نہ چپائے۔ بلکہ صاف اقرار کر دے کسی کے نسب کا نہ جھوٹا اقرار ہی کرے اور نہ اس سے انکار کرے۔ لوگوں کی آبروریزی میں زبان درازی نہ کرے۔ اپنا باپ چھوڑ کر دوسرے کو باپ نہ بنائے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر ترک نہ کرے۔ غیبت سے بچے اور وہ کسی کی نسبت اسکی غیبت میں ایسی بات کہنا ہے جو اسے بُری معلوم ہو اور یہ زبان کی ایسی آفت ہے کہ لوگ اس میں اکثر مبتلا ہو جاتے ہیں اور اس سے ضرر بھی نہایت ہی عظیم ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ اور بہتر سے قبیح اعمال و افعال سے بھی شریعت منع کرتی ہے۔ مثلاً وہ عہد کو توڑنے اور وعدہ خلافی کرانے سے مانعت کرتی ہے۔ دغا بازی اور نکاری اور دھوکے بازی کی اجازت نہیں دیتی۔ فتنہ پردازی کی سخت مخالفت ہے اور وہ لوگوں میں گڑبڑ مچا دینے کا نام ہے۔ خلل اندازی اور بغیر کسی دینی مصلحت کے اختلاف کرنے کو جائز نہیں رکھتی۔ خونریزی خود کشی حرام کاری اور لوٹ کو اگرچہ اپنی ہی عورت کے ساتھ کیوں نہ ہو ناجائز بتلاتی ہے۔ کیونکہ ان امور میں خداوندی حکمت کی مخالفت لازم آتی ہے اور انسانی نسل گہنی ہے۔ خصوصاً ان سے تو لوگوں کے نسب محفوظ نہیں رہتے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ باہم ہمدردی نہیں رہتی۔ نسب کے بارے میں لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ مال و متاع کے ایسے لوگ مالک بنائے جاتے ہیں جسکا ذرا ہی استحقاق نہیں۔ بچہ سوچے کہ کچا پورے طور سے کوئی پرورش کر نہ والا نہیں ہوتا۔ خدا صلیع ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس طرح طرح کی قباحتیں پائی جاتی ہیں کہ انک کوئی بیان کرے۔ شریعت میں یہی اجازت نہیں ہے کہ پرانی عورت کو کوئی چھوٹے یا تنہائی میں اسکے پاس ٹھہرے۔ کیونکہ اس سے ناجائز تعلیق کا اندیشہ ہے۔ عیہ ہذا القیاس بے ریش رٹکے کے بارہ میں بھی کہا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اسکا حکم یہ بھی ہے کہ عورتوں کے معمولی آیام میں اسے مقاربت نہ کیا جائے۔ اسلئے کہ اس میں سرسر گندگی ہے۔ اور نہ کسی عورت کو ایسی جگہ سفر کرنا چاہیے

اجازت ہے جہاں اسے اپنی آبرو کے جانے کا اندیشہ ہو۔ مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی وضع اختیار کرنا
 روکتی ہے اور اس بات کا امر کرتی ہے کہ صحبت کے وقت ذرا ہی بے پردگی نہ ہونے پائے اور اس کے حکم کے موافق جو نکاح
 پر قدرت رکھتا ہو اور اس کو کوئی وجہ عذر کی نہ ہو تو وہ بے نکاح نہیں رہ سکتا کیونکہ اس میں اس کی افزایش کے اعتبار سے خدا کی
 محنت کی مخالفت لازم آتی ہے اگر کسی کے اختیار میں کوئی عورت ہو یعنی وہ اس کا ولی ہو تو نکاح کرینے اسے ہرگز نہ کرے
 مرد اپنی عورت کا اور عورت اپنے مرد کا راز افشاء نہ کرے ہر گز نہ کرے کوئی عورت نہ نکلتے کوئی مرد اپنی عورت کے معاملہ میں بیعتی
 نہ اختیار کرے۔ یہی طرح کوئی پرانی مرد اور عورتوں میں متوسط نہ بنے کوئی نشہ نہ پیے کیونکہ اس میں عقل ہی فضل نعمت جو خدا نے
 انسان کو عنایت کی ہے جاتی رہتی ہے اور نشہ باز جو کچھ نہ کر گذرے تو ہڑاپے کسی گناہ یا فعل شنیع سے بند نہیں۔ ہر اس کے
 نقصانات کے مقابل میں جو کچھ اس سے نفع خیال کیا گیا ہے کیا حقیقت رکھتا ہے۔ کوئی غار بازی نہ کرے کیونکہ اس سے
 مال ناحق خطر میں پڑ جاتا ہے اپنے اسباب کی نکاحی کے لیے کوئی جھوٹی فتیں نہ کہایا کرے۔ ناپ تول میں کمی نہ کرے جس کا
 وسعت باوجود مطالبہ کے کسی کا حق نہ ٹالا کرے بیجا موقوفہ نہ پال نہ ڈرائے اپنے پڑوسی کو اگرچہ غیر مذہب والا کیوں نہ ہو کسی قسم
 کی تکلیف نہ دے۔ چوری ڈاکہ لٹی نہ کرے سود نہ لے کیونکہ سود لینے سے دامن جو قرض دیکر لوگوں کے ساتھ احسان کرتا رہتا
 اور حاجت مند کا اس طرح پر آسانی سے کام نکل جاتا تھا اس کا دروازہ بالکل بند ہو جاتا ہے۔ تجارتی مال لانیوالوں سے بالا بالا
 ملکر دام نہ توڑ لیا کرے۔ اگر کوئی کچھ سودا چکار یا جو تو اس پر ہاؤ نہ کرنے لگ جایا کرے۔ آپس میں شرکار ایک دوسرے سے خیانت
 نہ کریں مالک کی بلا اجازت عاریت میں کوئی بیجا تصرف نہ کرے۔ مزدور سے کام کر اگر اس کی مزدوری نہ مارے بلکہ اس کے
 اوکرے میں دیر ہی نہ لگائے جن چیزوں کی عام طور پر یا کسی خصوصیت کے ساتھ اجازت ہو اس سے لوگوں کو نہ روکے
 کسی خاص راستہ میں مالک کی بلا اجازت کوئی تصرف نہ کرے۔ اس طرح عام راستوں میں کوئی ایسا امر نہ کرے جس سے لوگوں کو
 تکلیف پہنچے۔ امانت میں خیانت نہ کرے جائیدادوں کی نہ تصویر کھینچے اور نہ ان کی تصویروں کو اپنے مکان میں رکھے تاکہ حیوانا
 اور ان کی تصویر کی پرستش کرنیوالوں کی مشابہت سے بچا رہے گمانا اتنا یاد دہی نہ کہائے کہ جس سے صحت میں فرق
 آجائے اور ضرر پہنچے ظلم اور تعدی کی راہ سے اپنی کئی عورتوں میں سے بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے ناراض ہو کر کسی مسلمان
 سے تین دن سے زیادہ بول چال نہ چوڑے۔ آپس میں جگاڑ کرنے اور عداوت کرنے سے باز رہے۔ اپنے بال بچوں کو
 ضیاع نہ ہونے دے بلا اجازت شرعی نہ کسی کو مارے اور نہ کسی کو ہتھیار سے دھمکائے۔ جادو کے سیکھنے سکھانے اور اس کے
 عمل پر کچھ لینے سے باز رہی۔ فال گوئی اور نجوم سے پرہیز کرے اور اس کے جاننے والوں کی طرف رجوع نہ ہو۔ اپنے حاکم سے
 بغاوت نہ کرے اور نہ کسی دنیاوی غرض کے فوت ہونے کی وجہ سے اس سے عہد شکنی کرے۔ ایسی حالت میں ہرگز حکومت
 نہ قبول کرے جب یہ جانتا ہو کہ مجھے ضرر و خیانت ہوگی۔ اس طرح کوئی انتظام کسی ظالم یا فاسق کے ہرگز سپرد نہ کرے کسی لایق شخص
 کو معزول کرے اس سے کم درجہ والے کو مقرر نہ کرے۔ ذی اختیار لوگ ظلم نہ کریں کوئی حاکم ایسے موقع پر اجلاس نہ کرے
 جہاں مستغیثوں کو رسائی شکل ہو نہ اپنے مذہب واسطے پر اور نہ کسی غیر مذہب واسطے پر ظلم کریں مثلاً ضرب و ستم سے نہ پیش آئیں
 کوئی حاکم ہونے پر کسی ایسے کا ذرا نہ قبول نہ کرے جس سے اس قسم کے پہلے سے مراسم نہ ہوں۔ اس طرح اس دعوت میں شریک

نہ ہوجس میں اسکی خصوصیت مد نظر رکھی گئی ہو کسی سے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل بزرگوں نے ایسے ہی وہ شخص جو دغا بازی کے پیشے
 ہو رشوت مندے ہاں شخص حق پر ہو اور وہ اپنی بدیشانی دفع کرنے کے لیے مجبوراً کچھ دے دلا کر کام نکال لے تو کچھ گناہ نہیں
 کی لینے دینے میں دلائی نہ کرے۔ اگر مظلوم کی مدد کرنے کی قوت ہو تو اس سے علیحدگی نہ اختیار کرے۔ فضیحت کی نیکے لیے کیسے
 عیوب کی جستجو اور پردہ دہی کے درپے نہ ہو۔ بغیر اذن کے کسی کے گھر کی دیکھ نہ کرے۔ یہاں تک کہ دراز سے بھی چٹکے
 ایسے لوگوں کی باتیں نہ سنے جو مسکونہ اپنا نہ نہیں کرتے جب دشمن اگر سرسری پر آپٹے تو اسوقت کم ہمتی نہ کرے۔ اسرا بالعدو
 اور نہ ہی عن المنکر کو نہ چوڑے۔ جو لوگ عہد و پیمان کر کے مسلمانوں کی امان میں آگئی ہوں عہد شکنی کر کے نہ نہیں قتل کرے اور نہ کسی
 قسم کا مظہر روا رکھے۔ فتنوں حرب سیکھ کر نہ ہلادے۔ ایسے شخص کو اختیارات نہ سپرد کرے جسے جانتا ہو کہ اپنی جہالت یا
 ظلم کی وجہ سے کارمنہی کے ادا کرنے میں قاصر رہیگا نا حق نہ جھگڑے اپنے مقابل پر قابو حاصل کرنے یا ستانے کے لیے جھوٹ
 نہ بولے براہ عداوت اپنے مقابل کو ہرا دینے کی غرض سے جھگڑا نہ کرے بلکہ میں تقسیم کرنیوالا بلے انصافی نہ کرے۔ اسبطح
 اشیاء مشترکہ کی قسمت لگانے میں بے انصافی سے بچے۔ سد وضع اور آوارہ لوگوں کے پاس نہ بیٹھے۔ کسی بارہ اخوت کے کنچو
 یاد رہا یا نہر کے کنارہ قضائے حاجت نہ کرے گناہوں سے تو بکر تار سے تو بڑے باز نہ رہے خلاصہ یہ کہ جتنی چیزیں نظام عالم
 جان و مال عقل یا آبرو کو ضرر پہنچا نیوالی ہیں سب کی سب ممنوع ہیں کہاں تک کوئی بیان کرے کیونکہ اگر ان سب کو منع کی
 دلائل کے جو قرآن و حدیث سے معلوم ہوئے ہیں بیان کیا جائے تو کتنی ہی ضخیم جلدیں بہر جائیں اور بہر ہی ختم نہ ہوں۔ ل
 اسکے بعد ان لوگوں نے ان عبادتوں میں غور کرنا شروع کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مطیعین پر واجب کی ہیں پس انہوں
 نے دیکھا کہ میں ایسے اعمال پائے جاتے ہیں جن سے خالق کی سرعظمت ظاہر ہوتی ہے اسکی بشیاعتوں کا ہونا بہت مشکوک
 ادا ہوتا ہے علاوہ بریں انہیں اسرار حکمتیں اور طرح طرح کے فائدے بھی موجود ہیں جنکی بدولت عبادت کرنیوالے کو کامیابی اور سعادت
 کے بڑے بڑے مرتبے تک سائی نصیب ہوتی ہے اسکی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے نفس کو مہذب بناتا ہے اخلاق و سیر کو
 ترک کر کے عمدہ خصلتیں اختیار کرتا ہے جو اسکی زینت کا باعث ہوتی ہیں۔ اپنے خالق کی بادیوں لگا رہتا ہے تاکہ شغل غلیظی
 جو اسکے دل کو گیرے رہتے ہیں کہیں اسکو غضب میں نہ ڈال دیں جبکہ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ گناہ سے بچتا ہے اور غیظانی امید
 کو الگ کرتا ہے وہ اس بات کا دھیان کیا کرتا ہے کہ اسکا کوئی نہایت ہی شفیق نگہبان ہے جو گویا ہر وقت اسکے قریب ہی رہتا
 ہے۔ ان عبادتوں میں یہ فائدہ بھی مد نظر رکھا گیا ہے کہ اوقات عبادت میں تمام لوگ یکجا جمع ہو جایا کریں جس سے آپس میں محبت
 بڑھے ایسے لوگوں کے حالات معلوم ہوں جنکو مدد کی ضرورت ہے حاجتمندوں کی مدد کرنے میں سہولت ہو انکے در و نامک
 حالات معلوم ہو سکیں تاکہ اذرا شفقت و احسان انکے کام نکال دیے جایا کریں مثل سابقہ اور انکے کنبہ والوں کے حالات
 یاد آیا کریں جنھوں نے اپنے رب کی عبادت کی ہے اسکے حکموں کو مانا ہے اسکے سنہیات سے انحراف کیا ہے تاکہ اسی طرح سے
 لوگوں کو ہماری اقتدار کرنے کی رغبت پیدا ہو اور یہ بھی انہیں کی سی روش اختیار کریں۔ بہرنگی اور انکے مطیعین کی تعریف کرتے
 رہیں مسلمانوں کی جماعت بڑھانے میں کوشش کر سکیں مخالفین کو راہ راست دکھائیں۔ خداوندی دین کی اشاعت کریں۔
 اسبطح برہان عبادات میں حاجا بطح طرح کے ثمرات مفیدہ اور تملیز نافعہ موجود ہیں جنہیں ہر شخص نہیں سمجھ سکتا انکا سمجھنا کچھ اہل علم

شریعت محمدی کی
 عبادتوں کی جو
 شان ہے اور جو
 آگئی حکمتیں ہیں
 پر ظاہر نہیں
 انکا اجمالی بیان

ہی کا حصہ ہے جو شخص ان عبادتوں پر ظاہری نظر ڈالے اور ان کے حکم اسرار اور فوالم سے غافل رہے تو اسکی اپنی ہی مثال ہے جس طرح کہ کوئی نفیس موتیوں سے بھری جوبی سب کو بہتر کا کھڑا خیال کر کے بے توجہی سے پہنک دے اور اسکی کچھ قدر کر کے اسکی نظروں کو اس کے ساتھ کچھ بھی دیکھی نہ ہو۔ اسیں کچھ شک نہیں کہ ایسا نادان بڑی قیمتی شے کو جسکے حال کرنے میں سیکڑوں روپے صرف ہو گئے ہیں بے وقعتی کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اپنے ہاتھ سے ضائع کرتا ہے بہتر سے نادان ایسے ہی ہیں گے جنہیں تیز نو خاک نہیں لیکن ان عبادتوں میں نقص نکالنے کے لئے مادہ ہیں انہیں غویاں ہی عیب نظر آتی ہیں ایسے لوگوں کی ٹھیک مثال اس مریض کی سی ہے جسکو پانی ہی بد مزہ معلوم ہوتا ہو اور شیرینی کو تلخ بلاتا ہو کاش یہ لوگ ہی جب انہیں عبادت کی خوبیاں نظر آئیں تو اسی مریض کی طرح کوہیں جو کڑوی دوا کو مشید سمجھ کر ہر کوشش سے انہی سے اجتناب ہی جاتا ہے اگرچہ اس میں کچھ کلفت ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے خدا اس چہالت کا بڑا کرے مارے گل اسی کے کھلائے ہوئے ہیں ان لوگوں کو تو اس نے اپنا کھلوانا بنا رکھا ہے اسی کی وجہ سے انکو طرح طرح کے نقصانات اٹھانا پڑتے ہیں۔

اب آئیے آپ کو اس فرقہ کے لوگوں کو جو شریعت محمدیہ کی عبادتوں کے اسرار نظر آئے ہیں اس کی توطی سی تفصیل کہہ سنائیں جیسے تو انھوں نے دیکھا کہ یہ ہر عامل بالغ کو مجملہ اور عبادات کے ایک عبادت ادا کرنے کا جسے نماز کہتے ہیں حکم دیتی ہے نماز چند مخصوص اقوال و افعال کے مجموعہ کا نام ہے جو خدا کی عظمت کے اظہار یعنی تکبیر سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو جاتی ہے نماز پڑھنے والا اسکو اس طرح پرا داکر تا ہے گویا کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہے اپنے ستر کر رہا ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو ایک مناد وی یعنی مؤذن سارے نمازیوں کو نہایت فصیح الفاظ میں بلایا کرے چنانچہ اس کے حکم کے موافق وہ چار مرتبہ خدا کی عظمت کا اعلان کرتا ہے گویا وہ کہتا ہے کہ اے لوگو تم جو میری اور خدای مبروبات میں پڑے ہوئے ہو یہی تجربہ ہے کہ خدا نہایت ہی بڑا اور اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ سارے مبراں کو کہ چھوڑ کر اسکی جناب کی طرف رغب ہو جاؤ پھر دو مرتبہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند تعالیٰ معبود و کیتا ہے جسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں گویا وہ یہ بتلاتا ہے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی حاجتوں کو وہی پورا کر سکتا ہے کہ جو معبود حقیقی ہو اور اپنے اسواسے بے نیاز ہونے میں سچائی اس کے خاص اوصاف میں شمار ہوا اور ساری خلق اس کی محتاج ہو اور ایسا معبود کونسی ہے جسکی ذات واقعی معبودیت کے نمایاں اور پس انداز میں کھائی کے ساتھ موصوف ہے پس تمہیں چاہیے کہ اپنی ساری حاجتیں خواہ دنیوی ہوں یا اخروی سب اسی کی جناب میں لجاؤ اور اسی کی درگاہ کی طرف رجوع کرو۔ پھر وہ بار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہی رسول تمہارے اور تمہارے ذی عظمت معبود کے درمیان میں واسطہ میں انہیں کے ذریعہ تمہیں اپنی دنیوی اور اخروی مصلحتوں کی اطلاع ہوئی ہے اپنی کہلی انگھوں سے دیکھ چکے ہو ورنہ کم سے کم دلیل سے تو ضرور تمہیں اسکا یقین ہو چکا ہے کہ یہ تمہارے بڑے ہی خواہ اور تمہیں پہلانی کے طریق سکھائیوں ہیں پس اب تمہیں چاہیے کہ تم اس عبادت کے ادا کرنے میں بدل و جان کوشش کرو جو انہوں نے تمہارے لئے مقرر کی ہے اور جس میں تمہارا سرسرفق متصور ہے۔ اس کے بعد وہ دو دفعہ نماز کی طرف متوجہ کرتا ہے اسکو اس مضمون کی تقریر سمجھنا چاہیے جسکی طرف وہ بھیجے و تشہید میں اس سے پہلے اشارہ کیا تھا

نماز کے اربع اذان اولیٰ میں کیا حکم ہے دوسرا اذان میں جو الفاظ ہیں آئیے کیا اشارہ مقصود ہے پھر بعد اشارہ کیا جواب دیتے ہیں

کہ اس ذی عظمت خدا کی درگاہ میں ہمیں ضرور اتنا کرنا چاہیے۔ یا یوں سمجھیے کہ پہلے کلام کا یہ نتیجہ ہے گویا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ خدا سارے بڑوں سے بڑا اور معبودیت اور تمام خلق کی حاجت برآری کے اعتبار سے بچنا نہیں اور اس خیر خواہ رسول نے ہمیں اسکی عبادت کی تعلیم کی اور یہ وعدہ کیا کہ تم اسکی بدولت اپنی امیدیں حاصل کرنے میں کامیاب ہو گے تو انکو چاہیے کہ انکی طرف ضرور متوجہ ہو جاؤ خدا اسے جلیل کی درگاہ میں حاضر ہوا اور نازاد کر کے اسکے وسیلے سے خدا کی درگاہ میں اپنی چھوٹی بڑی حاجتوں کی درخواست پیش کرو پھر وہ نازکے فوائد و ثمرات کی طرف اجمالی طور پر درستی سے اغلاخ یعنی کامیابی اور نیکو کاری کی طرف دوڑ کر اشارہ کرتا ہے گویا وہ یہ کہتا ہے آدمی کے لیے فلاح ساری مرغوبات سے بڑھ کر ہے اور فلاح خواہ دنیوی ہو یا آخری اسی عبادت سے حاصل ہوتی ہے کیونکہ اس سے اخلاق درست ہوتے ہیں خلاق کی عظمت کا نقشہ پیش نظر ہو جاتا ہے۔ قیامت میں اسکی جزا کے سننے کی امید ہو جاتی ہے پس اس فلاح و کامیابی کو غنیمت سمجھو۔ اور اسکی طرف متوجہ ہو جاؤ اسکے بعد وہ مرغوبات میں سے جو نہایت ہی کامل شے ہے اسکی طرف نازیوں کے خیالات کو متوجہ کرتا ہے اور اس بات پر انکو متنبہ کرتا ہے کہ وہ جب اس عبادت کی طرف متوجہ ہوں تو انکی خدا کے سوا کوئی دوسری چیز کو مقصود نہ لی نہ ٹھہریں بلکہ اسکی شائق نظر ہی کی جناب کی نظر رہیں اسی کا تقرب نہ نظر ہو اور انکا مقصد صلی اور مدعلیٰ دلی کیا دنیا اور کیا آخرت دونوں خدا ہی خدا ہو ہی وجہ سے وہ سمجھ کر دو مرتبہ بکیر کہتا ہے اور خدا کی معبودیت کے لحاظ سے بختانی ظاہر کرتا ہے یہ تو موزن کی کیفیت تھی اب سلجھ سنے والے کیا کرتے ہیں وہ لوگ ہی موزن کے اقوال کو دہراتے جاتے ہیں گویا کہ وہ اسکی ہر بات میں تصدیق کرتے ہیں اور اس بات کی تصریح کرتے ہیں کہ وہ ہی اس کے ساتھ متفق ہیں لیکن جب وہ انکو ناز اور فلاح کی طرف بلاتا ہے تو اسکے الفاظ کو نہیں دہرتے کیونکہ بلا نیوالے کے الفاظ جواب میں ہی کہنا تو مسخرہ پن کی بات ہے اس لیے وہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھا کرتے ہیں گویا وہ کہتے ہیں کہ نماز میں داخل ہو کر اس خیر عظیم کا حاصل کرنا اور فلاح کا پالینا سوائے خدا وندی مدد اور قوت کے کسی اور طور پر ممکن نہیں ہم تو اسی کی مدد کے طلبگار ہیں اور ان کا یہ قول بطور ستکارہ و تنفر کے نہیں ہوا کرتا جیسا کہ بعض نادانقت یہ سمجھ کر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ پھر جب اس موقع پر جو کہ اسی عبادت کے ادا کرنے کے لیے مخصوص ہوتا ہے لوگ جمع ہو جاتے ہیں تو یاد کرنا تو مزید ناپاکہ کے لیے انہیں الفاظ کا اعادہ کرتا ہے تاکہ یہ باتیں لوگوں کے خوب ذہن نشین ہو جائیں اور وہ شخص ہی جس نے جسے اذان نہیں سنی تھی اور بلا اذان سننے ہی آگیا تھا یہاں تک کہ اس بارگاہ عالی کی حضور ہی کے وقت یہ سارے معنائیں پورے طور سے پیش نظر ہوں اسی واسطے وہ اب کے مرتبہ الفاظ سابقہ ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ قد قامت الصلوۃ اور پڑھا دینا ہے یعنی اب نماز قائم ہو گئی۔

شرعیات نے اس عبادت کے ادا کرنے کے لیے جو شرطیں لگائی ہیں اور جو آداب مقصود کیے ہیں وہ یہ ہیں پہلے چنانچہ صبح یہ مقرر کیا ہے کہ ناز پڑھنے والے کا بدن پاک ہو اسکا لباس طاہر ہو اس مکان میں جہاں وہ ناز ادا کرے گا کسی قسم کی نجاست نہ چری ہو اسکا بدن بھی ناپاکی سے ہی پاک ہو اور اس سے ایسے حالات مراد ہیں جو حدت کے نام سے موسوم ہوتے ہیں اور انکا اسوقت اعتبار کیا جاتا ہے جب بدن سے کسی قسم کی نجاست نکلے۔ اور اس طہارت سے نازی کو اس بات پر متنبہ کرنا مقصود ہوتی ہے کہ اسکا نماز میں داخل ہونا گویا اپنے موئے کے سلسلے اور اسکی بارگاہ عالی میں اسکے احسان کا اُمیدوار بنکر شکر

یہ حاضر ہوتا ہے پس جسطرح کہ شاہان دنیا میں سے کسی کے دربار میں جب جانا مقصود ہوتا ہے تو اس بات کا بڑا اہتمام کیا کرتے ہیں کہ کہیں بادشاہ کی نظر کسی چیز پر نہ چاڑھے جو اسے ناگوار خاطر ہو یا طرح یہاں یہی نہایت ضروری امر ہے کہ خداوندی دربار میں حاضری کے وقت سارے اعضا تمام ایسے ناپندیدہ اعمال سے بالکل پاک و صاف ہوں جیسا کہ خواہ اُنکی خواہش نفسانی اور میلان طبع ہو یا دوسروں کی وسوسہ اندازی سے انکار متکب ہو یا ہوا و جلا اخلاق و سمیہ سے اسکا دل ہی پاک ہو یا تنک کہ سارے میل کچیل کو تو بہ اور پشیمانی کے پانی سے دھو دھلا کر صاف و سترا رنگیا ہو علاوہ بریں بدن کو پانے سے دھونے کی وجہ سے جن خوشی کا اثر روح تک پہنچتا ہے وہ بھی مخفی نہیں کیونکہ روح اور بدن میں جو علاقہ پایا جاتا ہے اسکا کوئی انکار نہیں کر سکتا اسی لیے جب ان دونوں میں سے ایک میں بھی کوئی چیز اثر کرتی ہے تو دوسرے میں اسکا اثر نمایاں ہو جاتا ہے چنانچہ روح بدن دھونے کے وقت کیسی شاداں و فرحاں نظر آتی ہے اور اسکی ساری سکندمی دور ہو جاتی ہے گویا کسی نے اسے سارے بندہ بن کھول دیے جیسے وہ جکڑی ہوئی تھی خصوصاً اُٹھالت میں جبکہ عورتوں سے صحبت کرنے کے بعد غسل کیا جائے اور طبی فوائد اسکے علاوہ ہیں جو کسی پرچنداں مخفی نہیں۔

شیرعت نے اُن اعتباری حالات سے طہارت حاصل کرنے کو جو حدث کے نام سے موسوم ہیں دو قسموں پر منقسم کیا ہے ایک کا نام طہارت بکرے ہے جس سے سارے بدن کا دھونا یعنی غسل مراد ہے دوسرے کو طہارت صغریٰ یا وضو کہتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ بعض اعضا کو دھویا جائے اور بعض کا مسح کیا جائے۔

اب اسے ساری بدن کا دھونا مسوقت واجب کیا ہے جب مٹی نکلے چاہے حکما ہی کیوں نہ ہو اور حکما مٹی نکلنے کی یہ صورت ہے کہ جلع کرنے سے مٹی نکلنے کا پتہ نہ لگے یا جب عورت کے رحم سے حیض یا لفاس کا خون جاری ہو۔ چونکہ ان نجاستوں کا کچھ نہ کچھ حصہ سارے بدن سے آتا ہے اس لیے شریعت نے ہی اُس اعتباری حالت یا نجاست کے ساتھ جو انکے نکلنے سے پیدا ہوتی ہے سارے بدن کو ملوث قرار دیا اور اس وجہ سے اُنکا نام حدث اکر کہا گیا پس گویا سارے بدن کے دھونے اور پاک کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اُن سارے گناہوں سے تو بہ کر کے پاک ہونا چاہیے چھکو تمام بدن سے علاقہ ہے نہ کسی خاص عضو سے خصوصاً اخلاق سیئہ سے پاک ہونا تو ادنیٰ ضروری ہے۔ دوسری

حکمت ایسی یہ بھی ہے کہ یہی چیزیں ہیں جن سے بچنا چاہیے چنانچہ مٹی جل ٹھہرنے اور بچہ کی صورت بننے کا مادہ ہے اور خون رحم سے بچہ کو غذا پہنچتی ہے اور اسکو نمو حاصل ہوتا ہے اور ظاہر ہے جو بچہ اس سے پیدا ہوا کرتا ہے وہ کبھی نیک نخت ہوتا ہے اور کبھی بد نخت۔ بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے بچہ کا پیدا ہونا شرعاً قابل تعریف اعمال میں سے شمار کیا جاسکتا ہے اور یہ امید ہو سکتی ہے کہ ان دونوں میں بی بی کو جنکی مباشرت سے نیک بچہ ہوا ہے بہت عمدہ جزائے خصوصاً وقت جبکہ اُن دونوں کی نیت ہی نیک ہو اور یہ مقصود ہو کہ اس طرح نسل میں خدا کے مطیع موجدوں کی ترقی ہو اور بچہ کے نیک نخت ہونے کے لحاظ سے ان چیزوں کے خارج ہونے کے وقت تکلف کے لیے گویا یہ اشارہ نکلتا ہے کہ یہ شے جو تیرے بدن سے خارج ہوئی ہے اور جس میں تیرا سارا بدن شریک ہے بچہ کے پیدا ہونے کا مادہ ہے اور ممکن ہے کہ اس سے ایسا بچہ پیدا ہو جو خدا کی نافرمانی اور اس کے ساتھ کفر کرے پس سارے بدن کے دھونے سے اس بات پر آگاہی حاصل کرنا چاہیے کہ ایسے ہر

غسل وضو اور
اعضا و جنوں کو
خاص ترتیب سے
دھوئے اور مسح
کرنے کی حکمتیں اور
تہکم کا بیان

ہی تو بہ کرنا سنا سب سے چھین گناہ کی سببیت کا قتال ہی ہو۔ اور وہ گویا زبان حال سے یہ کہتا ہے کہ ان چیزوں کے خارج ہونے سے
 جن میں میرا سارا بدن مشرک ہے مجھے اس بات کی تشخیص ہو گئی کہ اگر ایسا کچھ پیدا ہوا جو تیری نافرمانی کرے تو میں ضرور اس کا سبب
 بنوں گا۔ ایسے میں اپنا سارا بدن دھوکے ڈالتا ہوں اور میں اسکو اپنی اس توبہ کا عنوان قرار دیتا ہوں جو مجھے اس سببیت سے
 تیرے سامنے کرنا چاہیے اور یہ بات گناہ سے انتہا درجہ کی علحدگی اور توبہ میں نہایت ہی مبالغہ اور اتہام کرنے پر مبنی ہے اگرچہ
 حقیقت یہ کہ کوئی گناہ نہیں ہے محض گناہ کا امکان اور اندیشہ ہے اب میں یہی نجاستیں جو تمام بدن سے نہیں آتیں خواہ وہ حقیقتہً
 خارج ہوں جیسے کہ بدن سے خون بے یا قصائے حاجت کے دونوں مقاصد میں سے کسی سے سوائے مٹی رنگون جیض یا نفاس
 کے کوئی اور شے خارج ہو اور خواہ کھانا کھانا خروج پایا جائے جیسے کہ اس طرح سونے کے وقت جب اعضاء ڈھیلے ہو جائیں اعتدالاً
 کیا جاتا ہے پس انکے پائے جانے کے وقت شریعت نے اس اعتباری نجاست سے جو حدث اصغر کے نام سے موسوم ہے خاص
 خاص اعضاء کو طوط قرار دیا ہے گویا اس طہارت صفر کے حکم سے جسے وضو کہتے ہیں راوردہ بعض اعضاء کے دھونے اور
 بعض کے مسح کرنے کا نام ہے اس کا یہ اشارہ ہے کہ انہیں خاص خاص اعضاء کے گناہوں سے توبہ کرنا چاہیے اور ان
 اعضاء کی تخصیص اور اس ترتیب میں جو انکی طہارت میں اعتبار کی گئی ہے عجیب سختہ کی رعایت مد نظر ہے بیان اس کا یہ
 ہے کہ سارے بدن میں یہی ایسے اعضاء ہیں جو مخالفت کر نیکیے لیے نہایت سرعت کے ساتھ حرکت کرتے ہیں ایسے اُنکے
 دھونے سے انکی طہارت باطنی کے اتہام پر تینہ ہو جائے گی اور مقصد اس سے یہ ہے کہ انکے کثیر الوقوع گناہوں سے توبہ
 کیجائے۔ اعضاء کے دھونے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے میں یہ لحاظ ہے کہ جو عضو مخالفت میں نہایت سرعت سے حرکت کرتا
 ہو اسی کو سب سے مقدم کیا جائے بہر اسکے بعد اس سے کم سیطرہ آخر تک بھنا جا رہے پس سب سے پہلے چہرہ کے دھونیکا
 حکم ہے جس میں منہ تاک اور انہیں پانی جانی ہیں اور چہرہ میں سے پہلے منہ سے دھونا شروع کیا جاتا ہے۔ ایسے کہ تمام اعضاء سے
 زبان مخالفت کرنے میں زیادہ چلتی ہے کیونکہ اسی سے کلمہ کفر کا کما جاتا ہے اسی سے غیث چغیزی کیجاتی ہے فحش کا جاتا ہے
 اسکے علاوہ ہی زبان کی بہت سی آفتیں ہیں جن میں سے کچھ پہلے ہی بیان ہو چکی ہیں پس منہ کے دھونے سے جب یاد آ جاتا ہے کہ
 طہارت ظاہری سے باطن کی تطہیر کی طرف اشارہ ہے تو خدا کی طرف وہ توبہ کرنے لگ جاتا ہے اور زبان سے جو کچھ اُسے
 پہچا کھاتا اس سے کنار کشی اختیار کرتا ہے اس طرح ناک میں پانی ڈالنے کے وقت یاد کر کے اُن چیزوں سے جسکو اُسے بلا اجازت
 شرعی سونگھا ہے توبہ کرتا ہے اسی طرح اُن چیزوں سے بھی توبہ کرتا ہے جسکا دیکھنا حرام تھا اور اُسے انہیں دیکھا ہے چہرہ کے بعد
 کہنی تک دونوں ہاتھوں کے دھونے کا حکم ہے ایسے کہ جہاں زبان سے کوئی بات نکلی اور کسی پر نظریں پڑیں تو فوراً دست و رازی کر لیں
 بلے ہاتھ بڑھتا ہے اور کسی نہ کسی موقع پر چاہی گناہ پس جب اُن دونوں کی نوبت آئیگی تو خواہ مخواہ انکی طہارت باطنی کا بھی خیال
 پیدا ہوگا اور اپنی دست و رازیوں سے توبہ کرے گا اسکے بعد سر کے مسح کر نیکا حکم ہے اور غسل کا حکم نہیں دیا گیا اور محض مسح ہی گویا
 ایسے کافی سمجھا گیا کہ نفس سر سے تو کوئی مخالفت سرزد نہیں ہوئی تھی اگر ہوئی تھی تو زبان اور آنکھ سے ہوئی تھی جو سر سے ملی
 ہوئی ہیں اسوجہ سے سر کے لیے متوسطہ درجہ کا حکم یعنی مسح تجویز کیا گیا اور غسل کا حکم نہیں دیا۔ اس طرح چونکہ کان میں بسا اوقات
 ع سے بیٹھ کر کیجاتی ہے اور کبھی سے پہلے جو ماتہ گھٹے تک دھو جاتے ہیں وہ اصل میں کبھی ہی کرنے کے لیے صاف کر دیے جاتے ہیں ۱۲ مترجم

بار قصد کوئی بات اپڑتی ہے اسکے لیے ہی مسج ہی پر انگٹھا ہوا اور غسل کی طرح اب مسج کرتے وقت ہی توبہ کی یاد آجائے گی کانوں
 نے جو کچھ بجا سنا ہوگا اور سر سے باعث مجاورت ان اعضا کے جو کچھ مسزد ہوا ہوگا اس سے ہی اپنے کو پاک کر کے گلہ گر
 کے مسج کی نسبت ہی اسی طرح کہا جاسکتا ہے۔ اسکے بعد پیروں کے دھونے کا حکم ہے ایسے کہ جب انگلیں دبھجکتی ہیں بائیں سے
 کچھ بائیں ہو جاتی ہیں ہاتھ بڑھ چکے ہیں کانوں میں آواز آتی ہے اسوقت پیروں کی باری آتی ہے اور آدمی اُسے چلتا ہے پس
 مخالفت میں سب سے پیچھے پیر ہی ٹھہرے ایسے سب سے پیچھے اُنکے دھونیکا حکم ہوا اور اُنکے دھونے سے ہی پیروں کے
 کچھ اُن سے باطنی طہارت کی فکر ہوتی ہے اور جہاں کہیں اُس سے بجا قدم اٹھا ہوتا ہے اُس سے توبہ کرتا ہے۔ پھر اعضا کے تین
 تین مرتبہ دھونے میں ایک عجیب و دقیق نکتہ پایا جاتا ہے گو یا کہ توبہ کے تینوں ارکان کا پورا پورا مقابلہ ہے اور توبہ کے تینوں مکن
 یہ ہیں (۱) جو گناہ ہو چکا ہو (۲) اُس گناہ سے باز آئے اور (۳) اس بات کا پختہ قصد کر لے کہ آئندہ اُس کا مرتکب
 نہ ہو گا پس ہر مرتبہ دھونے سے توبہ کے ایک ایک رکن پر تہنید ہوتی ہے۔ وضو کرنے والا جب وضو سے فارغ ہو چکا ہے
 اور توبہ کر کے طہارت باطنی حاصل کر لیتا ہے تو اسے مناسب ہے کہ یہ دعا پڑھے **اللهم جلی من التوبین وجلی من المتطہرین**
 یعنی اُمید اچھے توبہ کرنے والوں اور پاک و صاف بننے والوں کے زمرے میں کر دے انہیں اُسکے لیے گو یا یہ اشارہ پایا جاتا ہے
 کہ خدا سے وہ یہ امتداد کرے کہ اُسے جہاں توبہ اور تطہیر باطن کی توفیق دیکر سپر احسان کیا ہے اُسے قبول ہی کر لے۔ اور جہاں
 کو بانی کا مہر آتشکس ہو یا بوجہ مرض کے اُسکے انتقال پر قدرت نہ ہو تو اسوقت شریعت نے بجائے غسل یا وضو کے تیمم مقرر کیا
 ہے اور وہ کسی پاک چیز سے جو کہ مٹی کے قبل سے ہو نہایت تطہیر کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہاتھوں کے کہنیوں تک مسج کرنے کا
 نام ہے اور یہی ایسے اعضا ہیں کہ انسان کو جیکے پاک کرنے کی اور اعضا سے زیادہ حاجت ہوتی ہے اور اس میں گو یا ہڈی
 کے لیے یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ جب اُس پر توبہ کے سارے ارکان ادا کرنا دشوار ہوں اور اُن کے حال کرنے کی اُسے
 توفیق نہ ہو تو اس سے تو گیا گذرانہ ہو کہ اپنے گناہ و دیکہ کر عجز اور انحصار کرنے لگے کیا عجیب کہ یہی ہمارے خدا اُسکے گناہ بخشدے
 چنانچہ کہا کرتے ہیں کہ جو گناہ عجز و انحصار پیدا کرے وہ اپنی اطاعت سے تو چاہی ہی ہے کہ جس سے آدمی عجب و دیکہ کرنے لگے علام
 ہیں جب اس مسج کے اس اشارہ کی طرف لحاظ کیا جاتا ہے تو یہ بھی کچھ بعد نہیں معلوم ہوتا کہ اُس پر اب توبہ کے تمام ارکان
 کا حاصل کرنا بھی آسان ہو جائے اور حقیقتہً توبہ ہی کر لے پھر چونکہ اعضا وضو میں سے پیروں کے دھونے میں زیادہ پانی
 صرف ہوتا تھا اور کچھ خشقت کا بھی اندیشہ تھا اسوجہ سے اگر چہ می موندے ہیں لیے جائیں تو بغیر فرض آسانی خاص شرطوں کے
 ساتھ انہیں پانی سے مسج کرنا بھی جائز رکھا گیا اور اس طرح اُنکے گناہوں سے توبہ کرنے کی طرف اشارہ ہی قوت نہیں ہونے پایا
 شریعت نے یہ بھی مقرر کیا ہے کہ نمازنگے ہو کر نہ بیٹھیں جائے بلکہ نمازی بدن ڈھانک لیا کرے اور اس سے جو کچھ ادب کی رعایت
 پائی جاتی ہے وہ تو ظاہر ہی ہے علاوہ اسکے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو گناہوں اور اخلاق ذمہ سے اگر پوزے
 طور پر توبہ کر کے پاک و صاف بننا نصیب نہ ہو تو جب نماز پڑھنے لگے یا یوں کہے کہ اپنے مولے کی بارگاہ میں حاضر ہونے لگے
 تو کم سے کم باقتضائے ادب اتنا تو کرے کہ ان ساری مخالفتوں کو دبا کر رکھے تاکہ اُنکا زور و شور گھٹا رہے اور اُنکی یہ حالت
 ہو جائے کہ گویا انہیں پردہ میں چھپا دیا ہے اگرچہ خدا سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی اور وہ سب کچھ جانتا ہے۔

ستر کا چھپانا
 ہی نہیں
 شرط ہونا
 عورت کو
 نسبت در
 کے زیادہ
 بدن چھپانا
 حکم ہونا

بدن چپانے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ جب اسکی نظر اعضا پر نہ پڑے گی تو ادھر ادھر جی نہ بیٹھنے پائیکا۔ اور چونکہ عورتوں کے سارے بدن میں یہ قباحت پائی جاتی تھی کہ اس پر نظر پڑنے سے طبیعت بگڑتی تھی ایسے اسے حکم ہے کہ سارا بدن چپائے ہاں آزاد عورت کے لیے اتنے بدن کے کہوٹنے کی اجازت ہے جسکے کہوٹنے کی اکثر احتیاج پڑتی ہے جیسے چہرہ۔ کلائی۔ ٹانگ دونوں ہاتھ اور قدم ان کا چپانا ضروری نہیں اور وہ عورت کو ٹنڈی ہو تو چونکہ کام کاج کرنے میں ان اعضا کے علاوہ اور اعضا بھی اکثر کھینچتے ہیں اور انکے چپانے کے واجب کرنے میں حرج تصور نہ کرنا ایسے اسکو اسکے علاوہ ہی کسی قدر اور بدن کھلا رکھنے کی اجازت دینی۔

نماز میں کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے ایسے کہ انسان کے لیے کئی جہت پائی جاتی ہیں جنکا کہ وہ اپنے کاروبار میں عادی ہے اور ان جہتوں کے نام یہ ہیں۔ آگے پیچھے و ہٹنے بائیں۔ اوپر نیچے پس اگر اسے اختیار دیدیا جائے کہ جہر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے حالانکہ نماز میں مقصود یہ ہے کہ خدا کی طرف ہر سو ہو جائے اور اپنے خیالات کو مجتمع کر کے خدا ہی کے کام میں لگا دے تو اسکا جی پریشان ہو جائے اور کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑتا اور ہی حیرت میں رہتا کہ کہ ہر منہ کروں کہ ہر منہ نہیں کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے لیے لائق ترکونسی جہت ہے کہ جس سے میری دعا مقبول ہو جائے۔ پس خدا نے بنظر لطیف انسانی عقل و فطرت کا لحاظ کر کے کعبہ مکرمہ کو مقرر کر دیا کہ اسکی طرف منہ کر کے نماز پڑی جائے کیونکہ خدا نے اس قلعہ زمیں کو مشرف و مکرم بنا دیا ہے اور خدا کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں سے جس شے کو چاہے فضیلت دیکر محکم و مکرم بنا دے ایسے کہ وہ فاعل مختار اور تمام چیزوں کا علی الاطلاق مالک ہے۔ خدا نے کعبہ کا بیت اللہ یعنی خدا کا گھر نام رکھا ہے اگرچہ خدا کو مکان کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ وہ اس سے بالکل پاک و منزہ ہے لیکن اس تعین سے مقصود یہ ہے کہ نمازی کا دل خدا سے عرض و معروض کرتے وقت یکجا رہے اور اسکو جی کو اس بات کا اطمینان ہو جائے کہ خدا کی طرف متوجہ ہونے کے اعتبار سے اسے تمام جہتوں میں سب سے افضل اور نہایت ہی مناسب جہت اختیار کی ہے جس سے اسے اس کی دعا حاضر و مقبول ہو جائے گی پس یہاں سے یہ بات بخوبی ظاہر ہو گئی کہ نماز اور جو کچھ کہ نماز میں مثل رکوع و سجدہ وغیرہ کے پایا جاتا ہے اگرچہ اسوقت منہ کعبہ کی طرف رہتا ہے لیکن اس سے مقصود جناب باری تعالیٰ ہی ہے کعبہ ہرگز مقصود نہیں ایسے کہ جو شخص بوجھ اپنا ہی رکھے اپنے سجدہ سے غیر خدا کو قصد کرے اسکی نسبت شریعت کفر کا حکم دیتی پس اس عبادت سے کعبہ کی مقصودیت کا گمان کرنا نہاد صحت کی ناواقفی پر مبنی ہے۔

پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ نماز خدا کی تعظیم و تکریم سے شروع ہوتی ہے اور اس سے مقصود منہ کا اٹھ کر کعبہ کی طرف اور اسوقت نمازی اگر مرد ہو تو اپنے کانوں تک ہاتھ اٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اٹھاتی ہے اسے اسکا کہہ سکتے ہیں اول تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے طرح بارگاہ شاہی میں گویا تحییت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ منہ کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اسکا مونڈھ جسکے سامنے وہ حاضر ہوئے کہ وہ تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مونڈھے کے سوا خواہ وہ دیو یا مخلوقات ہوں یا مفروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کر کے اسکے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں

نماز کے کعبہ سے شروع ہونے اور شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھانا کی حکمت

کے اٹھائیسے ہی رسی بات کی تاکید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کو سنے سمجھتا ہے جو اس کے سامنے ہو ہاتھ کھینچتا ہے گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہے کہ خدا کے سوا تمام اشیاء اسکی آنکھوں کے روبرو حاضر ہیں اور یہ کہ خدا جل جلالہ سے بڑا ہے وہ ان سے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ کہنا ہے کہ میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہیں لیتا اسی کو اختیار کرتا ہوں اور تو میں اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑے دیتا ہوں میں تو اسی کی بارگاہ عالی میں حاضر ہونے کا بچتہ قصد کر چکا ہوں کہ خلافت بجالے گا توں تک کے عورتوں کے شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اپنی جی کو قابو میں رکھنے پر قادر ہونے کے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے گویا کہ مرد و عورت دونوں اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں علاوہ بریں عورت کے لیے محض شانوں ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھ جائے میں اس کے پردہ کی ہی رعایت ہو جاتی ہے۔ ہر بندہ تکبیر کہہ کر غلامی طرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھ کر ہر اہم وجہ اس کے نظر سے کہ زمین کی طرف لگی ہوئی ہے دو نو قدم برابر رکھے میں نہ کوئی عضو ہٹنے پاتا ہے نہ اوپر نہ دہر چمکتا ہے۔

اس کے بعد وہ نادر شروع کرنے کی دعا پڑھتا ہے جس میں پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برات بیان کرتا ہے۔ پھر اسکی تعریف کرتا ہے اسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اسکی سلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اسکی وحدانیت کا مقرر ہوتا ہے اسکو یوں سمجھیے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض کرنے کے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہیں جیسے اسکی عظمت ظاہر ہو اسطرح خدا سے بھی عرض کرنے کے وقت اسکی رعایت کی گئی پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی میں حاضر ہونے کے وقت آداب بجالاتا ہے اور یہ دعا گداز کر نیے پہلے بمنزل القاب ذکر کرنے کے ہے پھر چونکہ انسان شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اسے یہی فکر رہتی ہے کہ کس طرح اس کے ولیوں و سوسہ ڈاکر خدا سے عرض و معروض کرنے میں جی نہ لگنے دے اور اسے پریشان کر دے ایسے شیطان کی عداوت سے بچنے کے لئے عموماً بایں شیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنی میں اس مرد و شیطان کے شر سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہوں۔ اس طرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کے لئے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اس کے دل کو سہارا ہو جاتا ہے اب خدا سے عرض و معروض کرنے کا وقت آچکا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھ کر سورۃ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اس کے پڑھنے سے جن امور کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ پہلے تو وہ خدا سے توسل حاصل کر نیکی کے لئے نہایت ہی شریف و وسیلہ کو ذکر کر کے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اسکا نہایت ہی با عظمت اسم مبارک ہے کہ اس کے سوا کوئی اس کے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جس کے اعتبار سے اسکو اس بات کی نہایت اعتلاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اسکو طرہ طرہ کی نعمتیں عنایت کرے کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کی جاتی ہے۔ ایسے وہ اپنے رب کی تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ جن درجہ یعنی بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اسکی دعا مقبول ہونے کے لئے سوائے خدا کی کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت اور اسکی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اس کے پرورش کرنے کے احسان کو کہ جو ابتدائے پیدائش سے برابر عہ اور وہ دعا یہ ہے سبحانک الہم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جودک ولا اله غیرک ۱۲ مترجم عہ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت ہے ۱۱ مترجم عہ یہ الحمد للہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

فانک لہم اجر
اور عموماً بایں
الہم کے شروع
نماز میں پڑھنے
کی حکمت ۱۱

ف
بسم اللہ الرحمن
سورۃ فاتحہ
کے اشارات
کی تفصیل اور
آیت کے معنی
۱۲

اُس پر ہوتا رہا خیال کر کے اُسکی ذات عالی کی جو کہ تمام اعلیٰ سے اعلیٰ محمد گلی شایاں ہے تعریف کرتا ہے اور اُس کے کامل احسان کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اُس کو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھ کر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ دیکھ کر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اُمتِ نعت کی بقدری کرتے ہیں اور اُسکا کمال حقہ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اُسکا ہی انہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کی طرف متوجہ ہو کر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ مروت کر کے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہو سکتا۔ اور یہ خیال کر کے کہ بعض لوگ ایسے ہی پائے جاتے ہیں کہ جب اُن پر احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترنے لگتے ہیں اور جب تک کہ اُنکے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُن کی تادیب نہ کی جائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ایسے اُنکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و غیرت کے دن کا بادشاہ اور ملک ہے پس جسطرح کہ بندہ کو خدا سے انتہاءِ جبر کی امید کرنا چاہیے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ اُس سے ڈرنا ہی زیادہ رہے۔ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اُنکی خدمت کا اہم ترین شکر ادا کرنا پیش کرتے وقت و ضروری امور کا خیال ادا کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے ایسے اپنے اُن موصد بہائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جن میں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کر کے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ اُنہیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اُسکی عبادت ہی خدا کی درگاہ میں مقبول ہو جائے۔

دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے مشرک ہی ہٹیرائے ہیں۔ ایسے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لیے عبادت کا انحصار معلوم ہو پھر جب اس موقع پر اُسکی نظر اپنے حال کی طرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اس وقت وہ کچھ کہہ سکتا ہے جبکہ خدا اُسکی مدد کرے اور اُسکے کاموں کو درست کرے اُسکے دل میں اُسکی رغبت پیدا کرے اور سارے موانع دور کرے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے۔ ایسے وہ اُس سے اسطوریہ مدد کا طلب گار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اُس سے مطلوب نہیں۔

پھر فصاحت کا خیال کر کے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ بہت سی کے ساتھ کیے جائیں اور اُس میں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہِ رست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔

اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں بعض تو وہ جنہوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہِ رست کو پایا اور اسطرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض اُن میں کجروی کو دخل دیکر خدا کے مورد غضب بن گئے اور بعض نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اسطرح سے حق سے ہٹک گئے پس نازی کو راہِ رست کی درخواست کے بعد یہ رغبت ہی پیدا ہوئی کہ یہ بھی

عہ ۱۰ الرحمن الرحیم کی حکمت ہے ۱۱ ترجمہ عہ ۱۰ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ ترجمہ عہ ۱۰ ایک نعت دوا یا لستعین ۱۳ ترجمہ عہ ۱۰ ابنا اصلہ المستقیم کہے کی حکمت ہے ۱۴ ترجمہ عہ ۱۰ صراط الذین نعت علیہم سے مراد ہیں ۱۵ ترجمہ عہ ۱۰ غیر لغضب علیہم سے مراد ہیں ۱۶ ترجمہ عہ ۱۰ ولا الضالین سے مراد ہیں

انہیں لوگوں میں سے ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کر کے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ اس ذریعہ سے یہ
 بھی ان کے اذکار و ثمرات سے خوشہ چینی کر کے بہرہ یاب ہو سیں یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کے لیے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیے
 کہ جو اسکو راہِ راست سے آگاہ کرے اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دے پس گویا ماری یون
 کہتا ہے کہ اسے رب میں اپنے موجد بہائیوں سمیت تجھے اسی فرقہ کی راہِ راست کا طالب ہوں جس پر تو نے عقیدہ اور عمل دونو
 کے درست ہونے کی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انہیں کے زمرہ میں داخل ہو کر انکی نیک محبت کی برکت سے
 کامیاب ہو جائیں اور ان لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جنہر اسوجہ سے کہ انہوں نے بڑے عمل کے بغیر ہنگامہ سوا یا جو غلط
 عقیدوں کی وجہ سے راہِ راست سے بہک گئے اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رہ کر کہنا کہیں ہم بھی اسی
 آفت میں نہ مبتلا ہو جائیں اور پھر انہیں کی طرح حکو بھی نقصان اٹھانا پڑے اب وہ مقبولیت کی درجہ است پر اپنی اس دعا کو ختم
 کرتا ہے چنانچہ اسی لیے وہ اس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے یعنی اے رب اب ہماری دعا کو قبول کر لے کیونکہ تو نے تو اپنے رسول
 کی زبانی مجھے وعدہ کر کے میں اُمیدوار بنا کر کہلا رہا ہوں اور تیری توحید ہی ہے کہ دعا کر رہا ہوں کی بہت جلد میں لیا کرتا ہے
 پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ جب طبیب سے کوئی شخص علاج کرتا ہے تو اس کے لیے وہ جو دوا تجویز کر دیتا ہے اسکو استعمال کرتا ہے
 اور اس کے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے اس طرح یہاں بھی سمجھے کہ بندہ کا خدا سے راہِ راست کی رہنمائی کا طالب
 ہونا گویا کہ اپنے بجا اعمال اور بڑے عقیدوں کے امراض کے لیے دوائے شافی مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اس کے
 جواب میں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تیار آخلاق یہی ہے کہ تم میرے کلام کی تلاوت کرو اور میں سے جو کچھ پڑھو اس سے تمکو
 شفا حاصل ہوگی کیونکہ یہی کلام یہی شافی دوا ہے کہ جس سے فسق و شرک و ریالک جسد کہنہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت
 حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ آمین کافی طور پر لائل بیان ہوئے ہیں پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھو گے تو
 تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائے گی اور تمہارا مرض زائل ہو جائیگا۔ اسوجہ سے لازمی بعد سورہ فاتحہ کے کہ جو ہرگز
 مرض بیان کرنے کے تہی اپنے طبیب کی بتلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے توڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے اب
 اس دوا کو استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھ کر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقعیت و شفا حاصل
 کرنے کے لیے اپنے آپ کو اپنے مولے کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت
 میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے ہی اپنا عجز ظاہر کرنے کے لیے اپنے مولے کی طرائق بیان کرتا ہوا اسکے سامنے جھک جاتا
 ہے اور اسی کو رگوں کہتے ہیں۔ بہرہ وہی حالت میں اپنے باعظمت مولے کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جس کے سب محتاج
 ہیں باکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اس نے اپنی ہیئت سے ہی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار
 بھی کر لیا۔ اسکی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کر کے اپنے سید ہاکمرا ہو جاتا ہے۔ جسے کہ دوا
 شافی عنایت کر کے اس پر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اس طرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور
 اسکا مالک بہت ہی بڑی حکمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی سننا بھی ہے اور اسکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو
 اسکی تعریف کرتا ہے وہ اسے ہی سن لیتا ہے پس اسی وجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلاسنے کے لیے وہ سبح اللہ من حمدہ کہا کرتا

داعیہ کے ساتھ
 قسم سوا کی
 حکمت ۱۲

ف
 رگوں و تہرہ اور
 جو کلمات تہرہ
 شروع ہوا
 اسکی حکمت ۱۲

یعنی جو خدا کی تعریف کرتا ہے خدا کی سن لیتا ہے۔ اور پروردہ اپنی تعریف و حمد اللہ ربنا کمال اللہ کا کہ پیش کر دیتا ہے۔
 اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور وہ اگر ایک ہی اطاعت اور عاجزی کرتا رہے۔
 بھی سرحصلوں میں سے ایک حصہ ہی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا پس اس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے
 رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پر میں کوئی کام
 کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان و نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن پہلا تجربہ
 بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑا تجربہ مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو تیرا
 ہی شریف اور باعزت ہے اور پروردہ میرا چہرہ ہے تیری عظمت و جلال کی تعظیم کرنے کے لیے زمین پر تیرے سامنے رکھ دوں اگرچہ
 میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی و عظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ ہو جائے گی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے
 مولے کی تعظیم کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اس کے سامنے زمین پر رکھ دیتا ہے اور سجدہ
 میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اسے یہ حالت اپنے مولے کی تعظیم کی غرض سے اختیار
 کی ہے جو سب بڑوں سے بڑا ہے اس لیے وہ سچا رقیب الہی کہنے لگتا ہے یعنی میرا رب جو جملہ چیزوں سے عالی ہے تمام
 عیبوں سے پاک ہے اور بہر یہ خیال کر کے کہ اگر وہ تمام عمر ہی خدا کے سامنے عاجزی کرتا رہے جب ہی اس کی تعظیم کا پورا پورا
 حق ادا کر کے سجدہ و ش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیتا ہے گویا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ
 اس کی عظمت و کبریائی کے سامنے تمام لوگوں کی تعظیم و تکریم سچ ہے اس کا کمال حق کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا پر سجدہ سے
 سر اٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف و بزرگی کی حالت تھی اور ابھی تو اس مقصد عالی سے
 میرا مدد حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بیعتی کی وجہ سے ایک سجدہ ہی نہیں کیا تھا خدا کا لشکر
 ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا ہے کچھ شیطان کے خلاف ہر اس بارگاہ عالی میں اپنے مولے کی عظمت ظاہر کرنے کے
 لیے سر کو سجدہ میں رکھ دیتا ہے اب بعد اسکے سجدہ سے سر اٹھا کر نماز کے بقیہ اعمال و افعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا
 اور کسی طرز سابق سے جس کی طرح کی کمیتیں اور راز پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے لیے ہوتا ہے اگر ان سب کا کیا
 کیا جائے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پروردہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کے لیے
 اس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہو کر غلاموں کی طرح باادب و دوزانہ بیٹھ جاتا ہے اور اپنے مولے کے حضور میں جو کہ
 و آسمان کا مالک ہے انھیات بند و صلوات و لطیفات کہ کبریت و سلام عرض کرنے لگتا ہے بیک سیطر سے جیسے کہ سنا
 دربار سے باہر آتے وقت آداب بجا لایا کرتے ہیں اب وہ رسول مدظلہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اس کو
 اس بارگاہ عالی میں یاریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپ کے لیے برکت و رحمت کی دعا کرتا ہے
 اسی لیے اس موقع پر سلام علیک ایما اپنی دوستی اور برکات کہتا ہے پھر اسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے
 اسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اس کو اور اس کے محمد ہائیوں کو امن و امان میں ہی رکھے پس وہ اللہ
 اکبر اس غربت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے پھر اسے اپنے کون ہائیوں کی یاد آتی ہے جنہی عبادت کے ساتھ ملا کر اس نے اپنی

من
 سجدہ اور
 اس کے متعلق
 کی حکمت ۱۲

من
 قضا و خیرہ کو
 جن چیزوں پر
 خوش ہے
 سب کی حکمت ۱۲

عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اسوجہ سے اُنکے احق اُسکے اور کسی قدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ خدا نے جو کچھ نعمتیں انہیں دی تھیں اُنکے لیے ہی حفاظت کی دعا کرتا ہے اور وہ عباد اللہ الصالحین کو اور بڑھا دیتا ہے ہر گویا کہ یہ بات اُنکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ نعم حقیقی خداوند تعالیٰ ہی اور اس بھلائی تک جسکے ذریعہ سے رسائی ہوئی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یقیناً ہر نبی شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اٹھا کر اسی یقین کی طرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قبول و فعل جملہ اعتبار سے موجود بن جائے اور اس میں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جاسکتا ہے جو احسان و انعام کرنے کے اعتبار سے ہی فرو ہو۔ اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خدا کی معبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے۔ اور شہدائے لالہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبده و رسوله کہتا ہے۔

اب اسکا اسباب کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے بدلے میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور اُنکے گھر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کر کے کہ اُسکو خواہ و نبوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف احتیاج ہے ایسے اپنی حاجتوں کے لیے بھی درخواست کرتا ہے۔ اب چونکہ اسباب کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے باہر اگر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش و غیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اُسکے ذمہ ضروری کر دیا ہے کیونکہ اُسے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہو کرتے ہیں اور وہ اشیاء بذریعہ اپنے سبب ہی کے حامل ہو کرتی ہیں۔ ایسے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو اسی طرف رہنے دیتا ہے اور فقط جہرہ اور ہر ہر پیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھ کو ضرورت نہ پیش ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبھی جدا نہ ہوتا اور اسکی جبرائی کا حد نہ نہ اٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں سے بہرہ یاب ہوا ہوں اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرتا۔ اس سے دعا مانگتا۔ اُسکی تعظیم کرتا۔ اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا عاجزی اور فروتنی ہے پیش آنا نہیں۔ اب وہ اپنے سلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جتنی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کہہ کر متوجہ ہو جاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔

پھر چونکہ انسان جب سو کر جاگتا ہے تو گویا وہ مرکز زندہ ہوتا ہے کیونکہ سونا ہی اس اعتبار سے کہ آدمی کے حواس احساس کرے معطل ہوتے ہیں مرنے ہی کی شکل ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ خدا نے اُسکو اس حالت سے جو موت کے مشابہ ہے اٹھا کر کیا ادا اپنے کاروبار میں ہاتھ پیر لانے اور دماغی قوت سے کام لینے کی وجہ سے جو کچھ اُسکی قوتوں میں ضعف ہو چلا تھا اس مفید سے اُسکی تلافی کر دی کہیں تو وہ بالکل تھکا ماندہ سو یا تھا اور اُسٹنے کے وقت اسکا سارا کسل دور ہو گیا طبیعت خوش اور نشاط ہو گئی علاوہ اسکے خدا نے اُسکو سونے کی حالت میں تمام موزی چیزوں سے بھی محفوظ رکھا اور اسکا کما نا بخیر ہی مضمون کر کے اُسکو یہی عجیب و غریب صورت سے جسکے سمجھنے میں عقل چکر میں آ جاتی ہے جزو بدن بنا دیا اور اُسکو اسکا تہہ ہی نہ لگا کہ فعل انہضام نے کیونکر انجام پایا اور اس سے اُسکو کیا کیا فائدہ پہنچے اور کون کون سی مضر چیزیں فتن ہوئیں اُسکی غایت دجہ کی کوشش تھی

ف
نامہ جو گمان نہ کر
انکے خاص
نامہ افکار
میں ادائیگی
جائے کی
حکمت ۱۲

کہ اُسے کسانا ٹکڑے میں پہنچایا تھا اور اس طرح سے اُسے کمانے کی لذت حاصل کر لی تھی اسکے بعد ہضم و طبع کا خیال ہی اُسکے دل میں نہ گذرا تھا صرف ان فوائد پر کیا موقوف ہے فائدہ سے اور یہی بہترین فائدہ حاصل ہوتے ہیں اور خدا کی کتنی ہی بیشمار نعمتیں ہائی جاتی ہیں کہ جو سب تحریر و تقریر میں آئی نہیں سکتیں ایسے اُسکے ذمہ یہ بات ضروری ہو گئی کہ بیدار ہونے کے ساتھ ہی خدا کا شکر ادا کرنے کی غرض سے نماز پڑھے چنانچہ وہ اسی وجہ سے صبح کی نماز ادا کرتا ہے پر جب ادا ہون لگتا ہے اور خدا کے اُسپر بڑے بڑے احسانات ہو لیتے ہیں مثلاً یہ کہ خدا زمین کو تاکہ اُسے اپنی معاش کی راہیں صاف نظر آئے لگیں روشن کر دیتا ہے اُسکے حواس کو تقویت پہنچا دیتا ہے جنگے ذریعہ سے وہ نافع اور مضر چیزوں میں تمیز کر لیتا ہے اُسپر کسب معاش کے ذریعے آسان ہو جاتے ہیں اُسکو غذا مل جاتی ہے کوئی کما تک بیان کرے اسکے علاوہ بھی بے انتہا احسانات خدا کی جانب سے اُسپر ہو لیتے ہیں اُسوقت بھی اُسکے ذمہ خدا کا شکر کرنا لازمی امر ہو جاتا ہے پس وہ ظہر کی نماز ادا کرتا ہے پر جب دیکھتا ہے کہ دن چلنے لگا اور ختم ہونے کے قریب آگیا اور اس عرصہ میں خدا کے بڑے بڑے احسانات اُسپر ہو چکے اور اُسے اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اپنے مکان کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا تو اُسوقت بھی اُسپر اس خدمت کی بجا آوری واجب ہو جاتی ہے اور پھر وہ عصر کی نماز ادا کرتا ہے اسکے بعد جب دیکھتا ہے کہ دن ختم ہو گیا اور رات آ پہنچی جس میں کہ اُسے راحت نصیب ہوگی اور یہ بات نہ ہوئی کہ ہمیشہ دن ہی رہتا جس میں اُسے راحت و آرام کرنے کا موقع ہی نہ ملتا بلکہ وہ خیر و خوبی ختم ہو گیا تو اُسپر اسوقت بھی یہ امر ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی عبادت کی طرف ہر سوجھ بوجھ سے جو کہ اسکے لیے عین سعادت کا باعث ہے پس نماز مغرب ادا کرتا ہے پر جب چاروں طرف تاریکی چھا جاتی ہے اور سوئچکا وقت آ پہنچتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ جو نعمتیں صبح سے لیکر اب تک اُسپر ہوئی ہیں اُنکا شکر ادا کرے گا اور جو کچھ عبادت اُس نے کی ہے اُس سے سوجھوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہوا اور دیکھتا ہے کہ خدا کا اسوقت کو پیدا کرنا بھی کہ جس میں بہت اچھی طرح سے آرام کیا جاسکتا ہے اُسکی بیشمار نعمتوں سے ایک بہت ہی بڑی نعمت ہے اذکر وہ بھی اُسمحالت میں جبکہ اُسے کسی کا غم نہ ہو اور اپنے مکان میں رہتا ہی نرم بچھونے پر اُسے آرام کرنا نصیب ہو پس وہ عشا کی نماز ادا کرنے لگتا ہے تاکہ خدا کا جو کچھ شکر ادا ہو سکے اُستہا ہی ادا کرے پورے طور سے شکر ادا کر کے سکند و ش ہو جائے تو ساری عمر صرف کرنے پر ہی مگن نہیں ہے چاہے وہ ہزار عبادت کرے رات و دن بلکہ ہر لمحہ عبادت ہی میں مصروف رہے لیکن اُسکی عظمت و بیشمار نعمتوں کے مقابلہ میں ہمیشہ عاجز اور قاصر ہی سمجھا جائیگا پھر دیکھئے کہ خدا نے اوائے شکر کے لیے جو نازیں ضروری پڑائی ہیں تو اُس شخص کے لیے جو مسافر نہ ہو نہیں سکتیں ہیں وہ دن کو اور وہ رات کو اور مسافر کے لیے تخفیف کر کے جو وہ کعبتیں کر دی گئی ہیں چہ دن کو کیونکہ یہی سفر میں زیادہ چلنے کا وقت ہے اور آٹھ رات کو کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں مسافر ٹھیک کرتا ہے ان چوقتی نمازوں کے ساتھ کچھ اور نازیں ہی مقرر کی ہیں کہ جو واجب تو نہیں ہیں لیکن شارع علیہ اسلام نے اُنکے ادا کرنے کا اس غرض سے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کہیں فرض نمازوں کے ادا کرنے میں کچھ نقصان رہ گیا ہو تو اُنکے ذریعہ سے وہ پورا کر دیا جائے اور ایسی نمازوں کو سنت کہتے ہیں اور ماہ رمضان کی طرف خاص توجہ کر کے اسیں نیتیں کعبتیں سنت علاوہ اُنکے اور مقرر کی ہیں تاکہ اُسکی نمازوں کی اور زیادہ تکمیل کر دی جائے یہ تو چوکا اگر ابھی ان نمازوں میں اور غور کیا جائے تو بے انتہا فائدے اور کھیتیں نظر آئیں گی مثلاً

اُسے لوگوں کے نفوس جہذب ہوتے ہیں خصوصاً جابروں اور متکبروں کے نفوس جو کہ وہیں سے اپنے دامنوں کے چھو جائے
 ہی ناک پڑھاتے تھے اور اس سے ہی انہیں عار آتا تھا چہ جائیکہ وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھیں۔ خدا کے سامنے عاجزی کرنے کی
 عادت پڑتی ہے۔ غافلوں اور اُن لوگوں کو جو کہ دنیاوی تکفلات میں اپنے کو کہاتے ہیں وہی بہانہ سے اپنے پیدا
 کر نیوالے اور اپنے گنہگار کی یاد آجاتی ہے۔ کیونکہ اگر وہ اس خدمت گزاری کے لیے اپنے پروردگار کے سامنے نہ کھڑے ہوتے
 اور اس امر کی اطاعت اُنکے ذمہ ضروری نہ کرو چجاتی تو دن تو دن سالہا سال تک ہی بعضوں کے خیال میں یہ بات نہ لگتی
 کہ اُنکا کوئی خدا ہی ہے جسے انہیں حساب دینا ہو گا اور وہ اُنکی حرکات و سکنات سے بخوبی واقف ہے اور اس امر کی شہادت
 کے لیے یہ کیا کہ ہے کہ یہ لوگ اب بھی اس غفلت میں پڑ کر طرح طرح کی مخالفت کا سبب بنتے ہیں اور تمام فسادات کے باعث
 ہوتے ہیں علاوہ بریں ناز کے وقت از سر نو توبہ کرنی ہی نصیب ہوتی ہے اسی موقع سے اس راز کا بھی پتہ لگتا ہے کہ ناز
 بندہ کو اُسکے پروردگار سے ملانے کا کیونکر ذریعہ ہے اور بے شرمی کی باتوں سے کیسے باز رکھتی ہے جیسا کہ قرآن شریف
 میں ناز کی نسبت واقع ہوا ہے۔

اب کیجئے جماعت سے نماز پڑھنے اور تمام اعمال ناز میں مقتدیوں کی اپنے امام کی اطاعت کرنے کا سختہ سنبھلے اور وہ یہ
 کہ لوگ اپنے سردار کی تابعداری اور پیروی کے عادی ہو جائیں جیسا کہ ہم سرداران لشکر کو دیکھتے ہیں کہ وہ فوجی لوگوں
 سے ایسے کاموں کی خوب مشق کرایا کرتے ہیں جنکی نسبت اُنکا یہ خیال ہوتا ہے کہ میدان جنگ میں وہ اُنکی بخوبی رعایت نہ
 کر سکیں گے اور اس سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ فوجی سپاہی اپنے سپہ سالار لشکر کے حکموں کی تعمیل کرنے کے عادی بنیں
 اور اس سختہ کو فارسیوں کے سپہ سالار سرعم نے خوب ہی سمجھا تھا جبکہ اُس نے صحابہ کو دیکھا کہ اپنے پیشوا کے چہرے نماز پڑھنے
 میں اور ساری حرکات و سکنات میں اُسی کی پیروی کرتے ہیں چنانچہ اس موقع پر عمر رضی اللہ عنہ کی نسبت جو کچھ اُس نے کہا
 وہ تاریخ میں بخوبی مذکور ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ اوقات نماز میں مسلمانوں میں باہم ملاقات ہو جاتی ہے اور اس طرح سے
 آپس میں محبت و ہمدردی کے سلسلہ کو نہایت استحکام ہوتا ہے اسی لیے اس امر کی اور باتوں میں بھی رعایت مد نظر رکھی
 گئی ہے اور یہ کام اس طور پر انجام پاتا ہے کہ ہر محلہ کے لوگوں کے لیے یہ امر مناسب قرار دیا گیا ہے کہ اپنے محلہ کے
 میں پانچوں وقت نماز پڑھنے جا یا کریں اسی طرح ہر شہر کو بھی چاہیے کہ ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے جامع
 میں جمع ہو جا یا کریں۔ یہی عید الفطر و عید اضحیٰ کی نماز اُسکے لیے شہر تو شہر اُس کے قرب و جوار تک کے لوگ بھی سال میں
 دو بار جمع ہو کر ملتے ہیں علاوہ بریں سارے عالم کے مسلمانوں پر یہ بات لازم کر دی گئی ہے کہ انہیں سے خدا جن کو مقتدر
 دے وہ تمام عمر میں کم سے کم ایک مرتبہ تو ضرور ہی حج کے لیے جمع ہو جا یا کریں چنانچہ حج کے بیان میں اسکا ذکر آتا ہے
 اس شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنیوالوں کے لیے ان دینی محبوبوں سے بعض بعض میں یہ بھی مقرر کیا ہے کہ اُنکا شہر
 لوگوں کو مخاطب کر کے خطبہ پڑھے یعنی اُنکے سامنے کچھ تقریر بیان کرے جس میں اُنکو نصیحت کے مضامین سنائے نازیبا
 امور سے زہر و توہین نہ کرے اور جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پاس سے اُنکے لیے لائے ہیں اُنکی اُنہیں یاد دلانے

منہ
 جماعت سے
 نماز پڑھنے
 اور جماعت
 میں ہر
 عبادت میں
 جمع ہو کر
 عکس

منہ
 خطبہ کی
 حکمت

اور ان لوگوں پر ضروری ہے کہ خاموش ہو کر گوشِ اُلس کو سنتے رہیں چنانچہ آپ دیکھتے ہوں گے کہ وہ لوگ اس وقت کے جب چاہ گھٹنوں کے بل سر ہکا بٹے بیٹھے سنا کر رہے ہیں نہ کسی کو حرکت ہوتی ہے اور نہ انہیں سے کسی بات کی خبریں کے لیے کوئی تاکیاں بجا نکلتی ہیں اور نہ کسی امر کے قیام ثابت کرنے کے لیے ڈنڈا کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ انہیں یہ بات یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ خطیب شریعت کے خلاف کچھ نہیں بیان کرنا چاہیے کہتا ہے انکی مشریت کے موافق کہتا ہے ہاں بالفرض اگر وہ شرعی حدود و سببہ قورم باہر نکالنے لگے اگرچہ ایسا کسی واقعہ ہوا نہیں کرتا تو سب کے چاہیے کہ اسکی بات تسلیم نہ کریں اور ہر اُسلے واوسنے کو اس بات کا اختیار دیا گیا ہے کہ اس کے قول کی تردید کر دے۔

چونکہ نادین کثرت سے فائدے پہنچاتے ہیں اسی لیے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے جس کے ترک کرنا دل کی بہت سختی سے مخالفت کی گئی ہے اور وہ دنیا اور آخرت دونوں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھہرا گیا ہے یہاں تک کہ نماز کا ترک کرنا ہی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے اس وقت سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہو جاتی ہے جو نماز کے بارے میں بے پروائی کرتے ہیں چونکہ کابلی نے انہیں گمراہ کیا ہے یا شیطان کا ان کے دل پر رونا تسلط ہو گیا ہے جسکی وجہ سے انہیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغرور کو جو ترک پرست کو سب سے پیش ہے اور اپنی نادانی کی وجہ سے اس کے ترک کرنے کی وہی تباہی وہیں نکالا کرتے ہیں اور محض اس قدر کیا کرتے ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کابلی کی کیا پروا کرتا ہے اسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اسے نادانوں سے تمام چیزوں سے بے نیاز ہو گئے یا نہیں ان فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا ہی حاجت باقی نہیں ہے نہیں خبر ہی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کے لیے نماز پر مقرر نہیں کی اسکا تو مقصد یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو چاہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی پاؤ سے بالکل مستغنی ہو گئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اس کے سامنے الذمیر نہ تو بہ کرنی اور اسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو وہ چاہا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں ان فوائد کی ہی پروا نہیں ہے جو بیکار نماز یا ہم اپنے بہائیوں سے مخالفت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے تمہیں ہمدردی قائم ہوتی ہے اس کے علاوہ ہی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کس طرح خیال نہیں کر سکتا کہ تم ان سب باتوں سے بے نیاز ہونے کے قائل ہو جاؤ گے ہاں اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا انکا نادانی سے اس کے ہی قائل ہو جاؤ تو بات ہی دوسری ہے اس وقت میں انکو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انشاؤیت کے زمرہ میں شمار ہو سکے۔

ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل ان بیماریوں کی سی ہے جیسا کہ کوئی خیر خواہ طبیب کوئی نافع دوا بنا کر اس کے استعمال کا حکم کرنا نہ اور وہ طبیب سے یہ کہہ کر اس کے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپ کو کیا فائدہ ہو گا آپ کو تو اسکی کچھ ہی حاجت نہیں ہے گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل جو یہ نہ کہہ سکتا ہے کہ ان بیماریوں کو ہی ضرورت نہیں ہے یہ ہی اس سے بے نیاز ہو گئے ہیں ہرگز نہیں پس صاف ہی سمجھا جائے گا کہ بیماری کچھ

منہ
نماز سے فائدہ
اور جو لوگ
اس سے بھی
چاہتے ہیں
اس کے فائدے
معلوم نہیں
انکی تہذیب
مگر وہی تباہی
خواروں کا
مستقل جہاں
۱۲

منہ کی عقل جاتی رہی ہے اور نہ بیان یک ہے ہیں۔

نازک کر کے اس کے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیے کہ تم نازکیوں نہیں پڑھتے اگر اسوجہ سے ناز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فاسد عقلوں میں وہ قبیح معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو ناز کے بارے میں منہ گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھ کر اور کونسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھی خیر خواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تم سے اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کالی کی وجہ سے منہ ناز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی ہی کالی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو پہلا سوچو تو یہی کہ دن رات میں چومیں گئے ہوتے ہیں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف ناز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ منہ اد نہیں کیجانی حالانکہ انہیں کچھ بہت زمانہ ہی نہیں لگتا ساری نازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹہ صرف ہو جائیں گے اور بس تو کیا یہی عقل مند اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیں گھٹنے تک دنیاوی مفاد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر ہی صرف ایک یا دو گھنٹہ صرف کر کے دینی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کالی کے مارے اتنی دیر یہی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

پہلا بلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیر خواہی کرتے ہو یہی تمہاری ان عقلوں کا نتیجہ ہے جسکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انہیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے۔ جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کر رہے ہو تو تم سے پہلائی کی کون امید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بن جاؤ تو تمہارے انصاف کی کس قدر ضرورت ہو سکتی ہے۔ اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اس حافط پر کسے اطمینان ہو سکتا ہے اور یہی وقت کہ منہ اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے ہائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں ناز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اس کے ادا کرنا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے ہی شرم نہیں آتی جیسا کہ یہ قول تھا کہ ناز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور و شور سے دعوے کرتے ہیں اور ناز پڑھتے ہیں انکی جان ٹھکتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے ناسمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر کوئی عقل مند ہی نہیں بڑے صاحب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں ناز کا ذکر آیا اور بچوں کی مسمی باتیں کہنے لگے اسوقت انکی ساری عقل مند جاتی رہتی ہے ناز کے فائدے انکو نظر ہی نہیں آتے انھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری سمجھ میں تو اسکی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں آتی کہ انکو خاص کر ناز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے جنون کی بتیری قسمیں ہیں ایک قسم یہی ہے۔

ان لوگوں کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو ٹھٹھے عقلیں سمجھے جاتے ہیں اور جب انکے سامنے کچھ شیخی والے ناز پڑھنے لگتے ہوتے ہیں تو وہ لوگ ناز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاجل سے شیطان بھاگتا ہو اس عقل مند پر یہی

فرومانگی کی باتیں شرم شرم ایسے نادان کی سمجھ میں کیا اتنا ہی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اسنے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کرے گا اسکی نظروں میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کرے گا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کی جائے یا اسکو عدول سمجھا جائے بالکل اسنے دھج کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اسے اطلاع نہیں اسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کسمپختی نے کبھی رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی بڑھا تا ہے اس بے نمازی شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے مسلمان بھائی اگر کسی وجہ سے اسکی اس ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا مبادل میں اسکو وہ نہایت ہی بڑا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی جرح سے الفاظ سے اسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اناتیرہ و اتالیکیہ راجعون ہیں چنانچہ ہر برس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے اسلام کی پیروی کرنے والوں میں سے اس شخص پر جو مالدار ہو ذکوۃ دینا واجب قرار دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ سال ہر میں ایک مرتبہ اپنے مال کا تھوڑا سا حصہ محتاجوں کو دید یا کریں تاکہ انسانی خصوصیتیں اس سے نہ جاننے پائیں لوگوں کے ساتھ شفقت اور ہمدردی کرنے کا حق ادا ہو تا رہے بخل کے عیب سے لوگوں کے نفوس پاکیزہ رہیں۔ پھر جو یہی یہ کہ شریعت نے اتنے سے قلیل مال کے دینے پر بہت بڑے ثواب کا وعدہ کر کے امید دلائی بنا دیا ہے اور ذکوۃ کی مقدار مقرر کی ہے ہمیں یہ بات مد نظر رکھی گئی ہے کہ کسی پر اسکا ادا کرنا گراں نہ گزرے اس سے مال میں کچھ ایسی کمی بھی نہ آنے پائے اور اگر اتنی ہی مقدار کے ادا کرنے کی پوری پوری پابندی کی جائے تو لوگوں کی حاجت برآری بخوبی ہو جائی کرے اور محتاج نہ بچو بڑے نہ ملیں۔

ذکوۃ ادا کر نہیں جہاں یہ دو فائدے پائے جاتے ہیں کہ حاجت مند کی کار برآری ہوتی ہے اور دولت مند کا نفس پاک ہوتا ہے اور بے دود و فتنہ کے ساتھ جسکا کہ اسنے درجہ کے اخلاق میں شمار ہوتا ہے اُفت پیدا ہوتی ہے وہاں اسبات کا ہی امتحان ہو جاتا ہے کہ وہ کچھیں ذکوۃ دینے والے کو خدا کی کتنا تک محبت ہے کہ محض اسکی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے مال ایسی محبوب شے کو وہ اپنے پاس سے جڈا کے دیتا ہے اب اس موقع سے ایماندار کو ضرور پتہ لگ گیا ہو گا کہ ذکوۃ ساقط کرنے کے لیے جیلا باری کرنا خدا کے نزدیک کبھی مقبول نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں ذکوۃ دینے سے جو دونوں فائدے مقصود تھے وہ فوت ہو جاتے ہیں پہلا بتلایئے کہ جب صاحب مقدرت کے ہاتھ سے کچھ نکلے ہی گا نہیں تو کیونکر کسی سچا رہے کی کار برآری ہو سکتی ہے یا خود وہ دو مند مرض بخل سے کیونکر پاک ہو سکتا ہے حالانکہ اپنی محبوب چیز کو خدا کی راہ میں اس نے اپنے پاس جدا نہیں ہونے دیا۔ اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ اس شریعت نے مسلمانوں پر سال ہر میں ایک ماہ کے روزے بھی فرض کیے ہیں اور روزہ کے معنی یہ ہیں کہ دن بھر کمانے پینے اور عورت کے ساتھ صحبت کرنے سے بالکل حذر کیا جائے اور ہمیں ہتھیار کا فائدہ پائے جاتے ہیں بڑی بات یہ ہے کہ روزہ دار کا نفس اپنے خالق کی اطاعت میں نفسانی خواہشوں سے روکے جانے کی وجہ سے نہایت ہی ہند بجا ہو گا اور بے عقل کو پورا تسلط ہو جائیگا اگرچہ پہلے عقل کو نفس کی اطاعت کرنا پڑتی تھی اور جب اسے

ذکوۃ کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ ذکوۃ ادا کر کے بے جا مال کو کراہت لگے یا جس مقول نہیں ۱۲

روزے کے فرض ہونے کی حکمت اور یہ کہ روزہ دار کو ہتھیار کا فائدہ نہ ملے سنا اور یہ کہ ذکوۃ کی حکمت اور یہ کہ ذکوۃ ادا کر کے بے جا مال کو کراہت لگے یا جس مقول نہیں ۱۲

معلوم ہو جائیگا کہ عقل کے سامنے میری کچھ نہ چلے گی اور اب مجھے اسی کا محکوم ہو کر رہنا پڑے گا تو اُسے اُن چیزوں کے ارتکاب کو نہیں
جو نقصان رساں ہونے کی وجہ سے شریعت میں حرام کر دی گئی ہیں عقل کی اطاعت کرنے سے ایسی ہی ہو جائے گی اور گویا کہ
نفس یہ کہنے لگے گا کہ جب روزے کی حالت میں اشیاء خورد و نوش کے کھانے پینے کے بارے میں جو کہ روزہ داری کی ملک تھیں
اور اپنی عورت سے محبت کرنے کے معاملہ میں جس سے کسی قسم کے ضرر کا اندیشہ ہی نہ تھا عقل پر میرا کچھ زور نہ چل سکا تو اس وقت
میرا تیار کیا نکر چیلے گا کہ جب میں بلا اُس کی مرضی کے کسی دوسرے کی چیز کے خورد و نوش کرنے کا ارادہ کروں حالانکہ یہ نہایت
ہی بیچ اور سہرا ہی طرح مجھے نشہ کے ہتھال کرانے پر کچھ قدرت حاصل ہو سکتی ہے جس سے کہ عقل جاتی رہتی ہے اور اگر وہی
کی شرافتیں عقل پڑتا ہے یا دوسرے کی عورت کے سامنے محبت کرنے کے لیے مجھے بہکا نا کیونکر ممکن ہو گا جبکہ اُس میں
طرح طرح کے ضرر پائے جاسکتے ہیں مثلاً باہم عداوت کی بنیاد قائم ہوتی ہے اور لوگوں کے نسب بے پتہ ہو جاتے ہیں مجھے
جد اضلاع ہوتا ہے اور جو کسی قسم کا استحقاق نہیں وہ سختی ٹھہرائے جاتے ہیں۔

پھر اگر ہم مسلمانوں کی اس وقت کی حالت کو غور کریں جبکہ ماہ رمضان میں وہ آفتاب غروب ہونے سے پہلے بل کر بیٹھتے ہیں اور
اُن کے سامنے غور و نوش کی چیزیں جینی ہوتی ہیں اُن کا دل اُن کی طرف کھینچا جاتا ہے اُنکی مشتاق نظریں اُن نفیس چیزوں پر پڑتی
ہیں اور پھر انہیں سے کسی کا ہزار سی لچاٹے کہ کھانے کا ایک ذرہ کھائے یا پانی کا قطرہ پی لے لیکن آفتاب غروب ہوئی ہے پہلے کسی خصوصاً بزرگوار
کی ہرگز عزت نہ ہوگی اور غروب آفتاب کا سب کے سب انتظار کرتے رہیں گے تو اس وقت ہو کہ ضرور اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ مسلمان
کو اپنے مولے کی اطاعت میں اپنے نفس کے روکنے پر پورا قابو حاصل ہے۔

اِس موقع سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ جو شخص اپنی بد بخشی یا خواہش نفسانی کے بندے میں پھنس کر روزہ نہیں رکھتا وہ ہرگز
اِس قابل نہیں کہ اپنے کو صاحبِ ہمت یا عقلمند کہہ سکے بلکہ اُسے اپنا نام کم ہمت، شکم پرور، کم فہم اور اپنی خواہش نفسانی کا
بندہ رکھنا چاہیے اُس سے تو روزہ دار عورت کی عقل و ہمت کہیں بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتی ہے کیونکہ جب قدر و کدات اِس عورت کو
حاصل ہے ایسے آدمی کے پاس اُسکا کہیں پتہ ہی نہیں لگتا روزہ کے فوائد میں سے ایک امر یہ ہی ہے کہ روزہ دار کو جب بہوک
کی تکلیف اٹھانا پڑے گی اس وقت بچا رہے محتاج کی دردناک حالت کو خوب سمجھ سکے گا اور اسکا دل اسپر کڑھے گا اور خیر خیرات
کے لئے یرغمال ہو جائے گا۔ کیونکہ دو تین خوش حال شخص کو اگر روزہ کی تکلیف نہ بروشت کرنی پڑتی تو ساری عمر گذرنے پر ہی
اُسے بہوک کی تکلیف کا حال نہ معلوم ہوتا پھر جب کوئی بہوکا فقیہ اُس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا اور گرسنگی کی تکلیف کی شکایت کر کے
کچھ طلب کرتا تو چونکہ اُسے گرسنگی کی قدر معلوم ہی نہیں ہے بہلا اسپر اُسے کیا رحم آتا اب روزہ رکھنے کی وجہ سے جب گرسنگ
رہنے کی قدر و عاقبت اُسے معلوم ہو جائے گی تو بیٹیوں اور محتاجوں کی دل بہو کر دے گا۔

اِس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے اپنے پیروی کرنے والوں میں سے جنہیں مقدرت ہے اُن پر عبادتِ حج کو ہی فرض کیا ہے
اور وہ کعبہ شریف اور اُن مقامات کی جو اُس کے قرب و جوار میں واقع ہیں خاص اقوال و افعال کی رعایت کے ساتھ زیارت کر چکا
نام ہے اور ابیں جو ہزار اور چھتین پائی جاتی ہیں عرب و عجم کے سارے عقلاء ہی اسپر حاوی ہوئیے بالکل عاجز ہیں شلای بھی کچھ
کہ ہر سال اُن مقامات میں ہزاروں ہی مسلمانوں کا حج کے جیلہ سے جمع ہوتا ہے جسکی وجہ سے اُن میں باہم تعارف ہو جاتا ہے

روزہ رکھنے والوں کی تعداد اور روزہ کے فوائد

حج کے فرض جو کسکے اور اسکے فائدہ

م لفت برہتی ہے۔ تبادله خیالات کا موقع ملتا ہے۔ پہر ایک دو ملک کے لوگ نہیں بلکہ عرب۔ ترکستان۔ فارس۔ ہند۔ و غستان
افغانستان ملک مغرب۔ بربر سودان۔ جاوہ وغیرہ تمام ممالک کے باشندے نظر آتے ہیں اور ان سب کا ایک دین اور ایک مقصد
یعنی اپنے ہٹنے سے رحم و کرم ملنے سے مغفرت طلب کرنا ہوتا ہے۔

جو افعال انکو وہاں کرنا پڑتے ہیں انکی بہتیری جھکوتوں میں سے ایک یہ ہے کہ ان بہتر مقاموں میں جو کچھ کہ اللہ کے نیک
بندوں اور با عظمت رسولوں پر زمانہ سابق میں گذرے ان افعال کی وجہ سے یاد آ جائے جیسے کہ ابو البشر آدم اور انکی
زوجہ حوا علیہما السلام کا واقعہ کہ جنت سے انکو زمین پر اتار دینے کے بعد انکے دل میں خدا نے یہ بات ڈال دی کہ اس سے
بہتر کریں یہاں تک کہ خدا نے انکی توبہ قبول کر لی یہی طرح ابراہیم خلیل اللہ اور انکے بیٹے اسماعیل علیہما السلام کا قصہ یا سیدہ ہاجرہ
رضی اللہ عنہا کا واقعہ ان سب کے یاد آئیے اس بات کا دل میں خیال پیدا ہوتا ہے کہ کچھ شکنا ہے وہ لوگ خدا کی اطاعت میں
کیسے سرگرم تھے اور جب انکی آزمائش کی گئی تو کیسے ثابت قدم بنے خدا کی خوشنودی سے سرسبز و نجات نہیں ہونے پایا
اور سب کو جانے دیجئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہی کے ماجرے کو خیال کیجئے کیسی جانچ کا وقت تھا جبکہ خدا نے انکو تخت
اور پیارے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر لیا حکم دیا اور اس شفیق باپ نے خدا کی اطاعت کے سامنے کچھ پروا نہ کی اور اپنے
آبادہ ہو گیا۔ اور اس طرح اس ہونہار لڑکے نے ہی خداوندی حکم کی تعمیل سے ذرا عذر نہ کیا اور اپنی جان دینے اور قبر میں سو
رہنے کے لیے مستعد ہو گیا اور جب شیطان نے داوی منی میں دوسو سو ڈالنا چاہا تو اسے منع کر دیا اور اپنا سامنے لیکر ناکام
رہ گیا۔ پھر خدا نے فدیہ بھیج کر باپ بیٹے دو نو پر احسان کیا اور انکے غم کو دور کر کے انکو خوشخبری سنائی۔ اس طرح ان کا لین کے
اور بہتر سے پسندیدہ افعال اور خدا کے احسانات جو انپر ہوئے ہیں یاد آتے ہیں اور جب ان مقامات میں ان نیک بندوں کے
کام یاد کر کے انکی پیروی کی جاتی ہے تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ دیکھیں ان کے تقیہ افعال عبادتیں حمد خصلتیں کسی
تہیں اور وہ اپنے مولے کی کیونکر اطاعت کرتے تھے اس سے انکی اقتدار کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے اور انکے پسندیدہ افعال
اختیار کرنے کی طرف جی مائل ہو جاتا ہے اور دل چاہتا ہے کہ انکی اس بات پر تعریف کی جائے اس کے لئے دعا مانگی جائے کہ وہ کیسے
کیسے عمدہ افعال جاری کر گئے ہیں کسی کسی نیک باتیں سکھائے ہیں مثلاً یہ کہ خدا کے سامنے توبہ کرنا چاہیے اسکی طرف جی
ہونا چاہیے انسان کو مناسب ہے کہ اخلاق حمیدہ کے ساتھ موصوف ہو۔ صبر اختیار کرے تسلیم و رضا سے کام لے خدا کے سامنے
ادب کی رعایت رکھے وغیرہ وغیرہ۔

علاوہ ان فوائد مذکورہ کے اعمال حج کے مقرر کرنے میں جو ترتیب اختیار کی گئی ہے وہ بھی نہایت ہی عجیب و غریب ہے اس میں
خداوندی عظمت و تقدس سے تنزل کر کے انسانی عقول و خیالات کا لحاظ کیا گیا ہے اور ان امور کی رعایت لی گئی ہے
جسکے ساتھ لوگ مانوس پائے جاتے ہیں اور جنکو کہ اس وقت بڑا کرتے ہیں جبکہ وہ اپنے خالکوں یا بادشاہوں کے حضور میں کسی
ظالم یا ایذا پہنچا پیو یا اسے کے فریادی بنکر حاضر ہوتے ہیں یا جب ان کی درگاہ میں ان کے احسان و اکرام حاصل کرنے کی غرض
سے درخواست کیا کرتے ہیں۔

جو کہ اعمال حج جنہر خدا نے مغفرت کا وعدہ کیا ہے انسانی خیالات و عادات کے موافق ہیں اسلئے حاجیوں کے جی کو

ف
احسانات کا بیان کہ اعمال
حج کے ترتیب میں انسانی
خیالات اور عادات کی
رعایت دلیا گئی ہے
اس کے ساتھ ساتھ اس
بیت کی رعایت بھی
کی گئی ہے۔ اور ان
طرف سے بھی رعایت کی
گئی ہے۔

انکے ادا کرنے کے وقت اس بات کا پورا اطمینان حاصل ہو جانا ہے کہ نافرمانیوں اور گناہوں کے ظالم لشکر کے مقابلہ میں خدا کی ضرورت دیکھ کر گناہی فریب دہنی جائیگی اور وہ انکی مراد پوری کر کے انسے احسان کے ساتھ پیش آئیگا۔

اسکا بیان یہ ہے کہ لوگ اس بات کے عادی ہو رہے ہیں کہ جب کبھی کوئی دشمن انپر چڑھ آتا ہے اور وہ اسکے مقابلہ سے اپنے آپ کو عاجز پاتے ہیں یا گردش زمانہ کے پیچ میں آکر قحط یا خشک سالی میں مبتلا ہو جاتے ہیں جبکی وجہ سے انہیں طلب معاش کی فکر میں گرفتار ہونا پڑتا ہے تو اسوقت بادشاہ کے حضور میں انکے محلوں پر حاضر ہونے کا قصد کرتے ہیں اور اپنی اپنی مصیبت کے موافق سب کے سب پرگندہ بال اپنے خاک اکودہ چہرے لیے ہوئے ننگے بدن برہنہ یا استغاثہ کی غرض سے فریاد کرتے ہوئے اسکے سامنے جا کھڑے ہوتے ہیں اور ہستہ میں جو چیزیں ملتی جاتی ہیں بچکے ساتھ بادشاہوں کو کچھ ہی علاقہ ہو خدمت و شتم کے علاوہ حیوانات و نباتات تک کی ہی تعظیم و تکریم کرتے جاتے ہیں۔

اور قصور شاہی کے قریب پہنچ کر انکے گرد و چکر لگایا کرتے ہیں اور انکے دروازوں کی تلاش میں سرگرداں رہتے ہیں یہاں تک کہ انکو اس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوں اور اسکے سامنے موذوب کھڑے ہو کر استغاثہ دلا کر انکی تعریف کریں اپنی حاجت روائی کے لیے قوی سے قوی ذریعہ اختیار کریں اور انکے اور انکے بزرگوں کے اعلیٰ و ادنیٰ پر جو بادشاہ کے احسانات و رعایتیں اور مہربانیاں سابق زمانہ میں ہوتی رہی ہیں انکی یاد دلائیں اسکے بعد جب بادشاہ انہیں اپنے ہاتھ پر بوسہ دینے کی اجازت دیدیتا ہے تو اپنی عین کامیابی و سعادت تصور کر کے نہایت رغبت ظاہر کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ پر نہایت ادب و تعظیم سے بوسہ دیتے ہیں پھر بادشاہ انکی درخواست قبول کرنے اور انکی مصیبت دور کر دینا انسے وعدہ کرتا ہے اور اس غرض سے کہ وہ خیر خواہ سلطنت کے بنے رہیں اور انکو اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ انکے ہمیشہ کے محکم خواہیں اور اس بات سے کہ اپنی رعایا کے ساتھ احسان کر کے مدد کرنا بادشاہ کی عادت میں داخل ہے انکے دلوں کو پورا پورا اطمینان ہو جائے وہ بھی ان قدیمی احسانات و رعایتوں کو انہیں یاد دلانا ہے جو کہ ان کے آباء و اجداد پر وقتاً فوقتاً ہوتی رہیں جب کبھی کہ وہ اسکی جناب میں بغرض استغاثہ حاضر ہوئے اور انہوں نے اپنی خدمات پیش کیں تو برابر ان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیا گیا۔

چنانچہ اسوقت ان لوگوں کو بھی انہیں خدمتوں کے بجالانے کا وہ حکم کرتا ہے جبکی بجا آوری انکے آقا و اجداد کرتے رہے تھے تاکہ سلطنت کے پائے انکی خیر خواہی اور بڑھ جائے اور یہ پورے پورے مطیع بنے رہیں کیونکہ لوگوں میں انہیں بزرگوں کے اخلاق حاصل کرنے اور انہیں کے طریقہ کے اختیار کرنے کا فطری میلان پایا جاتا ہے پھر جب وہ تمام خدمات کی بجا آوری سے فارغ ہوتے ہیں تو وہ مزید عنایت کر کے انہیں اپنا مہاں بنا تا ہے بہت کچھ انعام دیتا ہے انکی پرگندگی دور کر دیتا ہے ان کو خلعت بخشتا ہے اور وہ اسکے باب عالی پر اس امید سے استیادہ ہو جاتے ہیں کہ اس نے انکی فریاد سنی کرنے کا جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرے چنانچہ پھر شاہی حکم صادر ہونے لگتے ہیں دشمنوں کے مقابلہ میں بادشاہ انکو مدد دیتا ہے ان کی تکلیف دہ کر تا ہے جب انکا مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو انہیں انکے وطن واپس جانے کی اجازت مل جاتی ہے تاکہ وہ اپنے دوست و احباب سے جا ملیں اب شخصت ہو چکا وقت آ پہنچا ہے اور وہ مقصر شاہی پر حاضر

ف
کہہ نام تہا
ابن کعبہ
یہاں سے کہہ چکی
حکمت اور عقل
احقر اور حق
حکمت ۱۲

ہو کر اپنے منصب کے موافق اسکی شناخت و توصیف میں مصروف ہوتے ہیں ہنایت ہی تعظیم و تکریم سے پیش آتے ہیں اس کے کرم
باتوں کو بوسہ دیتے ہیں غم فراق کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں آخر کار بادل درونک سفارت ہوتا
کرتے ہیں پس اللہ تعالیٰ نے ہی انسانی عقول کی رعایت کر کے ایک قطعہ زمین کو خاص کر دیا اور جس امر کے کہ وہ نیا و
بادشاہوں سے فریاد کرنے کے وقت عادی ہو رہے تھے انکا لحاظ کر کے اسی قطعہ کو فضیلت عنایت کر دی اور اسکا نام
بیت اللہ یعنی اپنا گھر رکھ دیا جو کہ کعبہ شریف کے لقب سے مشہور ہے اگرچہ خدا مکان سے بالکل پاک ہے اسے گھر وغیرہ کی مطلق
حاجت نہیں۔ اسی طرح حجر اسود کا جو کہ کعبہ کی دیوار میں لگا ہوا ہے اپنا دست راست نام رکھ دیا اگرچہ اس کے دونوں ہاتھ ہمارے اپنے
ہاتھوں کی طرح نہیں ہو سکتے خدا ہی جالے وہ کیسے ہوں گے اور نہ ان میں راست و چپ کا امتیاز قائم کیا جاسکتا ہے بلکہ اگر
اسکی نسبت دست کا طلاق کیا جائے تو تعظیماً دست راست ہی کا ہونا چاہیے۔ پھر حجہ نیکہ بیرون اسلام کی نسبت بھی یہ بات ضرور
ہو کر تی ہے کہ گناہوں کا لشکر انہر چڑھانی کرتا ہے خطا اور نافرمانیوں کے حملہ آوروں کا انہیں مقابلہ کرنا ہوتا ہے انہیں خاک
احسانات کی ضرورت پڑتی ہے اسلیئے جو لوگ ان میں سے صاحب معذرت ہیں انہر و امر ضروری کر دیا گیا ہے کہ اسی مکان پر
فریاد یوں کی اسی صورت بنائے ہوئے حاضر ہوں اس کے بال پر گندہ نظر آتے ہوں سر کھلا جو جسم خاک آلود ہو نہ بدن پر کوئی
سلا ہو اکثر ایسے ہونے خوشبو مکتبی ہو ساسے عیش و آرام کے سامان بر طرف کر دیے ہوں اور اپنی نافرمانیوں اور خطاوں کے فریاد
بنے ہوئے اپنی مراؤں کے بر آنے کی امید میں اپنے لب کے سامنے عاجزی کرتے ہوئے جا کھڑے ہوں اس خانہ
خدا کی سرحدیں پہنچ کر کسی چیز کی بے حرمتی نہ کریں تمام اشیاء کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں نہ وہاں کی گناس کاٹیں نہ کوئی درخت
قطع کریں اور نہ کسی چرند پرند کے شکار کی جرات کریں آخر کو جب اس معظّم و کرم مکان پہنچ جائیں تو حبط کر کہ فریاد
بادشاہوں کے محلوں کے گرد چکر لگایا کرتے ہیں وہ ہی اس کے گرد پھریں اور اس کے پردے بکڑ کر پنا طلب کریں پھر اس باریک تہر
کو جبکہ کہ نام مصلحت خدا کا دست راست رکھ دیا گیا ہے بوسہ یوں اور پی سہیں کہ وہ ایک ہتھ سے نہ انہیں کسی قسم کے نفع
رسانی کی قدرت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ نفع و ضرر جو کچھ ہے خدا ہی کے ہاتھ میں ہے وہی نفع و ضرر کا مالک ہے۔ چنانچہ
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسکو بوسہ دیتے وقت صاف صاف کہہ ہی دیا جبکہ حال یہ ہے کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو
بہتر ہے نہ تو نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ کچھ نفع دے سکتا ہے اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوجہ بوسہ دیتے ہوئے
نہ دیکھا ہوتا تو بوجہ کسی بوسہ نہ دیتا اور مقصود آپ کا یہ تھا کہ لوگ اپنے خیالات طراب کر نیسے محفوظ رہیں اور انہیں یہ معلوم ہو جائے
کہ شریعت محمدیہ کی اسکی نسبت واقعی تعلیم کا ہے اور لوگوں کو اسکی نسبت کیسا اعتقاد رکھنا چاہیے اس کے بعد وہ مختلف اعمال کی
بجا آوری کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جبکہ اس موقع پر اور اگر میں مقصود یہ ہے کہ وہ اپنے حلیل القدر بزرگوں کے کاموں کو یاد کریں
جیسے کہ آدم اور انکی زوجہ حوا یا سیدنا ابراہیم اور انکے بیٹے اسمعیل اور انکی والدہ ہاجرہ علیہم السلام کے اجرے۔
چنانچہ وہ اعمال یہ ہیں کہ صفا اور بروہ کے امین سجد کرنا عرفے میں بیٹنا اس کے بعد دروغ نہیں وقوف کرنا پھر میں نے انہیں شیطان کی ناکامی
یا د کرنے کی غرض سے اس مقام کی طرف کنکریاں پھینکا جہاں کہ ابراہیم خلیل اللہ کے بیٹے اسمعیل علیہا السلام کو آئے وہو کا دنیا چاہا
تھا اور پھر ناکام رہا۔ بطرح اور اعمال کو سمجھ لیتے ہیں جو شخص کہ ان اعمال کے اس بارے سے کہ اسے مقصود ان نیک بندوں کی یاد دہانی

اور ان کی پیروی ہے ناواقف رہا تو اسے ضرور غلجیان ہوگا کہ ان سب کی محنت کیا ہے اور ان کے فائدوں کے تحسب میں وہ گروہ
رہ گیا اور جب کی بھجریں یہ بات آگئی وہ بے شک کے دل کھول کر ان سب کو بجالا دینا اور ان کے ثمرات کا نہایت شائق رہنے کا اس کی طبیعت
یہ ہوگی کہ سارے فوائد حاصل کر کے کسی طرح سے کامیاب ہو جاؤں پس خدا نے جو حاجیوں پر کعبہ شریف بھیج کر ان اعمال کا ادا
کرنا ضروری ٹھہرایا ہے اسکو یوں سمجھیے کہ پہلی مرتبہ کعبہ کا طواف کرنا تو بمنزلہ اس بات کے ہے جیسے کہ بادشاہ اپنی فریادی آیا
کو ان کے آباؤ اجداد کی سی خدمات کی بجا آوری کا حکم دیتا ہے اور اس کے سامنے وہ بجالا دے ہیں تاکہ ان کی اطاعت و خیر خواہی
ثابت ہو اور یہ معلوم ہو کہ ان کی خصلتیں ہی اپنے آباؤ اجداد ہی کے مثل ہیں یہ بھی انہیں کی طرح فرمانبردار رہیں گے۔
پس حاجی لوگ جب مکہ کے خاص خاص مقامات میں ان اعمال کو ادا کرتے ہیں تو اپنے پاک طینت نیک نفس بزرگوں کی پیروی
کی وجہ سے سارے عالم کی پرورش کر نیوالے کی بندگی کا مضمون ان کے دلوں میں خوب جم جاتا ہے۔

اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ یہ اعمال نقیدی یعنی بلاچون و چرا ان لینے کے قابل ہیں تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ ان میں بھتیس اور پانچ
نہیں پائے جاتے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بظاہر یہ ایسے ہی اعمال ہیں کہ جو انکو ادا کیا کرتا ہے تو گویا وہ انہیں اپنے مالک
محض حکم سمجھ کر بجالا دیتا ہے اور ان کی بجا آوری کو اطاعت و فرمانبرداری خیال کرتا ہے اسے اس کی پروا نہیں ہوتی کہ اس میں
کوئی فائدہ ہی ہے یا نہیں وہ اسکی تقیتش کے دہے نہیں ہوتا اگرچہ غور کرنے کے بعد ان کے فوائد بھی نہیں رہتے۔ علاوہ میں اگر یہ
بھی فرض کر لیا جائے کہ ان میں کوئی محنت نہیں تو اسوقت انکی بجا آوری سے بندوں کی جانب سے اور ہی خدا کی اطاعت و فرمانبرداری
ظاہر ہوگی گویا کہ بندہ اپنی زبان حال سے ان کے بجالا دینے وقت یہ کہہ گا کہ لے میرے رب مجھے تو جو کچھ حکم دیتا ہے میں
انکی فرمانبرداری کرتا ہوں گو تیرے حکم کے ثمرات میری سمجھ میں نہ آویں لیکن تب بھی تیری شان حالی اور عظمت عظیم کی تعظیم
کی غرض سے میں بجالاتا ہوں۔ اور بندہ کی شان ہونا ہی یہی چاہیے کہ جو کچھ اسکا مالک حکم دے بلاچون و چرا اسے مان لے
اسے کیا منصب ہے کہ محنت اور رازداری چھینے بیٹھے اور شریعت محمدیہ کا مقصد اصلی ہی یہ ہے کہ اسکی پیروی کر نیوالوں کی
خدا کے سامنے یہی حالت ہونا چاہیے اور یہ نہایت عظیم مرتبہ سمجھا جاتا ہے اسی وجہ سے اس دین کے پیشوا محمد مصطفیٰ صلی
علیہ وسلم نے اسکو اپنے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں شمار کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں جبکہ ماحصل یہ ہے کہ میں بندہ ہوں اور
بندہ ہی کی طرح بیٹھا ہوں۔ آپ نے اپنی تعریف میں مباغہ کر نیسے ہی منع فرمایا ہے اور آپ کے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ
مجھے جسے نہ بڑایا کرو بلکہ یوں کہا کرو کہ وہ خدا کا بندہ اور اسکا پیغامبر ہے۔ خدا نے ہی آپ کی اعلیٰ درجہ کی تعریف کے موقع
میں اسی وصف جمودیت ہی کے ساتھ آپ کو موصوف کیا ہے چنانچہ خدا تعالیٰ آپ ہی کی شان میں ارشاد فرماتا ہے سبحان الذی
اسمہ بعدہ یعنی جو اپنے بندہ کو راتوں رات لگیا دہ پاک ہے پس جمودیت آپ کے لیے نہایت ہی خوشی اور بڑی خوبی کی
بات ٹھہری۔

پھر حاجی ان خدمات کی بجا آوری کے بعد اپنے موٹے کے مہمان نیک مقام میں جا اترتے ہیں اپنی پرگندہ حالی کو دور
کرتے ہیں کپڑے بدلے میں خوشبو لگاتے ہیں حجامت بنواتے ہیں اور اپنے حبش و آرام کی جو چیزیں چھوڑ رکھی تھیں او
جسے کہ بہیز کرتے تھے پھر ان سب کو مباح سمجھنے لگتے ہیں اپنی مبارک عید کے دنوں کو غور و فوش میں گزارتے ہیں خوب ترایا

فمن
الیہ مرجع النور
یومئذ یفرق
فیقول یسبحون
لہ سبحانہ
وہو اعلم
بما یشرع
وہو اعلم
بما یشرع

دوسری بات یہ ہے کہ
جو حاجی ان خدمات کی
بجا آوری کے بعد اپنے
موٹے کے مہمان نیک
مقام میں جا اترتے
ہیں اپنی پرگندہ
حالی کو دور کرتے
ہیں کپڑے بدلے
میں خوشبو لگاتے
ہیں حجامت بنواتے
ہیں اور اپنے حبش
و آرام کی جو چیزیں
چھوڑ رکھی تھیں
اوجسے کہ بہیز
کرتے تھے پھر ان
سب کو مباح سمجھنے
لگتے ہیں اپنی
مبارک عید کے دنوں
کو غور و فوش میں
گزارتے ہیں خوب
ترایا

کہہ رہے ہیں یہاں تک کہ گوشت بہا ہا پر تباہی لوگوں کے کہائے نہیں چکا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا وحش و طیر ہی خوب میر ہو چکا ہے
ہیں۔ اور یہی خداوندی ضیافت ہے کیونکہ اسل بوجہ تو تمام چیزیں خدا ہی کی ملک ہیں وہی رزق دینے والا ہے اور لوگوں کے پاس
جو کچھ آپ دیکھتے ہیں خدا ہی نے بطور رعایت کے انہیں دے رکھا ہے ایسے جو سے عید کے دن روزہ رکھنا حرام قرار دیا گیا ہے
کیونکہ اس دن روزہ رکھنے سے خدا کی ضیافت سے ایک قسم کا اجراض پایا جاتا ہے۔ اب ان تمام اعمال کو پورا کر کے اور خدا کو
مہمانی سے فارغ ہو کر وہ اسی عظمت مکان کا طواف کر سکتے ہیں گو یا کہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کے گناہوں اور گناہوں
کے حملہ آوروں کے مقابل میں ان کی مدد کرے انکو مغفرت عطا کرے اور اپنی نعمتوں سے انہیں مالا مال کر دے علاوہ اسکے اپنے وظیفہ
کے واپس جانے کی اجازت مانگنے کے قایم مقام ہی یہی طواف ہوتا ہے گو یا اسکے بعد انہیں واپسی کی اجازت مل جاتی ہے اور
اس اجازت کو اس بات کی علامت سمجھا جاوے کہ خدا نے توبہ قبول کر لی وہ نہایت مہربان ہو گیا اور اب وہ ضرور ان کے ساتھ
الٹام و اکرام سے پیش آئے گا نافرمانیوں کے لٹکے کے مقابل میں انہیں ضرور مدد دیکھا جائیگا ان کے رسول علیہ السلام نے اس کی
نوشخبری انہیں سنائی دی ہے ہر وہ اپنے اپنے شہروں کی طرف جانے کے لیے آتا رہا ہوتا ہے اور ان کے دونوں
یہ خیال جاگزیں ہوتا ہے کہ ہمیں ہماری مراد ملے گی ہماری ساری کفایتیں دور ہو گئیں۔ اب وہ اس بیت معظم سے رخصت ہو چکی
طرف مائل ہوتے ہیں اور طواف رخصت ادا کرتے ہیں ان نعمتوں کا شکر بجالاتے ہیں جو ان متبرک مقامات میں ان کو نصیب
ہوئیں اور جب اس سے جدا ہوتے ہیں تو ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ انہوں سے اس جو جاری ہیں دل ہے کہ صدمہ فراق سے
بیچیں ہو جاتے ہیں وہ ہیں کہ اپنے مومن کی نعمتوں کا شکر بجالا رہے ہیں اس کی ہدایت کی طلب میں سرگرم ہیں اس سے کایا
کی دعا مانگ رہے ہیں اور ادب کے مارے پچھلے پیروں کوٹھتے چلے آتے ہیں اور اس مجدائی کا انہیں یہاں تک علم ہوتا ہے
کہ بعضوں کو کتنے ہی دنوں تک نیند نہیں پڑتی۔ پھر جب وہ اپنے وطن پہنچ جاتے ہیں تو مارے خوشی کے پورے نہیں
سالتے ان کے دل ابھی مسرت و شادمانی سے پھر ہوتے ہیں رچنا چڑھیں امر کا مزہ اور مزہ اور میں ذکر آیا ہے ایسے کہ وہ سمجھتے
ہیں کہ خدا نے ہمیں بخشنے یا ہم اس کی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے ہیں گناہوں کے حملہ آوروں سے نجات ملی
اگر حج کے جملہ اعمال کی ایک ایک کر کے ہم محنت بیان کرنا شروع کریں تو بڑی ضخیم جلدیں لکھی جاسکتی ہیں کہ پڑھنے والے
ہی اکتا جائیں اور ان کے مطالعہ کے لیے وقت بھی شکل سے مل سکے پس جو کچھ بیان ہوا ہے اس سے یوں سمجھیں کہ بطور مشق
نمونہ از حوا سے سارے دریا میں سے ایک قطرہ ہے خدا ہی میں طاقت ہے کہ وہ راہ راست دکھلا سکتا ہے۔

اس فرقہ نے یہ بھی دیکھا کہ شریعت محمدیہ نے پیروان اسلام پر یہ بات ضروری کر دی ہے کہ جب انہیں قریب تو وہ ان لوگوں
سے مقابلہ کریں جو دین میں ان سے مخالفت کرتے ہیں اور ان کی انذار سانی سے سمجھانے سے بھی باز نہیں آتے تاکہ
وہ لوگ یا تو دین اسلام قبول کر لیں یا ان کے مقابل میں سر ہٹا نا چھوڑ دیں اور اس مقابلے کا نام اس نے جہاد کہا ہے اور
اس میں سر اسر انصاف کا لحاظ رکھا ہے جیسا کہ کتب سابقہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ وہ لوگوں سے
انصاف کے ساتھ ٹھیکے چنانچہ شریعت نے سخت ممانعت کر دی کہ کوئی ان کے عہدت پر فروت کو قتل نہ کرے اور نہ
اس شخص کو مارے کہ جو بعض عبادت تعلقات دنیا کو قطع کیے ہوئے ہے ہاں جب کوئی ان میں سے لڑائی میں نہ ہو کہ

ہو کر مقابلہ کرے یا کسی جانب سے تدبیریں تھلائے کا اندیشہ محدود جینک واجب اہل قتل ہے اور مقصود جہاد سے یہ ہے کہ خدا کے دین کی اشاعت ہو اور جو لوگ کہ اس کے مخالف ہوں ان کی رہنمائی کر دی جائے چنانچہ ظاہر ہے کہ جو لوگ اسلام قبول کر لیتے ہیں وہ لوگ بھی اور مسلمانوں کی طرح سمجھتے جلتے ہیں ان کے حقوق و حالات کی مثل تمام مسلمانوں کے رعایت کیجاتی ہے اسباب میں عزنی جمعی ہونے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا بلکہ سب کے سب باہم بہائی شمار ہوتے ہیں ایک دوسرے کے معاون سمجھے جاتے ہیں ہر ہر مسلمان اپنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہی حکم رکھتا ہے جیسے کہ ایک جسم کے اعضاء میں باہم علاقہ ہوتا ہے جہاں ایک عضو کو ایذا پہنچی اور تمام بدن یحییٰ ہو گیا سب ایک ہی اصول کے پابند ہوتے ہیں سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔ اور وہ خدا کی وحدانیت اور صرف اسی کی تائید کا مسند و اعبادت ماننا ہے تمام مسلمان اسی کی خوشنودی کے طالب ہوتے ہیں جب کسی طرح نہ اپنی خوشنودی سے اور نہ کچھ خوف کر کے مخالفین اسلام بدایت قبول ہی نہیں کرتے تو اس وقت اپنے مقابلہ کر لیتے مقصود یہ ہوتا ہے کہ وہ سر ہٹا کر اپنی قوموں مسلمانوں سے درپے عداوت نہ ہوں ان کی ایذا رسانی سے باز ہیں مسلمان ان کی ضرر رسانی سے محفوظ رہ کر نفع حاصل کر سکیں یہاں تک کہ آخر کار مسلمان ان کو ذمی بنا لیتے ہیں یعنی ان سے صلح کر کے ان کے ذمہ دیا ہو جاتے ہیں کہ ہم لوگ تمہاری جان مال اور آبرو کی پوری پوری محافظت کریں گے جو قانون کہ مسلمانوں کے لیے تمام معاملات میں جاری ہے تمہارے لیے بھی وہی قانون رہے گا ہم تمہارے دین سے تعرض نہیں کرتے تم اپنے دین کے پابند رہنے کے محتار ہو اور یہ کہہ کر ان کا معاملہ آخرت پر خدا کے حوالہ کرتے ہیں اور انہیں مجبور نہیں کرتے۔

پس اگر اسلامی جہاد کا پہلی شریعتوں کے جہاد سے مقابلہ کیا جائے۔ تو صاف ظاہر ہو جائیگا کہ اس میں طرح طرح کی آسانی پائی جاتی ہیں کہ پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ یہ ہرگز حکم نہیں دیتی کہ تمام دشمنوں کا پورے طور سے قلع قمع کر دیا جائے یہاں تک کہ نئے نئے بچے ہی مار ڈالے جائیں جیسا کہ پہلی شریعتوں میں حکم تھا جو شخص کہ اس دین کے ساتھ پہلے شریعتوں کے جہاد کے احکام سے ہی واقف ہو گا اس سے صاف معلوم ہو جائیگا کہ ان میں اور اس زمین و آسمان کا فرق ہے۔ او اسے اس بات کا قائل ہونا پڑے گا کہ شریعت محمدیہ کے جہاد میں انتہا درجہ کا عدل و انصاف مد نظر رکھا گیا ہے۔

اسی طرح اس فرقہ نے شریعت محمدیہ کی ساری عبادتوں میں غور کیا تو انہیں یہ معلوم ہوا کہ اسی کے اعمال میں جیسے کہ چاہیے پورے طور پر اس بات کی رعایت کی گئی ہے کہ ان میں خالق کی اچھی طرح سے تعظیم پائی جائے اور مخلوق پر سراسر مہربانی ہو اور نیز اس فرقہ نے یہ دیکھا کہ ان سب اعمال کا نفع اس عبادت کرنے والے ہی کو ملتا ہے خدا کو مخلوق کی اطاعت سے کچھ فائدہ نہیں پہنچتا ایسے کہ اسے ضرورت ہی کیا ہے خدا تو تمام مخلوقات سے بالکل بے نیاز ہے۔

پس اس گروہ نے شریعت کے ان قوانین میں غور کیا جو اس غرض سے مقرر کیے ہیں کہ حق داروں کا حق نہ مارا جائے ان کی پوری حفاظت ہو۔ رعایا میں سے خواہ مسلمان ہوں یا غیر قوم کے لوگ کسی پر کوئی بد معاش ظلم نہ کرنے پائے کوئی کسی کی حق تلفی نہ کرے چنانچہ ان قوانین کو ہی انہوں نے اعلیٰ درجہ کا پایا۔

اسی طرح اس فرقہ نے دیکھا کہ اس شریعت نے ازدواج کے احکام میں نہایت ہی باقاعدہ مقرر کیے ہیں چنانچہ اسے زوجہ و شوہر دونوں کے لیے کچھ اتفاق کی حالت میں حقوق قرار دیے ہیں اور کچھ اس وقت جبکہ وہ علیحدگی اختیار کرنا چاہیں۔

فصل
حقائق
کے لیے جو
قوانین
میں ہیں
اس فرقہ کا
مطلوبہ
پایا

فصل
تو ان
اور ان
اور ان
اور ان

اور اسے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر وہ ایک دوسرے سے تعلق قطع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں تاکہ ہر ایک نقصان سے محفوظ رہے کیونکہ اگر انکو اس کی اجازت نہ دی جاتی اور ہرگز ان میں کسی وجہ سے آپس میں نفرت پیدا ہو جاتی جیسا کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ زن و شوہر میں مختلف اسباب سے ناراضگی ہو جاتی یا کرتی ہے تو اس وقت یہ بات کہ بعد نہ تھی کہ طرح طرح کے فساد پھیلتے جب خواہش نفسانی کا کسی پر غلبہ ہوتا تو باہم نفرت کی وجہ سے ضرور کسی دوسرے کے ذریعہ سے ناجائز طریق پر وہ خواہش پوری کی جاتی بغیر تینا یا علاوہ اس کے جب عورت بانج ہوتی اور مرد میں بچہ پیدا کرنے کی قابلیت پائی جاتی یا بالعکس قصہ ہذا تو ان دونوں میں سے ایک شخص کو ناحق اولاد سے محروم رکھنا لازم آتا اس لیے انکو قطع تعلق کی اجازت دینا ہی عقل کے موافق ٹھہرا بہرہ اسے طلاق دینا مرد کے اختیار میں رکھا ہے کیونکہ بخلاف عورتوں کے مردوں میں علی العموم استقلال اور عالی حوصلگی پائی جاتی ہے وہ زیادہ طرح دیکھ سکتے ہیں اور عورتیں نہایت ہی رونا دینا ہو کر رہتی ہیں اور اسکا پتہ اس وقت لگ سکتا ہے جبکہ دونوں کی حوصلتوں میں باہم مقابلہ کیا جائے ماسوا اسکے چونکہ عورت کا خرچ وغیرہ مرد ہی کے ذمہ ہے لہذا وہ جب تک مجبور نہ ہو جائے گا اس وقت تک اسکو چھوڑ کر کسی اپنا نقصان گوارا نہ کرے گا اور اگر کوئی نادان اتفاق سے اسکے خلاف عمل ہی آئے تو اسکا اعتبار نہیں ہو سکتا سارا خرچ بخلاف عورت کے مرد ہی کے ذمہ شریعت نے ایسے مقرر کیا ہے کہ مرد فطرتی طور پر نسبت عورت کے جسمانی ساخت میں قوی ہونے کی وجہ سے تحصیل محاش پر زیادہ قادر ہے اور جو کچھ مستقیم آپس میں درپیش ہوگی وہ بخوبی برداشت کر سکتا یاں عورت کے لیے یہ مناسب ہے کہ خانہ داری کے اندر وہی انتظامات کی دیکھ بہال کرے بچوں کی غور و پرداخت میں مشغول ہو جیسا کہ مرد و بیرونی مصلحتوں کے لیے کوشش کرتے ہیں اور اس طرح پر عورت جو کہ مرغوب طبع اور مردوں کی منظور نظر ہے گھر سے باہر نکلنے پر ہی مجبور نہ ہوگی اور فتنوں سے محفوظ رہے گی۔ اسی لیے فتنہ اور اسباب حرام کاری کے انسداد کی غرض سے جو کہ شرعاً اور عقلاً دونوں اعتبار سے قبیح ہے شریعت نے عورت کو پردے میں رہنے کا حکم دیا ہے اور یہ عورتوں کے اعلیٰ درجہ کے اوصاف میں سے ہے اور ان کے لیے بڑے افتخار کا باعث ہے جس قدر کہ اس وصف میں وہ کامل ہوگی اتنا ہی زیادہ فخر کر سکتی ہیں۔ پس بطرح کہ کسی نفیس شے کو لوگوں کی نظروں سے بچا یا کرتے ہیں اور کسی کو نہیں دکھاتے اور سات پردوں میں چپا کر رکھتے ہیں اسی طرح پردہ سے بھی مقصود یہ ہے کہ عورتوں کی حفاظت کی جائے انہیں ہر کس و تا کس نہ دیکھ سکے نہ یہ کہ جیسا بعض نادان خیال کیا کرتے ہیں کہ عورت کے ساتھ بدگمانی کرنے کی وجہ سے پردہ کیا جاتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورتوں کو یہ حکم دیا جاتا کہ وہ مردوں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو ہر وقت بچا یا کریں اور مردوں کو حکم ہوتا کہ وہ عورتوں سے پردہ کیا کریں اور یہ خیال کرنا بھی بچا ہے جیسا کہ بعض کم فہم خیال کرتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا انہیں قید کرنے کی مثل ہے انہیں بڑی تنگی کی جاتی ہے جس سے ان کی آزادی میں خلل پڑتا ہے اور وہ بالکل نیست و نابود ہو جاتی جاتی ہیں کیونکہ مسلمان عورت تو بچپن ہی سے پردہ میں رہا کرتی ہے پردہ ہی میں وہ جوان ہوتی ہے اپنے پیدائش ہی کے زمانہ سے وہ پردے کے ساتھ مالاوف ہو جاتی ہے گویا کہ وہ اسکی فطرت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو یہاں تک پردے کی عادت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے اس اور محبت کرنے لگتی ہے اسکو بھی ایسا ہی ضروری خیال کرتی ہے جیسا کہ اپنی اور طبعی عادت کو جسے کہ عورتیں آپس میں ذکر کرتی ہیں انہیں شرم دلائے پرانا وہ ہو جاتی ہے انکو بے شرم بیباک قرار دیتی ہے اسکو انکا

عورتوں کو پردہ میں
رہنے کی حکمت اور
یہ کہ پردہ اور تنگی
میں کیا فرق ہے بلکہ
وہ ایک ہی چیز ہے
اور اسکی حفاظت کا
درجہ ہے ۱۲

ہر کسین خیال کرتی ہے علاوہ بریں یہ سمجھ کر کہ پردہ خدا کا حکم ہے اسے خوشی سے قبول کر کے خداوند کریم کے عطا اور ثواب کی امیدوار بن جاتی ہے پس جب یہ حالت ہو تو کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ نے عورت کو مظلوم و فقیہ بنا رکھا ہے ظلم تو جب ہو تا کہ اسے اپنی خوشی سے نہ اختیار کرتی شریعت کے موافق پردہ کرنے میں ظلم کا کہیں پتہ ہی نہیں ہے۔

حق تو یہ ہے کہ اس شریعت میں عورت کی بڑی حفاظت کی جاتی ہے بدکاروں اور بد معاشوں کی نظروں سے خوب بچا جاتا ہے اور یہ لحاظ کیا جاتا ہے کہ نادانوں کو عورت کی نسبت جسکے بارہ میں بڑی غیرت سے کام لیا جاتا ہے زبان درازی کا موقع نہ ملے علاوہ بریں عورتوں میں بعض ایسی ہی ہوتی ہیں جنہیں پوری پوری پارسائی نہیں پائی جاتی انکی حادثات اور چہ نہیں ہوا کرتیں تو ایسی حالت میں پردہ کرنے سے عورت کی نسبت کسی قسم کی خیانت کا شغل سے خیال ہو سکتا ہے بلکہ یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کے خداوند کو بچہ کے نسب کے بارہ میں شک کر نہکا کوئی موقع نہیں ہے پس جو اولاد اس کے بطن سے پیدا ہوگی وہ ہر اطمینان کے ساتھ یقین کر لیا کہ میرے ہی نطفہ سے ہے اس وقت شیطان کو اس کے دل میں عورت کی نسبت و وسوسہ ڈالنے کی گنجائش نہ رہے گی بخلاف اس صورت کے جبکہ عورت بے پردہ ہو کر باہر نکلتی ہو اور غیر مردوں سے میل جول رکھتی ہو۔

ما جو دین سب باتوں کے اگر عورت کو کوئی ضرورت پیش آجائے مثلاً یہ کہ اسے دینی احکام سیکنا ہیں اور مسکا خاوند یا اور عزیز و قریب اسکو نہیں بتا سکتا یا اپنے بہائی بندوں سے اسے ملنا ہے تو ایسی حالت میں شریعت نے عورت کو باہر نکلنے کی اجازت ہی دی ہے لیکن وہی پردہ کے ساتھ تاکہ بدکاروں کی نظروں سے محفوظ رہے اور شہوت پرستوں کے ہيجان کا باعث نہ ہو جس میں کہ اسکی پارسائی اور آبرو و عرف نہ آنے پائے۔

اگر تعصب کو چھوڑ کر عقل سلیم سے پوچھا جائے تو وہی حکم دیگی کہ بیشک عورت کے لیے پردہ نہایت ہی عمدہ احکام میں سے ہے زن و شوہر دونوں کا اس میں فائدہ ہے بلکہ یوں کہنے کے اسکا نفع تمام لوگوں کو پہنچتا ہے کیونکہ اسکی وجہ سے شہروں سے فساد و دور رہتا ہے چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جن شہروں میں عورتیں پردے میں رہتی ہیں وہاں کے اہالیان پولس کو عداوتی کے لیے خاص خاص مقامات نہیں مقرر کرنا پڑتے جہاں کہ بدکار لوگ ناجائز طور پر اپنی خواہشوں کو پورا کر کے بے جمع ہو کر اس کیونکہ وہاں کے بے باک لوگوں کی خواہش فحشانی میں ہی عورتوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے چنداں جوش نہیں پیدا ہوتا جسکی وجہ سے باہر لوگ اپنی عورتوں کی نسبت مشکوک ہو جیسے محفوظ رہتے ہیں بخلاف ان شہروں کے جہاں کہ عورتوں میں پردہ کی رسم نہیں ہے اور وہ بے حجاب ہوتی ہیں ظاہر ہے کہ وہاں کی میزبانی کو عداوتی کے لیے خاص خاص مقامات متعین کرنے کا اہتمام کرنا پڑتا ہے اور وہ بدکاروں کو اسے نہیں روک سکتی خدا کی پناہ اس فعل شنیع کی یہاں تک کثرت پائی جاتی ہے کہ وہاں کے بچوں کی غذا پورا کرنے میں قریب قریب نصف کے حرام سے پیدا ہونے والے بچے شامل ہوتے ہیں۔ اور وہ لوگ یہ کہاتے ہیں کہ ہم شریف عورتوں کی حفاظت کی غرض سے اس نامعقول امر کے اختیار کرنے پر مجبور ہیں پس اگر ان بدکاروں سے جنگی شہوتیں کہ عورتوں کو گھٹا کھلا دیکھتے دیکھتے ترقی کر چکی ہیں انہیں خوف نہ ہونا اور آبرو والے لوگ اپنی عورتوں کی عزت کو نہ ڈرتے ہوتے اور یہ اندیشہ آگے نہ لگا ہوتا کہ یہ لوگ عورتوں کے معاملہ پر ہمارے کچھ چلنے نہ دیں گے تو وہ کہی ایسے قابل نفرت امر کا ارتکاب نہ کرتے نفیر اور شرم ہے ایسوں پر جو کہ ملکی انتظام کے

فہم
عورتوں کی جگہ پر
اور اس کے آہنی
مرد سے میل
جول کرنے کی
غریباں ۱۲

پس جینے ضرب گنے سے موت کا اندیشہ ہو۔ یا اسے حلیہ بگڑ جاتا ہو اور ان سو کوڑوں سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو بچہ کہ اس سے پیدا ہو سکتا تھا اور اسے حرام کاری سے اسے ضائع کر دیا ممکن تھا کہ سو برس تک زندہ رہتا اور وہ عمر ہے جسکی انسان میں جسمانی ساخت اور تہمت بہتہ نشوونما پانے کے لحاظ سے فطرتاً قابلیت پائی جاتی ہے چنانچہ بعض طببا کا قول ہے کہ لیکن چونکہ زندگی بسر کرنے میں مختلف حوادث پیش آتے ہیں انکی وجہ سے بسا اوقات موت کے بہت سے اسباب لاحق ہو جاتا ہیں پس اس مدت سے پہلے ہی کہی انسان کی اجل پہنچتی ہے جو اس کے لیے مقرر تھی اور وہ مر جاتا ہے اور کہی ہی مدت اسکی اجل ہو کر تھی ہے تو وہ اس عمر کو پہنچ کر مرتا ہے پس جتنے سال تک کہ اس بچہ میں جسکو کہ اسے حرام کاری کی وجہ سے ضائع کر دیا زندہ رہنے کی قابلیت ہو سکتی تھی ان میں سے ہر ہر سال کے مقابل میں ایک ایک کوڑا مقرر کیا گیا۔

پھر چونکہ انسان میں سو برس تک زندہ رہنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور ظاہر ہے کہ ابتداء عمر میں پندرہ برس سے پہلے اسکی عقل کا بوجہ ناقص رہنے کے تکالیف شرعیہ میں اکثر اعتبار نہیں ہوتا جیسا کہ اگر اسکی سو برس کی عمر ہو تو اکثر قریب پانچ برس کے اسکی عقل نہایت ہی ضعیف ہو جاتا کرتی ہے اس بنا پر جو زمانہ اسکی عقل کے قوی قابل اعتبار ہو کر رہنے کا ہے صرف انہی برس رہتا ہے پس جو شخص کہ عقل ایسی چیز میں جو کہ بعد ایمان کے خدا کی نہایت ہی عظیم نعمت ہے اس پر کھل اندازی کرے جس سے کہ عقل یا تو بالکل ہی جاتی رہتی ہے یا ضعیف ہو جاتی ہے شریعت نے اسکی سزا انہی کوڑے مقرر کی ہے پس گویا کہ جس مدت میں نعمت عقل پوری پوری پائی جاتی ہے اس کے ہر ہر سال کے عوض میں ایک ایک کوڑا قرار دیا ہے اور اس عدد سے سزا کی کے لیے یہ اشارہ ہے کہ اسے شراب پینے والے اس مدت تک جو نعمت عقل تیرے پاس بخوبی ملتی جاتی تو نے شراب پیکر اس میں رخصتا اندازی کی اسی لیے جسکو اتنے کوڑوں کی سزا دی گئی۔

پھر انسان اپنے بالغ ہونے کی مدت یعنی اکثر پندرہ برس سے پہلے پہلے چونکہ مکلف نہیں ہوتا پس آبرو کے بارے میں اسکی بے عزتی نہیں ہوتی جتنی کہ بالغ آدمی کی اسی طرح اگر وہ اپنی عمر طبعی یعنی سو برس تک زندہ رہے تو آخر کے پانچ سالوں میں چونکہ اس کے شہوت و قوے میں انتہا درجہ کا ضعف ہو جاتا ہے تو نہایت خشک سے اسکی نسبت کسی فحش امر کے ساتھ متہم ہو نہیگا گمان ہو سکتا ہے اس لیے غالباً اس مدت میں ہی اسکی میزقی ہونا بہت ہی مستبعد امر معلوم ہوتا ہے پس وہ زمانہ جس میں کہ اسکی آبرو کی کامل طور پر حفاظت کی اکثر ضرورت پڑ سکتی ہے وہ صرف انہی برس پھیرتے ہیں پس اس وجہ سے شریعت نے ایسے شخص کی سزا جو کسی دوسرے کو تہمت لگا کر اسکی آبرو ریزی کرے انہی کوڑے مقرر کیے ہیں گویا کہ اس عدد سے اس زمانہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے جس میں کہ آبرو کی پورے طور سے حفاظت کیا کرتے ہیں اور تہمت لگانے کو گویا کہ یہ خطاب کیا جاتا ہے کہ تو نے جسکی تہمت لگا کر آبرو ریزی کی ہے اسکی آبرو کی پوری پوری حفاظت کرنے کی اس مدت تک ضرورت پڑا کرتی تھی اسی لیے تجھے یہ سزا دی گئی۔

پھر یہ دیکھیے کہ شرائط سابقہ میں سے بعض میں قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم تھا اور بعض میں معاف کر دینے کا شریعت مجتہد نے ان دونوں حکموں کو جمع کر لیا اس لیے اس نے مقتول کے ولی کو اس امر کی اجازت دی ہے کہ اگر چاہے تو وہ قصاص لے لے یا معاف کر دے اور معافی کو تقوے کے قریب پھیر کر اسے اسکی ترغیب دی ہے اور اس طرح پر آپ اور اکثر احکام کو پائیں گے کہ

ف
حد شراب
عمر اولی
انہی برس کی
حکمت ۱۲

ف
حد زانی
انہی برس کی
حکمت ۱۲

ف
شریعت مجتہد
سابقہ کے احکام
کی جامع ہے
اور اس نے
انسان کی ہر
حکمت کے

جو شریعہ سابقہ میں جدا پائے جاتے تھے اس شریعت نے انہیں جمع کر دیا اور سب کا خلاصہ نکال لیا اور ہوتا ہی یہی چاہیے تھا کیونکہ اسی شریعت پر تمام شریعتوں کا خاتمہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے تمام شریعتوں کی خوبیوں کو آپس میں جمع کر لیا ہے اس امر سے اس شریعت کے آداب کو دیکھنا شریعہ کیا تو ان کو ہر باب میں اس کے قواعد و آداب بالکل مکمل نظر آئے چنانچہ انھوں نے دیکھا کہ اُسے کھانے پینے سے بچنا حاجت کرنے یہاں تک کہ صحت کرنے تک کے قواعد مقرر کیے ہیں یہ بتلایا ہے کہ باہم اُٹھنے بیٹھنے باتیں کرنے کا کیا طریق ہے سفر اور حضر میں کن امور کی رعایت کرنا چاہیے زن و شوہر اور تمام عزیز و قریب باہم کیا برتاؤ کریں پڑوسیوں اور دوستوں سے کیا معاملہ کرنا مناسب ہے مسلمان مسلمانوں اور غیر قوموں کے ساتھ کس طرح سے پیش آئیں اسی طرح ہر تمام امور کے آداب و قواعد اُسے مقرر کر دیے ہیں جن کا کہ شریعت میں غور و فکر کرنے سے پتہ لگ سکتا ہے۔

پھر اس فرقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ملکی انتظامات کی جانچ و شرع کی اور بات کی تفتیش کرنے لگے کہ جو کچھ آپ حکم دیتے ہیں اس کا نفع خاص آپ کی ذات اور آپ کی اولاد ہی پر محصور رہتا ہے یا عام لوگوں کو پہنچتا ہے پس باوجود انتہاء درجہ کی باریک بینی اور اعلیٰ درجہ کی تلاش کے بھی انہیں آپ کا کوئی حکم ایسا نہیں ملا اور نہ آپ کی شریعت میں کوئی امر اس قسم کا نظر آیا جیسا کہ فائدہ خاص آپ کی ذات یا آپ کی اولاد ہی کے ساتھ وابستہ ہوتا اور اس کی منفعت عام نہ ہوتی۔

اور جو بات بظاہر اس قسم کی معلوم ہی ہوئی تو غور کرنے سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حقیقت میں اس کا نفع بھی تمام لوگوں کے لیے عام ہے اور انہیں عام منفعت کا لحاظ کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ مال غنیمت میں سے قبل تقسیم کرنے کے آپ کچھ لے لیتے تھے جسکو کہ صغی کہتے ہیں اگرچہ اس کے ساتھ ابتداً آپ اپنے منصب ریاست کی عظمت قائم رکھنے کے لیے اپنے نفس کی بظاہر تخصیص کیا کرتے تھے جیسا کہ اعلیٰ عموم حاکم و محکوم میں اس امر کی رعایت دیکھی جاتی ہے اور اس سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ حاکم کی عظمت اور شان و شوکت اس کے مطیعین کے دل میں عجب تحکم ہو جائے اور ظاہر ہے کہ یہ ملکی انتظام کے مقاصد میں سے اعلیٰ درجہ کا مقصد ہے آخر کار جو کچھ آپ لے لیتے تھے وہ فقیروں کی حاجت برآری میں صرف کر ڈالتے تھے پس معلوم ہوا کہ آپ کا بظاہر اپنی تخصیص کرنا دبا ریاست کے موافق اپنی شان و شوکت اور اختیار ظاہر کرنے کی غرض سے ہوتا تھا اور اس لیے کہ دولت مند اُس کے لینے سے باز رہیں اور وہ مال حاجتمندوں کو پہنچ جائے اور اس خول صورتی سے کام انجام پائے کہ مالداروں کو حاجتمندوں سے کہیں نہ کہیں کا بھی موقع نہ ملے اور ان کی کار برآری ہی ہو جائے ورنہ شاید فقیروں ہی کو تقسیم کرنے سے دولت مند ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہوئے دیکھ کر اُن کے ذہن ہو جاتے ایسے آپ نے یہ طریق اختیار کیا بلکہ آپ کا تو اعلیٰ عموم یہ دستور تھا کہ جو کچھ آپ کے پاس آتا تھا اس میں سے اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حاجت روائی کی مقدار رکھ کر باقی سب محتاجوں کو تقسیم کر دیا کرتے تھے اور یہ اسی بات ہے کہ جس میں شہ کی گنجائش نہیں تو اتر طور پر یہ ثابت ہے دیکھا کہ آپ دنیا سے بھی اسی حال میں خلاص ہو گئے کہ اپنے اہل و عیال میں سے کسی کو ایک درہم و دنیا رکھا ورنہ بھی نہ بنایا بلکہ آپ نے اپنی ساری جائیداد منقولہ کو خیر و خیرات میں صرف کر دیا اور غیر منقولہ جائیداد کو فی سبیل اللہ محتاجوں کے لیے وقف کر دیا اپنے اور اپنے ساتھیوں کے اہل و عیال کے لیے مسلمانوں کے خزانہ میں سے لینے میں آپ ہمیشہ مساوات کو مدنظر رکھا کہ کسی آپ نے نہ لوگوں

ف
ان کی جگہ
حاضرین کے
ہر ایک شریعت
میں توازن
آداب مقرر
کیے گئے ہیں

ف
غیرت کا سبب
من کے لئے تو
پیش جانا اور
ہر ایک کو رسول
صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کا
نفع حاصل کی
اور آپ کے لئے
ہر ایک کا
بلکہ اعلیٰ عام

ف
ہر فرقہ کے لیے جو
مال غنیمت میں سے
قبل تقسیم
لے لیتے اور کچھ
کو دینے کی حکمت ظاہر
ہوئی اور مسلمانانِ دنیا
یہ امر کہ آپ نے اپنی
سے کچھ نہ لیا ورنہ
میں بنانا تو کسی
لے خلافت کی صورت
کی کہ یہ مسلمانوں کی
پر چھوڑ دیا ۱۲

ف
رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم
مسلمانوں کی
خیال نہ کرنا
میں ہمیشہ مساوات
مدنظر رکھی ۱۲

اپنا سچہ کر چھ نہیں دی اور نہ اپنی اولاد میں سے کسی کے لیے اپنی خلافت بیٹے جانشینی کی وصیت کی بلکہ یہ محض مسلمانوں کی لیے
 یہ چھوڑ دیا کہ جسکو مناسب سمجھیں وہ اپنی رائے سے مقرر کریں اور اگر آپ چاہتے تو کسی کی نسبت اپنی جانشینی کے لیے تصریحاً ارشاد
 فرما دیتے پر کسی کو قیامت تک ہی آپ کی مخالفت کی جرأت نہ پڑتی اور بارہ میں سب سے بڑا کبریاہ بات ہے کہ آپ
 اپنے دوستوں اور کنبہ والوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے رہے کہ حاکم بننے سے جہاں تک سچ سبکیں بچیں اور دنیاوی منصب
 اور ساز و سامان پر کبھی مغرور نہ ہوں۔

پھر اس فرقہ کو یہ معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول اور ظلم و تعدی کرنے سے بالکل معصوم و محفوظ ہیں آپ کی
 کتنی ہی بی بیاں کیوں نہ ہوں آپ انکے ساتھ منصفانہ برتاؤ کرنے پر پورے طور سے قدرت رکھتے ہیں ایسے شریعت نے
 آپ کے لیے اجازت دیدی کہ جنی عورتوں کے ساتھ آپ چاہیں نکاح کر سکتے ہیں جیسے کہ پہلے رسولوں کے لیے اجازت
 تھی مثلاً داؤد و سلیمان یا انکے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام لیکن جنیب رسولوں کے علاوہ اگر عورتیں بہت زیادہ ہوں تو عام
 طور پر انسان انصاف کے ساتھ پیش آئیے عاجز پایا جاتا ہے ایسے آپ کی پیروی کرنے والوں میں سے کسی کے لیے
 چار عورتوں سے زیادہ کے ساتھ نکاح کرنے کی شریعت نے اجازت نہیں دی۔

اور ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینے میں گو یا کہ شریعت نے عورتوں کی تعداد کی زیادتی کا لحاظ کیا ہے کیونکہ مردوں
 کی تعداد کا نسبت عورتوں کے اسوجہ سے کم ہو جاتا کہ انہیں سیر و سیاحت اور کسب معاش وغیرہ کی مشقتیں برداشت کرنا
 پڑتی ہیں لڑائی میں کام آتے ہیں ایک ضروری امر ہے پس اگر مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہیں دی جاتی تو خصل عورتیں بالکل
 معطل اور بیکار رہیں اور بلا وجہ ان کو نسل کی افزایش سے روکنا لازم آتا علاوہ بریں مرد میں سن بلوغ سے بیکرا آخر عمر تک عا
 وہ سبھی برس تک کیوں نہ زندہ رہے والد و تناسل کی استعداد باقی رہا کرتی ہے بخلاف عورت کے کہ وہ بچائش پانچ
 برس کے بعد اولاد سے بالکل مایوس ہو جاتی ہے کیونکہ اس سن میں اسکا حیض منقطع ہو جاتا ہے اور تخم بیجے وہ
 مادہ جس سے کہ بچہ بنتا ہے اسی میں باقی نہیں رہتا۔

اور یہ بات بھی خدا کے لطف سے خالی نہیں ایسے کہ حاملہ ہونے بچہ جننے اور دودھ پلانے کی وجہ سے اس کی قوتوں میں
 ضعف آ جاتا ہے اگر اب بھی بچہ ہوتا تو اس کے لیے مصیبت پر مصیبت بڑھ جاتی پس عورت کے بالغ ہونے سے لیکر سن ایاں
 تک باغیاں اکثر کے کل بیفیتیں برس کی مدت رہ جاتی ہے جہیں کہ عورت میں بچہ ہونے کی قابلیت باقی رہتی ہے پس اگر
 مرد کو کئی شادیوں کی اجازت نہ ہوتی تو ایک عورت کے ساتھ رہا اپنی عمر کے ایک بہت بڑے حصہ تک اسے ناحق
 اپنی نسل پہیلے نیسے محروم رہنا پڑتا پس کئی شادیوں کی اجازت دینے سے مرد کو اپنی نسل میں معطل رہنے کی آفت سے
 نجات ملتی اس موقع سے طلاق دینے کی اجازت کا سختہ ہی معلوم ہو گیا ہو گا کیونکہ بر تقدیر اجازت نہ ہونے کے اگر کوئی
 شخص ایک سے زیادہ عورت کے ساتھ شادی کرنے پر قادر نہ ہوتا تو مرد صورت اسکی زوجہ کے باغ ہونے یا کبر سن کی وجہ
 اولاد سے مایوس ہو جانے کے باوجود والد و تناسل کی استعداد کے اسے (مرد کو) نسل سے معطل رہنا پڑتا ایسے کہ وہ
 طلاق تو دے ہی نہیں سکتا تاکہ کھائے اپنی زوجہ کے دوسری عورت سے شادی کر لیتا مگر مرد میں والد و تناسل کی قوت

تعداد ان زوج
 اور ان کے چار
 میں محدود ہے
 اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ
 وسلم نے ان کو
 چار کے زائد
 نکاح کرنے سے
 روک دیا ہے
 کیونکہ عورتوں
 کی زیادتی
 مرد کی قوتوں
 کی اجازت
 کی حکمت
 چار سے زیادہ
 چار سے زیادہ
 نکاح جائز نہیں
 ۱۲
 تعداد ان زوج
 کی حکمت ۱۲

نہوئی تو عورت کو اولاد سے محفل رہنا چاہیے تا اب یہ دو فوضایاں رفع ہو گئیں رہی یہ بات کہ طلاق دینے کا اختیار صرف مرد ہی کو کیوں دیا گیا اسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے وہاں دیکھنا چاہیے۔

ف
جواز شادی
اجازت کی حکمت
۱۲

ف
جواز انصاف
نہ کر سکتے
مستند و شادی
اجازت نہیں
۱۲

اب صرف چار ہی عورتوں کی اجازت کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اصل کسب معاش کے معتد بہ چار ہی قسم کے ذریعے ہوا کرتے ہیں ایسے ہر ایک کے مقابل میں ایک عورت کی اجازت دینی کو کبھی ایسا ہی ہو کہ صرف کسب معاش کا ایک ہی طریق وسیع ہونے کی وجہ سے باقی طریقوں کے قائم مقام ہو جائے اور وہ چار نہیں یہ ہیں۔ تجارت صنعت زراعت حکومت۔ پھر شریعت نے چار شاہیوں کی مسوقت اجازت دی ہے جبکہ آدمی چاروں کے ساتھ انصاف کر سکے یہاں تک کہ اگر کوئی دو عورتوں کے ساتھ ہی انصاف کرنے سے قاصر ہو تو اسے دو کی بھی اجازت نہیں ہے صرف ایک شادی وہ کر سکتا ہے اور اگر کسی کو ایک عورت کے ساتھ ہی بے انصافی کا خوف ہو اور اپنے کو عاجز پائے یا نان و نفقہ دینے کی وسعت نہ رکھتا ہو تو اسے ایک سے بھی شادی کرنے کی اجازت نہیں سخت مانعت ہے۔

ف
میں تو نہایت
حکمت
۱۲

پہنچے نہ کہ لونڈیاں یعنی وہ عورتیں جو کہ لڑائی میں گرفتار ہو کر آتی ہیں افزائش نسل سے محروم رہی جاتی ہیں کیونکہ غلام کا کاروبار خدمت میں مشغول ہونے کی وجہ سے نکاح کر کے انکی خبر گیری کرنا ذرا مشکل امر ہے بلکہ یوں کہیے کہ وہ نکاح کے حقوق ادا کرنے پر پورے طور سے قادر ہی نہیں ایسے انکے لونڈیوں کے مالکوں کو گو وہ چار سے زیادہ ہی کیوں نہ ہوں متمتع ہونے کی اجازت دی ہے تاکہ وہ توالد و تناسل سے بیکار نہ رہیں۔

اور غلام کو اس امر کی اجازت نہیں دی کہ وہ اپنی مالکہ کا شوہر بن سکے کیونکہ عورت کے مالک ہونے کا تو یہ مقتضائے حق ہے کہ وہ غلام پر حکومت کر سکے وہ اس کے قبضہ میں رہے اس پر پورا اختیار حاصل ہو پس اگر وہ اس کا شوہر بن سکتا تو چاہیے نہا کہ اس کی مالکہ بھینٹ اسکی زوجہ ہونے کے اسکی فرمانبرداری کرے اور غلام کو اس پر قبضہ حاصل ہو پس اس مناقضت اور مخالفت کی وجہ سے باہم معاشرت کرنے میں بڑا خلل واقع ہوتا دونوں میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی اور اس بدتمیزی سے سارا عیش و آرام خاک میں بجاتا حالانکہ یہ امر اس منصف اور عادل شریعت کے مقاصد کے بالکل خلاف ہے ہاں غلام کو دوسری عورتوں سے نکاح کی اجازت ہے۔

ف
رسول اللہ صلی
کی زوجہ سے
آپ کے بعد نکاح
مردم ہونا اور
اسکی حکمت
۱۲

پہنچا اس فرقہ کو معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت نے آپ کے بعد آپ کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام قرار دیا ہے اور جب انہوں نے اس بارہ میں غور و فکر سے کام لیا تو انہیں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ یہ امر نہایت عظیم الشان سمجھوتہ پر مبنی ہے۔ اول تو یہ کہ آپ کی یہ نظم کرنا بلکہ تمام رسولوں کے مطیعین کا انکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا شریعت سابقہ میں ایک مالی ہوتی بات ہے اور آپ کے ساتھ ادب کی رعایت کے ضروری ہونے کے علاوہ یہ امر فی نفسہ ہی مستحسن معلوم ہوتا ہے کیونکہ اسے عموم انسانی طبعیت پر یہ امر گرا گذرتا ہے کہ انکے بعد کوئی دوسرا ان کی عورتوں سے شادی کر لے اور اس امر کی رعایت سوائے آپ کے کسی دوسرے کے لیے اگرچہ وہ اس اہمیت کے بڑے لوگوں میں شمار کیوں نہ ہوتا ہوا اور بڑا عالم و فاضل ہی کیوں نہ ہو ایسے نہیں کی گئی تاکہ افزائش نسل کے بارہ میں تنگی نہ ہونے پائے۔

دوسرے یہ کہ خلافت کے بارہ میں بلا اختلاف دخل دی کا اشد اور کد با جائے کیونکہ بالفرض اگر آپ کی ازواج مطہرات سے

بعد کلاچ کرنے کی اجازت ہوتی تو جو شخص نہیں سے کسی سے ہی کلاچ کر لیتا تو وہ اگرچہ جائزینی کے قابل ہی نہ ہوتا لیکن عام لوگوں پر تسلط حاصل کر لیتا اور یہ کہ لوگوں کی عقلوں کو فریب دیتا کہ میرے پاس تو تمہارے رسول کی زوجہ موجود ہے اسوجہ سے مجھے اور دوسرے بچے حاصل ہے اور بیٹیک میں خلافت و جانشینی کا استحقاق رکھتا ہوں اور آپ کی زوجہ مطہرہ کو اپنے دلی ارادوں میں عام لوگوں پر جو نادان ہو کرتے ہیں فتح حاصل کرنے کے لیے اڑھٹا لیتا۔ اور یہ بات کوئی مستبعد نہیں ہے کیونکہ برابر دیکھا گیا ہے کہ جب کبھی کئی تغیرات کی وجہ سے کسی نے پہلے بادشاہ کی بیگم سے اس کے مرتبہ کے بعد شادی کر لی تو وہ اس حیلہ سے ملک پر قابض بن بیٹھا جسکی تاریخ شاہد ہے۔

پتھر سے یہ کہ اگر اسکی اجازت ہوتی تو آپ کے پیروی کرنے والوں میں بڑا فتنہ فساد برپا ہو جانا کیونکہ ہر شخص ہی چاہتا کہ اپنے رسول کی زوجہ مطہرہ کو اپنے پاس رکھے تاکہ اسکو ان کے پاس رہنے سے شرف حاصل ہو انکی اولاد سے بکرت حاصل کرنا نصیب ہو اس اعلیٰ درجہ کی بزرگی سے فیضیاب ہو کر اپنے پیچھے پڑنے پر فخر کرنے کا موقع مل جائے اس کے ذریعہ ان باتوں پر واقفیت ہو جائے جو بڑے بڑے مجدد اروں کو ہی معلوم نہیں اس طرح باہم ان میں بڑی مخالفت پیدا ہو جائیگی جسکی وجہ سے فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو جائے اس میں امر کے اندر او کی غرض سے بالکل مصلحت کے موافق شریعت کے آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات سے نکاح کرنا ظلمی حرام کر دیا۔

جو سچے یہ کہ اگر آپ کی ازواج مطہرات آپ کے بعد کسی دوسرے سے نکاح کر لیں تو بیٹنک نام کے منصب عالی اور مرتبہ عظیم کی بقدری ہوتی اور تمام امت کے دلوں میں انکی وہ قدر و منزلت نہ باقی رہتی جو انکو اب حاصل تھی کیونکہ اس عورت کی حشا جو کہ ایسے جلیل القدر خدا کے رسول کے پاس رہ چکی ہو اور پروردہ کسی دوسرے کے پاس رہے گو وہ کیسا ہی بڑا کیوں تھا کیا جانا ہو بالکل اس شے کی مثل ہے جسکو کہ کسی نے بلندی سے پستی میں ڈال دیا ہو یا اس شخص کی مثل جسکو کہ شاہی کے بعد گدا کی نصیب ہوئی ہو اور پروردہ لوگوں کے دلوں میں انکی طرف سے نفرت پیدا ہو جاتی اور اسوجہ سے کہ وہ بعد آپ کے ایسے شخص کے قصہ میں ہو جس کے لیے تمام معاصی اور قبل مجھے محفوظ اور محصوم ہونا ضروری نہیں انکی شرعی بائو کی نسبت لوگ مشکوک ہو جاتے اور محکم نہ ہوتا کہ انکو یہ خیال ہو جاتا کہ وہ اپنے جدید شوہر کی خواہش کے موافق سارے اقوال و اعمال میں عملدرآمد کرتی ہیں اور اسی کے خیالات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے لیکر رواج دیتی ہیں یہ نہ سمجھے کہ انکی نسبت ایسا خیال کرنا صحیح ہو سکتا ہے حاشا و کلا وہ با عصمت بنی بیاں ایسی باتوں سے بالکل مبرا ہیں بلکہ انکی شان میں ایسا لگانا کرنا نہایت بے انصافی پر مبنی ہے اس تقریر کا صرف مقصود یہ ہے کہ ایسی حالت میں لوگوں کے دلوں میں اس قسم کے خیالات پیدا ہونا کوئی بعید نہیں تھا انکو یہ شک پیدا ہو سکتا تھا اور اگر کہیں ایسا ہوتا تو امت کو اس کے ان علوم کے ثمرات کثیرہ سے محروم نہ ہوتا کہ دین کے بڑے جلیل القدر احکام مبنی ہیں اور جنہیں کہ انہیں پاکدامنوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے بالکل محروم رہتا پڑتا اور وہ احکام میں معلوم نہ ہوتے جو آپ کے ان اقوال و افعال سے مستنبط کیے گئے ہیں جنکی روایت کرنی یہی عصمت نام عورتیں ہیں جو کہ آپ کے ساتھ کمانے پینے پونے بیٹھنے جلوت و خلوت میں شریک رہتی تھیں اور مطہرہ انہیں علوم نبوت سے واقفیت پیدا کر لیا بہت اچھا اور قوی ذریعہ حاصل تھا اسوجہ سے اکثر احکام ہم کو انہیں کے ذریعہ سے معلوم

ہوئے ہیں اگر وہ کسی دوسرے کے پاس رہتے ہیں تو انکی عظمت کہاں باقی رہتی اور وہ تو قیوم جو کہ انکی خبروں پر اب حاکم ہے
 اُسکا کہاں پتہ لگتا۔ جبکہ نتیجہ یہ ہوتا کہ یہ سارے علوم ہمیں فوت ہو جاتے علاوہ بریں اس کجی کے حرام کرنے میں خدا کا
 اور کئی حکمتیں اور ہر بار پائے جاتے ہیں جو کہ غور کرینگے بعد نصف کے نزدیک محض نہیں رہ سکتے ہیں اگر آپ کے بعد کا
 کرنے کی انہیں اجازت نہ ہونے سے خاص اُنکا ضرر بھی ہو تو اس ضرر کا عام لوگوں کے نقصانات کے مقابلہ میں
 کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا مصلحت عام بھی مصلحت پریشانیہ ترجیح دینے کے قابل ہے پس یہ حکم کسی انسانی غرض یا بہت
 خیالات پر مبنی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس بحث اور تدقیق سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو
 ایسی باتوں سے بالکل بری ہیں انکی نسبت کسی قسم کا خیال کرنا ہی بیجا ہے کیونکہ یہ تو اسرار اور حکم پر نظر کر کے خدا کا مقرر کیا ہو حکم
 پس جبکہ یہ فرق شریعت محمدیہ اور اُنکے انتظامات کی جارح کر چکا اور اُنکو اُسکی خوش انتظامی اور نہایت ہی عجیب و غریب حکمتیں چکا
 کہ پہلے بیان ہو چکا ہے معلوم ہو چکیں تو آپس میں کہنے لگے کہ صاحب حق سے تو انکار نہیں کیا جاتا اُنکو تو ماننا ہی چاہیے پس
 بیشک جو کچھ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں وہ خدا ہی کی شریعت ہے ورنہ پہلا دیکھتے تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک بے
 پریشانی آدمی جاہلوں میں پیدا ہوئے وہیں پرورش پائی اپنے وطن سے سوائے تھوڑی دور کے کہیں گئے نہیں اور وہ ہی چند
 ماہ کے لیے کہ جو مدت تھوڑا سا علم حاصل کرنے کے لیے بھی کافی نہیں ہو سکتی اور نہ آپ کو تمام عمر میں اپنے شہر میں کسی وقف کار
 اور دانشمندی کی صحبت میں رہنے کا کہی اتفاق ہوا اور نہ یہ ثابت ہوا کہ آپ نے کسی ملکی قوانین یا شرائع میں سے قدرے قلیل
 ہی سیکھنے کا انتہام کیا ہو پس آپ کو کہاں سے ایسی عقل ملے گی کہ جس سے آپ نے ایسے عجیب و غریب انتظام و ترتیب کو مستنبط
 کر لیا کہ جو نہایت ہی عظیم الشان حکمتوں کو محیط ہو جس کے تمام عمدہ جنصائل پائے جاتے ہوں جس سے کہ انسانی دنیا کا پورا پورا انتظام
 ہوتا ہو اُنکے حالات کی اصلاح ہوتی ہو اُنکے نفوس پاکیزہ ہوتے ہوں اُنکے شہر آباد ہوتے ہوں انہیں طہریروں سے پناہ ملتی ہو
 اسبطح میں تمام اس قسم کی چیزیں موجود ہوں جسے کہ بنی آدم کو رفع ینہی جاتا ہو اور جملہ طہریروں پر انہیں شہادت ہو
 باوجود اس کے اُنیں تمام عالم کی پرورش کرنے والے کے بارہ میں صحیح عقیدہ ہی پائے جاتے ہوں جنہیں کہ نسبت اور بے نیاد
 خیالات کا کہیں پتہ نہ ہو۔ اسبطح پر انہیں خلقت کے رہنا اور برگزیدہ رسولوں کی نسبت بھی عمدہ عقیدوں کی تعلیم ہو
 یہ سب باتیں تو ایسی ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ دانشمند سارے لوگوں سے زیادہ واقف کار بہت بڑے
 فلسفی۔ سیاست اور انتظامات ملکی کے بڑے ماہر ہی ہوتے تب بھی عقل میں یہ بات کسی طرح نہیں آتی کہ آپ تنہا ان تمام
 چیزوں پر حاوی ہو سکتے اور آپ کے لیے ان سب اشیاء کا جمع کر لینا ممکن ہوتا ہاں اسوقت بیشک یہ بات سمجھیں سکتی ہے کہ
 آپ خدا کے بھیجے ہوئے ہوں اور خدا ہی نے ان تمام امور کی طرف آپ کی رہنمائی کی ہو یہ سب کچھ آپ کو بتلادیا ہو ان سب کے
 ہر ہر سہما دیے ہوں اور ہر لوگوں کی تعلیم کا اُنہیں حکم دیا ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے سے بڑے فلسفیوں کو بھی یہ بات
 نہیں ہوتی کہ تمام امور میں ماہر ہو گئے ہوں گو انکی کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی واقفیت کیوں نہ ہو اور جملہ فنوں پر ہی نظر کیوں نہ کرتے
 ہوں بہت ہوا تو ایک دو فن میں اُنکو کمال حاصل ہو گیا جالیونہی ہی کو دیکھتے کہ انکی انتظام میں کہاں رکھتا تھا۔ اسطرح حکمت انسانی
 اور انہیں کا ماہر نہ تھا بقراط کا پاپطب میں بلند تھا۔ اقلیدس کو علم ہندسہ میں مہارت تھی اسطرح کوئی کسی فن میں اور

کوئی کسی فن میں کامل ہو گیا اب رہا یہ امر کہ حکماء اور عقلاء میں سے کسی کو تمام فنون میں ہی کمال حاصل ہوا ہو یا انسان کی جملہ مصلحتوں کی اس سے معرفت نصیب ہو گئی ہو یہ بات تو کہی ہوئی نہیں اور نہ سمجھیں اگلی ہے۔ ہاں اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو دیکھا جائے تو وہ بیشک انسان کے نفع کی جتنی چیزیں ہیں سب پر حاوی ہے کوئی چیز ہی اس سے نہیں چھوڑی چنانچہ ہم اسکا پہلے بیان کر چکے ہیں اور تمام امور کے بیان کرنے میں اسے ایسا پاکیزہ طرز اختیار کیا ہے کہ جس چیز کی زیادہ حاجت تھی اور وہ بہت ضروری تھی اسے تو خوب شرح و مبطل سے ذکر دیا اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا اور جو چیزیں ایسی تھیں کہ امور معاش یا نفس کے مہذب کرنے والی ضرورت نہ پڑتی تھی انکی طرف محض اشارہ کو دینا کافی سمجھا گیا کہ سطر چیر یہ بات جلادی کہ اس کے حاصل کرنے کا اگر تمہیں شوق ہو تو اس کے جاننے والوں سے سیکھ لو تیرے بھنے تولا دیا ہے اس بنا پر فنون ہندسہ حساب اور دھندلے امور وغیرہ کے بارہ ہیں اسے نہایت سہولت سے کام لیا ہے۔ لوگوں کو اس کے تحصیل کی چنداں تکلیف نہیں دی اسکو محض انکی غشی اور صحت اندیشی پر چھوڑ دیا ہے۔

یہ سب باتیں شریعت میں اس شخص کو نظر آسکتی ہیں جو اپنے مطلع ہونے کی غرض سے انکی خوبی جانچ کر اسے اور اپنی عقل سے کام لے کر درجہ پہلا اس شخص کو کیا پتہ لگ سکتا ہے جو کہ بہ نظر تعصب اسکو دیکھے یا اس کے احکام وغیرہ پر سرسری نظر ڈال جائے اور محض بعض مباحث پر واقفیت حاصل کر کے یہ سمجھنے لگے کہ میری نظر شریعت کی تمام چیزوں پر خوب محیط ہو گئی چاہے حضرت کو جس شخص سے ایک خط بھی خبر نہوار جو کچھ جانتے بھی ہوں وہ یہی پورے طور سے نہ سمجھے ہوں خلاصہ یہ کہ اس بحث و تفتیش کے بعد اس فرقہ نے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام لائی ہوئی چیزوں میں تصدیق کی اور آپ کو خدا کا پیغمبر ماننے لگے اور آپ کے بتائے ہوئے طریقے اور اسطے درجہ کے خیر خواہ بن گئے۔

میں کہتا ہوں کہ ان لوگوں نے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر استدلال کر لیا اور وہ ارادہ کمر لیا کہ جو قیامت تک بھی بند نہ ہوگا جو شخص کہ آپ کے بعد چاہے کتنے ہی زمانہ گزرنے پر کیوں نہ آئے لیکن وہ انہیں لوگوں کی طرح آپ کے صدق پر استدلال کر سکتا ہے اور اس کے نزدیک ہی حق واضح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ جو کوئی شریعت محمد پر کے عین درمیان غلط لگائے گا اور قیوم و تعصب سے چھوٹی ہوئی نظر سے دیکھ لے گا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو رعایت کام لے گا ممکن نہیں ہے کہ اسکی غلطی کا اسے یقین نہ ہو جائے اور صاحب شریعت کے صدق پر ایمان نہ لے آئے۔

اور جو شخص کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ہی کے زمانہ دراز گزرنے پر خصوصاً تیرہ سو برس کی مدت کے بعد آدے اس کے نزدیک تو شریعت کی مختلف فضیلتوں کے دیکھنے کی وجہ سے جو کہ اس کی خدا کے پاس سے ہونے پر دلالت کرتی ہیں حق تو واضح ہو ہی جائے گا حلا وہ ہیں اس استدلال کا دروازہ اسے اور ہی وسیع نظر آئے گا کیونکہ وہ دیکھے گا کہ یہ شریعت باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ محفوظ رہی اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی یہاں تک کہ عقل پر حکم کرتی کہ غلط قاعدہ فلاں زمانہ کے موافق نہیں رہا بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے اس کے قواعد ہمیشہ حاصل ہوتے رہے چنانچہ وہ تمام عقلاء کی عقلیں مرض تعصب سے سالم ہیں اسکو برابر مانتے ہیں اور جسے ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ انکا کر کے دیکھ لے کہ چونکہ امتحان کرنا سب سے قوی دلیل ہے پس اگر اس شریعت کے احکام کسی انسان کے تجویز کردہ ہوتے

اس فرقہ نے تو
اپنے بعد ان لوگوں
یہ استدلال کا
اچھا دروازہ کھولا
خصوصاً تیرہ سو برس
بعد شریعت جو
ملاوٹ کے بعد آدے
ہوئے اس کے پیش
استدلال اور ہی
وسیع نظر آئے گا
تو اس کے نزدیک
بہتر ہی کی نسبت
کے حکم عام رہا
پس اسکو عقل

تو میں ضرور ضلّی ہوتا اور انکا نظام فاسد ہو جاتا جتنا چھ برابر دیکھا جاتا ہے کہ زمانہ کے بدلنے سے آدمیوں کے توجہ کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی ہے اور پہلے احکام میں خلل پڑ جاتا ہے۔

کبھی آپ بعض نادانوں کی یا وہ گوئیوں سے گہرا نہ جائیں کیونکہ اس بارہ میں کم فہموں نے بڑی بڑی چہ میگوئیاں کی ہیں یہاں کہ بعض وہ لوگ بھی ابی زمرہ میں داخل ہیں جو اپنا تعلق اسلام سے ظاہر کرتے ہیں اور حقیقت امر یہ ہے کہ وہ اسلام سے کوسوں دور ہیں انکو اسکی ہوا ہی نہیں لگی انکی اتنی نظر ہی نہیں ہے کہ انہیں کچھ دکھلائی دے وہ اس شریعت کی قدر و منزلت کو کیا جانیں بالکل ناواقف ہیں صرف انہوں نے کہیں سے اسلام کا نام سن لیا ہے اسی بنا پر انکا بقدر نفس طرح طرح کی باتیں بہک گئے لگا ہے اور انکی فاسد عقل میں یہ خیال جم گیا ہے کہ موجودہ زمانہ کے لیے شریعت کے مقرر کردہ احکام و قواعد کافی نہیں اس زمانہ کے لیے نیا قانون بننا چاہیے اور یہ سمجھ کر غیروں کے بعض قوانین اختیار کر لیا اپنے آپ کو محتاج خیال کرتے ہیں اور پچ پوچھتے تو وہ قواعد یا تو خود ایسے ہی کہ جسے پورے طور سے آدمی نفع نہیں حاصل کر سکتا اور انکے احکام بالکل کمزور پائے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگر انہیں آپ کوئی نفع دیکھیں گے تو انکے ساتھ ہی بہت سی غریبیاں بھی نظر آئیں گی یا وہ فی حقیقت اسی شریعت کے کامل قواعد سے ناخوش ہیں گے جنہیں کہ ان لوگوں نے اسلامی لباس ۱۱ تاکر دوسرا لباس پہنا کر اسے جسکی وجہ سے انکی اصلی صورت اچھی طرح سے نہیں پہچانی جاتی اسوجہ سے کہ فہم لوگ اسکو ایک جدید شے خیال کرنے لگتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں قوموں نے انکو ایجاد کیا ہے اور طرح طرح کی جھٹکوں کی انہیں رعایت ملحوظ رکھی ہے۔

کاش ایسے سمجھنے والے کو اگر شریعت محمدیہ کے سمجھنے کی استعداد ہوتی اور اس کے احکام کے واقف کاروں میں ہوتا تو کبھی ایسی غلطی نہ کرتا اسپر یہ بات روشن ہو جاتی کہ اس شریعت میں خود ایسے کامل اور اعلیٰ درجہ کے قواعد موجود ہیں جو کہ زمانہ موجودہ کیلئے بلکہ ہر زمانہ کی ضرورتوں کے لیے پورے پورے کافی ہیں انکے قواعد کے سامنے ان ناقص قواعد کا ذکر کرنا ہی بجا ہے جو کہ ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتے کہ انکے قواعد کے مقابلہ میں انکی طرف ذرا ہی التفات کیا جائے اور اگر یہ ہوتا تو اسی امر کا پتہ لگ جاتا کہ ان قوموں کے پاس جو کامل قواعد و ضوابط دیکھے جاتے ہیں شریعت کے جملہ قواعد میں یہ بھی داخل ہیں یہ نہیں ہے کہ یہ شریعت اُنے خالی ہے غایت سے غایت یہ ہوگا کہ انہوں نے انکی اصلی اسلامی صورت کو بدل دیا ہے اور ایک نیا جامہ پہنا کر ظاہر کیا ہے یا اگر انہوں نے شریعت محمدیہ سے ان قواعد کو اخذ نہیں کیا ہے اور انکی عقل اُن قواعد تک اسوجہ سے پہنچ گئی ہے کہ وہ عقل کے نزدیک تھیں ہیں تو شریعت میں ہی وہ موجود ہیں اور اسوقت وہ ضرور یہ حکم کرتا کہ شریعت محمدیہ کے قواعد بالکل کافی ہیں اسے دوسری قوموں سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن ہاں اس بات کے دریافت کر کے اسے عقل رسا اور احکام شریعت سے پوری پوری واقفیت کی بڑی ضرورت ہے جب تک آدمی کو شریعت کے جملہ ابواب میں تبحر حاصل نہ ہو اسوقت تک اس امر کا پتہ لگنا ہے ذرا مشکل محض سرسری نظر سے احکام شریعت کو دیکھ لینے سے کچھ نہیں چلتا پس اگر کوئی یہ چاہے کہ شریعت کے قواعد کو تفصیل اور شرح و بسط کے ساتھ مہیا کرے جس سے کہ عام لوگوں کو سمجھنا آسان ہو جائے اور انکی اصلاح ہو تو اسکو چاہیے کہ شریعت محمدیہ کے تمام قوانین اس امر کو پیش کر کے اُسے درخواست کرے کہ وہ گوشتش کر کے ان قواعد میں سے ایسی چیزیں لکھا کر دیں جن سے کہ اسکی حاجت روائی ہو جائے اور مقصد برآئے تاکہ وہ لوگ

ف
بعض لوگ
شریعت کی حقیقت
سے ناواقف ہیں
انکے اس خیال کا
غلطی کرنا چاہیے
تو انہیں اس زمانہ
کے موافق نہیں کرنا
اور اس پر ہے کہ
دوسری قوموں کے
قواعد یا تو ناقص
ہوں یا تو غیر
سے ناخوش ہوں
کم سے کم اساق
ضرور ہے کہ کوئی
مستند قاعدہ
ایسا نہیں کرے
کہیں ہوا اور کس
اُس سے خالی
ہو ۱۲

ف
جسے قاعدہ عام
کے قوانین میں
کون سا قاعدہ
مستند قاعدہ
شریعت کو اس
امر کو ملحوظ
رہنا چاہیے

و خواست کے موافق ایسے امور جمع کریں جسے کہ عام لوگ پورے طور سے مستفیض ہو سکیں چنانچہ سلطان اعظم نے رضا انجی
سلطنت کا ہندوستانی اور ہندوستانیوں کے لیے ایسی کتاب تالیف کرنے کی خواہش ظاہر کی جس میں کہ ان تمام معاملات
کے منصفانہ احکام مجتمع ہوں جو کہ لوگوں کو اکثر اوقات پیش آیا کرتے ہیں تاکہ حکام اور اہل مقدمہ ان کو آسانی سے سمجھ سکیں تو انہوں نے
ایسی ہی کتاب لکھ دی جس سے کہ اس بارہ میں لوگوں کی پوری پوری مقصد پر آری ہو سکے۔ اور اس کتاب کا نام مجملۃ الاحکام العلویۃ ہے
ان لوگوں کے حالات دیکھ کر ہی آپ خلیفان میں نہ پڑیں جو کہ لکھنے کو تو اسلام
کی پیروی کے مدعی ہیں لیکن انہیں نہ تو کچھ ادب و قاعدہ سے مطلب ہے نہ ان کے طرز عمل میں کچھ انتظام پایا جاتا ہے
ان کے تمام کاروبار میں بد مذہبی اور بد نظمی سیلی ہوئی ہے ایسے کو دیکھ کر شخص کہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور جو
یہ نہیں جانتا ہے کہ انہوں نے اپنی شریعت کی کہا تک مخالفت کی ہے اسے یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ کہہ
سکتا ہے کہ مسلمان کیسے یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کی شریعت اپنے پیروں کی رعایت کے لیے اصلاح کرتی ہے ان کو انتہا
درجہ کی تہذیب سکھاتی ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ اگرچہ مسلمان ہیں لیکن ہر وہی طرح کی برائیوں میں بہتے ہوئے
ہیں ان کو انواع انواع کی بدعتیں گہرے ہوئے ہیں ان کے لیے شریعت کی اپنے مطیعین کے احوال درست کرنے کی ذمہ داری
کہاں گئی وہ ان لوگوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتی ایسے شخص کا یہ جواب ہے کہ دیکھیے انصاف نہ چھوڑیے یہ کس نے دعوے
کیا تھا کہ شریعت محمدیہ اس شخص کی ہی اصلاح کی ذمہ دار ہے جو صرف نام کا مسلمان ہے اور اپنے آپ کو وہ مسلمان کہتا ہے
لیکن عمل کے اعتبار سے اس کی پوری مخالفت کرتا ہے اس کے احکام کی تعمیل نہیں کرتا اور نہ اس کے بنائے ہوئے آداب و اخلاق
اختیار کرتا ہے آپ یقیناً سمجھ لیں کہ شریعت نے اس کی کبھی ذمہ داری نہیں کی وہ صرف انہیں لوگوں کی اصلاح کرتی ہے
ہیں ان کی تعلیم کے موافق اخلاق اور آداب اختیار کرتے ہیں چنانچہ اس بات کی قرآن اور حدیثوں میں تصریح کر دی گئی ہے
بلکہ شریعت نے تو ہر ایک کو یہاں تک کہ جو شخص ان امور میں اس کے ساتھ مخالفت سے پیش آئے گا اس پر طعنے کی مصیبتیں
اور بلائیں نازل ہوں گی یہاں تک کہ اس کو ان مصائب سے سامنا کرنا پڑے گا جس سے کہ مخالفین اسلام بالکل محفوظ
رہیں گے اس لیے کہ ایسا شخص بجائے آخرت کے دنیا ہی میں اپنے گناہوں کا کچھ مزہ چکھ لے تاکہ اسی طرح کہ ہمیں وہ
مخالفت سے باز آجائے اور اسے توبہ کرنا نصیب ہو۔ خدا کی یہ بھی عادت ہے کہ جس شخص کے ساتھ اسے اس کی بعض
نیکیوں کو پسند کر کے لطف اور مہربانی سے پیش آنا منظور ہوتا ہے تو اس کو دنیا میں گناہوں سے پاک کرنے کے لیے
طرح طرح کی تکلیفوں میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دنیاوی مصیبتیں اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائیں اور وہ آخری عذاب سے بچ جا
آئے ہم ایسے شخص کی جو کہنے کو تو مسلمان ہو لیکن باعث نافرمانیوں کے اسلامی برکتوں سے محروم رہتا ہو آپ کے لیے
ایک ایسی مثال بیان کریں جس سے کہ آپ اس مضمون کو بخوبی سمجھ جائیں۔ پس فرض کیجئے کہ ایک شخص کے پاس ایک بہت
بڑا کتب خانہ موجود ہے جس میں کچھ عرصہ اخلاق و آداب کی بہت سی نفیس کتابیں لکھی ہوئی ہیں ان کے مضامین تمام پسندیدہ کاموں
کی ہدایت و ترویج سے ملو ہیں لیکن ان میں سے کسی کتاب کو کبھی کبھار نہیں دیکھتا اور نہ اس سے مستفید ہوتا ہے تو کہا
آپ کی عقل اس بات کا خیال کر سکتی ہے کہ ایسا شخص محض کتابوں کی جلدوں کو مطالعہ نہ کر کے انہیں اپنے کتب خانہ میں

ف

وہ مسلمان تو تھا
شریعت کی راہ پر
نہیں گئے ان کی
حالات سے
پھر انہوں نے
لکھی ہے ۱۲

جو اس کے احکام کی راہ پر

مثلاً
۱۲

نہایت آراستگی کے ساتھ رکھنے سے ہندو بنجائی کاٹھ اس طرح فضیلت حاصل کر لیا اور علی سعادت سے بہرہ یاب شمار کیا گیا۔
حق تو یہ ہے کہ سوائے اس شعر سے نہ محقق بودہ دانشمند چار پائے بروکتا بے چند کے مصداق بننے کے وہ اذ
کس لائق ہو سکتا ہے اور اسے سوائے جاہل کے اور کیا خطاب دیا جاسکتا ہے۔

پس اگر کوئی یوں کہے کہ صاحب ہم تو اس شریعت کے پیروی کرنے والوں میں ایسوں کو بھی پاتے ہیں کہ جنکا شمار اسلام کے
علماء میں ہوتا ہے پھر ہی ان لوگوں کے اخلاق درست نہیں ہوتے اور نہ انکی عادتیں ہی اچھی ہوتی ہیں دنیا طلبی میں
انکا مہر و جواہروں سے بھی بڑا ہوا ہوتا ہے اور نہ یہ سید ہے مال کی طلب میں گرے پڑتے ہیں دل کو لوگوں کو خوش
ہیں انہیں کسی کے نقصان کی پروا نہیں ہوتی پھر بتلائیے کہ اس شریعت سے ان شریعوں کو کونسی تہذیب حاصل ہوئی
انہیں اسکا کیا ثمرہ ملا بلکہ اگر ان کا حالوں میں شمار نہ ہوتا تو یہی بہتر تھا بہتری فریبوں سے انکا ہاتھ توڑ کا رہتا۔ اس
اعتراف کا جواب مجھے سنی تحقیق امر یہ ہے کہ ایسے لوگوں نے شریعت کو جانا ہی نہیں ہے کہ وہ کیا ہے محض
اسکے پوست کو انہوں نے دیکھ لیا مغز تک وہ پہنچے ہی نہیں اخلاق و آداب سے پورے طور سے اطلاع ہی نہیں اگر محقق
کیجئے تو معلوم ہو جائیگا کہ ایسے لوگ وہی ہیں کہ جنہوں نے عربی لغت کے متعلق مختلف علموں میں سے ایک آدھ علم جیسے نحو
صرف بلاغت وغیرہ کو اچھی طرح سے حاصل کر لیا ہے جو کہ شریعت کے سمجھنے کا ذریعہ ہے نہ عین شریعت ہے اور کتب لغت
پر محض ایک سرسری نظر اس غرض سے ڈال لی ہے کہ انہیں اپنے مقاصد بجا حاصل کرنے میں کامیابی ہو انہیں نیست کے
درست رکھنے سے کیا کام بڑا مقصود انکا یہ ہوتا ہے کہ شریعت کے معمولی احکام سے واقف ہو جائیں تاکہ حکام کو خوش رکھیں
اور عام لوگوں سے جنہیں کہہ سکتے ہیں کہ تمیز نہیں ہوتی خوب مال حرام لے لیکر کمائیں۔

شریعت محمدیہ کے احکام اور نصاب صرف اس غرض سے انہوں نے یاد کر رکھے ہیں تاکہ لوگوں میں بیک خوب باتیں بنا سکیں
اور انکو اپنے دام میں بہنمائیں انکا یہ ہرگز مقصود نہیں ہوتا کہ وہ اپنا علاج کریں اور انکے امراض نفسانی کو صحت حاصل ہو جائے
تو وہ شریعت کے رفیع انسان اخلاق نہیں اختیار کرتے اور نہ اسکے آداب جمیلہ کو سیکھتے ہیں انہیں یہ ہی توفیق نہیں ہوتی کہ
انکی نصیحتیں مان کر اپنے قابل نفرت احوال و افعال سے باز آئیں۔

انکا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیوی مقاصد کو حاصل کر کے اپنی خواہش نفسانی کو پورا کریں ان لوگوں کی مثال اس طبیب کی
سی ہے جو کہ امراض کو تشخیص کر سکتا ہے۔ اسکو انکی دوائیں اور علاج بھی معلوم ہے لیکن وہ اپنے سخت مرض کی
طرف ذرا التفات نہیں کرتا اور اگر کبھی شفقت بھی ہوتا ہے تو دوا استعمال نہیں کرتا اور نہ لگ کر علاج کرتا ہے بلکہ اسکا سارا
خیال ہی میں لگا ہوا ہے کہ مریضوں سے خوب مال حاصل کرے اور اسے اپنے مرض کی کچھ بھی پروا نہیں۔ تو پھر نہیں
خدا کی قسم ہلاکتاؤ تو وہی کہ جب اس طبیب کی غفلت کا یہ حال ہو تو انکا مرض کیونکر صحت یاب ہو سکتا ہے۔ کیا محض علم
طب سے واقف ہونا اسکے مرض کے دفع کرنے کے لیے کافی ہو جائے گا اور اسکو اس طرح شفا حاصل ہو جائیگی جو ہرگز
نہیں۔ پس کیا یہ کہنا سوت وقت بجا ہو سکتا ہے کہ علم طب محض بیکار ہے اس سے بیمار یوں کو ذرا بھی نفع نہیں پہنچتا دیکھو
نایاب طبیب اگرچہ علم طب سے واقف تھا مگر اس نے معالجہ نہیں کیا تو اسکو مرض سے کچھ بھی شفا حاصل نہ ہوئی۔ میں تو کیہ بڑا

ف
ان لوگوں کے
حالت سے جو
لوگ علماء و
شمار کرتے ہو
انکی حالت
ہے شریعت پر
اعتراف کرنا
غفل ہے اور
علماء آخرت و
سورہ فرقان

یہ بھی قابلیت موجود ہے کہ استدلال کر کے صحیح طور پر حقیقت امر کو دریافت کر لیں۔ سمجھئے ان لوگوں کو دیکھا کہ پہلے تو ان سب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کرنے سے بڑا انکار کیا بہت نفرت ظاہر کی ٹہرے زور و شور سے آپ کی تکذیب کرنے پر آمادہ ہو گئے یہاں تک کہ آپ کے دوست احباب آپ کے عزیز و قریب آپ کے کنبہ والوں نے بھی آپ کی مخالفت کر نہیں کوئی کوتاہی نہیں کی خاص کر ان لوگوں کو دیکھیے جو پہلے رسولوں کے دین کو ماننے سے تھے اور ان کے پاس انہیں رسولوں کی لائی ہوئی کتابیں ہی موجود تھیں وہ سب کے سب آپ کو آپ کے دعوے سے باز رکھنے کی غرض سے زور اور توجہ اور ملامت سے پیش آئے بہت کچھ کوشش کی کہ سیطرہ سے آپ اپنی بات کو چھوڑ دیں ان سب کو بیوقوف نہ بنایا کریں ان کے بتوں کے ساتھ طعن و تشنیع سے نہ پیش آیا کریں اور ان کے باطل اعتقادات کی خرابی نہ بیان کریں اس مقصد کے حاصل کرنے میں انہوں نے بہت کچھ لالچ بھی دی اور یہ بھی کہا کہ اگر تم اپنے دعوے کو ترک کر دو تو پھر اپنے مال میں شریک کر لیں گے اپنی اچھی سے اچھی لڑکیوں سے تمہاری شادی کر دیں گے پھر انہیں لوگوں کا چال بھول کہہاں اتنی نفرت اور انقباض تھا اور کہاں وہی اپنی آبائی عادتوں کو اور عقیدوں کو ترک کرنے لگے خصوصاً وہ لوگ جو پہلے رسولوں کے دیہوں میں سے کسی دین کے معتقد تھے چنانچہ انکی یہ کیفیت ہوئی کہ پہلے تو اپنے آسمانی دین اور آسمانی کتابوں سے استدلال کر کے اسلام کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے تھے اور انتہا درجہ کی نفرت ظاہر کرنے لگے تھے پھر کچھ سمجھ کر ان ساری باتوں سے باز آئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے کی طرف پورے پورے متوجہ ہو گئے کیونکہ خود انہیں کی کتابوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سستی کی متعدد شہادتیں انہیں ملیں اور جو جملہ باتیں انہیں بطور پیشین گوئی کے مذکور تھیں سب کی سب آپ پر بنطق ہو گئیں پھر کیا تھا انہوں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ سن لیا کہ آپ کی شریعت تمام پہلی شریعتوں کے لیے ناسخ ہے تو ان شریعتوں کے بہتر سے احکام کو جنکو وہ ماننے ہوئے تھے چھوڑ دیا اور آپ کے بتلائے ہوئے احکام بجالانے لگے۔ سچ پوچھتے تو یہ بات تہی بڑی مشکل کہ اپنی ساری عادتوں کو جنکے مدتوں سے وہ عادی ہو رہے ہوں بلاوجہ دفعہ چھوڑ دیں کہی ہوئی نہیں سکتا اور یوں تو وہ کہی چھوڑ ہی نہیں سکتے اب ان جب کوئی ایسا ہی سبب درپیش ہو جائے تو اس وقت یہ امر ممکن ہے کہ چونکہ وہ اس بات کو یقیناً جانتے تھے کہ پہلے رسولوں کے شرائط کے اتنے بہت سے احکام کو اگر وہ خدا کے حکم اور مرضی کے خلاف چھوڑ بیٹھیں گے تو ضرور بہت سخت انتقام اور سزا کے مستحق ٹھہریں گے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ان لوگوں کا ایمان لے آنا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کر لینا ہونہ ہو ضرور دلیلی ہوئی بڑی دیکھ بھال پر مبنی ہے کیونکہ اگر وہ دلیلی یقینی اور قطعی نہ ہوتیں کہ جسے ان کے دل کو پورا پورا طمینان حاصل ہو گیا اور انکی عقلوں نے انہیں تسلیم کر لیا اور حق دریافت کر لینے کے لیے کافی پایا تو وہ کہی ان دلیلوں کے مقتضا کے موافق کار بند نہ ہوتے اور اپنی عادات کو ہرگز ترک نہ کرتے اور اپنے پہلے خیال کے مطابق وہ اپنے آپ کو خداوندی انتقام کا مستحق نہ بناتے اور انکی صحیح عقلیں اس باطل امر پر پیش قدمی کر نیکو ہرگز روانہ نہ کرتیں اور انکو اس بات کی کہی اجازت نہ دیتیں کہ وہ محض کسی ضعیف دلیل پر اعتماد کر لیں یا اپنی بد انجامی کا لحاظ نہ کر کے خواہش نفسانی کی پیروی کرنے پر رائل ہو جائیں اور اپنے آپ کو اتنے بڑے

خطرے میں ڈالیں اس موقع پر ہمیں کوئی اویسب مثل نفسانی جذبات وغیرہ کے بھی نہیں پایا جاتا کہ جسکی وجہ سے کسی گہری آدمی جوش میں بیجا امور کا ارتکاب کر لیا کرتا ہے بلکہ اگر دیکھا جائے تو اس کے لوگوں میں اس کے خلاف نفسانی جوش و قوی پاس اور نہ ہی تقصیب موجود تھا کہ جو بھلے تصدیق کے انکو تکذیب پر زیادہ تحریک دے سکتا تھا اور ان کے لیے اپنے قدیم مذہب پر ثابت قدم رکھنے کا بہت قوی ذریعہ ہو سکتا تھا پس باوجود طرح طرح کی دلیلوں کے موجود ہونے کے کہ جن سب کا ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے ان سب کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر متفق ہو جانا بیشک ایک اویسب مثل دلیل جتنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس سے آپ کا دعوے بخوبی ثابت ہو سکتا ہے کیونکہ یہ بات محال ہے عقل سلیم اسکو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب عقلاً باوجودیکہ وہ اپنی عادات اور خیالات کے بڑے طرفدار تھے اتفاقی طور پر متفق ہو گئے اور نیز یہ کہ اتنی بہت سی دلیلوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رہتی پر محال ہو جانا ہی محض ایک اتفاقی امر تھا ایسی باتوں کے اتفاقی ہونے کا وہی قائل ہو سکتا ہے جو کہ انصاف کو چھوڑ کر سٹ و ہرمی کرنے لگے۔ پس اس بات پر اعتماد کر کے کہ ان سب فرقوں کا اتفاق کر لینا اور اتنی بہت سی دلیلوں کا مجتمع ہو جانا ہرگز اتفاقیہ نہیں ہو سکتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تصدیق کر لی اور آپ کے جملہ احکام کو قبول کر کے جتنے اقرار کر لیا کہ آپ بیشک خدا کے رسول ہیں۔

آئیے آپ کو اس فرقہ کا استدلال ہم منطقی طرز پر سمجھائیں اس فرقے نے ایسے قیاس استثنائی سے استدلال کیا ہے جس سے کہ نقیض تالی کو ایسے استثناء کرتے ہیں تاکہ نقیض مقدم نتیجہ سے نکلے جتنا ہم انکی دلیل کو بالا مختصراً یوں بیان کر سکتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ ہوئے۔ تو یہ تمام مخالف عقلاً جو بڑے مستصحب تھے آپ کی تصدیق پر اتفاق نہ کرتے اور نہ اتنی ایک دلیل آپ کے موافق جمع ہو جاتی لیکن ان تمام لوگوں نے اتفاق کر لیا اور اتنی ایک دلیلیں جمع ہو گئیں۔ تو آپ ضرور سچے ہوئے پس پیشینہ نہ کیجئے کہ اس فرقہ نے پہلے فرقوں کی تقلید کر کے ایمان اختیار کر لیا ہے بلکہ انہوں نے یہی دلیل سے اس امر کو ثابت کیا ہے جیسا کہ آپ کو ابھی معلوم ہوا۔

اور انہیں سے ایک دہری مادہ کا قدیم ماننے والا اور طبعیات کا جاننے والا فرقہ بھی تھا بخدا خیال یہ ہے کہ عالم کا مادہ قدیم ہے اور وہ کسی کا پیدا کیا ہوا نہیں بلکہ خود موجود ہے۔ عالم کے لیے کوئی خدا نہیں جسے کہ عالم کو پیدا کر کے اس عمدہ انتظام پر اسکو مرتب کیا ہو۔ وہ باوجود اپنے رنگ برنگی اور اس عجیب و غریب حالت پر موجود ہونے کے جس میں کہ عقل چکا جاتی ہے محض عناصر کے لئے اور قوانین قدرت کے موافق جو انہیں موجود میں فعل و انفعال ہونے کی وجہ سے بگیا ہے اور چونکہ وہ عالم کے پیدا کرنے والے کے دعو کو نہیں مانتے تو وہ لامحالہ رسولوں کی بھی تصدیق نہیں کر سکتے جیسا کہ یہ دعوے ہوتا ہے کہ انکو اللہ یعنی اس عالم کے پیدا کرنے والے نے ہدایت کے لیے بھیجا ہے۔ پس جب انہوں نے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو خدا کا بھیجا ہوا کہتے ہیں اور یہ دیکھا کہ ان تمام فرقوں نے پہلے تو آپ کی تکذیب کی اور پھر آپ کی تصدیق کرنے لگے اور وہ مختلف دلیلیں ہی انہیں معلوم ہوئیں جسے کہ ان فرقوں نے آپ کی تصدیق پر استدلال کیا تھا اور نیز یہ کہ کیا کہ انسانی دنیا میں ان سب باتوں کی وجہ سے عجیب انقلاب عظیم پیدا ہو گیا کہ ان سارے فرقوں نے اپنی تمام سمجھ

ف
سطح سائنس
انہوں نے
اور مادہ کا قدیم
ماننے والا فرقہ
فرقہ ۱۲ انسانی
شرکت کے موافق
اس فرقہ سے
طریقہ میں اور
ثبات تصدیق
کے گواہ کی ہیں

اور عادتوں کو جتنے کہ وہ ملاؤں سے عادی ہو رہے تھے ترک کر دیا اور اپنے خیالات اور عقائد کو ہی بدل ڈالا اور ایک بے
 پڑے لکھے شخص کے مطیع بن گئے جسے کہتے تھے تنہا ان ہزاروں کے خلاف دعوے کیا اور ان کے مقابلہ کی جرأت کی اور حاکم
 یہ بھی کہ نہ اسکا کوئی یار تھا نہ مددگار اور کہنے لگے کیا یہ کوئی معمولی واقعہ سمجھا جاسکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ ضرور اس قابل
 ہے کہ اسکی طرف توجہ کی جائے اس بارہ میں خوب غور و فکر سے کام لیا جائے اس کے اسباب سے اور اس بات سے
 بحث کی جائے کہ یہ امر ان اسباب سے کیونکر واقع ہوا اور واقعی امر کو دریافت کیا جائے کہ آیا یہ سب کچھ یقینی امور کی
 وجہ سے ظہور میں آیا ہے یا بعض اوہام اور خیالات ان کے باعث ہوئے ہیں اس کی عقلوں کو اسکی وجہ سے تحریک پیدا
 ہوئی اور انہوں نے فکروں کو اس طرف متوجہ کیا کیونکہ ظاہر ہے کہ جب کوئی کسی بات کو منتساب ضرور اس کے دل میں
 اس کی نسبت کہہ نہ کہہ خیال پیدا ہوتا ہے اور اس کے دریافت کرنے کی فکر پڑ جاتی ہے پس وہ بھی آپس میں یوں
 کہنے لگے کہ یہ واقعہ تو نہایت ہی ضروری معلوم ہوتا ہے اور ہم تو عالم کی ذرا ذرا سی چیزوں سے بحث کیا کرتے ہیں ان کے
 اسباب کی تفتیش کرتے ہیں انکی وجہ حقیقت اور غایت کو دریافت کرتے ہیں ہم تو اس بات کو مانے ہوئے بیٹھے ہیں
 کہ انسانی دنیا میں ہر حادثہ اور ہر انقلاب کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہے جیسے کہ مادہ کے متعلق حوادث میں ہمارے
 نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ مادہ کا کوئی اثر نہیں پایا جاسکتا کہ جسکا کوئی مؤثر نہ ہو بلکہ اس کے ہر ہر تغیرات کے لیے کوئی نہ کوئی
 ضرور مقتضی موجود ہوگا تو کیا اسبات کے ماننے کے بعد ہی اتنے بڑے عظیم واقعہ سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے
 میں کامیاب ہو گئے اور تمام لوگ آپ کے مطیع بن گئے ہم چشم پوشی کر سکتے ہیں یہ تو انسانی دنیا میں اتنا بڑا انقلاب ہے کہ
 تاریخ میں اسکی نظیر شکل سے مل سیکے تو نہ کیا ہیں یہ مناسب ہے کہ بلا تحقیق کیے ہوئے محض اٹکل اور تخمین سے یہ کہیں
 کہ اچھی محصلہ اللہ علیہ وسلم نے سرداری اور حکومت حاصل کر لیکے بیٹھے یہ دعوے کیا ہے اور ان سب لوگوں کو وہم پیدا
 ہے کہ انہوں نے آپ کا اتباع کر لیا۔

کیا اس موقع پر ہمارا فرض منصبی نہیں ہے کہ ہم تاریخی فلسفہ سے کام لیں اور اتنے بڑے انقلاب اور تغیر کے اسباب و فہم
 کریں اور اسکی کوئی وجہ ڈھونڈ نکالیں کہ اس بے یار و پاور اور محض بے پڑے لکھے شخص کے اتنے لوگ کیوں مطیع
 ہو گئے اچھا اگر ہم فرض ہی کر لیں کہ آپ کا دعوے فقط حکومت حاصل کرنیکی غرض سے تھا تو ہم اس کا کیا سبب بتا
 سکتے ہیں کہ ان تمام تعصب فرقوں نے آپ کی کیوں اطاعت کر لی اور وہ باوجودیکہ اپنی رسموں کے بڑے پابند اور
 خیالات کے بڑے طرفدار تھے آپ کے کیسے مطیع بن گئے اور اگر ہم یہ کہیں کہ اس اطاعت قبول کرنے کا سبب ان سب کا
 تعصب تھا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب تو اپنی ہی عادتوں اور اپنے ہی خیالات کے ساتھ تعصب کرتے تھے اسکا
 تو مقتضایہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کرنا کیا معنی اُٹھے آپ کی اور زیادہ مخالفت کرتے۔ اور اگر ہم اس کا
 یہ سبب ٹھہرائیں کہ انکو قومی پاس تھا اور یہ لالچ کرتے تھے کہ اگر انہیں حکومت حاصل ہو جائے گی تو ہم بھی اس سے بہرہ
 ہونگے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ہمارے آپ کی قوم اور آپ کے قرابت مند کو تو دیکھتے ہیں کہ آپ کے سب سے زیادہ لطف
 تھے اور جو کوئی انہیں سے آپ کا مطیع ہی ہوا تو موت کہ جب آپ کو اپنے ارادہ میں پورے طور سے کامیابی حاصل ہو چکی او

اس فرقہ کے لیے
 محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم کے حالات
 بمقتضی کیا گیا
 باعث ہوا اور
 اس فرقہ نے بڑی
 تفتیش کے بعد
 تمام لوگوں کو
 رسول اللہ صلی
 اللہ علیہ وسلم کا
 صحیح قرار دیا
 ۱۲

آپ کے معاونین اور مددگاروں کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی اور ایسے بہت ہی قلیل لوگ نکلیں گے کہ جو آپ کے عزیزوں میں سے پہلے پہل ایمان سے آئے ہوں پس جب یہ حالت ہو تو آپ کا قومی تعصب کیسے طرح اسکا سبب نہیں بن سکتا علما بریں اگر یہ ہی مان لیا جائے کہ اول امر میں آپ کے قرابت والے آپ کی حمایت کرتے تھے تو پہلا اسکو اور تمام کثیر فرقوں کی اطاعت اختیار کر لینے میں کیا اثر ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کے عزیزوں کی قوت اتنے بہت سے لوگوں کے مقابلہ میں کچھ زیادہ نہ تھی بلکہ اُسے بہت ہی کم تھی اور اُن لوگوں کی مثل آپ کے قرابت مندوں کی بات کا لوگوں پر چلنا ہی آسان تھا پس اگر آپ اپنے قرابت مندوں کی طرف ذاری پر ہر دم کر کے اتنے لوگوں سے مقابلہ کرتے تو ضرور آپ نے اُن سب کو معرض ہلاکت میں ڈال دیا ہوتا اور ان ہزاروں کی قوت کے سامنے اُنکا نام و نشان بھی نہ باقی رہتا یہ بات اُس وقت معلوم ہو سکتی ہے کہ جب دونوں جانب کی صحیح تعداد دریافت کی جائے اور اگر ہم اسکا یہ سبب قرار دیں کہ ان تمام فرقوں نے یہہ لالچ کر کے آپ کی اطاعت قبول کر لی کہ جب آپ اپنے دعوے میں کامیاب ہو جائیں گے اور آپ کو غلبہ حاصل ہو جائے گا تو آپ کا یہ لالچ حاصل ہو جائیگا تو ان سب کو بھی اس کے ثمرات حاصل کرنے کا موقع ملے گا تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ ان تمام فرقوں کو یہ کہا جسے معلوم ہو گیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اپنے دعوے میں کامیاب ہی ہوں گے اور آپ کو اس غلبہ حاصل ہو ہی جائیگا اور حالت یہ تھی کہ جب آپ ابتدا ابتدا میں یہ دعوے کرنے لگے تھے تو بالکل تنہا تھے نہ کوئی آپ کا ساتھ دینے والا تھا اور نہ کوئی مدد کرنے والا اور نہ کوئی بظاہر ایسا دروغ ہی آپ کو حاصل تھا کہ جسکی وجہ سے آپ کی کامیابی کی امید ہو سکتی آپ نے یہ دعوے کیا کیا تھا کہ لوگوں کے لیے ایک مذاق ہاتھ لگا ہوا ہوں کہا کرتے تھے کہ اس خط کو دیکھتے ہو کہ اتنا اثر تو دعوے اور پھر نہ کوئی کامیابی کا ذریعہ نہ سبب جب یہ کیفیت ہو تو کوئی ایسی قوم ہو سکتی ہے کہ جو کسی شخص کو اس دعوے میں جھوٹا ہی سمجھتی ہو اور وہ بھی بالکل تنہا ہو کامیابی کے ذرائع میں سے اسکو کوئی ذریعہ ہی حاصل نہ ہو اور پھر وہ لوگ اپنے اُن حوادث اور اعتقادات کو جسے کہ وہ اپنی دین و دنیا کی بہتری کی امید کرتے ہوں ترک کر دیں اور محض یہ لالچ کر کے اُس شخص کا اتباع کرنے لگیں کہ جب اسکو اپنے ارادہ میں کامیابی حاصل ہو جائے گی تو انہیں ہی فانی ثمرات سے فیضیاب ہونے کا موقع ملے گا چاہے دائمی ثمرات سے محروم ہی کیوں نہ رہیں اور کوئی نہیں مان اہلہ مجنون ایسا کر سکتے ہیں اور اس بات کو یقیناً عقل ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ سب فرستے مجنون تھے۔ اور اگر ہم یہ کہیں کہ آپ کی فصاحت اور جادو بیانی اسکا سبب ہے آپ نے اپنی قادر بیانی سے ان سب کو اپنا فریفتہ کر لیا ہے اور اپنی راستی کے دلائل کا ذہن کو رنگ آمیز ہاں کر کے سچ کر دکھایا ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ سب فرستے محض آپ ہی کی بیان کی ہوئی دلیلوں سے آپ کے میطیع نہیں ہو سکتے جیسا کہ اُن لوگوں کی ساری دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے بلکہ انہوں نے بہت سی ایسی دلیلوں سے ہی اپنے دلائل کیا ہے کہ جس میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے اور اگر ہم کہیں کہ اسکا سبب خوف ہے تو یہ بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ اول امر میں ان تمام فرقوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیلی خوف نہ تھا اس لیے کہ آپ حق تھا تب نہ کوئی بار نہ مددگار مان اہلہ بعض لوگوں نے خوف کی وجہ سے آپ کا اتباع کیا ہے لیکن جب آپ کو پوری پوری کامیابی حاصل ہو چکی لیکن اس کے سوا کچھ یہ بھی ہے کہ ہزاروں ہی نے بلا کسی خوف و خطر کے آپ کی اطاعت قبول کی ہے تو ہزاروں لوگوں کی اطاعت کی کیا وجہ ہوگی ۱۲

اور نہ ان کا قائم کرنا آپ کی قدرت و اختیار میں تھا پہلا بتائیے تو یہی کہ کیا یہ آپ کے اختیار میں تھا کہ آپ اپنے میں
 ان ساری علامتوں کو جمع کر لیتے تھے کہ انہیں میں سے بعض بعض فرقوں کی کتابوں میں موجود تھیں جنہیں کہ وہ پہلے
 رسولوں کی کتابیں بتلاتے تھے اور وہ انہیں یہ خبر دیجئے تھے کہ ہمارے بعد عنقریب ایک رسول آئیگا کہ جس میں ساری
 علامتیں پائی جائیں گی چنانچہ آپ میں وہ ساری علامتیں انہوں نے پختہ خود دیکھ لیں کیا آپ کی طاقت میں تھا کہ
 اپنے قرآن میں تمام اعلیٰ درجہ کے صفات جمع کر لیتے جسے کہ بڑے بڑے فصیح اور ماہر فلسفی بھی عاجز ہیں اور حالت
 یہ کہ آپ بالکل بے رطب و یابس شخص آپ نے جانوں میں پرورش پائی اور ہر جمع کر کے اپنی کشتی کی دہلیز میں پیش کرتے
 کیا یہ آپ کی قدرت میں تھا کہ ان جملہ توہین کو جسے کہ آپ شریعت کہتے ہیں اس عجیب و غریب ترتیب کے ساتھ جسکو دیکھ کر
 عقلیں گنگ ہو جاتی ہیں مرتب کر لیتے تاکہ اپنی کشتی کی دہلیز میں پیش کر سکیں اور ہر نہ آپ لکھے نہ پڑھے متفرق قوموں
 کے حالات سے پیغمبر اور مختلف ممالک و بلاد کے توہین سے محض ناواقف کیا یہ آپ کے قبضہ کی بات تھی کہ قرآن کی
 چوٹی سی چوٹی سورت کے مقابلہ سے ہی ان تمام فرقوں کے بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کی زبان کو گونگا بنا دیں
 یہاں تک کہ بعض تو اپنے بچے کا اقرار کر لیں اور بعض ناچار ہو کر لڑنے پر مستعد ہو جائیں اور اپنی جانوں کو تنگ و جھل میں
 میں بیٹھائیں اور ایک سورت کے ہی مقابلہ کی جرأت نہ کریں حالانکہ اگر وہ مقابلہ پر قادر ہوتے تو اس سے بڑھ کر
 جس کے لیے اور کوئی آسان تدبیر ہی نہ تھی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بھینک وہ مقابلہ کرنے سے عاجز تھے اور اگر
 کوئی یوں کہے کہ ان سب لوگوں پر جو کہ ہم طاری ہو گیا تھا اس وجہ سے یہ مقابلہ سے عاجز رہے یہ سب کچھ آپ
 اُسے یہ کہا کہ تم لوگ میرے قرآن کی چھوٹی اسے چھوٹی سورت کے مثل لائیے ہی عاجز ہو تو ہم پھر غالب ہو گیا
 اور انہوں نے اپنے کو عاجز خیال کر لیا اور ہر اُسے کچھ نہ ہو سکا اور ہم ایک ایسی چیز ہے کہ جسکی تاثیر سے کوئی انسانی
 عقل انکار ہی نہیں کر سکتی تو ہم کہیں گے کہ اس بات کو بھی عقل سلیم کسی طرح نہیں مان سکتی اور اس شخص کا یہ قول ہرگز
 نہیں تسلیم کیا جاسکتا کیونکہ جو اثر ہم دہم کا دیکھتے ہیں وہ صرف اسی قدر ہے کہ اسکا تسلط غایت سے غایت اگر ہو گا ہی
 تو یہی ایک یا دو فرقوں پر اور وہ ہی ایک آدھ مقام پر اور اگر باہمی تو ایک یا دو دن اور اگر دست رہا تو ایک یا دو مہینے پر
 لیکن وہم کا تسلط کہ تمام لوگوں پر ہو جائے ہر مقام میں اسکا دخل ہو میں میں برسوں سے ہی کچھ زیادہ زمانہ گزرنے پر ہی
 باقی رہے بلکہ صدیاں گزرنے پر بھی زائل نہ ہو جو لوگ کہ اس دہم کے سبب کے دار و دیوار کے وقت بہت دور ہیں
 انہیں ہی قبضہ کر لے اور وہ ہی محض اس وجہ سے کہ انکو اور لوگوں کی خبر پہنچ گئی جنہ کہ وہم چھا گیا تھا اور یہ سنتے ہی
 جن پر وہی دہم کا قبضہ ہو جائے کہی ایسا دیکھا نہیں گیا اور نہ آج تک سننے میں آیا کہ وہم کا ایسا عام اور باقی رہنے
 والا تسلط ہی ہوتا ہے کہ ہر مقام میں ہی ہو جس گزرنے پر یہی باقی رہے عقل سلیم وہم کی اس خاصیت کو بغیر کسی خارجی
 سبب کے پائے جائیکے کہ جس سے اسکی تقویت ہوئی ہو ہرگز نہیں تسلیم کر سکتی۔ علاوہ بریں کسی ہی دہی باتیں کیوں ہوں
 لیکن غور و فکر کرئیے امتد اوزمانہ کے بعد اسے ضرور خلاصی ہوئی جاتی ہے اور واقعی بات کا پتہ لگ ہی جاتا ہے کیونکہ
 یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی چیز پر غور و فکر سے کام لیا جائے اور پھر ہی حقیقت حال معلوم نہ ہو اور ظاہر بات ہے کہ یہ سب

فرقے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دشمنی کی وجہ سے حقیقت امر دریافت کرنے کے لیے ہی حریص تھے تاکہ اگر کسی مذہب ثابت کر سکیں اور باوجود اس کے بھی ان کی کسی ایسی چیز نکلتی ہو اور قرآن کے مقابلہ سے ہلکا خاطر رہنا ایک امر مستر با کہ جس میں وہم کی ذرا بھی تاثیر ثابت نہیں ہو سکتی پس اب بخوبی ظاہر ہو گیا کہ ہم نہ تو دوسم نہ تھا بلکہ وہ فی الواقع عاجز ہی تھے اور اگر وہم کے عام تسلط اور ستم رہنے کے امکان پر یوں اعتراض کیا جائے کہ دیکھیے قدیم ہیئت والوں علیٰ عام طور پر سیکڑوں میں نکسواں امر کا وہم کیا کہ آسمان گہوشتا ہے اور زمین ساکن ہے تو افسوس کا یہ جواب دیا جائے گا کہ اس وہم کا عام اور ستمنا آئیک بہت بڑے قوی سبب کی وجہ سے تھا اور وہ یہ ہے کہ نظر اور مشاہدہ سے نہ آسمان کا دگر کرنا معلوم ہوتا ہے اور نہ زمین کا ساکن ہونا علاوہ یہ کہ ان کے پاس وہ آلات ہی موجود نہ تھے کہ جس سے حقیقت حال کے دریافت کرنے میں شائبہ کو دھجیا کہ ان کا خیال ہے بہت مدد ملی اور جس امر میں کہ بحث درپیش ہے اس میں کوئی ایسا سبب موجود نہیں کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور ستمنا وہم ہو سکے کیونکہ ایسا سبب رجبیا کہ معترض کا گمان ہے اس امر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کے کہ جو تمام لوگوں کو مخاطب کر کے اپنے فرمانا تھا کہ تم سب قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو اور کوئی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ اس سبب میں اس قدر قوت ہرگز نہیں ہو سکتی کہ جس کی وجہ سے اتنا عام اور ستمنا وہم پیدا ہو جائے چنانچہ یہ بات منصف کے نزدیک بالکل واضح ہے پس امر متنازع فیہ اور قدیم ہیئت کے جاننے والوں کے وہم میں اپنے طور سے فرق ظاہر ہو گیا۔

زمین کہتا ہوں کہ جب عقل کے نزدیک بغیر کسی قوی سبب کے زمین سے کچھ زیادہ بھی وہم کا عام اور ستمنا ہونا مسلم نہیں ہے تو ایسے وہم کا بلا کسی قوی سبب کے تیرہ سو برس کی مدت تک عام اور ستمنا رہنا تو عقل سے اور بھی کوسوں دور ہو گا اور جب یہ ظہور تھیں کہ اتنی ہی مدت گذر چکی اور بڑے بڑے فصیح و بلیغ شاعر انشا پر داد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن رہے بہتسروں نے آپ کی شہرت کی روشنی کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور ان کے لیے کوئی ایسا ماٹھی ہی نہ تھا پھر بھی ہتھیہ قرآن شریف کی چھوٹی ہی چھوٹی سورت کا بھی مقابلہ نہ کر سکے اتنی قلیل مقدار ہی قرآن کے شل لانے سے سہرنا ہا عاجز ہی رہے اور ہتھیہ رہیں گے اور ہم تو پہلے خزانے بڑے دعوے سے کہتے ہیں کہ قیامت تک بھی قرآن کی شل کوئی نہ لاسکے گا۔ پھر سطح یہ فرقہ ایسے سبب کی نقیض کرنا رہا کہ جس کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں لوگ غلطی میں پڑ گئے ہوں لیکن انہیں ایسا کوئی سبب نہیں معلوم ہوا بلکہ بالآخر غایت درجہ کے انحراف اور تلاش کے بعد ان کے نزدیک یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس موقع میں غلطی کا کوئی سبب نہیں ہو سکتا پھر کہنے لگے کہ کیا ہم نے تمام چیزوں کی جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے اور جو کہ ذہن میں آ سکتی ہیں حقیقت کا احاطہ کر لیا اور شہداء کا ہیں پورے طور سے پتہ لگ گیا ہرگز نہیں۔

انسانی شرافت کی قسم ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا علم تمام حقائق کو جو کہ خیال میں آ سکتی ہیں ہرگز محیط نہیں ہے بلکہ بڑی چیز یعنی اس مادی دنیا کے جسے کہ ہم رات و دن دیکھا کرتے ہیں قوانین قدرت برابر ہے مخفی رہے چنانچہ دن بدن کچھ نہ کچھ نئے قوانین قدرت ہکو دریافت ہوتے جاتے ہیں۔ وہ امر جسے کہ ہم بڑے اطمینان سے کہہ سکتے ہیں یہ ہے کہ جتنی اشیاء سے ہکو واقفیت حاصل ہو چکی ہے اگر ان کی نسبت ان اشیاء کے ساتھ دیکھی جائے کہ جو اب تک ہکو دریافت نہیں ہوئی

اس فرقہ کا اس امر کو جاننا کہ ہم تمام چیزوں سے واقف نہ ہو سکتے ہیں اس لیے ہم سچا اور سہرا کا حال نہ ہو اور حقیقت ہی ہکو دیکھیں ان کی نسبت

تو بیشک وہی نسبت نکلی گی جو سمندر کو ایک قطرہ کے ساتھ ہوتی ہے پس جب یہ حالت ہو حقایق کی واقفیت میں ہمارا درجہ اتنا گہنا ہوا اور تمام اشیاء پر حادی اور محیط ہونا ہمارے لوازم ذات سے قرار پانا تو جدا رہا بلکہ تمام حقایق کا پورا پورا علم ہی نہ ہو تو پھر ہم اس بات کا کیونکر اطمینان کر سکتے ہیں کہ اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم نہیں ہے کہ جسکی اطلاع ہو کر نہیں ہوتی اور ہم اسکو دریافت نہیں کر سکے خواہ اسوجہ سے کہ ہماری فکریں مادی دنیا سے بحث کرنے میں ہمت تن مصروف نہیں اس سے ہمیں بحث کرنے کا موقع ہی نہ ملا اور چونکہ ہمارے خیالات اسی کے حادی ہو رہے تھے تو اس سے یہاں تک فزیت پہنچ گئی کہ ہم دوسرے عالم سے بالکل غافل ہو گئے اور یہ سمجھنے لگے کہ شاید اس مادی دنیا کے سوا کوئی دوسرا عالم ہی نہیں ہے۔ اور خواہ اسوجہ سے کہ ہمیں کوئی ایسی دلیل ہی نہ ملی کہ جس سے دوسرے عالم کا پتہ لگتا۔ یا اسوجہ سے کہ ہر ایسے مدافع محال نہیں ہے کہ جسکو وسیلہ سے اس مادی دنیا کے علاوہ کوئی دوسرے عالم کو دریافت کرنے کے ہم قابل ہو جائے۔ پہلا بتلائیے تو یہی کہ برقی قوت کے دریافت ہونے سے پہلے اسکا کون خیال کرتا تھا اور اس کے خواص و آثار کسکی سمجھ میں آ سکتے تھے اور انکو کون مان سکتا تھا یہاں تک کہ اتفاقیہ وہ قوت دریافت ہو گئی اور متعدد طریقوں سے اس کے فوائد کی تحقیق ہوئی گئی حالانکہ یہ عالم طبعیات ہی سے ہے اور باوجود اسکے ہم اسکو آنکھ سے آج تک دیکھ ہی نہ سکے غایت سے غایت یہ ہوا کہ جتنے اسکے آثار دیکھ کر اسکے موجود ہونے پر استدلال کر لیا۔

علاوہ بریں ہم لوگوں میں یہ بات جو مشہور ہے کہ ہم کسی چیز کو جب تک کہ اپنے حواس خمسہ میں سے کسی سے ادراک نہ کریں نہیں مانتے اس پر سبزی قائم نہ ہو سکے اور اسکا ہر موقع پر التزام کرنا ہمارے امکان سے خارج ہو گیا بلکہ ضرورت کے وقت ہمو اپنے اس قاعدہ کو برا بھلا بھڑنا پڑتا ہے یہی دیکھ کر کہ مادہ اثیر دینے ایتھر کو ہم مانتے ہیں اور اسے ثابت کرتے ہیں حالانکہ یقیناً ہے اسکو اپنے حواس میں سے کسی سے ادراک نہیں کیا بلکہ صرف اس کے ثابت کرنے کی یہ ضرورت پڑی ہے تاکہ ہم روشنی کی حقیقت سمجھ سکیں چنانچہ ہم اس کے ثابت کرنے کے بعد اس بات کے قائل ہو گئے کہ روشنی اس مادہ اثیر پر دینے ایتھر کی حرکت کا نام ہے کہ جو تمام دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ اثیر دینے ایتھر اس کے نزدیک ایک گیس ہے کہ جو غیر متناہی غلا میں بہا ہوا ہے اور جب تک کہ بعض روشن اجسام جیسے کہ ستارے اس میں اثر نہ کریں تو وہ خود مساکن رہتا ہے اور اس کے اثر کرنے کی وجہ سے اس میں حرکت پیدا ہوتی اور موجیں مارنے لگتا ہے جیسے کہ موجیں کے اثر کرنے سے آواز کے لیے حرکت کرنے لگتی ہے اور پھر اسکی حرکت آنکھ تک پہنچ جاتی ہے جسکی وجہ سے ہمیں اثر ہوتا ہے اور اس سے مریت کا شعور ہو جاتا ہے اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ حوال یا قوی کمرانی (اور وہ حرارت قوت برقی اور قوت مقناطیسی ہیں) صرف ایسی اثیر دینے ایتھر کی نہیں ہیں اور وہی ایسی اصل ہے کہ چاروں غیر قابل وزن مادوں کو ایک مادہ میں جمع کرتی ہے اور وہ چاروں مادے روشنی حرارت قوت کمرانی یا برقی اور قوت مقناطیسی ہیں۔ اور جب ہمارا یہ شعور قاعدہ قابل اعتبار نہیں رہا تو ایسی اشیاء کے وجود سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ جسکو محض ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے اور یہ بات ان موجودات سے ہو کہ خوردبین (ماکروسکوپ) سے نظر آتے ہیں ثابت ہی ہو چکی ہے کیونکہ ان کا ادراک جب تک کہ آلات بصیرت استعمال کیے جائیں ہو ہی نہیں سکتا تو پھر ایسی اشیاء کے موجود ہونے سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے

اس فرقہ کا اپنے
اس وجہ سے پتہ
نہ سکا کہ ہر
حواس سے ادراک
کے لیے کسی چیز کو
نہیں مانتے اور حقایق
کے دریافت کر کے
اپنے حواس میں
اثر نہ کرنا اور
یکہ مادی عالم
کے علاوہ کسی
عالم کو ماننا محض
تخیلی بات ہے

کہ جیکے ادراک کے لیے ہمارے موجودہ حواس گو وہ کسی آلہ سے مدد ہی کیوں نہیں کافی نہ ہوں بلکہ ان کے ادراک کے لیے کسی دوسرے حاسہ کی ضرورت ہو جو کہ ہم میں نہیں پایا جاتا چنانچہ یہی اثیر دہیتر ہی ایسا ہے۔ اور جب ہمارے حواس مادی دنیا کے اعتبار سے اس قدر عاجز و بے اثر ہیں تو پھر مادی عالم کے علاوہ دوسرے عالم کد اشیاء کے ادراک سے اگر عاجز ہوں تو کچھ بھی مستبعد نہیں رہیں اگر انصاف سے پوچھو تو یہی ہے کہ ہم معرفت اور شناخت کے راستہ میں بہت ہی قاصر ہیں اور ان تمام اشیاء کے حقائق دریافت کرنے کے ذرائع جنہیں کہ عقل تجویز کر سکتی ہے ہم میں بیشک ناقص ہیں پس عقل اس بات کو جائز رکھتی ہے کہ بہتری ایسی حقیقتیں واقع میں موجود ہو سکتی ہیں کہ جن سے ہم محض ناواقف ہیں یا انکی ہکو خبر ہی نہ ہو اور ان اشیاء کے ادراک کے ذرائع یا تو ہم میں موجود ہی نہ ہوں یا انکی تمام شرطیں نہ پائی جاتی ہوں اور جب ہم بے انصافی کا ساتھ چھوڑ کر انصاف کے مددگار بنیں گے تو ضرور ہم ہی سمجھیں گے کہ عالم طبیعیات کے سوا کسی دوسرے عالم کو نہ ماننا محض ایک تخمینی بات ہے اور بلا دلیل حکم لگانا ہے کیونکہ غایت سے غایت یہ ہو گا کہ جہاں تک ہم نے بحث کی ہے ہمیں اس عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کی کوئی دلیل نہیں ملی اور نہ اس امر کی دلیل ملی جس سے کہ اس عالم کا کسی دوسرے عالم سے ارتباط معلوم ہوتا۔ رہی یہ بات کہ اس عالم مادی کے سوا کسی دوسرے عالم کے موجود نہ ہونے کی ہیں کوئی دلیل ملتی ہو یا اس امر کی کہ یہ عالم کسی دوسرے عالم کے ساتھ مرتبط نہیں ہے قسم انسانی شرافت کی کہ ایسا ہرگز نہیں ہے اور یہ امر ہر سجدار کے نزدیک مسلم ہے کہ اگر کسی شخص کو کسی چیز کا پتہ نہ لگے تو اس سے یہ نہیں لازم آتا ہے کہ نفس الامر میں ہی وہ شے موجود نہیں۔ اسی طرح سے اگر کسی شے کے وجود کی دلیل میں معلوم نہ ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ واقع میں وہ شے ہی موجود نہیں۔

پس ایسا ہی یہاں بھی سمجھیے کہ اگر مادی عالم کے سوا کسی دوسرے عالم کا ہکو پتہ نہ لگے یا اس کے موجود ہونے کی دلیل ہکو معلوم نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ نفس الامر میں ہی کوئی دوسرا عالم موجود نہیں ہے ممکن ہے کہ ہوا ہر میں دریافت نہ ہوا ہو چنانچہ یہی دیکھیے کہ ہمیں لوگوں میں سے قدیم طبیعیات کے جلسے والوں پر ہزاروں برس کا زمانہ گزر گیا اور وہ رد اور برقی وجہ دریافت کرنے کے درپے رہے لیکن انہیں اسکی کوئی صحیح دلیل معلوم نہ ہو سکی اور اسکی حقیقت سے ناواقف رہے اور ظاہر ہے کہ ان لوگوں کو دریافت نہ ہونے یا اسکی دلیل نہ معلوم ہونے سے اس کا کافی نقص موجود نہ ہونا لازم نہیں آیا اور متاخرین کو اسکی دلیل معلوم ہو گئی اور انہوں نے اسکی حقیقت کو دریافت کر لیا۔

دراؤ و ان کے خیال کے موافق قوت کھربانی ہے اور وہ دنیا کی ضروری چیزوں میں سے ہے کہ جسکی وجہ سے اس میں طرح طرح کے عجائبات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ ✓

پس بنا بر حیح امور مذکورہ کے کہ جس سے حقائق اشیاء کی نسبت ہماری واقفیت کا محدود اور ناقص ہونا معلوم ہو چکا ہے یہ بات بلا شک ممکن ہے کہ اس مادی عالم کے علاوہ کوئی دوسرا عالم ہی پایا جائے اگرچہ اب تک ہکو اس کے موجود ہونے کی دلیل نہ معلوم ہوئی ہو اور جب یہ کیفیت ہے تو ہم اس بات سے کیونکر مامون ہو سکتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن حقائق ممکن الوجود کا دعویٰ کرتے ہیں وہ واقع میں موجود ہی ہوں اور ہم اسکی حقیقت اور واقعیت سے ناواقف ہوں اور ہکو وجہ سے

اس فرقہ کا اشتہار
ہونا کہ شاہ بدولت
سلاطین و ملوک کا
دعویٰ سچا ہی ہو
اور پراسنی ایجابی
سے خوف کر کے ہٹا
کا قطعی فیصلہ کر لیا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم
کا دعویٰ سچا ہی
طرح عاجز نہ رہی
کیونکہ ہے ۱۱

سمجھنے اسکو حکومت حاصل کر سکا جیلہ بھر لیا ہوا اور ہم یہ خیال کرنے لگے ہوں کہ ان تمام فرقوں کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت
 قبول کر لینا محض وہم پر مبنی ہے اور ان کے پاس اسکی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے۔ کیا اب یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے ہی ہوں اور ان تمام لوگوں کو سچی ہی دلیلین معلوم ہو گئی ہوں کہ جبکی وجہ سے
 انہیں آپ کی تصدیق کرنی پڑی اگرچہ ہیں انکی صحت کا ذرا ہی پتہ نہ لگا ہوا۔ جب بالفرض یہی کیفیت ہو اور محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم اس عالم کے پیدا کر نیوالے یعنی خدا ہی کے ہیچے ہوئے ہوں اور انکی بتلائی ہوئی سب باتیں ہو پڑیں اور
 انہیں باتوں میں مثلاً ایک بات یہ ہی ہے کہ عالم انسانی کے لیے ضرور حشر و نشر ہوگا اور یہی خدا اس شخص کو جو محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم کی پیروی کرتا ہے دائمی ثواب عطا کرے گا اور جو شخص کہ انکی تکذیب کرتا ہے اسکو ابلیس بنادیا جائے گا۔ تو ہمارا بتلائیے کہ اس
 ہلکو کیا بہتری حاصل ہو سکتی ہے اور ہم اپنی محنت اور محنت اور محنت سے کیا ثمرہ حاصل کر سکتے ہیں جو کہ ہم اپنے
 بڑے بڑے چرٹے علموں میں جیسے کہ علم افلاک۔ علم کائنات۔ علم طبقات الارض۔ علم نباتات۔ علم حیوانات۔ علم
 کیمیا وغیرہ میں صرف کرتے ہیں کیا اسوقت ہم پر یہ بات صادق نہ آگئی کہ ہم اونے درجہ کی فانی چیز کے ساتھ مشغول ہوئے
 اور با عظمت دائمی شے کو ہم نے چھوڑ دیا بیشک ہم خسارہ میں رہینگے۔ اور جس سے کہ ہم برداشتہ خاطر ہوئے جاتے ہیں
 اور جس سے کہ ہم سو اختیار دینے لے تیزی کے ساتھ کسی شے کو پسند کرنے میں پڑنے سے ڈرتے ہیں وہ یہ امر
 کہ اگر کہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروی کرنے والوں کا قول قیامت کے بارہیں صحیح ہو گیا تو بیشک ہلکو نقصان
 اٹھانا پڑے گا اور ہم ان تک غرض سے غافل ہو جائیں گے اور اگر ہمارا یہ قول کہ قیامت نہ ہوگی اور انسان مرنے کے بعد زندہ
 نہ کیا جائیگا صحیح ہی ہو گیا تو ہمارا ہر ذرا ہی نقصان نہ ہوگا چنانچہ طبیب اور منجم دونوں کے بارہیں کہ جبکہ قیامت سے
 انکار کریں ہمارا ہی ساجیال ہٹا کیے کیا خوب کہا ہے قال المنجم والطبيب كلاهما بلین بعیث الاموات قلت ایکیا ان
 صحیح تو کما فلسفہ تجاسرہ اوصح قولی فاخسار علیک یعنی منجم و طبیب دونوں یہ کہنے لگے کہ مردے کہی زندہ نہ کیے جاسکتے
 تو میں نے انہیں جواب دیا کہ بس الگ رہو۔ اگر تمہاری بات صحیح ہی ہوگی تو میرا کوئی نقصان نہیں ہو سکتا اور اگر میرا کہنا صحیح ہے
 تو تم دونوں کو ضرور نقصان اٹھانا پڑے گا۔ پس ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ ہم حزم اور احتیاط سے کام لیں اور جتنی
 چیزیں کہ ہمارے علوم کے مخالف معلوم ہوں انکو مستثنیٰ ہی بلا تحقیق اسنے انکار نہ کریں اور اپنی اس ہٹ دھرمی کو ترک
 کریں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کریں اور اس امر کی نقیض کریں کہ لوگ انکی کیوں تصدیق کرنے لگے اور انکے
 دلائل میں غور و فکر سے کام لیں کیونکہ ہمارا ہمیں ضرر ہی کیا ہے اور تحقیق کرنے سے ہمیں کوئی نفع ہو سکتا ہے بلکہ ممکن ہے کہ
 اس بحث و تحقیق کا یہی نتیجہ ہو کہ ہم ضرر سے بچ جائیں پس لائل سابقہ کو دیکھ کر اسی امر پر انکی رائے قرار پائی اور سب متفق ہو گئے اور
 انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تحقیق پر حکومت باندھی اور اس سے بحث کرنے پر آمادہ ہو گئے کہ آیا آپ کا دعویٰ
 سچا تھا یا جھوٹا اور ان دلائل کی نقیض کرنے لگے کہ جبکی وجہ سے ان لوگوں نے آپ کی اطاعت اختیار کی تھی تاکہ
 ان میں غور کرنے سے اس امر کا پتہ لگ سکے کہ آیا وہ یلین صحیح ہیں کہ جبکی وجہ سے اور لوگوں کی طرح انہیں ہی

ظہار پر کرنا چاہیے یا غلط نہیں یہاں تک کہ انکی غلطی کے ظاہر ہونے کی وجہ سے شہرہ برف ہو جائے اور کچھ تردد و باقی رہے
پس سب سے پہلے انہوں نے ان شبہات کو دیکھنا شروع کیا جنہیں کہ محمد علیہ السلام نے اسے تھے اور جن کی نسبت انکا
یہ دعوے تھا کہ یہ اللہ ہی ہے اس عالم کے خدا کے پاس سے ہیں اور جن میں کو کہ وہ شریعت کہتے تھے۔

پس انہوں نے اس میں پہنچ کر ایسی چیزیں دیکھیں کہ جو ان کے علوم طبعیہ کے خلاف معلوم ہوتی تھیں جسے کہ وہ بالکل یقینی
سمجھتے ہیں مگر ایسے امور کے شریعت میں واقع ہو سکتے کہ عالم کا ماہ سپہے موجود تھا اور یہ پیدا ہوا ہے اور جسے کہ اسے
بعد عدم موجودگی کے موجود کیا ہے اور اس سے طرح طرح کی کائنات کو اس عمدہ نظام پر پیدا کیا ہے وہی خدا ہے اور اس
ہیچے کہ اسے عدم سے موجود کر دیا ہے وہ اسی طرح بعد موجود ہونے کے اسے پر معدوم کر سکتا ہے۔ اور اسی خدا نے علاوہ تمام
حیوانات کے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے اور اسی سے اسکی عورت کو پیدا کیا ہے۔ اور پران دونوں کو اسی سے
ایسے مکان میں رکھا ہے کہ جسے جنت کہتے ہیں اور بعد اس کے ان دونوں کو اسے ایک امر میں خلاف ہو جانے کی وجہ سے
زمین پر اتار دیا۔ انسان کے لیے اس کے بدن کے علاوہ ایک دوسری چیز نفس بھی ہے جسے کہ روح کہتے ہیں اس کے
بدن کے ساتھ اسکو ایک خاص علاقہ ہوا کرتا ہے کہ جب تک وہ علاقہ رہتا ہے اسکو زندگی حاصل رہتی ہے اور جب وہ علاقہ
چھوڑتا ہے تو موت آجاتی ہے۔ یہ روح بدن سے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے اور وہ ادراک کرتی ہے اسے لذت
اور الم بھی حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی موت آنے اور اس کے فنا ہونے کے بعد بھی خدا اسے ہر زندہ کرے گا اور اس کے ساتھ
دوبارہ روح کا علاقہ پیدا کر دے گا اسے اپنی دنیاوی زندگی میں جو نیک عمل کیے ہوں گے اسکو انکی جزا دیگا۔

اور جو بچے عمل کیے ہوں گے انکی سزا دیگا۔ خدا کی نعمتیں اس مکان میں ہیں جسکا نام جنت ہے اور اسکا عذاب اس مکان
میں ہوگا جسکا نام دوزخ ہے۔ خدا انسان کو ان دونوں میں زمین و آسمان کے بتا ہوا جانے اور لوگوں کے سر
کے بعد ہر ان کے دوبارہ زندہ کیے جانے کے بعد داخل کرے گا۔ لوگ ان دونوں میں ہمیشہ رہیں گے۔ بدن کے ساتھ
روح کے متعلق ہوئے اور اس میں زندگی باقی جانے کے وقت لذت اور الم کے معلوم کرنے میں بدن اور روح دونوں
مشترک ہیں انسان کی طرح باقی حیوانات میں بھی روح پائی جاتی ہے اور جنی سمجھ کہ انکی زندگی کے لیے ضروری ہے تمام
حیوانات کو حاصل ہوتی ہے البتہ اس قدر سمجھ اور عقل نہیں پائی جاتی جس قدر کہ انسان میں موجود ہے اسی وجہ سے مختلف
اور حیوانات کے انسان کو اس خدا کی عبادت کی تکلیف دی گئی اسی خدا نے کچھ نورانی اجسام پیدا کیے ہیں کہ جسکا نام فرشتے
ہے انکو اس امر کی قدرت ہوتی ہے کہ مختلف شکلیں بدل لیں ہمارے سامنے سے گزر جائیں اور سمجھ دیکھیں انہیں نئی پہلائی
ہی پائی جاتی ہے وہ ایسے ایسے کام کر سکتے ہیں کہ جسے انسانی طاقتیں بالکل عاجز ہیں۔ یہی فرشتے خدا اور اس کے ان
نیک بندوں کے مابین کہ جو رسول کے نام سے مشہور ہیں خداوندی احکام کے پہنچانے کا واسطہ واقع ہوئے ہیں خدا نے
اسی طرح اور اجسام بھی پیدا کیے ہیں کہ جو اپنے بعض خواص میں انہیں فرشتوں کے شاہد ہیں مثلاً مختلف شکلیں بدلنا۔ نظریے
پہنچانا۔ ہنر بڑے کاموں پر قادر ہونا۔ لیکن ان باتوں میں اسے فرق ہے کہ وہ ان کی طرح فانی نہیں ہوتے اور نہ انہیں
نئی پہلائی ہی ہوتی ہے اور نہ وہ خدا کے اور اس کے رسولوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں ایسے اجسام کا نام جن ہے

ف
شریعت میں
ظہار پر کرنا
مطلوبہ ہے
اسے بعض شہرہ
برف ہو جائے
اور کچھ تردد
و باقی رہے
پس سب سے
پہلے انہوں
نے ان شبہات
کو دیکھنا
شروع کیا
جنہیں کہ
محمد علیہ
السلام نے
اسے تھے
اور جن کی
نسبت انکا
یہ دعوے
تھا کہ یہ
اللہ ہی ہے
اس عالم
کے خدا
کے پاس
سے ہیں
اور جن میں
کو کہ وہ
شریعت
کہتے تھے۔
پس انہوں
نے اس میں
پہنچ کر
ایسی چیزیں
دیکھیں
کہ جو ان
کے علوم
طبعیہ کے
خلاف
معلوم
ہوتی
تھیں
جسے کہ
وہ بالکل
یقینی
سمجھتے
ہیں
مگر ایسے
امور
کے
شریعت
میں
واقع
ہو
سکتے
کہ
عالم
کا
ماہ
سپہے
موجود
تھا
اور
یہ
پیدا
ہوا
ہے
اور
جسے
کہ
اسے
بعد
عدم
موجود
گی
کے
موجود
کیا
ہے
اور
اس
سے
طرح
طرح
کی
کائنات
کو
اس
عمدہ
نظام
پر
پیدا
کیا
ہے
وہی
خدا
ہے
اور
اس
ہیچے
کہ
اسے
عدم
سے
موجود
کر
دیا
ہے
وہ
اسی
طرح
بعد
موجود
ہونے
کے
اسے
پر
معدوم
کر
سکتا
ہے۔
اور
اسی
خدا
نے
علاوہ
تمام
حیوانات
کے
انسان
کو
ایک
مستقل
نوع
بنایا
ہے
اور
اسی
سے
اسکی
عورت
کو
پیدا
کیا
ہے۔
اور
پران
دونوں
کو
اسی
سے
ایسے
مکان
میں
رکھا
ہے
کہ
جسے
جنت
کہتے
ہیں
اور
بعد
اس
کے
ان
دونوں
کو
اسے
ایک
امر
میں
خلاف
ہو
جانے
کی
وجہ
سے
زمین
پر
اتار
دیا۔
انسان
کے
لیے
اس
کے
بدن
کے
علاوہ
ایک
دوسری
چیز
نفس
بھی
ہے
جسے
کہ
روح
کہتے
ہیں
اس
کے
بدن
کے
ساتھ
اسکو
ایک
خاص
علاقہ
ہوا
کرتا
ہے
کہ
جب
تک
وہ
علاقہ
رہتا
ہے
اسکو
زندگی
حاصل
رہتی
ہے
اور
جب
وہ
علاقہ
چھوڑتا
ہے
تو
موت
آجاتی
ہے۔
یہ
روح
بدن
سے
جدا
ہونے
کے
بعد
بھی
باقی
رہتی
ہے
اور
وہ
ادراک
کرتی
ہے
اسے
لذت
اور
الم
بھی
حاصل
ہوتا
ہے۔
انسان
کی
موت
آنے
اور
اس
کے
فنا
ہونے
کے
بعد
بھی
خدا
اسے
ہر
زندہ
کرے
گا
اور
اس
کے
ساتھ
دوبارہ
روح
کا
علاقہ
پیدا
کر
دے
گا
اسے
اپنی
دنیاوی
زندگی
میں
جو
نیک
عمل
کیے
ہوں
گے
اسکو
انکی
جزا
دیگا۔
اور
جو
بچے
عمل
کیے
ہوں
گے
انکی
سزا
دیگا۔
خدا
کی
نعمتیں
اس
مکان
میں
ہیں
جسکا
نام
جنت
ہے
اور
اسکا
عذاب
اس
مکان
میں
ہوگا
جسکا
نام
دوزخ
ہے۔
خدا
انسان
کو
ان
دونوں
میں
زمین
و
آسمان
کے
بتا
ہوا
جانے
اور
لوگوں
کے
سر
کے
بعد
ہر
ان
کے
دوبارہ
زندہ
کیے
جانے
کے
بعد
داخل
کرے
گا۔
لوگ
ان
دونوں
میں
ہمیشہ
رہیں
گے۔
بدن
کے
ساتھ
روح
کے
متعلق
ہوئے
اور
اس
میں
زندگی
باقی
جانے
کے
وقت
لذت
اور
الم
کے
معلوم
کرنے
میں
بدن
اور
روح
دونوں
مشترک
ہیں
انسان
کی
طرح
باقی
حیوانات
میں
بھی
روح
پائی
جاتی
ہے
اور
جنی
سمجھ
کہ
انکی
زندگی
کے
لیے
ضروری
ہے
تمام
حیوانات
کو
حاصل
ہوتی
ہے
البتہ
اس
قدر
سمجھ
اور
عقل
نہیں
پائی
جاتی
جس
قدر
کہ
انسان
میں
موجود
ہے
اسی
وجہ
سے
مختلف
اور
حیوانات
کے
انسان
کو
اس
خدا
کی
عبادت
کی
تکلیف
دی
گئی
اسی
خدا
نے
کچھ
نورانی
اجسام
پیدا
کیے
ہیں
کہ
جسکا
نام
فرشتے
ہے
انکو
اس
امر
کی
قدرت
ہوتی
ہے
کہ
مختلف
شکلیں
بدل
لیں
ہمارے
سامنے
سے
گزر
جائیں
اور
سمجھ
دیکھیں
انہیں
نئی
پہلائی
ہی
پائی
جاتی
ہے
وہ
ایسے
ایسے
کام
کر
سکتے
ہیں
کہ
جسے
انسانی
طاقتیں
بالکل
عاجز
ہیں۔
یہی
فرشتے
خدا
اور
اس
کے
ان
نیک
بندوں
کے
مابین
کہ
جو
رسول
کے
نام
سے
مشہور
ہیں
خداوندی
احکام
کے
پہنچانے
کا
واسطہ
واقع
ہوئے
ہیں
خدا
نے
اسی
طرح
اور
اجسام
بھی
پیدا
کیے
ہیں
کہ
جو
اپنے
بعض
خواص
میں
انہیں
فرشتوں
کے
شاہد
ہیں
مثلاً
مختلف
شکلیں
بدلنا۔
نظریے
پہنچانا۔
ہنر
بڑے
کاموں
پر
قادر
ہونا۔
لیکن
ان
باتوں
میں
اسے
فرق
ہے
کہ
وہ
ان
کی
طرح
فانی
نہیں
ہوتے
اور
نہ
انہیں
نئی
پہلائی
ہی
ہوتی
ہے
اور
نہ
وہ
خدا
کے
اور
اس
کے
رسولوں
کے
درمیان
واسطہ
ہوتے
ہیں
ایسے
اجسام
کا
نام
جن
ہے

خدا نے چارے اوپر سات آسمان پیدا کیے ہیں کہ جو فرشتوں سے ہرے ہوئے ہیں اور خدا ہی آسمان سے بانی آسمانہاں
 اسی خدا نے ان آسمانوں سے اوپر ایک بہت بڑا جسم پیدا کیا ہے کہ جبکا نام کرسی ہے اور اس کے اوپر اس سے بھی بڑا
 ایک اور جسم ہے کہ جبکا نام عرش ہے ہمارے اور ان آسمانوں کے درمیان بہت ہی بڑا فاصلہ ہے اور فرشتے اس
 فاصلے کو بہت تھوڑے زمانہ میں قطع کر سکتے ہیں جو کہہ کہ زمین ہو یا آسمان جنت ہو یا دوزخ جملہ کائنات میں ہوتا ہے خدا ہی
 کی قضاء و تقدر سے واقع ہوتا ہے یعنی اسوجہ سے کہ خدا نے جان لیا ہے اور وہ ارادہ کرتا ہے اور اسکو اپنی قدرت سے
 موجود کرتا ہے۔ اسنے ایک بہت بڑا جسم جسے کہ لوح کہتے ہیں اور ایک دوسرا جسم جسے کہ قلم کہتے ہیں اسلیے پیدا کیا ہے
 کہ جو کچھ واقع ہو ہم نہیں ثبت کیا جائے اور مقرر رہے اگرچہ اسکو اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ جتنی چیزیں کہ اسکی قضاء اور حکم سے
 ہوتی ہیں سب اسی کے پیدا کرنے سے موجود ہوتی ہیں اس کے سوا کوئی خالق نہیں۔ اگرچہ اس نے مسلمات کو اسباب کے ساتھ
 مرتب کیا ہے اور یہ مقرر کیا ہے کہ سب کے بعد سب پایا جائے لیکن ان دونوں کے لیے وہی خالق ہے وہی سبب کو
 پیدا کرتا ہے اور وہی اس کے بعد سب کو پیدا کرتا ہے تمام چیزوں کی تاثیرات جو کہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں اسی کے خلق
 اور ایجاد سے ہوتی ہیں کوئی شے بالطبع یا اس قوت کی وجہ سے جو اس میں رکھ دی گئی ہے حقیقتہً موشہ نہیں ہے۔

وہ خدا قدیم سے موجود ہے ہمیشہ رہیگا ہمپر عدم کا طاری ہونا محال ہے ایک ہے۔ اپنی ذات اور صفات کے اعتبار سے یکساں
 جسکے سوا جتنی چیزیں ہیں سب اسی کی مخلوق ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ موجودات میں سے نہ کوئی شے اس کے مشابہ ہے اور نہ
 وہ کسی شے کے مشابہ ہو سکتا ہے اسکا ارادہ نہایت کامل ہوتا ہے تمام چیزوں کو پورے طور سے جانتا ہے جو کچھ کہ چکا
 یا ہو رہا ہے یا آئندہ ہوگا اسے سب کی خبر ہے۔ اس کے علم سے کوئی شے الگ نہیں جتنی چیزیں کہ عقل کے نزدیک ممکن ہیں
 چاہے وہ کتنی ہی بڑی اور مشکل کیوں نہوں لیکن وہ سب پر پورے طور سے قادر ہے زندہ ہے۔ جملہ صفات کمال کے
 ساتھ جو کہ اس کے شایاں ہے متصف ہے۔ اور تمام صفات نقصان سے پاک ہے ایسے ہی اور مضامین کو سمجھنے کے جبکہ
 انہوں نے شریعت میں پایا اور وہ ان کے معتقدات کے خلاف ہیں جو انہیں اپنے علوم سے دریافت ہوئے یا جانتا کہ
 اسکی عقل کی رسائی ہوئی اس کے موافق اس کے علوم میں ان چیزوں کی کوئی دلیل نہیں ملی یہ کیفیت دیکھ کر قریب ہی تھا کہ وہ لوگ
 اپنے اس ارادہ سے ہٹ جائے جسپر کہ انھوں نے پختہ قصد کر لیا تھا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے سے بحث کر کے
 اسکی تحقیق کریں گے اور کچھ بعید نہ تھا کہ وہ پھر کذب کرنے پر مجبourn جائیں لیکن اس ارادہ سے باز رہ گئے والا امر کا سابق کا وہ فیصلہ
 ہوا کہ جس پر سب لوگ متفق الہی ہو چکے تھے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے حق میں مصلحت یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دعوے سے بحث کر کے اسکی بخوبی تحقیق کریں تاکہ خطا میں پڑنے سے محفوظ رہیں اور احتیاط پر عمل کریں ایسے کہ اسکا تمام حقائق
 کی پوری واقفیت سے قاصر نہ ہوں اور جملہ ممکن الوقوع حقیقتوں پر حاوی نہ ہوں انکو معلوم ہو چکا تھا جسکی وجہ سے وہ اس امر کے
 اختیار کرنے پر مجبور تھے پس وہ اپنے فیصلہ کیے ہوئے حکم پر عمل کے موقع پر ہی ثابت قدم رہے اور کہنے لگے کہ قبل اس کے

عہ قضا و قدر کی بحث آتی ہے یہاں اتنا سمجھ لیجئے کہ قدارہ تقدیر کے معنی اندازہ کرنے اور مقرر کر دینے کے ہیں اور قضا کے معنی حکم کرنے کے ہیں پس حائل یہ ہوا
 کہ خدا نے پھر سے تمام عالم کا ایک اندازہ مقرر کر دیا ہے اور اسی کے موافق اپنے حکم اور ارادہ سے سب کچھ پیدا کیا کرتا ہے۔ ۱۱۔ مستحکم

کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی دلیلوں پر غور کریں پہلے ان مسائل سے بحث کرنا چاہیے کہ جو شریعت میں ہیں میں
اور وہ ہمارے ان خیالات کے خلاف ہیں جنکو کہ پہنے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیا ہے یا ہمارے علوم میں انکی کوئی
دلیل ہی نہیں ہے کیونکہ شاید اس طریقہ سے شریعت کے ایسے مسائل کی اسے بحث کرنے کے بعد غلطی ظاہر ہو جا
اور پھر ان شریعت کے نزدیک بھی انکا غلط ہونا مدلل ٹھہر جائے تاکہ اول امر سے انکا دعویٰ ساقط ہو جائے اور انکے
متبعین یا اوروں کے دلائل سے بحث کرنے کی محنت ہمیں نہ اٹھانا پڑے اور اسی طرح معاملہ طے ہو جائے لیکن اسوقت
جنکے دلیس یہ بات آئی کہ جب ان مسائل سے باہم ہم بحث کریں گے تو یہاں اوقات واقعی امر کے ظاہر ہونے میں ہیں وقت
پر پڑ سکتی ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اسے وہ مراد نہ ہو جو بظاہر سمجھیں آتا ہے یا کوئی ایسی سمجھ وجہ نکل سکتی ہو کہ جسکی وجہ سے ہمارے
علوم کے ساتھ مطابقت ہو جائے اور ہم خود اسکو نہ دریافت کر سکتے ہوں۔

اسی لئے بہتر یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروی کرنے والوں میں سے کسی عالم سے میں اور یہ مسائل اس کے سامنے پیش کر کے
انکے بیان کرنے کی درخواست کریں پس ہیں یا تو انکی غلط معلوم ہو جائے گی یا انکی صحت کا ہیں پتہ لگ جائیگا اور اس
عالم کی وجہ سے میں مطلب کے سمجھنے میں وقت بھی نہ پیش آئیگی پس وہ علماء اسلام میں سے ایک عالم سے ملے اور انہوں
نے اپنا قصہ اور ان مسائل میں اس کے ساتھ گفتگو کرنے سے جو انکا مقصد تھا سب بیان کیا۔

پس عالم نے اسے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو پہلے اس عالم کے بارہ میں اپنے مذہب اور خیالات کا خلاصہ اور تمام کائنات
کے وجود کی اصل مجھے بیان کر دیں کیونکہ شاید اس طور پر میں ان شرعی مسائل کو جنکو کہ آپ لوگ نہیں مانتے آپ ہی لوگوں
کے خیالات کے موافق ثابت کر سکوں یا میں آپ کے اعتقادات اور خیالات کی غلط نکال دوں یا اس کے سوا کوئی اور صورت
اختیار کروں کہ جس سے باہمی اختلاف رفع ہو جائے تب اس رائے کو سب نے پسند کیا اور کہنے لگے کہ بیچئے بہارے
مذہب اور خیالات کا خلاصہ سنئے کہ جو پہنے اپنے علوم کی مدد سے قائم کیے ہیں وہ یہ ہے کہ اس عالم کی اصل اور انوع
انواع کی ارضی اور سماوی اشیاء کی پیدائش کے بارہ میں قدمائے فلاسفہ کا بڑا اختلاف ہے ہر ایک نے ایک جدا مذہب
قائم کیا لیکن زمانہ حال میں جس امر پر کہ لے قرار پا چکی ہے اور جس بات کا پتہ تجربہ اور دلیل سے معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے
کہ اس عالم کی سماوی اور ارضی اشیاء کی اصل دو امر ہیں مادہ اور اسکی قوت (حرکت) اور یہ دونوں قدیم اور ہمیشہ سے ہیں
ان سے ان میں تلازم پایا جاتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ مادہ اور اس کی قوت میں انفکاک اور انفصال ہو سکے اور ان دونوں
میں سے کوئی بغیر دوسرے کے پایا جاسکے۔ مادہ سے مراد یہی ائیر (ہیتر) ہے جو کہ خلا میں بہا ہوا ہے مادہ کی جتنی
صورتیں ہو سکتی ہیں انہیں سے بسیط سے بسیط صورت میں موجود ہونے کی حالت کے اعتبار سے اسکو ائیر (ہیتر) کہتے ہیں
یہی مادہ کی قوت اس سے اس کے غیر منقسم اجزا کی حرکت مراد ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے متماثل اور صفات کے لحاظ
سے مختلف ہیں جنکی تسکلیں بدلتی رہتی ہیں اور ہم لوگ (یعنی سائنس جانشین والے) اس بات کے قائل ہیں کہ یہ حرکت
مادہ میں خود بخود پیدا ہوتی ہے اس کے لینے کوئی خارجی سبب نہیں ہے۔ ہر اجرام سماوی یعنی ستارے اور کائنات ارضی

سے بیٹے بجلی قسم نکلی نہیں ہو سکتی ۱۱ مترجم

ف
اس وقت کا
مسئلہ شریعت
کے خلاف ہے
یہ ایک غلط
دلیل عالم کے
کرنے کا کوئی بات
ظاہر ہو جا
۱۱
اس عالم کا خلاصہ
جدید کے مذہب
کا خلاصہ نہایت
کرنا اور انکے بیان
کرنا ۱۲

بیشہ حادثات۔ نباتات۔ حیوانات۔ پہلے موجود نہ تھے اور اسی مادہ سے بذریعہ اسکی حرکت کے بننے میں اور ان کا بننا ہی اسی طرح سے ہے جس طرح سے کہ اپنی علت سے معلول بالضرورت بن جاتا ہے اور شیا کی پیدائش میں مادہ اور اسکی حرکت کو نہ کسی قسم کا اور ک ہوتا ہے اور نہ انہیں قصد پایا جاتا ہے۔

اب سیکھ کہ پہلے تو انہیں اجزاء کے خاص قسم کی کیفیات پر مجتمع ہو جانے سے سدیدی مادہ کا وجود ہوا سدیدی مادہ سے چھوٹے چھوٹے ذرے مراد ہیں اور قانون کشش ان کے اجتماع کا باعث ہوا اسطر جیر ایک کرہ بن گیا اور وہ اپنے محور کے گرد گردش کرنے لگا۔ پھر دوسرے قوانین قدرت کے موافق وہ مشتعل ہو گیا وہ کرہ بھی شمس نہایت بڑی گردش کے متقدضا کے موافق باقی ستارے اس سے جدا ہونے لگے اور کرے بن بنکر اپنی محوروں پر گردش کرنے لگے پھر ان کے ہماری زمین ہی ہے جسپر کہ ہم آباد ہیں زمین کا یہ قصہ ہوا کہ آفتاب سے جدا ہونے کے بعد اپنی محور کے گرد گردش کرکے گردش کرتی رہی اور اسطر جیر اسکا پوست پٹے سطح ظاہری سرد ہوئے گی اور مختلف طبقات بنتے گئے اور معاون حیوانات۔ نباتات پیدا ہوتے رہے اور سب اسکا وہی مادہ کی حرکت اور خاص طور پر باہم انکا اجتماع تھا علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق ہمارے نزدیک یہ بات ہی پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ حیوانات اور نباتات پہلے نہ تھے اور پھر انکا وجود ہوا ہے اور یہ اسلئے کہ ارض کے مختلف طبقات کے خلاف آخری طبقہ میں جہاں تک کہ ہماری رسائی ہو سکی تھیں حیوانات اور نباتات کے بالکل آثار نہیں پاسے اس سے صاف ظاہر ہوا کہ زمین پر کوئی ایسا دامن ضرور گذر رہا ہے کہ جیسا اسپرٹز کا اجسام یک لخت موجود نہ تھے اسکے بعد بحث تحقیقات اور کیماوی اعمال کے مشاہدات کی بدولت ہماری یہاں تک رسائی ہو گئی جن سے کہ پہلے یہ دریافت کر لیا کہ عناصر بذریعہ حرکت مادہ کے اس کے اجزاء کے اجتماع سے پیدا ہوئے ہیں کہ جو شمار میں شامہ سے ہی زائد ہیں اور عناصر کے مجتمع ہونے اور خاص طور پر پٹنے کی وجہ سے معدنیات اور جاندار اجسام وجود میں آئے۔ پہلی چیز جس سے کہ یہ بنتے ہیں ایک قسم کا دلال کے مثل مادہ ہوتا ہے جسکی ترکیب میں چند عناصر شامل ہوتے ہیں اور وہ نہ تو بالکل جما ہوا ہوتا ہے اور نہ پتلا بلکہ ان دونوں کی درمیانی حالت رکھتا ہے۔ ہمیں غذا حاصل کرنے میں تقسیم ہونے تو والد و تناسل کی قوت پائی جاتی ہے۔ ہننے اس مادہ کا نام ریٹولاسما (یعنی پہلی شے) رکھا ہے اسی کے منقسم ہونے سے وہ غول طیار ہوئے ہیں جسے کہ جسم اعضا کی بناوٹ ہوتی ہے اور اسی کے مجتمع ہو جانے سے حیوانات اور نباتات سب سے بسیط اور بالکل ابتدائی حالت میں پیدا ہوئے ہیں حیات زندگی ہم انہیں عناصر کے فعل و انفعال اور ان کے کیماوی استخراج کے محض ایک طور کا نام ہے وہ کوئی دوسری مستقل شے نہیں ہے کہ جسکا جسم میں حلول ہوتا ہو جیسا کہ ہم لوگوں میں سے حیات کو ایک مستقل شے ماننے والے فرقہ کا خیال ہے اور حیوان میں ہی حیات ہوتی ہے روح کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر وہ حیوانات اور نباتات جو ابتدائی حالت میں تھے قدرت کے چار قوانین کے موافق جو ان کے لیے ضروری ہیں تو والد و تناسل کی وجہ سے بڑھنے اور ترقی کرنے لگے پہلا قانون افراد کا باہم ایک دوسرے سے مبالغہ ہونا ہے جسکا نام تناسل افراد سے پس کوئی فرد اپنی اصل کے تمامہ شاہد نہیں ہو سکتی منجھ ان نباتات کے نزدیک مادہ کا ہونا ہے۔ دوسرا قانون فروغ کا ہوا وجود دوسرے نباتات یا جاندار خاصہ خصوصیتوں کے اختیار کرنے کے انہیں اصول کے

سادات
ارجیات
حیات
انسان
کے بار
فلاسفہ
کا خیال

تباہیات یا خصوصیتوں کا منتقل ہونا ہے جس کا نام قانون انتقال تباہیات الاصول ہے الغرض مع بقا الایثار ہے پس
 اسی وجہ سے افراد میں کوئی قوی ہوتا ہے کوئی ضعیف یا کمزور کوئی خارجی صدمات کا تحمل ہو سکتا ہے کوئی نہیں کسی کے
 ایسے ظروف موافق ہوتے ہیں کسی کے لیے ناموافق یا غیر قانونی یا ہم افراد میں باقی رہنے کے بارہ میں منازعت کا
 واقع ہونا جس کا نام قانون ثانوی ہے اس لیے اس کے لیے ضعیف یا کمزور خارجی طاقتوں کے تحمل نہ کر سکے ورنہ اس کے
 جنہیں کہ ظروف ناموافق ہیں ہلاک اور نابود ہو جاتے ہیں اور افراد میں سے جو اسکے خلاف ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ چوتھا
 قانون طبعی یا فطری انتخاب ہے اور اس سے فطرت کا نہایت عمدہ اور کامل شے کو انتخاب کر کے حفاظت کرنا مراد ہے
 پس لاکھوں برس کے گزرنے پر حیوانات اور نباتات کو جزا ارادہ کی منطوقی حرکت اور فطرت کے ان قوانین ارتقاء
 کے موافق رفتار اختیار کرنے سے موجودہ حالت تک ترقی کرنا نصیب ہو گیا یہاں تک کہ خود انسان بھی غملہ تمام حیوانات کے
 ایک قسم کا حیوان ہی ہے لیکن فطری انتخاب کے قانون کے موافق معدگی اور خوبی کے اعتبار سے ترقی کر کے اس موجودہ
 حالت پر پہونچ گیا ہے اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ نہایت مشابہت رکھتا ہے تو یہ بات کچھ بعید نہیں بلکہ بہت قریب قریب
 معلوم ہوتا ہے کہ انسان اور بندر کی ایک ہی اصل سے پیدائش ہوئی ہو اور دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور یہ
 انسان ترقی کرنے لگا ہوتا ہے کہ ترقی کر کے اپنے قرن یعنی بندر سے بڑ گیا ہو اور انسان تمام حیوانی انواع
 کے اعتبار سے بالکل نو پیدا ہے اور اس کی پیدائش ان سب کے بعد واقع ہوئی ہے اس وجہ سے صرف کئی لاکھ برس کے
 نہایت عمدہ اور محدود زمانہ سے اس کا وجود پایا جاتا ہے اگرچہ کروڑوں برس اس سے پہلے ہی بکثرت انواع موجود
 رہی ہیں عقل اور انسانی اور ان غملہ ان تمام افعال مادہ کے جو مادہ کے اجزاء ہوتے ہیں اور عناصر مرتبہ کی تاثیر و ثبات سے
 پیدا ہوتے ہیں محض ایک خاص فعل کا نام ہے وہ کوئی علیحدہ شے نہیں ہے اگرچہ اصل مادہ اور حرکت دونوں کے ذریعہ
 عقل و اور اس سے بالکل خالی تھے پر انسانی عقل اور فقیہ حیوانات کی عقل میں محض کسیت اور مقدار کا فرق
 ہے ماہیت کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں صرف یہ بات ہے کہ انسان میں عقل کی مقدار تمام حیوانات سے بڑھتی ہے
 یہ وہ باقی مسائل کہ جو ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں پائے جیسے کہ انسان کا مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا
 دار نعیم و دار عذاب یعنی جنت اور دوزخ کا پایا جانا فرشتوں جنوں آسمانوں عرش کرسی لوح اور ظم کا موجود ہونا
 فرشتوں کا بڑے بڑے کاموں پر قادر ہونا اور اسی قسم کے اور مسائل دینیہ جو پہلے بیان ہو چکے ہیں سب باتیں
 ایسی ہیں کہ ہمارے علوم میں انکی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لیے ہم انکا اعتقاد ہی نہیں کرتے بلکہ ان میں سے بعض
 امور تو ایسے ہیں کہ جنکو ہمارے علوم باطل ساقط الاعتبار ثابت کرتے ہیں اور ان کے امتحال پر دال ہیں کیونکہ ان سے ان
 قوانین فطرت کا ٹوٹنا لازم آتا ہے جنہیں کہ ہم نے کائنات میں پایا ہے پس ان امور کا نہ ماننا ایک نہایت ضروری بات
 ہے یہ تو ہمارے مذہب کا علم و وجہ الاختصار بیان ہے اور اسی پر طبعیات رسائل و رسائل نے وائے فرقہ کی عام طور
 پر اسے قرار پایا ہے اس کے بعد وہ لوگ محمدی دین کے عالم کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ صاحب اب آپ
 کچھ ہم آپ کے کلام کو نہایت شوق سے نہیں سنے۔

محرمی عالم
کا مادہ کا
حدوث کو
ثابت کرنے
کے لیے
بیان کرتا ہوں

مثبت اسلامی عالم نے ان لوگوں سے یوں کہنا شروع کیا کہ اے میرے انسانی بھائیو سنو میرا محمدی دین اور آپ لوگوں کا بغرض ظہار حق گفتگو کرنے کے لیے مجھے انتخاب کرنا یہ دونوں امر ایسے ہیں کہ آپ لوگوں کے ساتھ خالص اور سچی خیر خواہی سے پیش آنے اور ظہار حق میں باریک بینی سے کام لینے کو مجھ پر لازم کرتے ہیں لیکن اس موقع پر میں آپ سے بغیر ایک امر کی درخواست کیے نہیں رہ سکتا وہ یہ ہے کہ آپ لوگ اتنی سی بات اپنے اوپر لازم کر لیں کہ بلا تعصب اور اپنے پہلے خیال کی ناحق طرفداری کے بغیر میری تقریر کو بغور سنیں اور مجھ سے اپنے دماغ میں جگہ دیں کیونکہ اگر تعصب سے کام لیا جائیگا تو حق بات ہرگز سمجھ میں نہ آئے گی اور عقل کی بنیائی جاتی رہے گی اور جس طرح کہ دن دوپہر ہی بدلی کی وجہ سے آفتاب نظر نہیں آتا اسی طرح سے اس موقع پر بھی آنکھوں پر تعصب کے پردے پڑ جائیں گے اور آفتاب حقیقت آنکھوں سے پوشیدہ ہو جائے گا اور اگر آپ لوگوں نے تعصب چھوڑ دیا اور اپنے خیالات سابقہ کی طرفداری نہ کی اور اسطور پر ان دونوں ناحق کی قیدوں سے اپنے اپنے ضمیروں کو آزاد کر لیا تو پھر دیکھ بیٹھے گا کہ میں آپ لوگوں کی خاطر سے ایسی تقریر کروں گا جس سے کہ حق روز روشن کی طرح ظاہر ہو جائیگا (بشرطیکہ اس خدا کو منظور ہو جسکے سوا میں کسی دوسرے کو کسی شے کا پیا کرنے والا نہیں جانتا)

پس آپ لوگوں کے مذہب لینے ان خیالات میں جنہیں کہ آپ نے ابھی میرے سامنے بیان کیا ہے سچے طور پر غور کر لیں بعد میں کہتا ہوں کہ آپ کے مذہب کی بنیاد مجھے یہ معلوم ہوئی کہ آپ مادہ کو قدیم مانتے ہیں۔ پھر چونکہ آپ نے مادہ کو قدیم مان لیا اسلئے بظاہر آپ کسی کو خدا مان لینے کے لیے مجبور نہ ہوئے کہ جو اسکو پیدا کرتا اور جبکہ آپ نے مادہ کے سماں اور ارضی تنوعات کو دیکھا اور انکے حادث ہونا ہی آپ کے نزدیک ثابت ہو گیا اور عقل ان تمام تنوعات اور تغیرات کے حدود محض نفس مادہ ہی کی وجہ سے اس سبب سے تعلیم نہ کر سکی کیونکہ اس کے نزدیک مادہ میں اسکی صلاحیت نہیں باقی جاتی ان وجہ سے آپ کو ضرورت ہوئی کہ آپ مادہ کے ذرات سلیطہ کے لئے حرکت ثابت کریں۔ ہر طرح پر تمام تنوعات کو آپ نے مادہ اور اسکی حرکت پر مبنی کیا اور اگر آپ مادہ کا حدوث مان لیتے تو آپ کو ضرور کسی نہ کسی خدا کے وجود کا یقین کرنا پڑتا جو اسے پیدا کرتا اور اس کے عدم پر اس کے وجود کو ترجیح دیتا۔ پھر اس کے بعد جب آپ اس کے تنوعات پر نظر ڈالتے تو اہم وقت یہی ہے کہ جس خدا نے کہ مادہ کو پیدا کیا ہے وہ ہی اس کے تنوعات کو بھی پیدا کر رہا ہے کیونکہ اس تقدیر پر ان تنوعات کے لئے سوائے خدا کے کسی دوسرے موجب کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور نہ ذرات مادہ کے لئے حرکت ہی ثابت کرنے کی حاجت رہتی اور اس تکلف سے بھی نجات مل جاتی اور اس زبردستی کی بات کا قائل ہی نہ ہونا پڑتا کہ عالم کی انواع انواع کی چیزیں محض مادہ اور اسکی حرکت سے علی وجہ الضرورة پیدا ہو گئی ہیں اور خوبی یہ کہ ان میں (یعنی مادہ اور اسکی حرکت میں) نہ تو کسی قسم کا ارادہ پایا جاتا ہے نہ کچھ سمجھ ہے۔ نہ انہیں کسی شے کا علم ہی ہوتا ہے اور نہ کچھ تدبیر ہی کی قابلیت رکھتے ہیں اور پھر ہی اسے سب کچھ باقاعدہ ہی ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ تمام عالم نہایت ہی عجیب و غریب انتظام کے ساتھ پیدا ہو گیا جسکو دیکھ کر عقل صاف ہی حکم کرتی ہے کہ اس کے لئے اتنی چیزوں کی ضرورت ہے کہ قدرت پوری پوری جو علم نہایت ہی کامل ہو حکمت اور تدبیر اسے درجہ کی موجود ہو اس موقع پر میں یہ خیال کرتا ہوں

ابطال
فلاسفہ کی
تہذیب

کہ جب میں مادہ کے بطلان پر دلیل قائم کر دوں گا اور اسکا حدوث ثابت ہو جائیگا تو اسوقت لامحالہ آپ کو کوئی نہ کوئی خدا ماننا پڑیگا کہ جسے مادہ کو پیدا کر دیا اور جو عدم سے اُسکو وجود میں لایا اس طریقہ سے آپ کو یہ سمجھنا بھی آسان ہو جائیگا کہ مادہ کے تمام تنوعات اسی خدا کے فعل کی وجہ سے ہیں اور اُسکی قدرت علم حکمت اور تدبیر کا کامل ہونا انہیں تنوعات سے خود ہی معلوم ہو جائیگا اسکے بعد آپ لوگوں پر شریعت محمدیہ کے باقی سائل کی تصدیق کر لینا بھی جنہیں کہ آپ اب تک اپنے علوم اور عقائدات کے خلاف سمجھ رہے ہیں کچھ دشوار نہ ہو سکیگا۔

یہ سب سنئے سینے آپ کے سابق الذکر مذہب میں تین قضیے ایسے پائے ہیں کہ جبکہ آپ لوگ بڑے اعتقاد جازم کے ساتھ یقین کرتے ہیں اور اُس سیر ایمان لائے ہوئے ہیں لیکن اگر صحیح نظر سے انہیں غور کیا جائے تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ ان سب کے ثبوت کی متابعت کرنا باعتبار نفس الامر کے ہرگز ممکن نہیں کیونکہ بعض انہیں سے بالکل قطعی ہیں مشاہدہ سے انکا ثبوت ہو چکا ہے انکی تصدیق کرنا ایک لازمی بات ہے لیکن اگر انکی تصدیق کی جائے تو پھر دوسرے کا ماننا کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا پہلا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ اور اُسکے ذرات بسیطہ کی حرکت کے قدم کے قائل ہیں اور ان دونوں کو ازل سے متلازم مانتے ہیں کوئی بغیر دوسرے کے پایا ہی نہیں جاسکتا یعنی مادہ اور حرکت میں مفارقت ہونا محال ہے۔

دوسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کے حدوث کے قائل ہیں یعنی تمام اشیاء وسامی اور ارضی خصوصاً حیوانات کی ساری الازار پہلے موجود نہ تھیں اور اسی مادہ سے پیدا ہو گئیں کیونکہ طبقات الارض کی دیکھا ہل سے آپ لوگوں کو لازمی طور پر یہ حکم لگانا پڑا کہ تمام انواع کے حیوانات اور نباتات زمین میں پہلے نہ تھے اور پھر پیدا ہوئے ہیں اور انکی پیدائش کے سینے لاکھوں برس کا زمانہ آپ نے ٹھہرایا ہے اور اسی کی مقتضائے موافق آپ نے حکم لگایا کہ انسان کی پیدائش جملہ انواع کے لحاظ سے بہت ہی حال کی ہے اور وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے کیونکہ انکے ہمارے زمین کے اوپر کے طبقات میں پائے جاتے ہیں طبقات زیریں میں اُسکے آثار کا نام و نشان نہیں اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب کے بعد پیدا ہوا ہے اسکی پیدائش کے زمانہ کے مقرر کرنے میں آپ لوگوں نے بے انتہا اختلاف کیا ہے جیسا کہ سینے آپ ہی لوگوں کی کتابوں میں پڑھا ہے۔

دیسرا قضیہ یہ ہے کہ آپ لوگ مادہ کے جمیع تنوعات کو بذریعہ اُسکے ذرات کی حرکت کے کہ جو مادہ کے لیے ازل سے لازم ہے اور نیز ان قوانین قدرت کے مقتضائے موافق کہ جو انہیں موجود ہیں علی وجہ الضرورۃ مادہ سے حادث ملتے ہیں اور پھر مادہ اور اُسکی حرکت کا نہ اس میں کچھ اختیار ہے اور نہ ان میں کوئی ارادہ ہی پایا جاتا ہے مقصود اس سے یہ ہے جیسا کہ آپ کے کلام سابق میں اس کی تصریح موجود ہے کہ بحیرہ معلول اپنی علت سے حادث ہوا کرتا ہے بطریق مادہ اور اس کی حرکت سے تمام تنوعات حادث ہوئے ہیں پس تمام تنوعات معلول ٹھہرے اور مادہ اور انکی حرکت

عہ قدم سے مراد کسی شے کا ہمیشہ سے موجود ہونا اور اس پر عدم کا کوئی دائرہ نہ گذرنا ۱۲ احشیم عہ حدث سے مراد کسی ایسی شے کا موجود ہونا کہ پہلے

موجود نہ تھی ۱۲ احشیم

فصل
الاطال مذہب
ملا صدقہ کے
لئے آئے
سلاطین تین
مقبضوں کو
انتخاب کرنا اور
مادہ کا قدم بل
کنا ۱۲

شروعات کی علت۔

حقیقت میں ان کے نزدیک محض مادہ کی حرکت ہی علت ہے لیکن جبکہ مادہ اور اس کی حرکت میں الٹا کا نام ممکن تھا یا نامک
کہ وہ اس امر کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اور اس کی حرکت میں سے کینکا وجود بغیر دوسرے کے منصوص ہی نہیں ہے
اسی لئے دونوں کو ہمزاہ شے واحد کے اعتبار کر لیا ہے اور اسی کو علت کہہ دیا ہے اور چونکہ ان دونوں میں تلازم پایا جاتا ہے
اسی لئے یہ اعتبار کر لیا جائز ہے کوئی مضائقہ ہی نہیں ہے)

جب آپ کو یہ غیب کچھ معلوم ہو چکا تو اب سنیے کہ ہر عقل سلیم صاف یہی حکم کرتی ہے کہ کوئی شے اپنی علت سے جس سے
کہ اس کا وجود لازم ہو جاتا ہے ہرگز مختلف نہیں کر سکتی پس اگر اس کی علت حادث ہوگی تو وہ شے ہی اس کے بعد ہی بلا تاخیر
موجود ہو جائیگی اور اگر اس کی علت قدیم ہوگی تو وہ شے ہی قدیم ہی ہوگی اور قدم میں اپنی علت کی متابعت کرے گی
اس سے ہرگز متاخر نہ ہو سکیگی ورنہ لازم آئے گا کہ علت تو پانی جاے اور محلول نہ ہو اور یہ بات محال ہے جب یہ ثابت
ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ کب لوگوں کے مادہ اور اس کی حرکت کو قدیم ماننے سے کہ جو حادثات نباتات حیوانات اور
تمام عالم کی انواع کی چیزوں کے لئے علت ہیں یہ لازم آتا ہے کہ یہ سب اشیاء ہی کہ جو اس کی معلول ہیں قدیم ہو جائیں
حالانکہ آپ لوگ اپنے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات کے موافق اس کے قدم کے قائل نہیں ہیں اور اگر آپ
یہ کہیں کہ اس علت کو ان معلولات کے لازم ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس کا وجود ایک ہی دفعہ بالکل مکمل
ہو جائے اس لئے کہ علل اور معلولات میں باہم ارتباط پایا جاسکتا ہے اور ایک دوسرے پر سلسلہ وار متوقف ہو سکتے ہیں
مثلاً یہ ممکن نہیں ہے کہ پانی کے وجود سے پہلے حیات کا ظہور ہو سکے اور پانی اپنے دونوں عنصروں کے بننے سے پہلے
موجود ہو جائے اور وہ دونوں عنصر جو پانی کو مرکب کرنے میں سہید رہیں اور اس سے پہلے
..... اور خود وہ دونوں اجزاء مادہ کے خاص طور پر مجتمع ہونے سے پہلے کہ جس سے اس کی طبیعت

حاصل ہو سکے موجود نہیں ہو سکتے پس حیات کا وجود پانے کے وجود پر متوقف ہے چاہے اس سے ایک لحظہ ہی
پہلے کہیں نہ ہو۔ پس کوئی عقل یہ قیاس کر سکتی ہے کہ مادہ اور اس کے ساتھ مرکبات ایک ساتھ ہی موجود ہو سکتے ہیں یا
جواب ہم یہ دیں گے کہ جب ان تمام علتوں میں سے پہلی علت ہی (اور وہ مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت ہے حادث
مان لی جائے) سوقت بیشک ان قوانین قدرت کے موافق جو پیدا ہونے کے متعلق ہیں اور جبکہ کہ آپ لوگ قائل ہیں ضرورتاً
ہر شے کی حاجت پڑ سکتی ہے تاکہ اس میں استعداد اجاے اور مادہ کے اجزاء اس طرح مجتمع ہو لیں جس سے کہ عناصر کی تالیف
ہو پر پانی بنے اس کے بعد حیات موجود ہو اور اس تقدیر پر بلاشبہ انہیں قوانین قدرت کے موافق عقل کے قیاس میں
یہ صحیح نہیں ہو سکتا کہ پانی سے پہلے حیات موجود ہو جائے یا عناصر نہ بننے پائیں اور پانی حاصل ہو جائے یا اجزاء مادہ
کے مجتمع ہونے سے پہلے ہی عناصر نہ پائیں رہے سب اہل سائنس کی سمجھ کے موافق کہا گیا ہے ورنہ پیروان اسلام کی عقلوں میں
یہ امور ناممکن نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو یہ سب کچھ خدا کے قادر ہستی کے واسطے اور اس کی قدرت کاملہ سے کوئی امر ممکن خارج نہیں
ہو سکتا کوئی شے ہو جو چاہے کتنی ہی مستبعد اور تعجب انگیز کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا سب پر قدرت رکھتا ہے)

لیکن جب پہلی علت کو قدیم مانا جائے جیسے کہ آپ لوگوں کا خیال ہے تو ہر یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ ہر بار سے معلومات حادث ہوں باوجودیکہ انکی علت ازلی اور ہمیشہ سے موجود ہے کیونکہ جب انکی علت اس کے موجود ہونے کو بلا اضطراب لازم کرتی ہے تو ہر تبدیلی کے کہ ان سب اشیاء کو اتنے لاکھوں یا کروڑوں ہندسوں کی مدت تک پیدا ہونے سے کس چیز نے روک رکھا اور پہلے پیدا نہ ہونے دیا اور کس وجہ سے اتنی مدت گزرنے کے قبل ہی وہ موجود نہ ہو گئیں۔

اور اگر آپ یہ کہیں کہ اتنی مدت کی ایسی حاجت ہے تاکہ علت میں معلومات کے پیدا ہونے کی استعداد آجاسے یعنی آجسب استعداد پیدا ہونے کے لیے اتنے کروڑ سال کی ضرورت ہوئی تو ہم آپ سے پوچھیں گے کہ آپ کی مہین کر وہ مدت کے قبل ہی استعداد کیوں نہ پیدا ہو گئی باوجودیکہ پہلی قدیم علت اسکی مقتضی ہی موجود تھی اور کس چیز نے اتنی مدت تک استعداد کو پیدا نہ ہونے دیا اور پھر مقدار مدت گزرنے کے بعد اسے پیدا کر دیا معلومات کے حدوث اور اس حدوث کی استعداد پیدا ہونے کے لیے جتنی مدت آپ بڑھاتے جائیں گے ہمارا یہ سوال برابر قائم رہیگا کہ ہر اس مدت سے پہلے حدوث

کیوں نہ ہوا اور اسکی استعداد اس سے قبل کیوں نہ آگئی ہر حال یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہیگا اور ہمارا سوال آپ سے ہرگز نہ آٹھ سیکڑے۔ خلاصہ یہ کہ علت اسے ہی سے استعداد کے بلا اضطراب پیدا ہونے میں ذرا ہی خشک نہیں ہے پس حدوث قدیم

کے اعتبار سے استعداد کی ہی وہی حالت ہوگی جو اسکی علت کی ہے اور چونکہ اس موقع پر یہ علت قدیم مانی گئی ہے اس لیے ضروری ہے کہ استعداد ہی قدیم ہو اور استعداد کا قدیم ہونا مستلزم ہوتا ہے تمام تنوعات جو معلول ہیں وہ ہی قدیم ہوں ورنہ لازم آئے گی کہ علت تو

ہمیشہ سے موجود ہو اور معلول نادر۔ حالانکہ یہ صریح حال ہے پس اس بات کو آپ ان تمام تنوعات کو بھی جو معلول ہیں قدیم مانیں اور جو بات کہ آپ کے علوم طبعیہ اور علم طبقات الارض کی تحقیقات سے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے اسکی تکذیب کیجئے

حالانکہ آپ لوگ اس امر کے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے اور یا اسکے قائل ہو جائیے کہ مادہ اور اسکی حرکت سارے کام اپنے اختیار ارادہ سے کرتے ہیں پس انہوں نے ان تنوعات کی پیدائش کے لیے جو زمانہ چاہا مقرر کر دیا اور آپ لوگ اسکو بھی

کبھی نہیں مان سکتے بلکہ اسکا تو آپ بڑے شہر و مد سے انکار کرتے ہیں جیسا کہ سینے آپ لوگوں کی کتابوں میں بڑھا ہے۔ اور اگر بالفرض بعض اہل سائنس اسکے قائل بھی ہو جائیں تو یہ غلطی لازم آئے گی کہ انکو ہزار مادہ کے ہر ہر جزو کے لیے اتنا

علم اور ادراک ماننا پڑے گا جس سے وہ اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہو سکے کہ وہ باقی اجزاء کے ساتھ کون سے خاص طریقہ سے مجتمع ہونا کہ عالم کی بشیارات انواع میں سے کوئی خاص نوع بنجائے اور پھر وہ اپنی وضع کو کسی طریقہ بد کے

جس سے کوئی دوسری نوع بنجائے ملے ہذا القیاس تمام انواع کو لے لیجئے اب دیکھنا یہ ہے کہ ہر ہر ذرہ میں اتنے امور کے دریافت کرنے کی قوت آپ مان سکتے ہیں جسکو کہ بڑے بڑے لوگ اور انتظامی دنیا کے بنیاد ہی تجربہ کا

سن رسیدہ اشخاص کی کمیٹی بھی دریافت نہیں کر سکتی اور وہ بھی عاجز ہیں۔ اس موقع پر اسکے علاوہ اور بہت سے اعتراضات اس بنا پر وارد ہو سکتے ہیں کہ اگر ہم ان سب کو بیان کرنے لگیں تو بہت ہی طوالت ہو جائے اور یا آپ لوگوں کو ایسا کوئی

سبب صحیح بیان کرنا چاہیے کہ جبکی وجہ سے یہ تمام تنوعات اپنی علت سے اتنے عرصہ تک مختلف رہے اور ملتے کر ڈر برس کے بعد جا کر بنے۔ میں تو نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگ اسکی کوئی وجہ اصلاً یا نقلاً کچھ بیان کر سکتے ہیں اسکا بیان کرنا کیا

مستند کا نوالہ ہے خدا کا نام رکھتا ہے اور یہ تو آپ لوگ مادہ اور اسکی حرکت کو حادث مان لیں اور یہی عین مقصود ہے۔
 آئیے اسی دلیل کو ہم اختصار کے ساتھ آپ کو مرتب کر کے دکھلائیں۔ وہ اس طور پر ہوگی کہ اگر تمام تنوعات کی علت
 اور مادہ اور اسکی حرکت ہے، تو اسکی استعداد ہی قدیم ہوگی اور اگر استعداد قدیم ہوگی تو تمام تنوعات ہی
 قدیم ہوں گے لیکن تنوعات قدیم نہیں ہیں اسلئے استعداد ہی قدیم نہ ہوئی اور یہی مقصد ہے۔ پھر اگر آپ یہ کہنے
 لگیں کہ اگرچہ میں آپ کی نسبت ایسا نہ کر خیال نہیں کر سکتا کہ آپ ایسی بدیہی ابطلان بات کے کہنے کی جرأت کر سکتے
 کہ نہیں استعداد حادث ہے اور تمام تنوعات ہی حادث ہیں لیکن پھر یہی مادہ اور اسکی حرکت دونوں قدیم ہی ہیں
 تو میں آپ سے دریافت کروں گا کہ استعداد پیدا ہونے سے پہلے مادہ اور اسکی حرکت ازل میں یعنی لگاتار زمانہ
 غیر متناہی تک کیا کرتے تھے اور مادہ پر کیونکر لامتناہی زمانہ گزر سکا اور وہ محض بے نتیجہ اور لغو حرکت کرتا رہا اور
 پھر متناہی ازل اور غیر محدود مدت تک بے نتیجہ رہنے کے بعد کس چیز نے اسے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ ایک محدود
 زمانہ سے اسکی استعداد پیدا ہو جائے پھر سطر سے محدود زمانہ سے تنوعات ہی پیدا ہونے لگیں میرا تو خیال ہے
 کہ آپ کے پاس سوائے سادگی ہو جانے کے اور کیا جواب ہو گا۔ پس اس ساری بحث کے بعد حق اور ماننے کی بات
 یہ ہے کہ آپ لوگوں کو تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ قسم قسم کی انواع کیونکر پیدا ہو گئیں مادہ اور اس کے اجزاء کی حرکت جسکے
 کہ آپ قائل ہیں دونوں کو حادث ماننا چاہیے یعنی پہلے انکا وجود نہ تھا اور پھر وجود ہوا۔
 اس موقع پر اور یہی بہت سی یقینی دلیلیں ہیں کہ جو مادہ کے حدوث پر دلالت کرتی ہیں لیکن مشل سابق کے آپ لوگوں کی
 تحقیقات پر مبنی نہیں ہیں۔ آپس کوئی مضائقہ ہی نہیں معلوم ہوتا اگر میں انہیں سے ایک آدھ دلیل آپ لوگوں کے ساتھ
 نیک گمان کر کے بیان کروں کہ آپ کی عقلیں اس کے سمجھنے سے قاصر نہ ہوں گی اور اسے تسلیم کر لیں خصوصاً جب آپ
 اپنے ترک تعصب کرنے کے وعدہ کو پورا کرنے کے لیے ثابت قدم رہیں جسکو کہ میں آپ کی جانب سے کہہ دیکھا ہی ہے
 وہ یہ ہے کہ یہ امر فراموشی محض نہیں کہ مادہ صورت سے جو کہ اس کے ساتھ قائم ہوتی ہے خالی نہیں پایا جاتا اور نہ مادہ کا تمام
 صورتوں سے مجر و ہو کر پایا جانا ممکن ہی ہے جیسا کہ مادہ کا بغیر نظیر اور کسی نہ کسی قدر خالی جگہ کے گہیرے ہوئے موجود ہونا
 ممکن نہیں ہے، پس مادہ جب کبھی پایا جائیگا اس کے لیے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی خواہ وہ صورت ایتر کی ہو یا سیدی
 غنصری ہو یا معدنی۔ باقی ہوا حیوانی۔ سیوجہ سے تو آپ اس بات کے قائل ہو گئے ہیں کہ مادہ اپنے اول وجود میں کہ جو اسے
 تمام انواع کے بننے سے قبل حاصل تھا جتنی صورتیں کہ تصور ہو سکتی ہیں سب سے بسیط صورت میں موجود تھا اور یہ کہ جتنی صورتیں
 کہ مادہ اختیار کرتا جاتا ہے وہ اسی کی حرکت ہی سے پیدا ہوئی ہیں اور یہ کہ حرکت اور مادہ میں انفصال ناممکن ہے پس ان
 سب باتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مادہ اس حالت میں ہی تمام صورتوں سے مجر و اور خالی نہیں مانا ہے
 اسلئے کہ یہ بات آپ لوگوں کی عقل تسلیم ہی نہیں کر سکتی۔ پھر جو کوئی صورت کہ مادہ میں قائم ہوگی وہ ضرور حادث ہی ہوگی
 اسلئے کہ وہ نازل ہو سکتی ہے اور اس پر عدم طاری ہو سکتا ہے اگرچہ وہ تمام صورتوں سے بسیط ہی کیوں نہ ہو مثلاً اسی صورت
 سے سیری سے مادہ کی وہ حالت مراد ہے جس میں غنصر بننے سے قبل موجود تھا ۱۱ مستحکم

حدوث مادہ کی
 اول دلیل منطقی
 سیکست پر ۱۲

ف
 حدوث مادہ
 کی دوسری
 دلیل ۱۱

کو نے لیجئے جبکہ تمام انواع کے بننے سے قبل مادہ کے نیلے ثابت ہونا آپ کے کلام سے معلوم ہوا ہے اور پہلی صورت کا معدوم اور نہ کی ہونا ہرگز اسطرچہ معلوم ہوا کہ اسکا معدوم ہو جانا اور اس کے بعد بہتیری صورت نوعیہ کا طاری ہونا مشاہدہ کر لیا گیا ہے اور جس چیز پر کہ عدم طاری ہوتا ہے اور وہ اسے قبول کر سکتی ہے اسکا قدیم ہونا محال ہے کیونکہ جو شے قدیم ہوگی وہ ہرگز زائل اور معدوم نہیں ہو سکتی جیسا کہ اسکا بیان آگے آتا ہے اسلئے کہ اسکا قدیم یا تو اسوجہ سے ہوگا کہ اسکی ذات ہی اس کے وجود کو مقتضی ہوگی یعنی اسکا سبب سوائے اس کے نفس کے اور کوئی نہ ہوگا بلکہ وہ خود ہی موجود ہوگی اور اسکا نام قدیم ذاتی ہے اور یا اسوجہ سے کہ اسکی علت قدیم ہوگی اور خود اسکی ذات نہیں بلکہ وہی علت قدیم اس کے قدیم کو مقتضی ہوگی اور اسکا نام قدیم غیر ذاتی یا قدیم بافیہ ہے اس کے سوا قدیم ہونے کی اور کوئی صورت نہیں مل سکتی اور ظاہر ہے کہ اس شے کے وجود کا مقتضی عام ہے کہ اسی کی ذات ہو یا کوئی دوسری شے جب تک محال اور قائم ہو چکا اس وقت تک کیونکہ ممکن ہے کہ اس شے پر عدم اور زوال طاری ہو سکے پس قدیم کی دونوں قسمیں ایسی ہیں کہ نہ پر عدم کا طاری ہونا ممکن نہیں اور وہ عدم کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں جب یہ ثابت ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ جب مادہ کے تمام صور نامہ کا معدوم ثابت ہو گیا تو ہر مادہ کا قدیم ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ جب ہم مادہ کی تمام صورتوں کو لیتے ہوئے یہی صورت تک پہنچ جائیں کہ جو ب سے اسبط ہو اور مادہ کے لیے وہی پہلی صورت ہو تو اب عقل کے نزدیک یہ ہرگز ممکن نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلے ہی مادہ کے لیے کوئی صورت ہو سکے مادہ کے اسبط صورت کے بعد دلی صورتوں کا حدوث تو اس طرح ظاہر ہے کہ وہ پہلے نہ نہیں اور اس کی اول صورت کے زائل ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہیں اب رہی مادہ کی اسبط اور سب سے پہلی صورت تو ہم کہتے ہیں کہ وہ ہی حادث ہے اسلئے کہ وہ معدوم اور زائل ہوگئی اور قدیم کا زائل ہونا محال ہے جیسا کہ ابھی ثابت ہوا پس اب بتلائیے کہ مادہ اپنی اول صورت کے حادث ہونے کے قبل کس حالت میں موجود نہ تھا یہ تو آپ کا کہنا نہیں سکتے کہ مادہ کے لیے کوئی صورت نہ تھی کیونکہ اسکا سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ مادہ کا بغیر کسی صورت کے پایا جانا محال ہے اب یا تو آپ یہ مانیں گے کہ اس صورت سے پہلے کوئی اس سے ہی اسبط صورت موجود تھی اور یہ خلاف مفروض ہے کیونکہ آپ نے اسکو ب سے پہلی صورت مانا ہے اور تسلیم کر لیا ہے کہ اس سے قبل کوئی صورت ہو ہی سکتی اور یا تو آپ اس کے قائل ہو جائیے کہ مادہ ہی صورت کے ساتھ حادث ہوا ہے پس مادہ حادث ہو گیا نہ قدیم اور یہی مقصود ہے۔

ہم ابی دلیل کو دوسرے لفظوں میں اس طرح ہی بیان کر سکتے ہیں کہ مادہ اس اول صورت اور اس کے بعد دلی صورت نوعیہ کے نیلے ملزوم ہے اور یہ صورت اور اس کے بعد انہی دلی صورتیں مادہ کے لیے لازم ہیں اور مادہ سے سب کی سب منفک اور جدا نہیں ہو سکتیں جیسا کہ علت اور معلول کے مابین انفکاک ناممکن ہے اس یوں تقریر کی جائے گی کہ اگر مادہ جو ان صورتوں کے لیے ملزوم ہے قدیم ہوگا تو یہ سب صورتیں ہی جو اس کے لیے لازم ہیں ضرور قدیم ہوں گی کیونکہ لازم کا اپنے ملزوم سے منفک اور جدا ہونا محال ہے لیکن یہ صورتیں اس دلیل سے کہ عدم کو قبول کرتی ہیں قدیم نہیں ہو سکتیں پس مادہ ہی قدیم ہیں ہو سکتا کیونکہ تالی کے سلب اور رفع کرنے سے مقدم کا رفع یا سلب لازم آتا ہے جیسا کہ حکم منطقی

ف
حدوث مادہ
کی پہلی حالت
منطقی ہے
میں ۱۲

میں یقینی طور پر بات طے ہو چکی ہے اور ہر عقل سلیم کہنے والا شخص اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔
 پہلے بحث سابق کے تمام ہونے کے بعد ہم کہتے ہیں کہ حادثہ ایسے ہی شے کے لیے جو پہلے نہ تھی اور پہر موجود ہو گئی
 ضرور کوئی ایسا امر ہونا چاہیے جو اسے موجود کر دے اور جسکی وجہ سے عدم پر اس کے وجود کو ترجیح ہو جائے اور وہ عدم کی تاریکی کی
 وجود کی روشنی میں گل اسے ورنہ ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی اور وہ بظلم بدیہی محالات کے ہے۔ اگر خدا نخواستہ آپ لوگوں کی
 یہ حالت ہو جائے کہ آپ ترجیح بلا مرجع کو ہی ممکن کہنے لگیں تو مجھے یسے میں پوچھتا ہوں کہ جب آپ کسی شخص کو یہ کہتے ہیں
 نہیں کہ میں نے انسانی ایجاد کردہ ترازوں میں سب سے سبک اور ایک ایسی ترازو دیکھی کہ جسکے دونوں پائے بوجہ میں بالکل
 برابر تھے ہر کیا دیکھتا ہوں کہ کہاں تو اس کے دونوں پائے بالکل متوازی تھے یا فرض کیجئے کہ بائیں جانب کا
 پائے کسی سب سے جھک کر زمین سے لگا ہوا تھا پھر دفعہ دوسرا پائے بائیں سے راج ہو گیا اور اتنا نیچا ہوا کہ زمین سے لگ
 گیا اور بائیں اتنا اونچا ہو گیا جتنا تک کہ اونچا ہونا ممکن تھا لیکن یہ سب کچھ بلا کسی سبب اور مرجع کے ہا یا گیا راج ہو چکا ہے
 پڑے کو نہ کسی حیوانی طاقت نے برج کیا ہے نہ جہا یا نہ اسے ہوا کا دھکا لگانے کوئی دوسرا جسم جو اوپر سے گرا ہو اسکا
 باعث ہوا غلط صوبہ کہ جتنی چیزوں سے پڑا جھک سکتا ہے ان میں سے کوئی بھی نہیں پائی گئی اور پڑی وہ بلا وجہ جھک
 گیا پس اس موقع پر اگر آپ اس قائل کے قول کو سچ سمجھیں گے تو میں جان لوں گا کہ آپ لوگوں کا عقائد انتہا درجہ کو
 پہنچ گیا پس اسب آپسے گفتگو کرنا جائز نہیں اور اگر آپ نے اسکی تصدیق نہ کی اور آپ نے کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے یہ تو
 محال ہے تو اسوقت میں آپ سے عرض کروں گا کہ حضرت یہی ترجیح بلا مرجع ہے اسی کی نسبت میں نے سابق میں آپسے
 کہا تھا کہ بدیہی محالات میں سے ہے۔

میں نے ان بات کو کہ
 مقدمات میں سے
 اس قدر ترجیح بلا
 مرجع کا قائل ہوں

اس مثال میں اور جتنی حقائق کہ اس کے علاوہ تصور ہو سکتی ہیں عام ہے کہ وہ جی ہوں یا عقلی ان سب میں اس نچ
 سے ذرا ہی فرق نہیں ہے کہ ترجیح بلا مرجع سب میں محال ہے جیسا کہ یہ امر متنازع کرنے والے کے نزدیک بخوبی ظاہر
 ہے اور جب آپ اپنے پیڑ سے علمی مباحث اور گفتگو میں تامل کرینگے تو آپ خود دیکھ لیں گے کہ آپ اپنے مد مقابل
 سے بحث کرتے وقت بشمار مواقع پر ایسی قاعدہ کے ماننے پر پڑے آپ کو مجبور پاتے ہیں اور وہ قاعدہ یہی ترجیح بلا مرجع
 کا محال ہونا ہے چنانچہ جب کوئی شخص اس امر کا دعوے کرتا ہے کہ حوادث فطرت میں سے فلاں امر بلا سبب ہا یا گیا اور
 اسکا وجود اتفاقات فطرت میں غلتہ یا اتفاقی طور پر ہو گیا ہے تو آپ اس سے کہتے ہیں کہ یہ بالکل ناممکن ہے اور ہمارے
 نزدیک محقق امر ہے کہ جسکو لوگ غلتہ یا اتفاقی کہتے ہیں وہ محض باعتبار ظاہر کے ہے چونکہ اسکا سبب نہیں معلوم ہوا اور
 حقیقت میں اسکا وجود ضرور کسی نہ کسی سبب اور قوانین فطرت میں سے کسی نہ کسی قانون کی وجہ سے ہوا ہے کہ جو ہم پر غرض رہا
 ہے وجہ کوئی چیز نہیں ہو سکتی پس آپ لوگوں کا ایسے اقوال کہنا صاف اسی ترجیح بلا مرجع کے محال ہونے پر بہر دوسرے کرنا ہے اس
 تقریر سے یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ لوگ ہی اس قاعدہ کو ماننے ہیں اور اسکا انکار نہیں کر سکتے اور میں نے جو باوجود اسکی بدہمت اور وضوح
 کے تقریر کو اس موقع پر اتنا طویل کیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ میں نے آپ ہی لوگوں میں بعض عقل کے کمزوروں کو دیکھا ہے کہ اس بدیہی

عقائد یا غلط فہمی اصطلاح میں اسے بحث و اتفاق کہتے ہیں ۱۰۰ ترجیح

ف
اثبات آگہ
۱۲

اور فطری قاعدہ کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ترجیح بلامرجح کے واقع ہونے سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا یعنی اس بات کے قائل ہیں کہ بلاوجہ ہی کوئی چیز ہو سکتی ہے اور ایسی بے مشرعی اختیار کر لینا انکی جہالت کا نتیجہ ہے اسکا اہمکاب دہی کر سکتا ہے کہ جو محض اٹھیں طبیعت کا ہوا جسکی عقلی قوتیں نہایت ہی کمزور ہوں ایسے شخص کا حال تو بالکل سوسطائیمہ فرقہ والوں کا سا ہے کہ جو حقیقی اشیاء کے سنے کہ مشاہدات کے ہی منکر ہیں اور یوں گمان کرتے ہیں کہ عالم کی چیزیں محض اوہام و خیالات ہیں یہ شب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے اب سینے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعین کے نزدیک مادہ کا حادث ہونا بہت مشکل دلیلوں سے ثابت ہو چکا نہیں دلائل میں سے وہ دلیلیں ہی ہیں جو سینے آپ لوگوں کے سامنے پیش کیں اور آپ لوگوں کے مقابلہ میں صرف انہیں دلیلوں کی تخصیص کی یہ وجہ ہے کہ وہ آپ کی تحقیقات اور آپ کے علمی اصول کے مناسبت نہیں کیا اسلئے کہ وہ بالکل واضح ہیں اور ایسے مقدمات پر مبنی نہیں جنکے سمجھنے میں آپ کی عقلوں کو وقت ہو۔ اور انکے نزدیک یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ترجیح بلامرجح محال ہے اسلئے وہ اس بات کے قائل ہو گئے کہ ضرور کوئی ایسی شے ہونا چاہیے کہ جس سے مادہ حادث ہوا اور اسکے وجود کو اس کے عدم پر ترجیح ہوئی اور اس شے کا جس سے کہ مادہ حادث ہوا ہے لا محالہ موجود ہونا ہی ضروری ہے کیونکہ جو شے خود معدوم ہے اس سے کوئی شے اضطراب اختیار کیا کیسے موجود ہو سکتی ہے بلکہ ناممکن ہے جیسا کہ عقل کے نزدیک یہ امر بھی اور ظاہر ہے پس وہ لوگ اہل اسلام معتقد ہو گئے کہ وہ شے جس سے کہ مادہ جو عالم کی اصل ہے پیدا ہوا ضرور موجود ہے اسکا معدوم ہونا محال ہے کیونکہ موجودات کسی معدوم سے ہرگز حادث نہیں ہو سکتیں اور نہ وجود عدم دونوں مجتمع ہو سکتے ہیں اور انھوں نے اسکا نام عالم کا خدا رکھا

پھر ان لوگوں نے کہا کہ یہ خدا ضرور قدیم ہی ہونا چاہیے ورنہ اگر حادث ہوگا تو ضرورت ہوگی کہ اسکا حادث کرنے والا کوئی اور دوسرا ہو کیونکہ ترجیح بلامرجح تو محال ہی ہے اور پھر اس دوسرے کے لیے تیسرے کی ضرورت پڑے گی اور پہلے چلے چلے گا پھر یا تو در لازم آئے گا یا تسلسل اور دور اور تسلسل دونوں محال ہیں اور چونکہ کہ ان دونوں کی طرف منافی ہوگی اور جس سے کہ محال لازم آئے گا وہ بھی محال ہوگی اور اس موقع پر خدا کے حادث آنے سے یہ محال لازم آتا ہے تو خدا کا حادث نہی محال طیار اور جب اسکا حادث محال ہوا تو لازمی بات ہے کہ وہ قدیم ہو۔

ف
بطلان دور
۱۲

اب دور کے معنی سمجھئے وہ دو چیزوں کا اس طور پر ہونا کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کے وجود پر موقوف ہو۔ اور اس سے لازم آتا ہے کہ ہر ایک کا وجود اپنے سبب کے وجود سے پہلے ہو جائے جس سے یہ لازم آئے گا کہ شے اپنے وجود سے پہلے موجود ہو جائے اور یہ بالبدلتہ باطل ہے۔ پس اگر ہم کہیں کہ وہ خدا جس پر مادہ کا وجود موقوف ہے خود اسکا وجود ہی اسی مادہ پر موقوف ہے عام ہے کہ بلا واسطہ موقوف ہو یا کسی شے کے واسطہ سے اسطورہ پر کہ اس خدا کا وجود کسی دوسری شے پر موقوف ہو اور اس شے کا وجود مادہ پر موقوف ہو اور مادہ خدا پر موقوف ہو تو بصورت میں یہ لازم آئے گا کہ مادہ قبل اس شے کے پایا جائے کہ جو خود مادہ کے لیے سبب ہے جس سے کہ یہ ضروری ہوگا کہ مادہ اپنے وجود سے پہلے ہی موجود ہو جائے اور یہ امر صراحتہ باطل ہے اور کوئی عقل مند اسکا قائل نہیں ہو سکتا۔ اسکا نام دو حقیقی ہے کہ جسکے باطل ہونے میں خدا ہی شک نہیں۔

اور ایک وجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ معنی ہیں کہ دو شخص میں سے بعض بعض پر موجود ہو کہ وہ دونوں ایک علت کے معلول ہیں۔ مثلاً دن کا موجود ہونا اور دنیا کا روشن ہونا کہ یہ دونوں طلوع آفتاب کے معلول ہیں ایسا دور محال نہیں ہے۔ اور نہ ہمارا انہیں کلام ہی ہے۔

درجیت
جائزہ ہے

اب رہا تسلسل اس کے یہ معنی ہیں کہ مثلاً امور جانب ازل میں لگاتار ہوتے ہوئے چلے جائیں اور یہ سلسلہ کہیں ختم ہی نہ ہو اور عقل اس کے نام نہ ہونے کا اس کے حکم لگاتی ہے کہ اس سے متعدد محالات لازم آتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو چیز محال کو مستلزم ہوتی ہے وہ ہی محال ہوتی ہے

ابطال عقل

مگر صلی اللہ علیہ وسلم کے تبعین نے اگرچہ تسلسل کے باطل ہونے کی بہت سی دلیلیں نہایت شرح و بسط اور تفصیل کے ساتھ اپنی کتابوں میں ذکر کی ہیں لیکن ہم نہیں سے اس موقع پر صرف ایسی ہی دلیلوں پر اقتصار کرینگے کہ جواب لوگوں کے افہام کے قریب ہوں اور جبکہ آپ کی عقلوں سے مناسبت ہو زیادہ نہیں آپ سے ہم صرف دو ہی دلیلیں بیان کریں گے۔

پس سینے عقل سلیم کے نزدیک یہ بات تو نہایت ہی ظاہر اور جلی بدیہیات میں سے ہے کہ عدد ناقص اپنی اکائیوں کی تعداد کے لحاظ سے عدد زائد کے ہرگز برابر نہیں ہو سکتا مثلاً پانچ کا عدد سات کے اعتبار سے ناقص ہے تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ چھٹی پانچ میں اکائیاں ہیں اتنی ہی سات میں بھی ہوں بلکہ سات میں پانچ اکائیوں سے دو اکائیاں اور زائد ہیں اس طرح ہر چھوٹے عدد کو بڑے عدد کے اعتبار سے سجدہ یعنی خلا صد یہ کہ ہر عدد ناقص اور زائد کا دیکھتے چھوٹے اور بڑے عدد کا اکائیوں میں برابر ہو جانا ضرور محال ہے یہی طرح عقل یہ بھی حکم کرتی ہے کہ جو مقدار دو وحدوں کے درمیان گہری ہوگی وہ ضرور عدد و اور تنہا ہی ہوگی اور یہ نہیں ہو سکتا کہ کوئی شے دو وحدوں کے درمیان گہری ہی ہو اور غیر محدود ہی ہو ان دونوں باتوں کا مجتمع ہو جانا ناممکن محال ہے پس جب آپ نے ان دونوں حکموں کو تسلیم کر لیا اور اس کے تسلیم کر لینے میں آپ لوگوں کو شک ہی کیا ہو سکتا ہے یہ تو ظاہر باتیں ہیں تو اب دلیلیں سنئے۔

ابطال عقل
سکے مقدمات
کابیان ۱۲

پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل کا واقع ہونا ممکن ہوگا اور تسلسل غیر محدود امور کی جانب ازل میں مرتب ہو چکا نام ہے تو ضرور یہ کہ جائز ہوگا کہ ہم ایسے ہی امور کے دو سلسلے فرض کر لیں کہ جن میں سے ایک کی ابتدا تو زمانہ موجودہ سے ہو اور دوسرا اب سے مثلاً ہزار برس پہلے سے شروع ہوا ہو اور دونوں جانب ازل میں لگاتار چلے گئے ہوں اب اس میں ذرا ہی شک نہیں کہ پہلا سلسلہ رجحانہ موجودہ سے شروع ہوا ہے دوسرے سلسلے سے جواب سے ہزار برس قبل شروع ہوا ہے محض ایک مخصوص عدد (ہزار برس) کے اعتبار سے بڑا ہوگا۔ پھر ہم ان دونوں سلسلوں میں ہر ایک سے ایک ایک امر کو ساقط کرنا شروع کرتے ہیں یعنی ہم پہلے سلسلے سے ایک ساقط کریں گے اس کے مقابل دوسرے سے کوئی ایک ہی ساقط کریں گے پھر اسی طرح سے دونوں سے برابر ساقط کرتے چلے جائیں گے پس اس صورت میں یا تو ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی سلسلہ بغیر دوسرے کے ختم ہو جائے گا اور یہ خلاف مفروض ہے اور یا دونوں سلسلے متخاتم ہو جائیں گے پس جانب ازل میں انکا غیر تنہا ہی اور غیر محدود ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے باطل ہو جائے گا۔ اور یہی ہمارا مقصود تھا اور اگر ان دونوں سلسلوں میں سے کوئی بھی ختم نہ

ف
ہر دو تطبیق
سے تسلسل کا
ابطال ثابت
کرنا ۱۲

مہ ازل بعد کی جانب غیر محدود ہونے کو کہتے ہیں۔ ۱۲ مترجم۔ معنی تفریق کرنا ۱۲

ہوگا تو اس صورت میں لازم آئے گا کہ سلسلہ ناقصہ سلسلہ نامزدہ کے برابر ہو جائے حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ حد درجہ
کا عدد نامزدہ کے برابر ہو جانا محال ہے پس ظاہر ہو گیا کہ اشیاء کا جانب ازل میں غیر متناہی ہونا کہ اسی کا نام تسلسل ہے محال کہ
متسلم ہے اور جو شے کہ محال کو تسلیم ہوتی ہے وہ ہی محال ہو کر رہتی ہے اس لیے تسلسل ہی ضرور محال ہے۔
دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر تسلسل ممکن ہو تو ضرور ہمیں جائز ہوگا کہ ہم ایسے دو خط فرض کر لیں کہ جو ایک نقطہ سے شلٹ کی دو
ساتوں کے مثل شکل لگاتار چلے جائیں پس ان کے اجزا بمنزلہ ان غیر محدود امور کے ٹھیکے کہ جو جانب ازل میں مرتب ہو
ہوے چلے گئے ہوں پھر ہم ان دونوں کے درمیان کی مسافت ظاہر کرنے کے لیے ضرور پے در پے خطوط فرض
کر سکتے ہیں اور پھر وہ مسافت ظاہر کرنے والے خطوط ہی طول میں اتنے ہی زیادہ ہوتے جائیں گے جتنے کہ وہ پہلے
کے دونوں خط مفروض ٹھہرتے جائیں گے اس صورت سے سمجھ لیجئے پس جب ہم نے ان دونوں خطوں کا غیر متناہی مانا ہے تو ضرور
کہ ان دونوں خطوں کے درمیان کی مسافت ہی جسکو ہم نے خطوط سے ظاہر کیا ہے غیر متناہی ہو پس ان خطوط میں سے وہ
خط ہی جو غیر متناہی مسافت کو ظاہر کرے گا ضرور غیر متناہی ہوگا حالانکہ وہ دو حدود کے درمیان گھرا ہوا ہے کیونکہ اس
درمیان کی مسافت کی دو حدود کے مابین گھرے اور محصور ہونے میں ذرا ہی شک نہیں اور دونوں حدیں وہی دونوں
خط مفروض ہیں حالانکہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ جو مقدار دو حدود کے مابین محصور ہوگی وہ ضرور متناہی ہوگی اور یہ
باید جو اس طرح پر محصور ہونے کے اسکا غیر متناہی ہونا محال ہے پس جو امر کہ اس محال کو مسلم ہو اور وہ اس موقع پر دونوں
خطوں کا غیر محدود ماننا ہے جسکو کہ تسلسل کہتے ہیں وہ ہی ضرور محال ہوا۔ پس جب آپ میری تقریر میں جسکو کہ میں نے دور اور
تسلسل کے باطل اور محال ہونے پر قائم کیا ہے خور کرینگے اور اپنی فکر سے کام لیں گے تو یہ بات آپ پر بخوبی ہویدا ہو جائیگی
کہ وہ خدا جسے مادہ کو بنا یا ہے ہرگز کسی دوسری شے سے حادث نہیں ہو سکتا ورنہ یا تو دور لازم آئے گا اگر ہم لوٹ پڑیں اور
یہ کہنے لگیں کہ اس خدا کا وجود اسی مادہ کے وجود پر موقوف ہے اور یا تسلسل لازم آئے گا اگر ہم کہیں کہ اس خدا کا وجود کسی
دوسری شے پر موقوف ہے اور اسکا وجود کسی تیسری شے پر ہر اسی طرح پر غیر محدود سلسلہ جاری کرتے پہلے جائیں اور وہ
اور تسلسل میں سے ہر ایک محال ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے پس جو امر اور وہ اس موقع پر خدا کا حادث ماننا ہے
ان دونوں محالوں کو مسلم ہو گا وہ ہی ضرور محال ہوگا اور جب خدا کا حادث ہونا محال ہو تو وہ لازمی طور پر قدیم ٹھہرا کر
موجودات میں سوائے حدوث اور قدم کے کوئی تیسری شق نکل ہی نہیں سکتی اور خدا کو قدیم ثابت کرنا ہی ہمارا مقصود تھا۔
پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس خدا کے قدیم ثابت ہو جانے کے بعد یہ کہتے ہیں کہ اسکا قدیم لامحالہ کسی ایسے امر کو
سے ہوگا کہ جو ازل میں اس کے وجود کو مقتضی ہو اب اگر وہ امر اسی کی ذات مانی جائے تو قدیم لذاتہ ٹھیکہ لیکن اگر وہ امر
اسکی ذات کے سوا کوئی دوسری شے قرار دیا جائے گی تو اسکو قدیم لغیرہ ماننا پڑے گا حالانکہ اس کے قدیم لغیرہ ہونے پر
کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ کوئی اسکا مقتضی ہی پایا جاتا ہے اور بالفرض اگر کوئی اس کے قدیم لغیرہ ہونے کا احتمال سمجھے
تو اس صورت میں اس غیر میں گفتگو جاری رہی کہ آیا وہ قدیم لذاتہ ہے یا وہ ہی قدیم لغیرہ ہی ہے پھر یا تو اسی طرح برابر سلسلہ جاری ہوگا
کہ جو تسلسل ہے اور وہ محال ثابت ہو چکا ہے اور یا کسی قدیم لذاتہ ہی تک پہنچا کر سلسلہ کو ختم کرنا پڑے گا تو پھر پہلے قدیم

ف
برہان علی
سے اطلاق
تسلسل کا
حدوث ۱۲

ف
خدا کا قدیم
لذاتہ ہونا ۱۲

لذاتہ سے گزیر کرنے سے فائدہ ہی کیا ہوا پس حق ہی ہے کہ اس خدا کو قدیم لذاتہ مانا جائے یعنی خود اسکی ذات ہی اسکو مقضی ہے کہ وہ اندل میں موجود ہو اور اسکی نظیر آپ لوگوں کا یہ قول ہے کہ اجزاء مادہ کی حرکت کے لئے کوئی دوسری شے مقضی نہیں بلکہ اس کے لئے خود نفس حرکت ہی مقضی ہے جیسا کہ میں نے آپ لوگوں کی کتابوں میں دیکھا ہے پس اس بات سے بھی کچھ تعجب نہ کیجئے کہ یہ خدا قدیم لذاتہ ہے یعنی اس کی ذات ہی اس کے وجود کے لئے مقضی واقع ہوئی ہے اب اس وقت یہ کہا جائیگا کہ جب تک خدا کی ذات جو اس کے وجود کو مقضی ہے قائم رہی اس وقت تک وہ زوال اور عدم کو ہرگز نہیں قبول کر سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ کسی شے کے وجود کا مقضی تو موجود ہوا ورنہ خدا اس کے وہ شے فنا اور معدوم رہے حالانکہ یہ حال ہے پس ثابت ہو گیا کہ اس خدا کا فنا اور معدوم ہونا محال ہے اور اسکا باقی رہنا ایک لازمی امر ہے پس وہ ہمیشہ اور غیر محدود مدت تک باقی رہنے والا ہے۔

پھر وہ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ وہ خدا جس سے کہ مادہ صادر ہوا ہے یا تو مادہ کا حادث ہونا اس سے بلا ارادہ اور اختیار کے بطریق علیت اور ضرورت کے ہو گا اور یا بطریق ارادہ اور اختیار کے ہو گا یعنی اسی خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کیا اور اسے اختیار کر لیا اور اس کے لئے ہی وقت مقرر کر دیا جس وقت کہ وہ پایا گیا لیکن مادہ کا حادث ہونا خدا سے بطریق علیت ہونا تو ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ خدا تو قدیم ہے اگر اس سے بطریق علیت اسکا حادث ہونا تو مادہ کا قدیم ہونا لازم آتا اور اسکی وجہ سے تمام تنوعات ہی ضرور قدیم ہو جائیں گی کیونکہ جب مادہ میں ازادہ اور اختیار ہی نہیں پایا جاتا تو لامحالہ تنوعات کا حادث اس سے بطریق معلولیت کے ہونا پس اس صورت میں ہرگز ممکن نہ تھا کہ مادہ حادث ہو جائے اور اپنی علت سے متاثر ہو سکتا حالانکہ مادہ اور اس کے تمام تنوعات کا حادث بخوبی ثابت ہو چکا ہے پس نتیجہ یہ ہوا کہ اس خدا سے مادہ کا حادث بطریق معلولیت نہیں ہو سکتا اب سولے اسکے کوئی صورت باقی نہیں رہی کہ مادہ خدا کے ارادہ اور اختیار سے حادث ہوا ہو اور اسی نے اسکے لئے وہ وقت پہلے ہی سے مقرر کر دیا ہو جبکہ وہ پایا گیا۔ پس اس تقریر سے یہ بات پورے طور سے پائی ثبوت کو پہنچ گئی کہ خدا کے لئے ارادہ اور اختیار ثابت ہے اسکی فاعل ارادہ کنندہ اور ذی اختیار کہلانے کے شایاں ہے اسکے لئے اسکی ضد محال ہے اور وہ ضد مجبور اور بے اختیار ہونا ہے۔

پھر اس خدا نے مادہ کے وجود کا ارادہ کر کے اسکے وجود کو عدم پر ترجیح دیدی اور اسکے وجود کا ایک زمانہ معین کر دیا (اور یہی ترجیح اور تخصیص اختیار ہی صنع اور فعل ہے) ایسے یہ مادہ محض خدا کے صنع اور فعل ہی سے ان عجیب و غریب اور غیر متوقعات کے قابل حادث ہوا اس موقع پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ جس خدا نے مادہ جسکی حقیقت کا سمجھنا انسانی فلاسفوں کی عقل پر نہایت ہی دشوار ہے جیسا کہ ان کی کتابوں میں دیکھنے سے واضح ہو رہا ہے کہ انہوں نے مادہ کی تعریف بیان کرنے اور اسکی حقیقت ظاہر کرنے میں کیا کچھ غلط چھپایا ہے، بنایا ہے کہ جو سامی، ارضی، جمادی، نباتی اور حیوانی عجیب و غریب انواع پر مشتمل ہوا ہے اور جن کی طرح طرح کی صورتیں یکے بعد دیگرے قبول کرنے کی قابلیت موجود ہے۔

پھر وہ خدا نہایت کمال کے ساتھ علم و قدرت رکھنے والا اور پورا پورا قادر اور عالم ہے عام اس بات سے کہ اسی

مادہ سے انواع انوار کے تنوعات کو متفرع کیا ہوا اور تمام عجیب و غریب کائنات کو باوجود عجیب و غریب استحکام کے اُس سے بنایا ہو جیسا کہ
 حضرت علیہ السلام کے متبعین کا عقیدہ ہے اور یا اُسے مادہ ہی کو اس قابل بنایا ہو کہ وہ اُس کے ذرات علیحدہ کی حرکت اور ان قوانین
 فطرت کے موافق جو اُس کے ساتھ قائم ہیں ان تمام تنوعات اور تطورات کے قبول کر لیں جیسا کہ آپ لوگ اس امر کے
 قائل ہیں کہ یہ تمام تنوعات مادہ کے ذرات کی حرکت سے کہ جو خاص خاص قوانین فطرت کے موافق جاری ہے ماحول ہو گئے
 ہیں پس ہر ذریعہ پر خدا کے کمال علم اور قدرت پر قطعی دلالت موجود ہے کیونکہ ایسے کی نسبت جو کسی بسیط شے کو پیدا کر سکتا ہے اور
 پھر بدل بدل کر اُس کے پیشمار انواع بناتا رہے اور باوجود غایت درجہ کے استحکام اور انضباط کے نہایت ہی حیرت افزا اور عجیب و غریب
 اشیاء کو اُس سے نکالتا رہے یا وہ ایسی بسیط شے کو پیدا کر سکے جس میں یہ قابلیت موجود ہو کہ وہ ان قوانین فطرت کے متضاد کے
 موافق ہی سہی جو اُس میں قائم ہوں پیشمار عجیب و غریب انواع کی جانب منقلب ہو سکے تو ایسے کی نسبت کسی عاقل کو ذرا بھی شبہ نہیں
 ہو سکتا کہ وہ ضرور کامل علم اور قدرت والا ہو گا اور اُس کا عاجز یا نادان واقع ہونا سراسر محال ہے مثلاً جب ہم کسی گٹری کو جس سے
 کہ وقت معلوم ہوتا ہے دیکھیں اور ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ غایت انضباط اور استحکام کے ساتھ کسی عجیب اُس کی
 ترکیب ہوا کرتی ہے جو قواعد ہندسیہ اور کل سازی کے اصول پر سراسر مبنی ہوتی ہے پس جس طرح کہ اس امر کو ہم سمجھتے ہیں
 کہ اس گٹری کا ضرور کوئی بنانیوالا ہے کہ جس نے اُسے بنایا ہے اور نہایت محکم اصول پر اُس کی بنا رکھی ہے اس طرح قطعی طور پر
 ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اُس کا بنانیوالا جیسا کہ اس کو بنا سکتا ہے کہ اُس کے بنانے کی کافی قدرت رکھتا ہوا اور نہایت مضبوط اور
 مستحکم اصول پر مبنی کر نیکیا اُسے پورا پورا علم بھی ہو۔ عام ہے کہ خود اُسی نے اُس کے پرزے بنائے ہوں اور پھر
 انہیں اس طرح خود ہی جڑا ہو کہ وہ بخوبی کام لے سکتی ہو اور یا اُس نے محض اُس کے پرزے ہی اس انداز سے بنائے
 ہوں کہ جبکہ مرتب کر کے گٹری جڑی جاسکتی ہو اور کام دینے کے قابل ہو سکتی ہو۔ اگر اس موقع پر ہم سے کوئی یہ کہنے
 لگے کہ اس گٹری کو ایک شخص نے کہ جو اندھا۔ بہرا۔ دست دیا بریدہ۔ ناسمجھ۔ بخیر علم ہندسہ سے بالکل بے بہرہ۔ اور
 کل سازی کے اصول سے محض نادان واقع ہے بنایا ہے تو ہم اس قائل کی بڑے شد و مد سے تکذیب کرینگے اور ہماری
 عقلیں ذرا بھی اسکی بات نہ مانیں گی اور یہ کہیں گی کہ جو اس بات کی تصدیق کرے اور ایسے شخص کو سچا جانے وہ پرے درجہ کا
 احمق ہے یہ تو آپ نے سنا میں آپ سے کہتا ہوں کہ جب آپ لوگوں کو اُس کے وجود کا پتہ نہ لگا جسے کہ مادہ پیدا کیا ہے
 اور پھر آپ مادہ کے قدم کے متعلق ہو گئے پھر اُس کے مختلف تنوعات اور تطورات کو آپ نے دیکھا کہ جو پہلے نہ تھے اور پھر
 حادث ہوئے اور یہاں بھی آپ اُس کے وجود کو دریافت نہ کر سکے کہ جو ان تمام تنوعات کا پیدا کر نیوالا ہے اس نے آپ لوگوں
 کو یہ ضرورت ہوئی کہ اس سبب بحث کریں جبکہ وجہ سے یہ سب تنوعات پیدا ہوئے کیونکہ عقل ہرگز اس کو نہیں تسلیم کر سکتی
 کہ وہ سب محض مادہ ہی سے حادث ہو گئے ہوں اسوجہ سے کہ ہر حادث کے لئے ضرور کوئی سبب ہونا چاہیے کہ جس میں
 اُس کے احداث کی صلاحیت موجود ہو اور مجرد مادہ ایسا ہے نہیں۔ پس بڑی سرگردانی کے بعد آپ لوگ اس امر کے
 قائل ہو گئے کہ مادہ کے ذرات بسیط شکل کی عقلیں مختلف ہیں ازلی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں اور اسی حرکت کے باعث
 یہ اجزا مختلف ہیئت اور طرح طرح کی کیفیت پر مجتمع ہونے لگے کہ جس سے یہ جملہ تنوعات پیدا ہو گئے تو آپ لوگوں نے

غیری کی مثال دیکھ کر کہ
 ذرات کو بنانا اور یہ ظاہر کرنا
 کہ حرکت اجزا مادہ کا نوع
 غیب کا سبب قرار دینا غلط

محض یہ کہ اپنی عقلوں کو سمجھایا گیا کہ ان تمام نوعات کا سبب یہی حرکت واقع ہوئی ہے حالانکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کو نہ تو محض اپنی آنکھوں ہی سے کبھی دیکھا اور نہ بڑی سے بڑی خوردبین سے آج تک یہ نظر آئے (اور نہ ہرگز آپ لوگ ان اجزاء کو دیکھ سکیں گے) اور نہ کبھی مادہ کی حرکت کا کیسہ ذرا احساس ہوا (اور نہ ہرگز آپ لوگ احساس کر سکیں گے) لیکن جس چیز نے کہ آپ کو مادہ کے اجزاء اور ان کی حرکت کے قائل ہونے پر مجبور کیا وہ محض یہ ضرورت ہے کہ آپ سمجھ سکیں کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں اور سپر بھی آپ نے انکشاف نہیں کیا بلکہ آپ لوگوں نے ان اجزاء کے لیے غماض شکلیں بھی مان لیں تاکہ آپ اس کتنے کے قابل ہو جائیں کہ انہیں اجزاء کے اجتماع بالوجود ان کی اشکال کے اختلاف کے مختلف انواع اور طرح طرح کی صورتیں ظاہر ہوتی ہیں ان سبب باتوں کے تو آپ قائل ہو گئے لیکن ان اجزاء کے اشکال کا دیکھنا تو جدار محض ان اجزاء تک کو تو آپ نے دیکھا نہیں بلکہ یہ ساری باتیں فرضی اور تخیلی ہیں جن کے ماننے پر آپ کو محض اس ضرورت سے آواز دیا گیا ہے تاکہ آپ یہ سمجھ سکیں کہ مختلف انواع کیونکر بن گئیں اب اس موقع پر اگر آپ لوگوں نے اپنا وہ قاعہ بالاسے طاق رکھ دیا جسکی نسبت ہوتے آپ لوگوں کو اکثر و تکرار سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ آپ لوگ کسی امر کو جب تک کہ اس کا احساس اور مشاہدہ نہ کر لیں ہرگز مانتے ہی نہیں وہ قاعدہ اب کہاں لیا کیوں اس موقع پر احساس اور مشاہدہ کو چھوڑ کر عقلی دلیل سے استدلال کرنے پر مجبور ہوئے اس سے یہ خیال نیکیجئے گا کہ ہم عقلی استدلال کے طریقہ سے انکار کرتے ہیں نہیں بلکہ تو خاص ہمارا اور تمام معتبر حکما کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے ہمیں محض آپ لوگوں کو یہ یاد دلانا مقصود ہے کہ آپ لوگوں کا یہ قول کہ ہم احساس اور مشاہدہ کے بغیر کسی چیز پر اعتماد ہی نہیں کرتے پورا نہ ہو سکا اور آپ اپنے اس قول پر قائم نہ رہ سکتے۔ (اور نہ ہرگز قائم رہ سکتے ہیں) اور اگر آپ یہ نہیں کہہ سکتے ہی ایسا آن پڑا کہ ہمیں استدلال کی ضرورت ہوتی کیونکہ ہم نے اجزاء اور ان کی حرکت کے آثار مشاہدہ کر لیے اور وہ آثار یہی نوعات ہیں اور انہیں آثار سے ان کے موثر پر ہونے استدلال کیا تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہی تو ہم بھی کرتے ہیں خدائی عالم کے آثار مشاہدہ کر کے اور اس طرح تمام مذاہب واساتذہ کے وجہ و پر استدلال کرتے ہیں اور خدا کے آثار یہی ساری کائنات ہے پس ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آپ لوگوں کو ہمارے استدلال کا سمجھنا کیوں مشکل معلوم ہوتا ہے اور اپنے استدلال کو آپ آسان خیال کرتے ہیں حالانکہ اگر انصاف سے پوچھتے تو عقل ہمارے ہی استدلال کو قبول کرتی ہے جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے۔

اس تمہید کے بعد ہم اپنے اصلی مطلب پر پہنچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جسے اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے نزدیک جیکہ مادہ کا حدوث اور غیر ثابت ہو چکا کہ اس مادہ کے لیے ضرورت کوئی محدث اور موجود ہے جس نے کہ اسکو حادث کیا اور عدم سے اسکو اس طرح پر موجود کر دیا کہ وہ تمام نوعات اور لطواریق قبول کرنے کے قابل بنے اور اس سے ان کے نزدیک اس موجود کا اسادہ ادنیٰ قدرت اور اس کا علم بھی بخوبی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا اب اس کے بعد ان کو اس امر کے سمجھنے کے لیے کہ تمام انواع کیونکر بن گئیں کسی دوسری چیز کے ثابت کرنے کی ضرورت نہ رہی اسی لیے وہ قائل ہو گئے کہ جس خدا نے مادہ کو پیدا کیا اسکو تمام نوعات قبول کرنے کے قابل بنایا۔ اور جو کہ صفت ارادہ قدرت اور علم کے ساتھ موصوف ہے اسی خدا نے مادہ پیدا کرنے کے بعد اس سے ان تمام انواع کو بنایا اور ان نئی نئی صورتوں کو نہیں دیکھ کر عقل و نگاہ جاتی ہے ایجاد کیا کیونکہ ان انواع کے حدوث کے لیے کوئی نہ کوئی موجب ضرورت ہونا چاہیے اور ظاہر ہے کہ ان کے حدوث کو اس خدا ہی کی طرف نسبت کر سکتے ہیں جس نے ان کو پیدا کیا۔

اب اس بات کو یہ بتانا کہ وہ آثار
اس قاعدہ پر کہ بلیغ مشاہدہ
نہیں ہوتا تو ہرگز اسکو
سمجھ نہ سکتے ہوتے
اور ان آثار سے انکار نہ
ہو سکتا ہے بلکہ ان کے
ماننے میں رہ سکتے ہیں

ہم اس بات کو ہرگز نہ کہتے
تو نوعات عالم کی پیدائش
کے لیے کسی اور وجہ سے
کی ضرورت نہیں ہے

اور علم سب کچھ پایا جاتا ہے عقل قبول کرتی ہے اور سمجھ میں بھی آتا ہے بخلاف اسکے کہ ان کے حدوث کو اجزاء مادہ کی حرکت کی جانب منسوب کیا جائے کہ جنہیں نہ ارادہ ہے نہ قدرت ہے اور نہ کچھ علم ہی پایا جاتا ہے بلکہ صرف اتفاقی طور پر اس کے اجزاء خاص خاص کیفیتوں پر مجتمع بھی ہو جاتے ہیں پھر چند قوانین فطرت کے موافق جنکے لزوم کو عقل نہیں سمجھ سکتی۔ عمل درآمد بھی کر سکتے ہیں اگرچہ ان قوانین میں سے بعض کے لزوم کے لئے عقل کو کوئی نہ کوئی موجب تلاش کر لینا ممکن ہے اور یہ تباہات اصول کے لئے فروع کی وراثت کا قانون ہے جیسا کہ پیشتر آپ کے مذہب کے بیان میں اس کا ذکر ہو چکا ہے لیکن ان قوانین میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ ان کی ملازمت کے موجب کا تلاش کرنا عقل کے اسکان میں نہیں اور پھر وہ تباہات ہیں جنکی موجودگی ہر فرع میں ضروری خیال کی گئی ہے اور جن کے اعتبار سے ہر فرع اپنی اصل کے خلاف ہوتی ہے کیونکہ ہر عاقل یہ کہہ سکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ اصول کے خلاف فروع میں تباہات کا موجد ہونا لازمی ہو گیا؟ اور یہ کیا وجہ ضروری ہو گا کسی امر میں تباہی ہونے کے بغیر فرع اپنی اصل کے موافق ہو کر ترقی حال کا عقل بھی امید کر سکتی ہے کہ فرع اپنے اصول کے موافق ہو کر گریں ان کے خلاف نہ ہونے پائیں پس اگر اس موقع پر کوئی ایسی شے جو ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرتی ہے موجود نہ ہوتی تو یہ قانون فطرت لازمی نہ ٹھہر سکتا اب رہا کہ محض اجزاء کی حرکت ان تباہات کو دائمی طور پر ضروری کرنے تو عقل اسکو نہیں تسلیم کر سکتی نہ اس سے اسکا اطمینان ہوتا ہے کیونکہ ان اجزاء میں تو اس استمرار کی صلاحیت کا ذرا بھی پتہ نہیں جیسا کہ ہر فکر سلیم کے لئے یہ امر بخوبی ظاہر ہے۔

ایک دفعائی کل کی مثال دیکھو
ثابت کرنا کہ اہل سائنس کا
مذہب عقیدتی عالم کے بارے
میں محض بچہ ہے ۱۲

اس مقام کے مناسب ایک مثال یاد آتی جس کا بصری توضیح ذکر کرنا فائدہ سے فانی نہیں وہ یہ ہے کہ جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ کسی شخص نے ایک دفعائی کل کے پرزے طیارے کے ہیں پھر اسکے بعد ہم دیکھیں کہ وہ دفعائی کل ان سے مرکب ہو کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اور ہر جزہ اپنا اپنا کام دینے لگا اب تبلاسیے کہ ان دونوں باتوں میں سے عقل کیسے قبول کر سکتی ہے آیا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جس شخص نے اس کل کے پرزے بنائے تھے اسی نے ان کو بڑھا کر اس کل کو چلایا ہو گا یا یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ نہیں یہ پرزے اس حرکت کے ذریعہ سے جو ان میں پائی جاتی ہے۔ خود بخود مرکب ہونے لگے اور اپنے اپنے موقع پر بٹھا شروع ہوئے یہاں تک کہ زمانہ دراز کے بعد یہ کل اس طرح بڑھ کر مکمل ہو گئی اور چلنے لگی اس میں دراشتک نہیں ہو سکتا کہ عقل بلا تامل پہلی بات کو تسلیم کر لے گی اور بلا کسی شک و شبہ کے دوسرے امر کو متروک خیال کر لے گی اسی پر قیاس کر کے آپ اسکو بھی خیال کریں کہ عقل اس بات کو تسلیم کر سکتی ہے کہ جسے مادہ کو ایجاد کر کے اسکو تمام تنوعات کے قابل بنایا اسی نے اسی سے تمام انواع کو بھی پیدا کیا نہ یہ کہ بلا اس کے کہ مادہ کے ایجاد کرنا اس نے کچھ کیا ہو وہ مادہ اپنے اجزاء کی اضطرابی حرکت کی وجہ سے قانون فطرت اور قانون تباہی کے موافق خود بخود طرح طرح کی انواع میں متبوع ہونے لگا کہ جنکے بننے کے لئے اسے درجہ کی قدرت نہایت ہی کامل علم حکمت اور تدبیر کی ضرورت ہے پس اسے عقلمند و ذرا تواضعات کرو۔

خدا کا علم ارادہ و قدرت
ان میں ایک کوئی کن شے
کے ساتھ متعلق ہو سکتا
ہے ۱۲

خدا کے ارادہ۔ قدرت اور علم کے ثابت کرنے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین ایک بات کے اور قائل ہیں جسکے اوپر تنبیہ کر دینا اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا کا ارادہ اور اس کی قدرت دونوں

صرف ایسی ہی چیز کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہیں کہ جو عقلاً ممکن ہے یعنی وہ ایسی شے ہو کہ عقل جس کے وجود اور عدم کی تصدیق کر سکتی ہے اس کے نزدیک وہ موجود بھی ہو سکتی ہو اور عدم بھی ممکن ہو نیکی کے بعد کوئی شے کیسی ہی بڑی اور شکل کیوں نہ معلوم ہوتی ہو لیکن خدا او سکون وجود یا عدم کے ساتھ اور اس طرح اس کے اور احوال میں سے جس کے ساتھ چاہے اپنے ارادہ سے خاص کر سکتا ہے اور جس کے ساتھ کہ اس نے اپنے ارادہ سے اسے خاص کر لیا ہے اس کے موافق اپنی قدرت سے پیدا کر سکتا ہے اب رہا وہ کہ جو عقلاً واجب ہو یعنی عقل اس کے معدوم ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً ہر ذی مقدس شے کا لازمی طور پر

خدا کی ارادہ اور قدرت کا تعلق واجب اور محال ساتھ نہیں ہو سکتا ۱۱

کچھ نہ کچھ جگہ لکھنا چاہئے
ایسی طرح وہ امر جو عقلاً محال ہو یعنی عقل اس کے موجود ہونے کی تصدیق نہیں کر سکتی مثلاً اجتناب نقیضین ہوان و دونوں قسموں کی اشیاء کے ساتھ خواہ ایجاد یا اعدا نا ایتہ نہ تو خدا کا ارادہ ہی متعلق ہو سکتا ہے اور نہ اس کی قدرت ایسی ہے کہ جو شے عقلاً واجب یا وہ خود ہی موجود اور متماثل ہوگی اس کا وجود سے نکل جانا ممکن ہی نہیں پس خدا کا ارادہ اور قدرت دونوں اس کے ساتھ نہ ایجاد و متعلق ہو سکتے ہیں نہ اعدا نا ایجاد تو اس لیے کہ تحصیل محال ہے اور اس سے موجود کا موجود کرنا لازم آتا ہے اور اعدا نا اس لیے کہ اس کا معدوم ہونا اور وجود سے نکل جانا محال ہے۔ اب رہا محال وہ متماثل معدوم ہوتا ہے اس کا وجود میں آ جانا ممکن نہیں پس اس کے ساتھ بھی وہ دونوں (ارادہ اور قدرت) نہ اعدا متعلق ہو سکتے ہیں کیونکہ تحصیل محال ہے اور اس سے معدوم کا معدوم کرنا لازم آتا ہے اور نہ ایجاد اس وجہ سے کہ اس کا موجود ہونا اور وجود میں داخل ہو جانا محال ہے ۱۲

خدا ہر شے کو جانتا ہے خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو یا آئندہ ۱۲

لیکن خدا کا علم ہر شے کے ساتھ خواہ وہ شے عقلاً ممکن ہو یا واجب یا محال ضرور متعلق ہوتا ہے جس سے کہ وہ شے خدا کے پاس منکشف ہوتی ہے پس خدا ہر شے کو وہ کسی ہی کیوں نہ ہو اور پھر چاہے وہ حاضر ہو یا گزشتہ یا آئندہ ہو سیکو جو فی جانتا ہے اسے تمام چیزوں کا علم ہے شے حاضر کے ساتھ تو اس کے علم کا تعلق ظاہر ہے عام ہے کہ وہ واجب ہو یا ممکن یا محال کیونکہ محال بھی تصور میں حاضر ہو سکتا ہے پس خدا اس کو اور اس کے استحالہ کو جانتا ہے اب رہا گزشتہ شے جو کہ وجود منقطع ہو چکا وہ ضرور خدا کی پیدا کردہ اشیاء میں سے ہو گا جو کہ خدا ہی کے ایجاد سے موجود ہوا تھا اور اس کے اعدام سے معدوم ہو گیا اور اس میں کوئی ثقب نہیں کہ جس شخص نے کسی شے کو بنایا ہو اور پھر اسے معدوم کر دیا ہو اس کے ساتھ اس شخص کا علم باقی رہ سکتا ہے اور امر آئندہ کے ساتھ بھی جو اب تک موجود نہیں ہوا اس کے علم کا تعلق ظاہر ہے کیونکہ جبکہ وہ شے حادث ہو نیکی قابل ہے اور بغیر اس کے کہ خدا اپنے ارادہ سے اس کے وجود کی تخصیص کرے اور اپنی قدرت سے اسے معدوم کر دے وہ ہرگز حادث نہیں ہو سکتی اس لیے کہ کل حوادث خدا ہی کے افعال کے آثار ہیں پس لازمی امر ہے کہ اس کے ایجاد کر نیے پہلے خدا سے جانتا بھی ہو کیونکہ اس نے تو اس کے وجود کا ارادہ کیا ہو گا جب تو اپنی قدرت سے اسے معدوم کر دے گا اور اس میں کوئی ثقب نہیں ہے کہ جس انسان نے پھر پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں ایک خاص قطعہ کا مکان مثلاً ایک ماہ کے بدلتے کردوں گا وہ جو کچھ کہ اس نے میں بنایا اسے خوب جانتا ہے لیکن اس شخص کے علم میں اور خدا کے علم میں یہ فرق ہے کہ بسا اوقات کسی بالغ کی وجہ سے اس شخص کو وہ مکان بنانا میسر نہیں ہوتا تو اس کا پہلا علم واقع کے موافق نہیں رہتا لیکن خدا کو اس کے افعال سے بچنے کے نیک اس نے ارادہ کیا ہے

کوئی مانع باز نہیں رکھ سکتا وہ ضرور ہی انہیں کرتا ہے اس لیے اسکا علم ہمیشہ واقع کے موافق ہی ہوتا ہے اس کے خلاف ہونا ممکن ہی نہیں۔

اس مقام سے آپ شریعت محمدیہ کے اس مسئلہ کو بھی کہ حادث میں ہر شے خدا کے قضا و قدر سے ہوتی ہے خوب سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب یہ امر ثابت کہ عالم میں ہر حادث جسطرح پڑا اس کے ساتھ خدا کا علم پہلے سے متعلق ہو چکا ہے اس کے موافق اس کے پیدا کرنے سے موجود ہوتا ہے تو ضرور وہ اس کا علم سابق کو موافق ہو گا ساتھ خدا کی قدرت کا اتمام ہوا اور یہ بھی ضرور ہو گا کہ اس کے ساتھ خدا کا علم متعلق ہوا اور وہ اس کے پہلے ایک حد مقرر کر دے۔ چنانچہ حقائق کہ ۱۰۰ سے ایسا کر لیا اور اس کو قدر کہتے ہیں (قضا و قدر کی جو تفسیر بیان کیا گئی ہے پچھلے انہیں تین تفسیروں کے ہے جن میں کہ علامہ باجوری نے جو ہر دو کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے اور یہی تفسیر مائتیر یہ کیا کرتے ہیں)۔

یہ جو شریعت میں وارد ہوا ہے کہ رسل اور اولیاء غیب اور انبیاء کے واقعات کی خبر دیا کرتے ہیں اس مقام سے اس کو بھی آپ سمجھ گئے ہوں گے کیونکہ جب خدا غیب اور انبیاء کے حادثات کو جانتا ہے اس لیے کہ ہر حادث اس کے علم سے اس کے ارادہ کے متعلق ہونے سے اس کے فعل سے پیدا ہوا کرتا ہے تو پھر اس سے کون امر مانع ہو سکتا ہے کہ وہی خدا ان رسل اور اولیاء میں سے جسے چاہے اس غیب یا امر آئندہ کی خبر دیدے اگرچہ ہم اس کے قائل ہیں کہ نفس قدرت انسانی کا یہ رفقہنا نہیں کہ وہ بذاتہ اور خود مغیبات میں سے کسی شے کو جان سکے لیکن اگر خدا کی کوئی بلا ہے تو اس سے کوئی شک نہ ہے پس ان لوگوں کو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وہ خدا کے بتلانے ہی سے معلوم ہوتا ہے اور پھر وہ لوگ اوروں کو خبر دیتے ہیں ان میں سے ایسا تو کوئی بھی نہیں جو بذاتہ علم غیب کا دعویٰ کرتا ہو..... چنانچہ شریعت محمدیہ بالذات علم غیب کے دعویٰ کو نیکو اعلیٰ درجہ کے عنوعات میں شمار کرتی ہے اور جو اسکا دعویٰ کرے اسکو کافر بتلاتی ہے۔ چنانچہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین یہ کہتے ہیں کہ وہ خدا کے عالم جکا ہمارے نزدیک وجود۔ قدم۔ بقا۔ قدرت۔ ارادہ اور علم ثابت ہو چکا ہے ضرور زندہ ہونا چاہیے اس لیے کہ مردہ کا صفت ارادہ۔ قدرت اور علم میں سے کسی کے ساتھ موصوف ہونا عقل میں نہیں آتا جیسا کہ ظاہر سے پس خدا کے لیے صفت حیات ثابت ہو گئی اور اس کا موت کے ساتھ موصوف ہونا محال پھرا۔

پھر وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ کے تمام خواص میں سے کسی خاص میں بھی مادہ کے مشابہ نہیں ہو سکتا عام ہے کہ وہ خواص ایسے ہوں کہ جبکہ لزوم کے لیے نفس مادہ کی طبیعت مقتضی ہو اور وہ اس سے جدا ہو سکتے ہوں اور یہ مادہ کے عام صفات ہیں جو اس کے جمیع انواع کے لیے لازم ہیں اور یہ وہ ایسے ہوں جنہیں کہ نفس مادہ کی طبیعت قبول کر سکتی ہو خواہ وہ اس کے تمام انواع میں پائے جاسکے ہوں یا فقط اس کے بعض مرکبات ہی میں اور یہ اوصاف ہیں جو کہ مادہ کے جمیع انواع کے لیے عام تو ہیں لیکن لازمی نہیں اور یہ وہ عام ہی نہیں ہیں جیسے کہ جو ہریت۔ جسمیت۔ سوختیت۔ تیز ہونا (یعنی کینفدر جگہ کو گزیرنا) مرکب ہونا۔ متجری ہونا۔ غیر سے جدا جانا۔ غیر کو خدا۔ اتصال۔ انفصال۔ حیوانیت۔ نباتیت۔ جمادات۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ تمام انفعالات نفسانیہ اور اسکے مثل جتنی چیزیں ہیں۔ کیونکہ وہ خدا ان خواص میں سے

اشیاء قضا و قدر
ان کے متعلق کی طرف

ایسا اور اولیاء
پیشین گوئی کی
تجلیات

خدا زندہ ہے

خدا مادہ کے
خواص کے بغیر

کسی میں کسی اگر مادہ کے مشابہہ مانا جائیگا تو وہ بھی اسی کے مثل مادہ ٹھہریگا اس لیے کہ یہ ظاہر بات ہے کہ جو شے کسی دوسرے کے ساتھ اس کی ذات اور طبیعت کے لوازمات اور خواص میں سے کسی خاصہ میں بھی مشابہہ ہوگی وہ ضرور اسی کے مثل اور ویسی ہی ہوگی اور اگر یہ خدا مادہ تسلیم کیا جائیگا تو جو کچھ کہ مادہ کے لیے ممکن ہے یعنی حدوث و خدا کے لیے بھی ممکن ہوگا اور خدا بھی حادث ٹھہرے گا کیونکہ جو حکم چند یکساں چیزوں میں سے کسی ایک کے لیے ثابت ہوگا وہ ویسی ہی اور چیزوں پر بھی صادق آئیگا حالانکہ خدا کے لیے قدم کے لازمی ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اور اس کے حدوث کا محال ہونا ثابت ہو چکا ہے پس اس سے یہ ثابت ہو کہ اس خدا کا مادہ کے مشابہہ ہونا ناممکن ہے تو وہ ضرور اس کے خلاف ہوگا۔ اور یہی اس مسئلہ کا مقصد ہے جس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین معتمد ہیں کہ خداے عالم کے لیے تمام حادثات کے خلاف ہونا ضروری ہے اور اس کا ان کے مشابہہ ہونا محال ہے اس لیے خدا نہ مادہ ہو سکتا ہے اور نہ مادہ کے خواص میں سے کسی کے ساتھ اس کا موصوف ہونا ممکن ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا۔

پھر چونکہ ظاہر ہو چکا ہے کہ خدا نہ جو ہر ہے نہ جسم اس لیے اسے کسی مکان کی بھی ضرورت نہیں جس میں کہ وہ قائم ہو اور نہ وہ عرض ہی ہے جو اسے کسی محل کی حاجت ہوتی جس میں کہ وہ حلول کرتا اور تقایم ہوتا۔

علاوہ میں اگر اسے عرض مانا جائیگا اور وہ کسی محل کا اپنے قیام میں محتاج ہوگا تو وہ ضرور صفت ہوگا اور اگر وہ صفت ہوگا تو پھر اس کا ان صفات کے ساتھ جن کا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے موصوف ہونا ناممکن ٹھہریگا اور وہ صفات قدرت ارادہ علم اور حیات ہیں حالانکہ خدا کے ان صفات کے ساتھ موصوف ہونے پر دلیل قائم ہو چکی ہے اس لیے اس کا صفت ہونا ناممکن نہیں ہو سکتا تو پھر وہ عرض بھی جو اپنے حلول اور قیام میں کسی محل کا محتاج ہو نہ ہو سکیگا۔

پھر چونکہ خدا کا قدم ثابت ہو چکا ہے تو وہ کسی موجد کا بھی جو اسے ایجاد کرتا ہرگز محتاج نہیں ہو سکتا نہ عرض بھی کہ خدا کا مکان۔ محل اور موجد کی جانب محتاج نہ ہونا یہی امور ہیں جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کے اس عقیدہ سے مقصود ہیں کہ خدا کے عالم کا بنفسہ اور خود ہی قائم ہونا ضروری ہے اور پھر کے ساتھ اس کا قائم ہونا محال ہے۔

خدا کی اس صفت پر ایک دوسری دلیل بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر وہ مکان کا یا محل کا یا کسی موجد کا محتاج ہوتا تو ضرور تھا کہ یہ امور مذکورہ اس سے قبل موجود ہوتے اور اس کے بنا کر سوئے نہ ہوتے حالانکہ اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے۔

کہ وہی خدا قدیم اور تمام کائنات کے قبل سے ہے اور کائنات میں ہر شے کی بنیادی ہوئی ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ اس کے بعد بھی وہ ان میں سے کسی شے کی جانب محتاج ہو۔

اس سابقہ مسئلہ میں کہ خدا مادہ کے خواص میں سے کسی شے میں بھی اس کے مشابہہ نہیں ہے یہ شہدہ کرنا چاہیے کہ اپنے خدا ان امور میں تو مادہ کے مشابہہ ہو گیا کہ وہ موجود ہے ارادہ کرتا ہے۔ عالم ہے۔ قادر ہے۔ زندہ ہے اور اس طرح اور صفات ہیں جو کہ اس کے لیے بھی ثابت ہوئیں کیونکہ مادہ کے ان احوال و صفات کے ساتھ تو موصوف ہوتے ہیں اس لیے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا کے صفات مذکورہ کو محض آثار کی مشابہت کی وجہ سے انواع مادہ کے صفات کے ساتھ صرف اسی مشارکت حاصل ہے حقیقت کے اعتبار سے پورا پورا اختلاف اور مباہلت پائی

مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

مکان اور محل کا محتاج نہیں ۱۲

ان صفات اور احوال میں محض اسی مشارکت ہے ۱۲

جانی ہے کیونکہ خدا کی صفات مذکورہ ان کے نزدیک صفات قدیم ہیں اعراض نہیں ہو سکتی لیکن انواع ماوہ کی وہ صفت جس کے ساتھ ان کو اسی مشارکت حاصل ہے بلاشبہ اعراض اور مادہ کے حادث اور زائل ہونے والے احوال ہیں اور اس میں ذرا بھی خفا نہیں کہ محض آثار میں مشابہت کا پایا جانا اس امر کو مستلزم اور مقتضی نہیں ہو سکتا کہ حقیقت میں بھی مشابہت ہو خصوصاً جبکہ صفات خداوندی کے آثار میں اور ان صفات انواع کے آثار میں اس اعتبار سے زمین اور آسمان کا فرق بھی موجود ہو کہ صفات خداوندی کے آثار با غفلت محیط اور کامل ہوں اور صفات انواع کے آثار ان کے مقابل میں حقیر ناقص اور ناقص ہوں جیسا کہ دونوں کے آثار میں مقابلہ کر بیٹے صاف صاف واضح ہوتا ہے۔

فصل
فی اسباب ہر دو عالم کے
میں وحدانیت کی
بیان کر کے کی حاجت

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جبکہ خداے عالم کے وجود پر دلیل قایم کر چکے اور آپ لوگوں پر اس کے وجود کی تصدیق کر کے دلیل سابق کے مقتضا کے موافق لازم کر چکے تو اب انہیں کوئی ضرورت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے مقابلہ میں اس امر پر دلیل قایم کریں کہ وہ خدا ایک ہے خدا کی میں اور عالم کی تخصیص اور ایجاد میں اس کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ لوگ تو ایک خدا کو بھی نہیں مانتے تھے انھوں نے دلیل سے اس کے وجود کی تصدیق کر لیا آپ پر لازم کر دیا اب انہیں آپ لوگوں کی جانب سے اس امر کا اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ آپ اس خدا کے سوا اور کسی خدا کے وجود کا دعوے کرنے لگیں اس لیے کہ اسے تو آپ خود سمجھ سکتے ہیں آپ کے نزدیک تو کچھ ظاہرات ہے کہ آثار خداوندی کی دلالت سے خداے عالم کے وجود کے ثابت کرنے کے بعد کوئی امر متفق ہی ہے کہ کسی دوسرے خدا کے ثابت کرنے کے لیے بھی ہمیں ضرورت پڑے باوجودیکہ اس عالم کے ایجاد کرنے کے لیے صرف ایک ہی خدا جمیع کائنات کے ایجاد اور قیام کرنے کے لیے کامل صفات موجود ہوں بالکل کافی ہے لیکن چونکہ وہ اس کے مقتصد ہیں کہ وہ خدا ایک ہی ہے اس کی خدائی میں کسی کا شریک ٹھہرا نامہ اسر محال ہے اور وہ اپنے عقیدوں کو بے قطع دلیل پر مبنی کیے ہوئے باز نہیں رہ سکتے ان کے عقیدوں کی بنا ہمیشہ قطعی دلیلوں پر ہوتی ہے خواہ وہ قطعی دلیل عقلی ہو یا نقلی اس لیے لازم ہے کہ وہ اس خدا کی وحدانیت پر عالم کے ایجاد کو نہیں اس کے منفرد ہونے پر اس کے سوا کسی خدا کے وجود کے حال ہونے پر ضرور عقلی یا نقلی دلیل قایم کریں علیٰ ہذا القیاس جب وہ ان فرقوں سے گفتگو پر آمادہ ہوں جو کہ منصف خدا ماننے والے ہیں اور عالم کے لیے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کا اعتقاد رکھتے ہیں تو اس وقت بھی ان فرقوں پر خداے عالم کی وحدانیت کا اقرار لازم کر بیٹھے یہ وہ اس امر کو اپنے ذمہ ضروری خیال کرتے ہیں کہ خدا کی وحدانیت اور اس کے سوا کسی دوسرے خدا کے حال ہونے پر دلیل قایم کریں لیکن ان فرقوں کے مقابلہ میں ان کی دلیل ضرور عقلی ہونی چاہیے نقلی دلیل کو وہ مانتے ہی نہیں تو پھر ان کے سامنے اس کے بیان کرنے سے فائدہ ہی کیا نکلیگا۔

فصل
وحدانیت کے
فرقوں کے لیے
وحدانیت کی ضرورت

قرآن میں توحید
عقلی برائی اور
دوئی قسم کی
سوجد ہیں

پہلی خداے عالم کی وحدانیت پر دلیل نقلی جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اعتماد کرتے ہیں وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے قرآن میں جسکی نسبت انھوں نے خداے عالم کے پاس سے ہوئی خبر دی ہے بکثرت موجود ہیں۔ قرآن کی اکثر سورتیں خدا کی توحید اور ایجاد کو نہیں اس کے منفرد ہونے کی تصریح کرتی ہیں بلکہ ان میں اس کی توحید کی دونوں قسم کی عقلی قطع بھی اور اطمینان بخش دلیلیں بھی جو کہ عام لوگوں کی عقل کے موافق ہیں جن میں کہ قطعی برائی دلیل سمجھنے کی قابلیت نہیں مذکور ہیں۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو توحید خداوندی کے اعتقاد کے بارے میں محض نقلی دلیل پر بھی اعتماد کر سکتے ہیں کیونکہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں کی حقیقت کی تصدیق خدا کی توحید پر موقوف نہیں ہے اس لیے
 کہ آپ کے جوہی کی حقیقت پر متعدد دلائل قائم ہو چکی ہیں جو سے عالم کے موجد کی جانب سے آپ کی رسالت کی تصدیق کر سکتے
 ہیں، عام ہے کہ وہ موجد ایجاد کر نہیں منقروا اور ایک مانا جائے یا نہ مانا جائے پر جبکہ وہ آپ کی رسالت کی پوری طور سے تصدیق
 کر چکے تو ہر انہیں آپ کی یہ خبر بھی ماننا پڑی گی کہ جس خدا نے انہیں بھیجا ہے اور رسول بنا لیا ہے وہ ایک اور نہیں منقروا اور ایک
 ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں لیکن دلیل عقلی جسے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان فرقوں کے مقابلہ میں متعدد
 خداؤں کو قابل ہیں خدائے عالم کی وحدانیہ قائم ہے جس پر یہ دلیل بھی ہے کہ اگر وہی خدا کو کہتے ہیں اس کی کثرت میں اختلاف طریقہ میں اس
 بوضوح ہے خدائے عالم سے ہم ایک ہی دلیل بیان کرینگے جس سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرواس موقع پر یہ کہتے ہیں کہ اگر عالم کے خدا
 متعدد مانے جائیں مثلاً دو مانے جائیں دیا اور زیادہ کیونکہ اس استدلال میں کوئی فرق نہیں آسکتا تو عالم میں کسی شے کا بھی
 وجود نہیں ہو سکتا لیکن عالم میں کسی شے کا نہ پایا جاتا باطل ہے اس لیے کہ اس کا وجود تو ہم شاکر ہے ہیں پس وہ امر کا
 دینے خدا کا متعدد ماننا جس سے کہ یہ خرابی لازم آتی ضرور باطل اور غلط ہو گا اور جب خدا کا متعدد ماننا باطل ہے تو اس کی وحدانیہ
 ثابت ہو گئی اور یہی ہمارا مقصود تھا اب سنیے کہ خدا کے متعدد ماننے سے عالم میں کسی شے کا نہ پایا جاتا کیونکہ لازم آتا مثلاً
 فرض کیجئے کہ دو خدا ہوں تو وہ دونوں یا تو باہم متفق ہو جائیں گے یا اختلاف رہیں گے اگر متفق ہو جائیں تو وہ کسی چیز کو
 ایجاد نہیں کر سکتے ورنہ لازم آئے گا کہ دو مشغول کا فقط ایک ہی اثر ہو اور یہ حال ہے کیونکہ اس سے لازم ہے کہ ان دونوں
 میں سے ہر ایک کی دنیا ہے اگر عالم کا ایک جدا گانہ اور مستقل وجود ہو گا تو لازم آئے گا کہ عالم دو وجود کے ساتھ موجود ہو جائے
 وہ صرف ایک ہی وجود کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر دونوں ایجاد سے دیا وہ نہ میں عالم کا فقط ایک ہی
 وجود حال چوتھا ماننا پڑے گا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے یا نذر اوہ اسے ایجاد نہیں کیا بلکہ وہ دوسرے کے ساتھ ملکر ایجاد کیا
 ہے کہ اگر دو قوتیں مل کر کسی چیز کے لئے ہمارا کیا باعث ہوں ہر ایک ان میں سے بالقرادہ اس کے لئے ہمارا کیا باعث ہے کافی نہ ہو بلکہ
 دونوں کے مجتمع ہونے کی ضرورت پڑے تو ہر ایک دوسری قوت کی تخلیق ہو گئی اور اس کے ساتھ ملکر مرکب ہو گئی اور وہ دونوں
 تو تیرا مرکب ہو کر ایک قوت بن گئی۔

تو اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ لڑ پھانکی نسبت دونوں کی طرف ہونی چاہیے ان میں سے کسی ایک کی جانب
 علی الاستقلال نسبت کرنا صحیح نہیں ہو سکتا پس اس بناء پر دونوں خدا مرکب ہوں گے اور دونوں بمنزلہ ایک خدا
 کے قرار پائیں گے کہ جس کی طرف ایجاد کی نسبت ہوگی اور دونوں میں سے ہر ایک کی جانب علی الاستقلال ایجاد کی نسبت نہ ہو سکی گی
 کیونکہ ہر ایک موجد کا جز ہو گا نہ مستقل موجد حالانکہ خدا کی عالم اس کو کہہ سکتے ہیں کہ جو اس عالم کا موجد ہوا اگر یہ کہا جائے
 کہ ہر واحد خدا نہیں بلکہ ان کی حقیقت دونوں کا مجموعہ خدا ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے کہ خدا نے اپنے
 سے جدا عالم کا مرکب ہونا نا قابل ہے کیونکہ اس میں اور مادہ اور اس کی تمام انواع کے باہم جمع صفات کے اعتبار سے جو کہ ان کے
 ساتھ مختص ہیں مخالفت ہونا ایک لازمی امر ہے اور انہیں صفا جس ترکیب بھی ہے۔ علاوہ بریں ہر ایک مرکب کے اپنے حدود
 لازم ہے تو اس بناء پر خدا کا حدود لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ دونوں عالم کو علی الترتیب اس طرح پیدا کر دیں

کہ پہلے تو ایک ایجاد کرے اور پھر دوسرا اور نہ تحصیل حاصل لازم نیکی اور وہ حال ہے جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ اور نہ یہی ممکن ہے کہ بعض چیزوں کو ایک ایجاد کرے اور بعض باقی کو دوسرے کیونکہ اس وقت ان دونوں کا عاجز ہونا لازم آئے گا اس لیے کہ جب کسی شے کے ساتھ ان دونوں میں سے کسی ایک کی قدرت تعلق ہو جائیگی تو لا محالہ اُس شے کے ساتھ دوسرے کی قدرت کے تعلق ہونی کا طریق وہ پہلا مسدود کر دیگا پس دوسرا اُس کی مخالفت پر ہرگز قائم نہ ہو سیکے گا اور عاجز رہیگا اور اگر دوسرا اُس کے خلاف کرے گا اور اُس نے اپنی قدرت کے متعلق ہونے کے طریق کو مسدود نہ ہونے دیا تو پہلے کو عاجز ماننا پڑے گا بھر حال خدا کا بجز لازم نیکی اور خدا کا بجز محال ہے +

اور اگر دونوں مختلف ہو جائیں اس طرح کہ ایک تو عالم کے ایجاد کر نیکا ارادہ کرے اور دوسرا اُس کے مسدود کر نیکی پس ہرگز ممکن نہیں کہ دونوں کا ارادہ نافذ ہو سکے ورنہ اجتماع ضمیم لازم آئے گا اور نہ یہ ممکن ہے کہ ایک کا ارادہ نافذ ہو اور دوسرے کا نہ ہو کیونکہ جس کا ارادہ نافذ نہ ہو سیکے وہی عاجز رہیگا اور دوسرے کی ویسا ہی قرار پائیگا اس واسطے کہ دونوں میں مماثلت منقذ ہو چکی ہے اور دونوں یکساں ہیں علاوہ ہر یہ بھی ہے کہ جب ایک کا ارادہ نافذ ہو گا اور دوسرے کا نہیں تو جس کا ارادہ نافذ ہو جائیگا وہی خدا ہی رہیگا دوسرا نہیں ہو سکتا اب وحدانیت کی ذیل مکمل ہو گئی اور یہی دلیل قرآن مجید میں بھی مجمل اور صلی وجہ الاختصار مذکور ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے (لو کان فیما آلتہ الامم لفسدتا) اگر ان دونوں میں اللہ کے سوا اور خدا ہوتے یعنی اگر زمین اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں اللہ کے سوا اور خدا بھی قائم ہو سکے اگرچہ اللہ بھی اُن کے ساتھ ہوتا تو وہ دونوں درہم و برہم ہو جاتے۔

یعنی آسمان و زمین کا وجود ہی نہ ہوتا لیکن اُن دونوں کا وجود نہ ہونا باطل ہے اس لیے کہ اُن کا موجود ہونا مشاہد سے ثابت ہے پس وہ شے یعنی اللہ کے سوا جس خدا کا موجود ہونا دینی کسی اور خدا کا موجود ہونا) بھی جس سے کہ یہ خرابی لازم آئی باطل ٹھہری تو اب ثابت ہو گیا کہ زمین اور آسمانوں میں یعنی عالم میں اللہ کے سوا کوئی اور خدا نہیں ہو سکتا بلکہ وہی خدائی کے ساتھ منفرد اور یکتا ہے اور یہی مقصود تھا۔ یہ نہیں ہے کہ خدا کی جماعت ہی محال ہو بلکہ خدا کا مجرد متعدد ہونا محال ہے چنانچہ ہننے اپنے قول جس خدا سے کسی طرف اشارہ کیا ہے۔ پہر سابق میں دونوں خداؤں کے متفق ہو جانے کے احتمال کو جو فرض کیا ہے وہ محض سرکاری نظر کے لحاظ سے ہے ورنہ جب مقرر کیا جائے تو دونوں خداؤں کے متفق ہونے اور صلح کر لینے کا سر یہ احتمال بھی صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ خدائی کا مرتبہ عام علیہ اور کامل استقلال و توفیقی ہے جیسا کہ قرآن مجید نے اس کی طرف اس قول میں اشارہ کیا ہے (اذن الذہب کل الہ بما خلق ولعلی بعضہم علی بعض) اتیو (یعنی اگر کئی خدا مانے جائیں) ہر خدا اپنی اپنی پیدا کی ہوئی اشیاء کر لیجاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کر لیتیگا۔ (یہ تو آپ نے سن لیا اب میں اس امر پر تکرر تنبیہ کرتا ہوں کہ یہ دلیل اور اسبی طرح اور دلیلیں صرف انہیں کے مقابل میں قائم کیا جاسکتی ہیں کہ جو خدا کے وجود کو تو مانتے ہیں لیکن وہ متعدد خداؤں کے مدعی ہیں۔ پس وہ اس قسم کی دلیلوں سے اپنے تعدد کے دعویٰ سے باز رکھے جاسکتے ہیں رہے وہ لوگ جو عالم کے لیے کسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتے ان کے مقابل میں اس دلیل کا قائم کرنا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ انہیں اس امر کا ماننا لازم کر دیا جائے کہ عالم کے لیے ضرور کوئی خدا ہے جس نے کُا سے ایجاد کیا ہے اور خدا کی کے منصب کو اور جس عظمت اور استقلال کو خدا کی کا منصب منقذنی ہے اچھی طرح سے سمجھا دیا جائے ورنہ انہیں اسکی کیا پروا ہوگی کہ خدا کا بجز لازم آتا ہے یا اس کے سوا اور حالات جن کا کہ دلیل سابق میں پیشتر ذکر ہو چکا ہے لازم آتے ہیں پس اس سے خدا آگاہ رہنا چاہیے)

وہی خدا ہے جس کا ارادہ نافذ ہوتا ہے

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین نے دیکھا کہ اتنی ہی صفات جو کہ خدا موجود عالم کے لیے ثابت ہوئیں ہر چند کہ خدائی کا مدار طیر
سکتی ہیں اور وہ صفات وجود - قدم - بقا - حوادث کے ساتھ مخالفت اس کا ہنسنہ قائم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہونا۔ وحدانیت
علم - قدرت - ارادہ اور حیات میں اور اگر خدا صرف انہیں صفات کے ساتھ موصوف ہو تب بھی وجود کائنات کی علت بننے کے
لیے کافی سمجھا جاسکتا ہے اور ہر عاقل انسانے پرت فاعل کو مکتا ہے لیکن انہوں نے اس خدا سے پاک کی شان میں اور بھی غور کرنا
شرع کیا اور اس کی عجیب غریب صفات اور ان کی کمال پاداری میں تامل کیا تو کہنے لگے کہ جب اس کی مصنوعات
میں یہ کمال موجود ہو تو کیا وہ خدا ہے پاک صفات کمال میں سے کسی صفت میں خود ناقص بھی نہیں رہتا ہے ہرگز نہیں بلکہ ہر
ہم خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کمال ایسا نہیں پاتے کہ وہ اپنے مثل کوئی شے ایجاد کر سکے چہ جائیکہ ناقص کسی کمال کو ایجاد کرے یا کمال اپنے سے
اکمل کو ایجاد کرنے کے قابل ہو سکے۔ انہیں جہاں انات کو کہتے ہیں کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ بنائیں اور ایجاد کریں لیکن ہم ہمیشہ ان کو اس
عاجز ہی پاتے ہیں کہ وہ حیوانیت میں اپنے مثل یا اپنے قریب قریب بھی بنا سکیں اور حیوانات کو بھی جانے دیں۔ انسان کو
لیجئے کہ جو سب زیادہ جاننے والا اور صنعت کے اعتبار سے اسے درجہ کا قدر مانا جاتا ہے وہ بھی کچھ ہی کیوں نہ بنائے
اور ایجاد کرے لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو وہ اپنے مثل یا اپنے سے اکمل بنانا تو جہاں اس کے مصنوعات میں اس کمال کے
قریب قریب بھی نمودار نہیں ہوتا جو کہ خود اس میں قائم ہے۔ حیوان یا انسان کا بنانا تو بالائے طاق رب انسان میں نبات
بنائی تو قدرت ہے ہی نہیں۔ غایت سے غایت وہ جو کچھ بنا سکتا ہے یہ ہے کہ وہ جادوی صورت جو کہ جاسکتے بالکل خالی
ہوتی ہے تراش لیتا ہے یا چند عناصر کو جمع کر کے کیما دی ترکیب دے سکتا ہے کہ جس میں حیات کا ذرہ برابر بھی نشان نہیں
پایا جاتا۔ یا کلیں ایجاد کر سکتا ہے کہ جو قدرتی قوانین جبرئیلی کے موافق غیر دائمی اور نامائدا حرکت کرنے لگتی ہیں اور
پہلے ان میں حیات کا نام و نشان ہوتا ہے اور نہ احساس کا۔ اور جب وہ کسی حیوان یا نبات میں اس کی صورت کے متغیر کر دیکھو
سیکے کسی قسم کا تصرف کرنا چاہتا ہے تو خود ہرگز اس قدر قدرت حاصل نہیں کر سکتا آخر کا چار و ناچار انہیں قدرتی استعمال
کرنے پر مجبور ہوتا ہے جو توفیر شے کے لیے اس خدا سے پاک کی جانب سے مقرر ہیں۔ اور جو توفیر کہ اس سے حادث ہوتی ہے وہ
تحقیق میں اس کا فعل بھی نہیں ہے اس کو صرف اس قدر دخل ہے کہ اس نے اس قانون قدرت کو دریافت کر لیا جس سے کہ توفیر
پیدا ہو سکتی ہے اور پھر اس نے جس شے کو توفیر دینا مقصود ہے اس پر اسے مسلط کر دیا۔ اور اگر یہ توفیر اس کے بنائے اور اس کے
پیدا کرنے سے ہوتی تو اس کے ظاہر ہونے سے قبل ضرور اس کو اس کے تمام حالات کی تفصیلی واقفیت ہوتی وہ اس کی
مقدار اور کیفیت کو پوری تدقیق کے ساتھ جان سکتا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا بیان اس کا یہ ہے کہ جب کوئی انسان اس بات کا
ارادہ کرتا ہے کہ وہ کسی پرندے کے چم کو اس کی خلقت میں بد صورت کرنے تو وہ انڈے میں ایک جاسکے قوی حرارت پہنچاتا
ہے اور دوسری جانب ذرا ضعیف اس سے بچہ میں ایک خاص قسم کی بد صورتی پیدا ہو جاتی ہے جس کو کہ بد صورتی اس
انسان کا فعل ہرگز نہیں ہو سکتی ورنہ انڈے سے نکلنے کے پہلے ہی اس صورت کی بدنامی کی مقدار۔ اس کی کیفیت۔ اور یہ کہ بچہ
کے کس نوع پر یہ خرابی پیدا ہوئی پوری تدقیق کے ساتھ جاننا اور اس سے واقف ہونا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا غایت سے
غایت وہ تجربہ سے یا اتفاقی طور پر اس قانون قدرت پر مطلع ہو گیا جس کی وجہ سے کہ انڈے میں بچہ کی صورت بدل جاتی۔

خدا کی صفات
جو کہ وہ مالک و باطن
کیا کہہ کے شان کی توفیر

انسان کی جہاں
میں وہ نہیں پیدا
کر سکتا

انسان جو کہ تمام
وہ حقیقت ہر ملک
کو وہ قانون قدرت
کو کہتا ہے اور اس سے
کام لیتا ہے تو اس
شے پر نہیں کر سکتا

اوس کے موافق وہ خدا کو تمام کمالات کے ساتھ جو اوس کی شان عالی کے سزاوار ہیں موصوفہ ملتے ہیں اور تمام نقائص سے کہ جو اس کو زیان نہیں منزه اور بڑا اعتقاد کرتے ہیں ۛ

پھر اس شریعت نے جیسے کہ خدا کی صفات بتلائی ہیں اس طرح اس کے وہ نام بھی جو اس نے اپنے لئے خود جو تیر کیے ہیں بتلائے انہیں میں سے لفظ (الہ) ہے جو اس کا خاص نام ہے دوسرے بے اطلاق نہیں ہوتا اس لفظ کا معنی ہے علیلہ و حکم کی بخت کے قبل بھی اگرچہ عالم کے پیدا کر نیوالے پر عری زبان میں اطلاق موجود تھا لیکن شریعت نے بھی خدا تعالیٰ پر اسی لفظ کو اطلاق کیا اس لئے اس طرح پر اس میں شرعی حیثیت پیدا ہو گئی اور مجھ سے الہ و حکم کے متبعین کے نزدیک یہ نام شرعی نام سمجھا گیا جس میں کہ انھوں نے شریعت مجریہ کا لحاظ کیا نہ فقط عری لغت کا اس طرح خدا تعالیٰ کے باقی ناموں کو سمجھئے۔ پھر شریعت مجریہ نے جیسے کہ اپنے پیروی کر چوالوں کو خدا کے وجود کے اور اس کے ان صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہوئی تعلیم دی جس کے یا تو ثبوت ہی عقل دلالت کرتی ہے یا خدا کے لیے اوس کو جائز رکھتی ہے اور اس کے نام بتلائے اس طرح اس نے خدا کے وجود پر اس کی عظمت پر اس کی تمام صفات کمالیہ کے ساتھ موصوفہ ہونے پر عقلی دلیل سے استدلال کر نیکا طریق بھی سکھایا عام ہے کہ وہ دلائل برہانی قطعی ہوں۔ یا اعلیٰ شان بخش دلائل ہوں جن سے کہ قلوب کی پوری تسکین ہو جاتی ہے اور دل ان کو خود قبول کر لیتا ہے۔ اعلیٰ جو اسلامی امور کے ثبات کے لئے نہایت ہی وسیع طریق ان کے ہاتھ لگا اور عقلی اصول پر اسلامی خوبیاں ثابت کر نیکی واسطے آپر بہت بڑا دروازہ کھل گیا چنانچہ میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے چند امور کو ذکر کروں جو کہ خدا کے عالم کے وجود پر صفات کاملہ کے ساتھ اس کے موصوفہ ہونے پر اس کی اور اس کی صفات کی عظمت پر۔ اور یہ ان کے آثار کی وسعت پر دلالت کرتے ہیں جن سے کہ دلوں میں اس کی شان عظیم کی عظمت پیدا ہوتی ہے اور ایک سے ایک مصنوعات اور اعلیٰ علیہ عجیب و غریب اشیاء کے بنانے پر اس کو پوری قدرت حاصل ہو نیکا دلوں کو یقین ہوتا ہے ۛ

تساویب کم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو عقلی نہیں کہ مادہ اور اس کے انواع کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گہرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوسہ کا ہتھوڑے کی چوٹ کہا سنا اور شیشہ کا چورہ جو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں ان کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات ان کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر صفت جس قسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طرحی ہے جس سے اس سے فرما جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوسہ سے ہتھوڑے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جاتی صفت جبکہ اسے فلاں عرق میں ہنگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے زلزلہ کے وقت مفتا طیس سے لوبی کی کشش کر نیکی فوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آدھ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

اس کے لئے کہ بعض میں اور بعض میں ہے ۛ

فصل اول فی صفات الہیہ
اور اس کے صفات کمالیہ کے
موجود ہونے پر عقلی دلیل
دلائل برہانی قطعی ہوں
ۛ

ۛ خداوندی سے خداوندی
تساویب کم ہوتا ہے کہ اصل مقصود کے بیان کرنے سے پہلے میں ایک مقدمہ ذکر کروں جس سے کہ مطلب کے سمجھنے میں سہولت پیدا ہو جائے اور جو کہ مقصود کے ساتھ اپنے لگاؤ کی وجہ سے بہت کچھ نافع ثابت ہو پس میں کہتا ہوں کہ یہ امر تو عقلی نہیں کہ مادہ اور اس کے انواع کے لئے کچھ عام صفات ہیں جیسے کہ تخیر (یعنی کسی نہ کسی قدر خدا کو گہرنا) جو تمام اجسام میں پایا جاتا ہے اور کچھ خاص صفات ہیں جیسے کہ لوسہ کا ہتھوڑے کی چوٹ کہا سنا اور شیشہ کا چورہ جو جانا یہ دونوں صفات اجسام کی ایک ایک نوع کے ساتھ خاص ہیں اور آپ لوگوں کی علمی راسخس کی کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انواع مادہ میں سے کسی سے بھی عام صفات منفک نہیں ہو سکتیں ان کا منفک اور جدا ہو جانا محال ہے باقی رہیں خاص صفات ان کی نسبت آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر صفت جس قسم میں کہ پائی جاتی ہے کسی نہ کسی طرحی ہے جس سے اس سے فرما جدا ہو سکتی ہے چنانچہ آپ لوگ کہتے ہیں کہ مثلاً لوسہ سے ہتھوڑے کی چوٹ سے بڑھتی کی صفت جدا ہو سکتی ہے اور پھر اس میں اس کی چوٹ سے ریزہ ریزہ ہو جاتی صفت جبکہ اسے فلاں عرق میں ہنگو یا جائے تو پیدا ہو سکتی ہے زلزلہ کے وقت مفتا طیس سے لوبی کی کشش کر نیکی فوت جاتی رہتی ہے اسی بنا پر ایک آدھ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کا قریب

ہونا دریافت ہو سکتا ہے تاکہ انسان اس سے محفوظ رہ سکے پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ جسم کی خاص صفات اسباب طبیعیہ میں سے کسی نہ کسی سبب سے ضرور جدا ہو سکتی ہیں جیسا کہ پہلے پیشتر ذکر کیا لیکن پھر صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ان عام صفات کی نسبت جن کا ثبوت ان کے نزدیک مادہ کے جمیع انواع میں ملل ہو چکا ہے یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بخور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ صفات دو قسم پر تقسیم پاکی جاتی ہیں بعض تو ایسی ہیں کہ مادہ کے تمام انواع میں سے کسی سے بھی منقطع نہیں ہو سکتیں ان کا شغاک اور جدا ہونا محال ہے اور اس قسم کی صفات کے ساتھ خدایتعالیٰ کی قدرت باوجود ان کے تحقق الوجود ہونے کے اودن کے معدوم کرنے کے لیے متعلق نہیں ہو سکتی اس لیے کہ خدا کی قدرت امر واجب یعنی ایسی شے کے اعدام کے ساتھ جس کا وجود ضروری اور معدوم ہونا محال ہے متعلق نہیں ہو سکتی جیسے کہ جسم کے لیے تخیز یعنی جسم کا کسی نہ کسی قریب و غایت کو گھیرنا پس ممکن نہیں ہے کہ کوئی جسم بغیر کسی قدر خلا کے گھیرے ہوئے پایا جاسکے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ جمیع انواع سے جسکے منقطع ہو سکتے ہیں جتنی کہتی ہے۔ پس کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ خدایتعالیٰ کی قدرت ایسی صفت کے معدوم کرنے کے ساتھ عام ہے کہ تمام انواع سے ہو یا کسی خاص نوع سے متعلق ہو جائے۔ کیونکہ یہ امر عقلاً ممکن ہے اور جو امر عقلاً ممکن ہوتا ہے وہ ضرور خدایتعالیٰ کی قدرت کے تصرف کے تحت میں آ سکتا ہے۔ جیسے کہ اجسام کی عام کشش جبکی وجہ سے ایک جسم دوسرے کو کشش کرتا ہے اور ایسے ہی کشش اتصال یعنی جس کشش کی وجہ سے کسی جسم کے ایک ہی جس کے اجزاء فردہ اپنے ذریعے جیسے لوہے کے مثلاً باہم ملے رہتے ہیں اور ان کے ملنے کی وجہ سے جسم بنتا ہے اسی قسم کی اور صفات لے لیجئے۔ پس وہ کہتے ہیں کہ اس قسم کا ثبوت اگرچہ اجسام میں پایا جاتا ہے لیکن ان کے لیے عقلاً لازمی نہیں ہے بلکہ اس کا ثبوت اجسام میں امکان عقلی کے طور پر ہے یعنی عقل کے لیے یہ ممکن ہے کہ اجسام کا اس قسم کی صفت کے ساتھ تصور کرے یا ان کا تصور بلا اس صفت کے کرے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہو کہ اگر کسی جسم کو عام کشش سے خالی تصور کریں یعنی وہ کسی دوسرے جسم کو کشش کرے اور نہ دوسرا جسم اسکو اسطرح کہیں بھی کوئی قباحہ نہیں معلوم ہوتی کہ اگر کسی جسم کو کشش اتصال سے خالی تصور کریں اور اس کی ذات کا باہم ملنا کسی دوسرے جسم سے ممکن نہیں، علاوہ بریں آپ لوگوں کا جسم میں کشش اتصال کے ساتھ قوت مدافعت کے وجود کا بھی قائل ہونا گویا اجتماع نقیضین کو ماننا ہے۔ قوت مدافعت وہ قوت مراد ہے جسکی وجہ سے جسم کے ذرات پورے طور سے مل نہیں سکتے اور وہ ان کو ملنے سے روکتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جسم میں خلا اور مسامات باقی رہ جاتے ہیں اور یہی قوت خارجی قوت کا جبکہ وہ جسم پر دباؤ داتی ہے مقابلہ کرتی ہے جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں اس کا صریح بیان موجود ہے۔ اگر آ کہیں کہ بغیر اس قوت کے تو اجسام کا بنتا ہی خیال میں نہیں آ سکتا تو ہم جواب دینگے کہ ہمارے نزدیک خدا کی قدرت کے بغیر اس قوت کے مانے سے دوسرے طور پر بھی ممکن ہے اور اگر ہم اس موقع پر کسی سبب ہی کے قائل ہو جائیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ سوائے اس قوت مدافعت کے کوئی دوسرا سبب ہو۔ پہلا بتلایئے کہ ہمیں کوئی قباحہ ہے کہ یہی اجزاء فردہ ذرات لسیطہ جسکے اجسام میں موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ممکن ہے کہ انہیں کئی شکلیں ایسی ہوں کہ ان میں کچھ اُچھا رہا ہے جاتے ہوں اور کچھ نیچا رہا دینے لگے گڑھے بھی موجود ہوں پس ان اجزاء کے مجتمع ہونے کے وقت

قوت مدافعت پر
ایک عقلاً لازم

یہی ابھار اُن گڑبڑوں میں گھس کر خوب جم جاتے ہیں پس جب یہ گڑبڑ ہے ان ابھاروں پر دباؤ کرنا بیٹھے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ حرارت جو کہ اُن ذرات کو پسلا دیتی ہے دباؤ کم پڑتا ہو تو حجم سیال یا ذرگم میں بجاتا ہوا درجہ یہ ابھار گڑبڑوں میں دب جاتے ہوں یا کسی سبب سے جیسے کہ برودت دباؤ شدید پڑتا ہو تو حجم میں بقدر دباؤ کے سختی بجاتی ہوا دھٹوس جہد ہوتا ہے اس موقع پر قوت مدافعت کی وجہ سے باہم ذرات کی مدافعت کے بجائے یہ علت بیان کیجا سکتی ہے کہ جب یہی گڑبڑ ہے ایسے تنگ ہوتے ہیں جن میں ابھار پورے طور سے نہیں سما سکتے تو ذرات کے مابین خلا باقی رہ جاتے ہیں اور یہی وہ مسامات اور سرخاں ہیں جو ہر جسم میں پائے جاتے ہیں اور یہ ایسی علت ہے جس سے کہ اجسام متحد الجنس کے ذرات کے باہم ملے رہتے ہیں کیونکہ جس طرح ظاہر ہوتی ہے اسی طرح عقل کے لئے اجسام مختلف الجنس کے باہم ملنے کی وجہ بھی ظاہر ہو جاتی ہے جیسے کہ مابین گونا گوار کاغذ کے ہوتا ہے۔ اور اس علت سے اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں ابھار اور خلا پائے جائیں گی وجہ سے اس امر کا واقع ہونا سہ سے اور ظاہر کیونکہ یہ ہے کہ علت آپ لوگوں کی اس علت سے جو کہ آپ نے ذروں کے باہم ملنے کے لئے بیان کی ہے یعنی یہ کہ یہ امر بذریعہ قوت کشش اتصال کے انجام پاتا ہے جو کہ اجسام مختلف الجنس میں موجود ہوتی ہے عقل سے قریب تر ہے جیسا کہ تہہ پیشتر بیان کیا۔

اور جب کہ آپ لوگوں کے نزدیک ان اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کی مختلف شکلیں ہیں اور وہ اگرچہ بالفعل قسمت نہیں قبول کرتے لیکن عقلی قسمت کو ضرور قبول کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں موجود ہے تو ہمارے لئے جائز ہے کہ ہم کچھ ابھار اور خلا فرض کر کے آپ لوگوں کو الزام دیں بخلاف اُن اجزاء بسیطہ کے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مہتممین کے نزدیک ہیں کیونکہ اُن میں کچھ بات نہیں ہو سکتی۔ اس تقریر سے کہیں یہ نہ سمجھ لیں گے کہ میں اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) میں ابھار اور خلا کے وجود کو ماننا ہوں اور اس پر میں نے اپنی علت کو مبنی کیا ہے کیونکہ اس تعلیل پر بھی اشکالات کے وار ہوئے ہیں مامونین ہوں میں نے تو صرف یہ دیکھ لیا کہ آپ کی تعلیل میں ایک احتمال نکالا ہے کہ دیکھئے آپ کی تعلیل کہاں تک پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے اور یہ کہ دوسری تعلیل آپ کی تعلیل سے قریب تر ہے۔ خلاصہ یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروہ نہیں کہتے ہیں کہ صفات عامہ جو پیشتر مذکور ہوئیں ایسی ہی اور بھی اجسام میں موجود نہیں ہیں اور نہ وہ اجسام میں اُن کے موجود ہونے سے انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ آپ کو اُن کے ثبوت پر دلائل قائم کرنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑے تو اُن کے ثبوت کو مان کر صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ عقلاً ضروری نہیں ہیں بلکہ وہ اجسام میں موجود بھی ہو سکتی ہیں اور اُن سے معدوم بھی ہو سکتی ہیں اس لئے کہ عقل اُن سے ان کے موجود ہونیکو محال سمجھتی ہے اور نہ ان سے ان کو معدوم ہونیکو۔ اور جب اُن کی یہ حالت ہے تو وہ خدا تعالیٰ کی قدرت کے تحت تصرف میں جو کہ تمام اُن اشیاء پر جو کہ عقلاً ممکن ہیں قادر ہے ضرور داخل ہو سکتی ہیں جیسا کہ پیشتر ثابت ہو چکا ہے۔ پس جیسے کہ اُن سے انہیں ایجاد کیا ہے باوجود اجسام کے موجود نہ ہونے کے وہ اُن کے معدوم کرنے پر بھی قادر ہے یہاں تک کہ کشش اتصال کے معدوم کرنے پر بھی کیونکہ وہ نفس اجسام کے بننے کے لئے لازمی نہیں ہے جیسا کہ آپ لوگوں کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ وہ خدائے پاک بلا قوت کشش اتصال کو بھی محسوس نہیں کرتے کہ وہ اجسام کھلانے میں جو مثل ہوا کے نظر نہیں آتے ۱۱۷ ص ۱۱۸

اجزاء فردہ (ذرات بسیطہ) کے مجتمع کرنے پر کسی سبب کے ذریعے ہو یا بلا واسطہ کسی سبب کے ہر طرح قادر ہے اگرچہ وہ لوگ خدا کے پاک کی عادت پر چونکہ اسے اس عالم میں جاری کر رکھی ہے قیاس کر کے پہلی ہی بات کے قائل ہوں گے اور وہ عادت یہ ہے کہ خدا نے اس عالم میں ہر شے کو ایک سبب کے ساتھ منبسط کر رکھا ہے یعنی اسے اپنی یہ عادت ٹھہرائی ہے کہ جب کوئی سبب پایا جاتا ہے تو وہ اس کے مسبب کو بھی ایجاد کر دیتا ہے۔

اب رہیں صفات خاصہ تو ان کے بارہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا قول آپ ہی لوگوں کے مثل ہے کہ وہ اپنے موصوفات کے لیے ضروری نہیں ہیں بلکہ ان سے جدا ہو سکتی ہیں لیکن آپ لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ صفات اپنے موصوفات سے وقت جدا ہو سکتی ہیں کہ جب اس کے ذرات بسیطہ کسی طبعی سبب کی وجہ سے اپنی پہلی وضع سے متغیر ہو جائیں اور ہر پر کے نزدیک اس مفارقت کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے جو کبھی تو کم اور کبھی اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ نہراوں برس تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین جب تک کہ ان کے نزدیک امر واقع کی حقیقت مدلل نہیں ہوتی یہی کہتے ہیں کہ صفات خاصہ کا اپنے موصوفات سے جدا ہونا ممکن ہے کہ جسم کے ذرات بسیطہ کی وضع کے متغیر ہو جائیے ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے سبب سے جدا ہو جائے اور جب ان کے نزدیک کوئی امر مدلل ہو جاتا ہے تو وہ بلا تکلف مان لیتے ہیں کچھ ہی کیوں نہ ہو یہ حال وہ خدا ہی کے پیدا کر نیے ہے اور ان اسباب کی نہت جنہیں آپ اس کے لیے موجب ٹھہراتے ہیں :

ان کا یہ قول ہے کہ وہ عادی اسباب ہیں یعنی خدا کے تعالیٰ کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جانے کے وقت وہ ان کے مسببات کو ایجاد کر دیتا ہے اور وہ اسباب اپنے مسبب کے لیے نہ موجب ہیں نہ موثر اگرچہ آپ ان اشیاء کو ان کے سبب کی جانب نسبت کرتے سنیں گے لیکن ان کا یہ اعتقاد ہرگز نہیں ہے کہ ان اسباب کو ان کے وجود میں باطبع کچھ اثر ہے بلکہ اس نسبت کر نیے ان کا مطلب یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ اس مسبب کو اس کے سبب کے موجود ہونے کے وقت اپنی عادت کے موافق اس عالم میں پیدا کر دیتا ہے اور اگر وہ چاہے کہ سبب کو پیدا کرے اور مسبب کو نہ پیدا کرے یا مسبب کو بغیر اس سبب کے پیدا کرے تو وہ ضرور کر سکتا ہے اور جب یہ اسباب موثر نہ ٹھہریں اور مسببات کا وجود خدا ہی کے پیدا کر کے قرار پایا تو وہ اس زمانہ کے بارہ میں جبکہ آپ لوگ صفات کے اپنے موصوفات سے جدا ہونے کے لیے لازمی مانتے ہیں یہ کہتے ہیں کہ یہ اتنا زمانہ محض خدا تعالیٰ کی عادت مستقرہ کے اعتبار سے ہے اور اگر وہ ایک لحظہ میں موصوفات سے صفات کو جدا کرنا چاہے

اس کی بہت واضح مثال یہ ہے کہ لال جھنڈی دکھلانے سے آتی ہوئی ریل فوراً رک جاتی ہے اور سبز سے برابر چلی آتی ہے تو لالیان ریل کے جیسے کہ اپنی یہ عادت مقرر کر لی ہے تو کیا وہ بالکل مستر نہیں کر سکتے یا بغیر جھنڈی دکھلا کے جائیکے ریل کو نہیں لاسکتے اگرچہ عادت مقررہ کے اعتبار سے یہ لازمی بات ہے کہ مخرج جھنڈی سے ہمیشہ ریل رکے گی۔ اور سبز سے آگے گی اور جب وہ اپنی اس عادت کو بدلتا چاہیں تو اس کے خلاف بھی ہو جائے گا یہی مثال خداوندی عادت کی ہے یعنی جو قوانین قدرت یا اسباب بھی دریافت ہوئے ہیں وہ جھنڈی کے مثل ہیں اور خدا نے انہیں کے موافق تمام عالم کا انتظام کر رکھا ہے جب کوئی طبعی سبب پایا جاتا ہے تو اپنی عادت کے موافق وہ اس کے مسبب کو بھی موجود کر دیتا ہے اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف بھی کر دے چنانچہ جب کہ مصلحت مستمرہ قوانین کے خلاف کوئی امر پیدا کرتا ہے تو اس کو خرقی عادت کہتے ہیں۔ جو شخص کہ خدا کو مجبور نہ ٹھہرائے گا اور نہ ہی اختیار مانے گا اس کو اس کے سمجھنے میں ذرا وقت نہیں لگتا۔

فان قدرت کا مصلحت عادی
اسباب و آثار پر کرم
حقیقت میں خدا ہی کا
پیدا کر کے نہ ہو دیتا

تو کہہ سکتا ہے وہ اپنے دراندازانہ کے ساتھ پابند ہونے کے لیے مجبور نہیں ہے مثلاً جبکہ آپ یہ کہتے ہیں کہ لوہا فلاں عرق میں جب بھگو یا جائے تو بوجہ بھگونے کے اُس کے ذرات بسیط کی وضع متغیر ہو جانے سے اُس سے چوٹ کہا کر پڑنے کی صفت دور ہو جائے گی اور اس میں بجائے اس کے چوٹ کہا کر چور چور ہو جانے کی صفت آجائے گی۔ اور اُس کے لیے ایک کافی زمانہ کی ضرورت پڑے گی اور یہ عرق اس تبدیلی میں بطبعہ موثر اور موجب ہے اور تازانہ لازمی ہے یہاں تک کہ بغیر اس کے یہ امر لوہا ہی نہیں ہو سکتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین اس موقع پر یہ کہیں گے کہ یہ تبدیلی خدا تعالیٰ کے فعل سے اس طرح حاصل ہوئی ہے کہ اُس نے چوٹ کہا کر پڑنے کی صفت کو معدوم کر دیا اور بجائے اُس کے چور چور ہو جانے کی صفت کو ایجاد کر دیا عام ہے کہ یہ بات اُس کے ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے کی وجہ سے حاصل ہوئی ہو یا کسی دوسری وجہ سے جو ہم کو معلوم نہیں ہوئی اور اس تبدیلی میں اس عرق نے بطبعہ اثر نہیں کیا اور نہ اُس کے لیے موجب ہوا بات صرف یہ ہے کہ خدا کی اس عرق میں بھگو دینے کے وقت اس تبدیلی پیدا کر لینے کی عادت جاری ہو گئی ہے اور یہ زمانہ جہیں کہ یہ تبدیلی پوری ہوئی کوئی لازمی شرط نہیں ہے بلکہ خدا اس تبدیلی کے ایک لحظہ میں پیدا کرنے پر قادر ہے جیسے کہ وہ لوہے کو بغیر اس عرق میں بھگونے کے اس تبدیلی کے پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اسی طرح اس قول کے بارہ میں کہ آگ فلاں جسم کو جلاتی ہے۔ اور پانی پیاس کو بجھا دیتا ہے اور فلاں جیسے فلاں اثر ہوتا ہے وغیرہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کہتے ہیں کہ ان میں سے کوئی شے بھی بطبعہ موثر نہیں ہے بلکہ جو آثار ان اشیاء سے پیدا ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں خدا ہی چند شروط اور احوال عادیہ کے ساتھ اُن اشیاء کے پائے جانے کے وقت ان آثار کو پیدا کرتا ہے اور وہ ان اشیاء میں سے بغیر کسی شے کے پائے جانے کے بھی جبکہ آپ بائب کہتے ہیں اُن آثار کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ جیسے کہ وہ اُن آثار کو باوجود اُن کے منشاء کے موجود ہونے اور باوجود تمام شرائط کے پائے جانے اور موانع کے مرتفع ہونے کے بعد دم رکھ سکتا ہے +

فجس چیز نے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کو اس بات پر جبکہ پیشتر بیان ہوا کہ اشیاء میں بالطبع کوئی تاثیر نہیں ہے بلکہ آثار خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوا کرتے ہیں آدہ کر دیا دواہر ہیں۔ اول تو وہ دلیلیں ہیں جو اس بات پر قائم ہو چکیں کہ خدا اُن تمام اشیاء کے پیدا کرنے میں جو اس عالم میں ہوا کرتی ہیں متفرد و مستقل ہے پس اگر اشیاء ان آثار کے وجود میں اُن سے ناشی ہوتے ہیں بالطبع موثر مانے جائیگی تو وہ اُن کے لیے ضرور خالق ٹھہریں گی حالانکہ خدا نے عالم کے سوا کہ اس کا تمام اللہ ہے کسی دوسرے کا خالق ہونا محال ثابت ہو چکا ہے اور اس احتمال پر دلیل قائم ہو چکی ہے خصوصاً جبکہ ان آثار میں سے بعض نہایت مضبوط و مستحکم بھی ہوں جن کو دیکھ کر عقل صاف یہی حکم کرتی ہے کہ اُن کے اس استحکام کے ساتھ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اُن کا پیدا کرنا والا صاحب تدبیر پورے علم اور کامل ادراک والا ہو اور ان صفات کا ان جمادی اشیاء کے لیے ثابت کرنا ایسی بات ہے جبکہ کوئی عاقل قائل نہیں ہو سکتا مثال کے لیے آپ ایسے نبات کو لیجئے جس میں عجیب عجیب چیزیں جیسے جڑ۔ تنہ۔ پتے۔

سوائے خدا کے سوائے خدا کے
موجود کوئی شے نہیں ہوتی اور
خالق خالق نہیں ہوتا اور

تھے پھول۔ پھل۔ نسل بڑھنے کے اجزاء اور تخم مع قسم قسم کی شکلوں میں طرح کے رنگوں۔ والقدوں اور خاصیتوں کے جسے دیکھ کر عقل چکر میں آجاتی ہے اور یہ کہ پھر یہ پیدا کیا ہے سے ہوئیں۔ مٹی پانی اور ہوا سے پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی عقلیں بلکہ تمام عقول سلیمان بات کو ہرگز قبول نہیں کر سکتیں کہ یہ تمام چیزیں جنکے لیے اعلیٰ درجہ کے علم۔ قدرت اور تدبیر کی ضرورت ہے مٹی۔ پانی اور ہوا نے پیدا کر دی ہوں جو ان تمام صفات کے بالکل خالی ہیں اسی لیے ان کے ایجاد اور پیدائش کو وہی قدرت اور اعلیٰ درجہ کے واقف کار خدا نے پاک کے حوالہ کرتے ہیں جسکی نسبت ان کے نزدیک دلیل قایم ہو چکی ہے کہ اسی نے عدم سے اصل مادہ کو گونا گوں امور کے قابل پیدا کیا۔

اگر بالفرض خدا کے پیدا کرنے میں مستقل اور متغیر ہونے سے قطع نظر بھی کر لی جائے تو دوسرا سبب اس کا یہ ہے کہ انھوں نے انہیں اشیاء میں جن سے کہ یہ آثار ناشی ہوتے ہیں غور کیا اور اس کی حقیقت کو سوچا تو انھوں نے دیکھا کہ یہ اشیاء ان آثار کے لیے ہرگز بالذات مقتضی نہیں ٹھہر سکتیں کیونکہ ان میں سے کوئی شے ایسی نہیں پائی۔ گئی جس کی نسبت عقل اس امر کے یقین کرنے کو ضروری کرے کہ فلاں اشیاء فلاں فلاں آثار کے لیے مقتضی ہوں چاہئیں مثلاً حرارت برف کو پگھلا دیتی ہے اور برودت پائے کو جمادیتی ہے اور جب ان کی حقیقت میں غور کیا جائے تو عقل کے لیے ان دونوں چیزوں کے انہیں دونوں خاص اثروں کے مقتضی ہونے کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی جیسے کہ اس بات کی وجہ ظاہر ہو جاتی ہے کہ ہر جسم جزو مقتضی ہے (یعنی ہر جسم کسی نہ کسی قہر کو ضرور گھیرے گا) اور جیکہ دو جسم مقتضی ہیں کہ وہ متداخل نہیں ہو سکتے اور ایک ہی چیز اپنے ایک ہی جگہ میں نہیں کما جلول نہیں ہو سکتا مثلاً جب وہ آپسے کہیں کہ کیوں صاحب حرارت اور برودت میں معاملہ بالعکس کیوں نہیں ہوا تو آپ کیا جواب دیتے ہیں شاید آپ یہ کہیں کہ ہر ایک کی خاصیت ہی یہ ہے تو وہ آپسے دریافت کرینگے کہ ہر ایک کی خاصیت بالعکس کیوں نہ ہو گئی اب آپ یہی کہیں گے کہ حرارت قوت انصافہ کمزور کر دیتی ہے اور برودت اسکو قوی کرتی ہے پھر وہ آپسے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معاملہ بالعکس کیوں نہ ہوا کوئی عقلی وجہ بتلائیے ہر حال اسبطرح چلے چلیے کہاں تک چلیے گا آخر کار آپ کو بجز اس کہنے کے اور کوئی گنجائش نہیں مل سکتی کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک خاصیت کے ساتھ کسی خاص کر نیو اے نے خاص کر دیا ہے اسبوج سے ہر ایک میں ایک خاص خاصیت پائی جاتی ہے پھر وہ آپکو یہ بتلا دینگے کہ یہ فیصلہ کر نیو الا وہی خدا ہے دینے اللہ تعالیٰ جس نے کہ مادہ کو ایجاد کیا ہے اور وہ فاعل مختار ہے اس نے جس شے کو جس شے کے ساتھ چاہا خاص کر لیا کیونکہ اختیار کی شان ہی یہ ہے بعد ان سب باتوں کے وہ آپسے کہیں گے کہ جب اشیاء موثر بالطبع نہ ٹھہریں اور تاثیر خدا ہی کے پیدا کرنے سے ہوئی پس وہ زمانہ جو آثار کے حصول کے لیے مانا گیا ہے کوئی ضروری شرط نظر ٹھہر سکتا بلکہ وہ محض عادی شرط ہے پس خدا ایک لخط میں جیسے کہ پاک مانا یا اس سے بھی کم زمانہ میں ان کے پیدا کرنے پر پورے طور سے قادر ہے کیونکہ دلیل سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ خدا کی قدرت کامل ہی حادث کی قوتیں ایسی نہیں ہو سکتیں اس لیے کہ اس کے کرنے میں اسے مزاد کی احتیاج نہیں جیسے کہ حوادث کی

قوتوں کو اختیار پڑتی ہے یہاں تک کہ وہ جتنی ہی شدید ہوتی ہیں ان کے عمل کرنے میں اتنا ہی کم زمانہ صرف ہوتا ہے۔ اور جتنی ہی وہ کمزور ہوتی ہیں اتنے ہی زیادہ زمانہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً وہ بریں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی قوت اپنے عمل کرنے میں زمانہ کی مصلح ہوتی جیسے کہ اور قوتوں کے مصلح ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مصنوعات جو کہ عظیم ہوتے ہیں اور جس میں کہ نہایت باریک صنایعیاں بکثرت اشکال ترکیب اور خواص موجود ہوتی ہیں ہمیشہ ان کے بننے میں ان مصنوعات کے بننے سے زیادہ ورازی ہی زمانہ صرف ہوتا جنہیں کہ یہ امور نہیں پائے جاتے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ مثلاً پہلی قسم کی ایک بات بہت ہی تھوڑی مدت میں نکل آتی ہے۔ اور دوسری قسم کی کوئی بات پہلی قسم کی نکلنے کی مدت سے کئی گونہ طویل مدت میں نکلتی ہے پس یہ امر صاف بہت پر دلالت کرتا ہے کہ زمانہ کا متد ہونا خدا کی مخلوق تائید کے ایجاد کرنے میں کوئی شرط نہیں ہے ورنہ جو مثال ہم نے دی ہے اس میں ضرور معاملہ بالکس ہوتا۔

پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے کہ کسی آثار میں یا آثار کے لیے سبب بن جانا محض عادی ہے اور ان آثار کے بننے کے لیے یہ زمانہ بھی محض عادی شرط ہے کہیں یہ نہ سمجھ جائیگا کہ وہ خلاف عادت امور کے کثرت و وقوع کے قائل ہیں یہاں تک کہ آپ ان سے خرق عادت پر دلالت کر نیوالے واقعات کثیرہ کے بیان کر نیکا مطالبہ کریں۔ کیونکہ وہ بات ہرگز نہیں کہتے وہ تو صرف یہ کہتے ہیں کہ ان کی سبب عادی ہے اور وہ زمانہ بھی شرط عادی ہے اور خدا خلاف عادت کرنے پر قادر ہے اور یہ محال نہیں ہے لیکن خلاف عادت کرنا خدا سے سوائے چند مخصوص حالتوں کے مثلاً کسی نبی کے معجزہ یا کسی ولی کی کرامت کے لیے اور کہی ثابت نہیں ہوا جیسا ان کے یہاں بالتواتر منقول ہے یا انہوں نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ خود دیکھا ہے جبکہ انہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا اور ان کے ہاتھ پر معجزات اور خوارق عادت ظاہر ہوئے تھے۔ پس جب یہ پیشتر بیان کیا ہوا مقدمہ منظر ہو گیا اور آپ لوگوں نے اسے اپنے دلوں میں جگہ دے لی تو آئیے ہم اور آپ ملکر اس عالم کے مادہ اسکے انواع اور ان عجیب و غریب صورتوں میں جن پر وہ مشتمل ہے اور ان حیرت انگیز گونا گوں تبدیلیوں میں جو ان میں واقع ہوتی رہتی ہیں غور کریں اور دیکھیں تاکہ ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے کہ مادہ میں ان امور کا قیام مادہ اور اس کے ذرات کی حرکت کے فعل سے ہے یا ان چیزوں میں سے باہم ایک کے دوسرے میں تاثیر کرنے کے باعث سے یا اس خدا کے فعل سے ہے جو کہ اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ۔ قادر اور ذی قدرت ہے کہ اپنے ارادہ سے جسکے ساتھ چاہتا ہے اس کی تخصیص کرتا ہے اور جس طور پر چاہتا ہے اسے متغیر کرتا ہے۔ اور پھر اس کے اعمال بھی ایسے با عظمت اور انتہا درجہ کے استحکام اور تدبیر کے ساتھ ہوتے ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اور اسکی صفات کی عظمت غیر محدود ہے عقل اس کو نہیں پاسکتی اور نہ انکار اس کو عادی ہو سکتے ہیں اس امر کے واضح ہونے کے بعد کوئی کام جبکہ عقل جائز رکھتی ہو کتنی ہی عظمت کو کیوں نہ پہنچ جائے اور اس میں کیسی ہی اعلیٰ درجہ کی باریکی اور استحکام کیوں نہ موجود ہو لیکن اس خدا کی عظمت اور اس کی صفات کے کمال کے سامنے بالکل بچر۔

حافظین قدرت کے درجہ خاص دی
بیک وقت ان باتوں کا جو خلاف
عادت امور میں واقع ہوتا ہے
جیسے ان کا جو کچھ بیان کیا
کر رہا ہے

بالکل آسان۔ اور ظاہر معلوم ہو گا۔ اس پاک ذات کی عظمت کا کیا کہنا ہے اس کا تعلق عجیب کمال رکھتا ہے پیدائش اور ہر طرح کی تدبیر اسی کے ماتھے میں ہے اسے ہر شے پر پوری قدرت حاصل ہے۔

اب آئیے ہم عالم کو اکب کی طرح متوجہ ہوں اب ضرور ہم کو آپ لوگوں کی کتب ہدیت کی تشریح کے موافق یہ ملے گا کہ ان کے ہر ایک کی ایک جدا خاصیت ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی اور ہر ایک خاص حالت کے ساتھ مخصوص نظر آنیگا چنانچہ بعض ان میں سے نہایت ہی چھوٹے ہیں اور بعض بہت ہی بڑے جتنے کہ ہماری زمین کو اس کے ساتھ وہی نسبت پائی جاتی ہے جو ایک بالو کے ذرہ کو اس کرہ کے ساتھ ہوتی ہے جبکہ قطر ایک ماتھ یا کچھ اس سے بھی زائد ہو۔ پس اگر ہم اس

زمین کا قطر سات ہزار نو سو بارہ میل کا اور اس کا محیط چوبیس ہزار آٹھ سو تین سو نو میل کا ہے تو آفتاب کا قطر

آٹھ لاکھ بالو سے ہزار پانچ سو اسی میل کا اور اس کا محیط چھتیس لاکھ اٹھتر ہزار پانچ سو میل کا ہے۔ اور اس کا جرم ہمارا

زمین کے جرم سے بارہ لاکھ اسی گھنٹہ ہزار سات سو گنا بڑا ہے۔ اور ان میں سے بعض ہم سے بہت ہی قریب اور بعض

لاکھوں میل کے فاصلہ پر ہیں ان میں سے بعض کا دن اور سال ہمارے یہاں کے دن اور سال سے چھوٹا ہوتا ہے اور بعض کا ہمارے یہاں کے دن اور سال سے بہت زیادہ بڑا ہوتا ہے جتنے کہ محل کا ایک سال ہمارے یہاں کے

ایک سو سال کے برابر اور انوس کا چوبیس سال کے برابر اور بتوں کا ایک سو چونسٹھ اور چند کور سال کے برابر ہے بعض ان میں سے اپنے مدار پر طبعی حرکت کرتے ہیں اور بعض بہت ہی سریع الحکمت میں جتنے کہ شستری

کی چال میں ہزار میل فی گھنٹہ ہے پس قطبی دیر میں کہ انسان ایک مرتبہ سانس لیتا ہے وہ نو میل چل جاتا ہے اور اس کی شوخی گردش کے لحاظ سے اس کے اجزاء سطح کی حرکت کی سرعت چار سو ستر گھنٹہ میل ہے۔ ان میں بعض کا نور سرخ ہے بعض کا

ور بعض کا سفید اور بعض کا کسی اور رنگ کا ان میں سے بعض کا نور اصلی ہے جیسے کہ آفتاب اور ثوابت کا۔ اور بعض دوسروں نے نور حاصل کرتے ہیں جیسے قمر اور باقی ستاروں کا ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن میں ذرا بھی حرارت نہیں

پائی جاتی اور بعض میں بہت حرارت موجود ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے بعض کے قول کے موافق آفتاب میں اتنی حرارت ہے کہ اگر وہ جمع کی جائے تو وہ اتنی مقدار برف کے پگھلائے کے لیے کافی ہو سکتی ہے جس سے تمام دس زمین

چھپ جائے اور اس کی مٹی گیل کی ہو اور جو حرارت کہ اس کی زمین تک پہنچتی ہے وہ اسکی حرارت کے دواہر اڑتیں کروڑوں لاکھ حصوں میں سے ایک حصہ ہے ان میں سے بعض ثوابت ہیں کہ جو شمس (آفتاب) کہلاتے ہیں ان کی روشنی ہمارے آفتاب ہی کی طرح ذاتی ہوتی ہے جس سے کہ وہ تمام عالم جو اس کے متعلق ہے روشن ہوتا ہے

وہ ثابت اور اپنی جگہ پر بٹھیرے ہوئے نہیں ہیں جیسا کہ ان کے نام سے شبہ ہوتا ہے بلکہ وہ بھی حرکت کرتے ہیں لیکن بات صرف یہ ہے کہ وہ ہم سے چونکہ بہت ہی فاصلہ پر واقع ہیں اس لیے ہم کو ان کی حرکت کا پتہ صرف اس وقت

لگ سکتا ہے جبکہ صدیوں کی صدیاں گزر جائیں اس لیے باہم ان کی دوری کی نسبت قریب قریب ہی باقی رہتی ہے جو پہلے مٹی۔ ان میں سے بعض آفتاب سے دور ہیں اور یونانیوں کا کہنا ہے کہ دوری بڑھتی جاتی ہے اور بعض

اس سے قریب واقع ہیں اور اس طرح نزدیک ہوتے جاتے ہیں بعض کی حالت بدلتی رہتی ہے کہی تو ان کی

جہاں جہاں کی پیدائش اور عالم کی ایک کھال کی عظمت و قدرت پر ان کی

روشنی بڑھ جاتی ہے اور کبھی گھٹ جاتی ہے بعض ان میں وقتی ہوتے ہیں یعنی وہ ایک مخصوص زمانہ میں ظاہر ہوتے ہیں اگر کبھی وہ زمانہ طویل بھی ہوتا ہے اور پھر چھپ جاتے ہیں اور اس کے بعد ہرگز نہیں نکلتے بعض ان میں سے ایسے ہیں جن کا نور ہرگز برسوں کے بعد جتنے کہ سیکڑوں برس کے گزر جانے پر پھر بھی نکلتا ہے حالانکہ ہمارے آفتاب کا نور ہم تک آٹھ منٹ اور چاند سکند کے عرصے میں پھونچ جاتا ہے باوجودیکہ یہ آفتاب ہم سے نو کروڑ میل سے کچھ زیادہ اسی دور ہو گا ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کی نسبت آپ لوگوں کا گمان ہے کہ وہ آباد ہیں اور بعض کی نسبت آپ لوگوں کا یہ خیال نہیں ہے ان میں سے بعض شمالی ہیں بعض جنوبی بعض متوسط۔ بعض کورات سے خصوصیت سے بعض کو دن سے بعض کا روشن مہر کبھی وسیع ہو جاتا ہے اور کبھی تنگ اور بعض میں یہ بات نہیں پائی جاتی بعض دوسروں کے گہن کا باعث ہوتے ہیں اور بعض میں دوسروں کی وجہ سے گہن لگتا ہے علیٰ ہذا القیاس بعض کی کچھ حالت ہے اور بعض کی کچھ۔

اور وہ سب خلا میں عاکمش کے قدرتی قانون کے باعث قائم ہیں جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں اور شاید وہ عالم کے قوانین قدرت میں سے جنہیں کد اسکے پیدا کر نیو اسے نے اس میں جاری کر رکھا ہے کسی دوسرے قانون کے باعث نہایت ہی انضباط اور استحکام کے ساتھ اپنے برجون اور منزلوں میں طرح طرح کی گردشوں اور حرکتوں کے ساتھ چل رہے ہیں جسے کہ اوقات منضبط ہوتے ہیں برسوں۔ صدیوں۔ دنوں۔ اور گھنٹوں کا پتہ لگتا رہتا ہے مختلف فصلیں تیز ہو جاتی ہیں اور پھر ان میں وہ ترتیب موجود ہے جس سے عقل حیران رہ جاتی ہے اور ان سب کامر جمع کسی فاعل ذی قدرت کی طرف معلوم ہوتا ہے باوجود ان سب باتوں کے ان میں مخلوقات یعنی نباتات حیوانات معدنیات کے منافع بھی موجود ہیں جنکی پرورش ان کے انوار کی حرارت سے ہوتی ہے اور بقدر حاجت ہر ایک کی غذا مہیا کی جاتی ہے یہی طرح بیشمار فوائد میں کوئی کہاں تک بیان کرے انسان کی زبان اسکے پورے بیان سے عاجز ہے فکر میں کنداؤں تک نہیں خیرہ ہیں۔ پس جب یہ سب اصل مادہ کے لحاظ سے برابر اور یکساں ٹھہرے اور ان کا مادہ اسکو مقتضی نہ نکلا کہ ہر ایک کو اسی خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کرنے تو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس چیز نے ان میں سے ہر ایک کو اس خاصیت کے ساتھ جو اس میں موجود ہے خاص کر دیا اور جس نے ان کو باوجود اس قدر استحکام کے ایسے عجیب غریب انتظام کے ساتھ مرتب کیا جس میں کہ مخلوقات کی سراسر مصلحت اور فائدہ ہی قائم ہے کیا وہ یہی مادہ کے ذرات بسیط کی حرکت ہو سکتی ہے جس میں نہ تو کچھ تیز ہی پایا جاتا ہے نہ کچھ ارادہ اور تدبیر ہی موجود ہے اور یا کچھ کہنا مناسب ہے کہ جس نے ان کو ایسے عجیب وغریب طور پر پیدا کیا ہے وہ وہی بڑا جاننے والا۔ حسنا اور ذی قدرت۔ اور اعلیٰ درجہ کی حکمت والا (یعنی خدا) ہے۔

اب آئیے ہم کائنات جو کہ جانب نظر کریں تو اس میں ہمیں جو ہی ہوا معلوم ہوتی ہے جس میں کہ نباتات کی اسوجہ ہے کہ وہ اسی چرخ ہیں زندگی ہے اور حیوانات کی زندگی کا اس پر ایسے مدار ہے کہ وہ ہر ریو سال میں اپنے اور پھر پھر سے میں داخل ہونیکے ان کے خون کو صاف کرتی ہے۔ چونکہ یہ نسبت دور اشیاء کے ہوا کی زیادہ ضرورت تھی اس لیے وہ وافر مقدار میں موجود ہے نہایت آسانی سے بکثرت حاصل ہو سکتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے ذرائع بالکل مکمل ہیں جن کی وجہ سے وہ بہت جلد کام میں آسکتی ہے۔ اس پر کیا موقوف ہے عالم میں یہی حکمت جاری ہو رہی ہے کہ جس شے کی جب قدر زیادہ

کائنات کی عظمت اور اس کی
حکمت و قدرت کو جاننے والا
خداوند تعالیٰ ہے۔

حاجت ہوتی ہے اتنی ہی کثرت کے موجود ہوتی ہے اور اتنی ہی آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے چنانچہ یہ امر ہوا پانی - غذا -
 دواؤں کی جڑی بوٹیوں - نہایت خوبصورت اور بیش قیمت پتھروں وغیرہ کے حالات میں غور کرنے سے اسی ترتیب کا واضح ہو
 جائیگا پھر اس میں مختلف ہوا میں ان کی رفتار ان کے مزاج - ان کے اخلاف اور ہر ایک کی جدا جدا خاصیتیں پائے
 ہیں کوئی ان میں سے شرقی ہو اسے - کوئی غربی - کوئی شمالی ہے کوئی جنوبی - اور کوئی انہیں کے درمیان چلتی ہے کوئی
 تر ہے کوئی خشک - کوئی گرم - کوئی سرد - کوئی سخت ہے - کوئی نرم - کوئی رات کو چلتی ہے کوئی دن کو کسی کی چال خاص قوت کے
 اعتبار سے باقاعدہ ہے اور کوئی بالکل بے قاعدہ چلتی ہے کوئی آہستہ چلتی ہے کسی ہوا کی چال کی تیزی کی گنتہ سات میل
 سے لیکر اکا نوے میل ہوتی ہے اور کبھی اس کی تیزی اتنی بڑھ جاتی ہے کہ فی گنتہ اکیسوا بیس میل یا اس سے زائد کے
 حساب سے چلتے لگتی ہے لیکن ایسا شاذ و نادر ہی ہوتا ہے بعض ان میں سے گرد باد اور بگولے ہوتے ہیں جسے کہ زمین کے
 سامنے والوں کو فائدہ پہنچتا ہے وہ بادلوں کو بارش کے مواقع پر ہٹکا لیتے ہیں بار آور مادہ کو اعضا زندہ کر کے اعضا
 ٹائینٹ میں منتقل کر کے درختوں کے بار دار ہونے کے باعث ہوتے ہیں ارواح کو راحت پہنچاتے ہیں حرارت کو لطیف
 کرتے ہیں سمندروں میں ان سے جہاز چلتے ہیں نباتات کے تخم ان کے ذریعہ سے سطح زمین پر پراگندہ ہوتے ہیں اسکے
 علاوہ اور بہترے فائدے و مہیا ہوتے ہیں جھکو کوئی شمار کر نہیو الا شمار نہیں کر سکتا اور نہ تحریر میں آسکتے ہیں - اس میں ہم
 بادل اور اس کی نہایت عجیب اور حیرت انگیز بناوٹ کو دیکھتے ہیں جبکہ وجہ سے ہوا اس کو اٹھا سکتی ہے اور جہاں کہ بارش
 کی ضرورت ہوتی ہے وہاں مختلف ہوا میں اسکو لیجاتی ہیں اور پھر رعد و برق ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں کہ جن کو غیر
 حکمت یہ خیال کیجاتی ہے کہ نورانی حرارت اور حرکات موجبہ کیوجہ سے اور رعد اپنی کپکپانے والی حرکات کے باعث
 سے پانی کو گچھلا دیتے ہیں باوجود اس کے ان دونوں سے (رعد و برق سے) جنگل کے رہنے والوں کو یہ بھی معلوم ہو
 جاتا ہے کہ کہاں پانی برس رہا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ سردی سے برف جم جاتی ہے اور زیادہ تر وہ پہاڑوں ہی پر
 گرتی ہے تاکہ ایک مدت تک وہاں رہ سکے اور اس کا پانی پگھل پگھل کر ان کے نشیبوں اور خزانوں میں جمع ہوتا ہے تاکہ
 مخلوقات کے منافع کے لیے پانی ان میں مجتمع ہو اور ان کے جہروں سے نکلتا ہے - یہ طرح پر دریا اور چشمے جاری ہوجا
 ہیں جنکے پانی سے ایام گرم میں زمین اور حیوانات کو سیرابی حاصل ہوتی ہے - بڑے بڑے سبزہ زار اور باغات پیدا
 ہوتے ہیں پس اگر بارشوں سے زمین پر صرف پانی ہی کی بارش ہو ا کرتی تو پانی پہاڑوں کی چوٹیوں سے قبل اسکے گرنے
 خزانے چشموں اور دریاؤں کے جاری کرنے کے لیے کافی مقدار پانی جمع کرنے پاتے سارا پانی سرعت کے ساتھ بہہ جاتا
 اور نہ کہ پانی کو تو گویا اونچے مکان سے دشمنی ہے کہ فوراً وہاں سے چلے تیا ہے اسکے علاوہ اور بہتری چیزیں کائنات
 میں شامل ہیں جن کے بیان میں جلدیں کی جلدیں تصنیف ہوئی ہیں -

فلسفہ اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم روشنی کا بیان کریں کیونکہ جب وہ اسی فضا میں پہنچتی ہے
 تو کائنات جو ہم اس کا ذکر کر سکتے ہیں - ہم دیکھتے ہیں کہ اس میں نہایت ہی عجیب و غریب قوانین قدرت پائے جاتے
 ہیں جسکے لیے ایک جدا علم بن گیا - یہ خاصیتیں جیسے کہ اسکا منعکس ہونا اسکا شعل ہونا کر سات رنگوں میں تبدیل ہونا

روشنی کی کثرت و کمیت کا بیان
 روشنی کی کثرت و کمیت کا بیان
 روشنی کی کثرت و کمیت کا بیان
 روشنی کی کثرت و کمیت کا بیان

وغیر میں باوجود اسکے اسیں جو امانت اور نباتات کے بہتر سے فائدے سے موجود ہیں ان کا اُس سے نمو ہوتا ہے صحت قائم کرتی ہے روشنی سے بہتر سے زہریلے حشرات الارض مر جاتے ہیں بذریعہ روشنی ہی کے شفاء نظر آتی ہیں محیط اُس کے مینا زوائے ہیں پھر باوجودیکہ وہ روشنی آنکھ کے سامنے خود ظاہر ہے اور دوسری چیزوں کو ظاہر کرتی ہے لیکن آپ لوگوں پر اسکی حقیقت محض ہی رہی کچھ تہ نہ لگا اُسکے بیان کرنے میں آپ لوگوں نے عجیب خط چمایا ہے چنانچہ آپ لوگوں میں سے سب بڑے مشہور فلاسفر کا یہ قول ہے کہ بہت چھوٹے چھوٹے ذرے ہوتے ہیں جو کہ روشن جسم سے چاروں طرف پھیلتے ہیں اور آپ ہی لوگوں میں سے اُسکے بعد والے فلاسفروں نے واضح دلیلوں سے اُس کے قول کی تردید کر دی اور اساتذہ کا قائل ہو گئے کہ روشنی کی حقیقت ایتر کہ مادہ کے اجزاء کی لہر ہے جو کہ عالم میں پھیلا ہوا ہے یعنی اُن کے نزدیک روشنی انہیں اجزاء کی حرکت کو کہتے ہیں۔ اور زمانہ حال میں آپ لوگوں نے عام طور پر اسی تفسیر پر بہرہ ور ہو کر کیا ہے اور اسی بنیاد پر بڑے بڑے قصر کر کے کہتے ہیں اور بہتر سے مسائل کا اسی کو مبنیٰ قرار دیا ہے۔

کوئی قائل اس موقع پر کہہ سکتا ہے کہ ان ایترک اجزاء کی عجیب حالت ہے بلور کی کئی ٹاکھ موٹی چادر کو تو اُن کی حرکت توڑ کر نکل جاتی ہے لیکن جب اسکے کیسٹرون ایک تیلی نہ شکلا یا ہی کی نگاہ بچائے تو وہ حرکت اُسکو پہاڑ کر پار نہیں جاسکتی گویا ہمالیہ کا کوہی سلسلہ جائے ہو گیا کیا وجہ ہے کہ اس نازک اور پتلی سی تہ کو تو نہ پہاڑ سکے اور بلور کی اسقدر دلدار اور سخت تھنے کو چھانڈ کر نکل جائے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اس رنگے بالطبع اُس کی حرکت کو باطل کر دیا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہاں بیشک اگر پیدا کرنے سے تو یہ ہو سکتا ہے اس سے کوئی امر مان نہیں ہو سکتا لیکن ہم تو آپسے اپنی تفسیر کے موافق اسکی عقلی وجہ پوچھتے ہیں ہمارے لئے تو ایسے موافق بیان کیجئے کہ اس حرکت کو کیونکر اتنے دبیر اور سخت تھنے کو توڑ کر نکل جانے کی قوت حاصل ہو گئی اور وہ اسقدر پتلی اور نازک تہ کو توڑنے سے کیوں عاجز رہی۔ اگر آپ کہیں کہ یہ رنگ روشنی کو چھو سکتا ہے تو ہم آپسے دریافت کریں گے کہ رنگ کے روشنی کو چھو سنے کے ذمہ کبکی حقیقت ذرات کی حرکت ہے (میں نے کیا ابھر ذرا عنایت کر کے واضح عبارت میں بیان تو کر دیکھے جسکو عقل قبول کر لے علاوہ میں آپ ہی لوگوں میں سے بعض صفاتوں نے کچھ تیل ایجا دیکئے ہیں کہ جب وہ چند منٹ آفتاب کی روشنی میں رکھ دیئے جائیں تو تمام رات تاریکی میں روشن رہتے ہیں پس جو آپسے روشنی کی تفسیر بیان کی ہے اُسکے موافق اگر آپ کہیں کہ یہ حرکت جو تیل سے تاریکی میں اٹھتی رہتی ہے روشنی کے انکاس کے باعث ہے تو ہم آپسے دریافت کر سکتے ہیں کہ یہ حرکت تیل سے کیونکر برابر پیدا ہوتی رہی حالانکہ اصلی حرکت جو آفتاب سے اٹھتی تھی اُس سے منقطع ہو گئی اور چند ساعتوں ہی میں اُس سے جدا ہو چکی اور یہ امر قدرتی قانون انکاس کے بالکل خلاف ہے اور اگر میں بیجا کہہ رہا ہوں تو آپ بیان کر دیجئے بعد اس بحث کے بھی ہم یقیناً آپکی تفسیر کو غلط نہیں سمجھ سکتے بلکہ ممکن ہے کہ صحیح ہو اور یہ بھی خدا کی مخلوقات اور اسکے تحت تصرف میں داخل ہو لیکن ہمارا صرف مقصود یہ ہے کہ آپ لوگوں کو اس امر سے آگاہ کر دیں کہ وہ چیز جسکو آپ زیادہ سے زیادہ یقینی مانتے ہیں وہ بھی لاجیکل (منطقی) طور پر قطعی اور یقینی نہیں ہے اب اس تمام گفتگو نے سابق کے بعد ہم آیتہ الفصلا پوچھتے ہیں کہ جسے کائنات جو کی ہر شے کو اسکی خاصیت کے ساتھ خاص کر دیا اور اُن میں نہایت

کامل صنعت اور پورے ایجاد کے ساتھ منافع مستحکم کئے کہ جن سے زمین کو اُسکی موت کے بعد زندہ کر دیا اُس کو شادابی بخشی۔ اُن کو اُس کے سُگان کے منو کا باعث قرار دیا اُنھوں کے نزدیک دیکھنے کی چیزوں کے ظہور کا اُن کو ذریعہِ طبع تو کیا یہ کہنا ممکن ہے کہ وہ شے اس اجزاء کی حرکت یا اتفاقی امر یا ضرورت۔ یا اس کے علاوہ اور محل اور بے معنی الفاظ جبکی تفسیر بالکل بے تہ ہوتی ہے قرار پاسکتے ہیں یا وہ اسلئے وجہ کا علم رکھنے والا۔ پورا واقف۔ صاحب ارادہ ذی قدرت (خدا) ہے؟۔

اب آئیے ہم اپنی توجہ کو زمین کی طرف مائل کریں اور اُسکی جادوی۔ بناتی اور حیوانی کائنات اور ان امور کی جانب جھکوں اسکا جغرافیہ طبعی جادوی ہے نظر کریں۔

ہم سمندر کو دیکھتے ہیں جسکی مساحت کی مقدار سطح زمین کے چار حصوں میں سے تین حصوں تک پہنچتی ہے یعنی جسکا رقبہ ایک کروڑ چوبیس لاکھ۔ اکیتر ہزار دو سو میل مربع ہے اور وہی آبی مخلوق کے گروہ کا مسکن ہے اور دیائی جواہر کے پیدا ہونے کی جگہ ہے عام ہے کہ وہ خدا کے کام میں آئیں یا دوا کے یا آرائش کے۔ اور وہ سب چیزیں بھی اُس میں پائی جاتی ہیں خوشکی میں موجود ہیں جیسے پھاڑ۔ وادی سخت و نرم زمین۔ ٹیلے۔ ریگستان پہاڑیاں۔ سنگلخ زمین۔ ترائی۔ باغات۔ رنگ برنگ درخت۔ چھوٹے بڑے حیوانات جن میں منو ہوتا ہے اور اپنے اجناس۔ انواع اور اصناف کے موافق خاص خاص مقامات میں رہتے ہیں۔ اور سمندر میں بڑے عمیق موضع ہیں کہ جنہیں سے سب سے عمیق موقع کا واقعی طور پر تہ نہ لگ سکا اور تحقیقی طور پر آپ لوگ نہ دریافت کر سکے غایت درجہ جہاں آپ لوگوں کی رسائی ہوئی اُس کے موافق اُس کی نویل تک کی گہرائی قیاس کی جاتی ہے پھر اُسکا بھی کوئی قرار نہیں اور سمندر کے عجائبات میں سے مد و جزر سطحی اور زیریں اوبال۔ پہاڑوں کی برابر لہریں۔ برت کے پہاڑ جو قطب شمالی کے نزدیک تر رہتے ہیں۔ اور اُسکا کنارہ اپن جہیں بڑی حکمت ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو اسکا پانی ضرور متعفن ہو جاتا اور زراعت اور چاند ہلاک ہو جاتے۔ اور وہ انسان کے لیے ایسا مسخر ہونے والا ہے کہ لوگ اُس کی سطح پر سفر کرتے ہیں۔ اُس میں غوطہ لگاتے ہیں۔ اور اُس میں بڑے بڑے۔ استوں اور مختلف ہواؤں کا آمینیں سنا کر ناچتا ہے۔

پھر ہم خشکی پر نظر ڈالتے ہیں اور اُن اشیاء کو دیکھتے ہیں جو کہ اُس میں پائی جاتی ہیں تو سب سے پہلے ہماری نظر پہاڑوں پر جاتی ہے کیونکہ پانی کے وہی مخزن ہیں جس سے کہ نباتات اور حیوانات کو سیرابی ہوتی ہے اُنہیں میں طہور و وحش کا ایک بہت بڑا حصہ پناہ گزین ہوتا ہے۔ اُنہیں میں بڑے بڑے مضبوط اور نہایت ہی باند و زنجت اُگتے ہیں جو کہ عمارتوں میں لگانے اور جلانے کے کام آتے ہیں۔ وہی آباد سبز مینیوں کے لیے گرم اور سرد ہواؤں سے بڑے محافظ ہیں بعض کا منظر نہایت خوش آئند معلوم ہوتا ہے طرح طرح کی نباتات اور رنگ برنگ گل بوٹوں سے مزین نظر آتے ہیں اُن میں سے بعض ایسے پہاڑ بھی ہوتے ہیں جہاں برگ و بار کا نام و نشان ہی نہیں ہاں کی مٹی بھی بارش کے باعث سے باقی نہیں رہی صرف بڑے پتروں کے چٹان رگتے ہیں جسکی شکل بڑی بڑی تصویروں کے ڈھانچوں سے جن کا کہ گوشت علیحدہ کر لیا گیا ہو

زمین ساگر و دریا کی طرح
بہت ہے۔

سمندر کا ارداس سے
خدا کی عظمت و بزرگوں کا حال

پہاڑوں کا چھوٹا سا دور
قدرت خدا کا تھا۔

کچھ جلتی جاتی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

اس قسم کے پتھر سکالوں اور قلعوں کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں بعض آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔

دوسرے مرتبہ میں زمین کا وہ حصہ ہے جو شیب میں واقع ہے وہاں ایک ایک حصہ میں درخت اگتے ہیں قیمتی مٹھ کے پھول و پھل دستیاب ہوتے ہیں۔ دلوں کو خوشی اور سرور دینے ہوتا ہے باوجود اسکے ان میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو دنیا کی بہشت کہا جاسکتا ہے جس میں جہاں دیکھو وہاں گنجان سایہ اور شیریں چشمتے دکھائی پڑتے ہیں۔

باغات پھولوں سے آراستہ ہیں۔ درخت بار بار مورہے ہیں۔ نہریں بلندی سے پستی کی جانب اترتی چلی آ رہی ہیں۔ ان کے گرد اگر عجیب و غریب آوازیں سمع ہو رہی ہیں کہیں پہل کی صفر کانوں کو بھی معلوم ہوتی ہے کہیں سے قمریوں کی کوکو کی صدا آ رہی ہے کی طرف ہرن اپنی بولی بولتے ہیں کہیں خنگی کیو تر آواز چڑاؤ کے ساتھ غوغا کرتے سنائی دیتے ہیں غرض ایسی ایسی چیزیں ہیں جن سے دلکو خوشی اور آمیزش کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض پھاڑ تو گویا جہنم

ہی ہیں کہ جہاں سوائے ناگوار موت کے اور کچھ بھی نہیں کہیں بوسیدہ ٹھیاں پڑی ہوئی نظر آتی ہیں جیسے کہ وہ مقام جو جادو کے قریب وادی موت کے نام سے مشہور ہے جس کے اندر کی زمین بالکل صفا چٹ پڑی ہے

جہاں کہ کسی نبات یا جاندار کا نشان نہیں اور اس میں تپش اور گرمی اس قدر ہے کہ بالکل جلائے دیتی ہے اسبوجہ سے اس میں جہاں کوئی پرندہ آترایا جاندار گیا یا کسی وحشی جانور نے وہاں در اقامت کیا فوراً ہی اس کو غمیر موت نے دبا دیا اور اس کا کام تمام کر دیا چنانچہ اس میں جا بجا بڑے بڑے جانوروں اور کپڑوں کی پڑائی ٹھیاں

پڑی مٹی ہیں اور وہاں کے ایک قسم کے زہریلے درخت کا اشیر بھجا جاتا ہے جس کے سوانا نباتات کی قسم سے وہاں کچھ نہیں ہوتا لیکن جو بات آپ لوگوں کے نزدیک صحیح بھی جاتی ہے اسکے موافق اسکا سبب یہ ہے کہ وہ آتش فشاں پھاڑ کے بالکل قریب واقع ہے اسوجہ سے وہ اپنے منافذ سے زائد مقدار کی زہریلی ہوائ نکالتا ہے جس سے جاندار مر جاتے ہیں اور نباتات خشک ہو جاتی ہیں۔ اب بتلانیے کہ ان مقامات میں سے کتنے بعض کو گو یا جنت اور بعض کو جہنم بنا دیا گیا

ذرات مادہ کی حرکت ہو سکتی ہے یا وہ صاحب ارادہ اور اسلئے درجہ کا علم رکھنے والا جسکو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس شے میں جو خاصیت چاہے پیدا کرے (یعنی خدا) ہے۔ بیشک وہ انتہا درجہ کا فاضل کار اور صاحب حکمت ہے۔

تیسرا مرتبہ کہو اور غاروں کا ہے جہیں کہ حیوانات پناہ گزین ہوتے ہیں اور جگہ ذریعے پھاڑ اپنے اندر سے بخارات نکالتے ہیں۔ عجائبات میں سے کچھ امر ہے کہ بعض غار گرمیوں میں تو اتنے سرد ہوتے ہیں کہ ان کے اندر کاپانی جم جاتا ہے اور جاڑوں میں خوب گرم رہتے ہیں پس بہت سے حیوانات کہ جو جاڑوں کی سردی نہیں برداشت کر سکتے اس میں پناہ لیتے ہیں۔ خدا نے لطیف و خیر کی پاکی کا کیا کتنا ہے! اور ان میں سے بعض موت کے

غار میں کہ جہاں ان میں کوئی جاندار گیا اور فوراً مر گیا کہ ان غاروں میں آتش فشاں پھاڑوں کی سانپیں نکلتی ہیں

بعض پھاڑوں میں آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔

بعض پھاڑوں میں آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔

بعض پھاڑوں میں آتش فشاں پھاڑ ہوتے ہیں جن سے راکھ اور جلی ہوئی چیزیں نکلتی رہتی ہیں اس کے تمام اطراف تاریکی کے وقت ان سے روشن ہو جاتے ہیں اس طرح بعض کسی قسم کے ہوتے ہیں اور بعض کسی قسم کے جو کہ انسان کو حیرت میں ڈالتے ہیں۔

کہ جو اب سمجھ گئے ہیں اور اُن کی نہ ہر جگہ رہ گئی ہے جسکی وجہ سے جہاں کسی جاندار نے اُن کا تنفس کیا اور وہ مر۔
پس بعض غار بن کر قلعہ کے محافظ ہیں اور بعض باعث موت ہیں اُس فاعل مختار کی عجیب شان ہے جو چاہتا ہے وہ
پیدا کرتا ہے +

جو تکھم تر بہ زمین نرم کا ہے اُس میں غالب مادہ ایسا ہوتا ہے جس سے نباتات کا قیام ہے جو کہ حیوانات
کی غذا بننے کی صلاحیت رکھتی ہے پھر اُس کی مٹی مختلف قسم کی ہوتی ہے اُن میں سے ہر قسم ایک خاص قسم
نباتات کے مناسب ہوتی ہے پس اگر کسی مٹی ایک ہی طرح کی ہو اگر تئی تو نباتات کی بہت سی اقسام کی پیدائش
میں نقصان آجاتا اور اُس کی بہتیر سی قسمیں ہلکو دستیاب نہ ہو سکتیں کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مٹی نہ تو بہت سخت ہی ہے
اور نہ بہت نرم متوسط درجہ رکھتی ہے +

پس اگر تجھ کی طرح سخت ہوتی تو اُس میں ان چیزوں کی صلاحیت نہ پائی جاتی اور اگر بالکل ہی نرم ہوتی تو حیوانات
کے قدم اُس میں دھنس جایا کرتے اور اُس میں وہ چل نہ سکتے اور نہ اُن کے رہنے کے قابل ہوتی۔ پس بتلایئے کہ
پتھروں کو کسے استعد سختی کے ساتھ مخصوص کر دیا کہ وہ تعمیر کے کام میں آسکیں اور اُس کے سوا اور زمین کو
نہ بہت سخت ہی بنایا اور نہ بہت نرم جس سے حیوانات کی غذا کی زراعت کے قابل ہو سکے۔

کیا اس کا بنانا والا صاحب حکمت۔ تمام چیزوں کی خبر رکھنے والے۔ نوی تدبیر اور اسے درجہ کے علم رکھنے والے
(خدا) کے سوا اور بھی کوئی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں +

ہم کائنات زمین میں سے معاون کو دیکھتے ہیں کہ اُن کے اندر مختلف خواص اور جدا جدا انواع و اصفان کی
اشیا پیدا ہوتی ہیں جو کہ باوجود مختلف ہونے کے زمین کے باشندوں کے لیے بہت ہی نافع ثابت ہوتی
ہیں کیونکہ اُن میں سے کوئی جامد ہے کوئی سیال کوئی سخت ہے کوئی نرم کسی میں چوٹ کھا کر بڑھنے کی صلاحیت
ہوتی ہے کسی میں نہیں کسی میں پھٹنے کی قابلیت پائی جاتی ہے اور کسی میں یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ کوئی بہاری ہے
کوئی ملکی۔ رنگوں کے اعتبار سے کوئی زرد ہے۔ کوئی سفید کوئی سُرخ ہے اور کوئی سیاہ اسی طرح بہت سی اقسام
پائے جاتے ہیں۔ پھر اُن سے آدمیوں کو بھیا نفع پھونچتا مختلف قسم کے آلات طیار کئے جاتے ہیں جو اکل شرب
وغیرہ کی ضرورتوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ ہتھیار بنتے ہیں مکانات کی تعمیر میں صرف ہوتے ہیں غرض کہ
فلاحیت (جو تھے) زراعت (بولنے) اور ادویہ سب ہی میں متعل ہوتے ہیں +

اور چونکہ لوگ سب زیادہ مفید ہوتا ہے اور زمین میں بالکل ہی پوشیدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ لوہے کی
معدن کی طرح کوئی معدن اتنی پوشیدہ نہیں ہوتی جیسا کہ کتب معاون میں جو ہے۔ اس کے قرآن شریف میں لہیکا بتخصیص
لوہ کے خدا نے اُسے پیدا کر لیا اور نیز اس امر کا احسان قیام ہے کہ باوجود اس قدر مخفی ہونے کے اُس کے
دریافت کرنے کے طریقے مقرر کیے اور اُن کی ہدایت کی چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ لا یخفی لوہے کو آسمان

وَأَن لَّنَا لَعَلِّدٌ فَبَدَّ جَامِسٌ مِّنْ مَّوْجِبَاتٍ لِّلنَّاسِ إِلَّا يَدْرِي ۝۱۲

نہ زمین کا بیان نہیں ملتا
کیا نباتات پیدا ہوتی ہیں

معدن کا بیان اور مفاد
نہایت کا ظاہر ہے

اُس میں بڑی قوت اور لوگوں کے منافع موجود ہیں اس کے سوا خدا نے کسی اور معدن کی نسبت ایسا ذکر نہیں کیا۔
لوہے کے ہم عجیب و غریب خواص دیکھتے ہیں۔ ٹنکی یقینی وجہ اور علت بیان کرنے سے ہماری عقلیں بالکل ساجز ہیں
بلکہ زیادہ سے زیادہ جہاں تک ہم اپنی بحث کو اُس کی نسبت گفتگو کرنے میں پھونچا سکے وہ اس قدر ہے کہ ہم یہ کہہ
چکے ہو کہ اس کی خاصیت ہی یہی ہے اور کوئی وجہ نہیں بنا سکتے اور اگر آپ کہیں کہ ہم لوگ تو اس کے قائل
نہیں ہیں بلکہ کہو تو بلاشبہ اُس کی یقینی علت پر واقفیت حاصل ہے تو ہم آپ سے کہتے ہیں کہ اچھا اسی مفناطیس
کو لیجئے جو معدنیات میں عجیب چیز ہے اُس میں لوہے فولاد۔ اور مفناطیس کے کشش کرنے کی قوت ہوتی
ہے آپ لوگ اس کشش کی وجہ اُس کے ذرات بلیط کی حرکت اور اُن کی اوضاع کی خاصیت بتلا سکتے ہیں۔
اب میں کہتا ہوں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اگرچہ ممکن ہے کہ یہی واقعی وجہ ہو لیکن آپ نے یہ وجہ بالکل بے پتہ
بیان کی جس سے عقل کو تسکین نہیں ہو سکتی خصوصاً جبکہ ہمارے آئندہ کے سوالات اُس پر دار ہوں۔
اول سوال یہ ہے کہ ذرات کی حرکت اور اُن کی وضع کا جرت نہی نتیجہ کیوں ہوا کہ وہ اشیاء مذکورہ ہی کشش کر
اسکی وجہ سے اُس میں بقیہ معادن مثل سولے تا یہ وغیرہ کے کشش کرنیکی قوت کیوں نہ پیدا ہو گئی۔ اس کی
کوئی صحیح وجہ صاف طور پر بیان تو کیجئے۔

دوسرا یہ کہ اس کا سبب کیا کہ مفناطیس جب کسی لوہے کی سلانج سے ملتا ہے اور اسکو کشش کرتا ہے تو وہ ہمیں
بھی بغیر اس کے کہ مفناطیس کی قوت میں کچھ گئی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبکہ مفناطیس اس
سلانج سے متصل رہتا ہے مفناطیس ہی کی طرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی
بجہ خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ لیکن جب کسی فولادی سلانج سے مفناطیس لگایا
جاتا ہے تو اُس سلانج میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مفناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے
جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اس طرح جب فولادی سلانج مفناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس
کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان
تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلانج میں بعض مفناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونوں
کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی
سلانج میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر محض ہی بہر میں لوٹ آئے اور فولادی سلانج میں اسی طرح رہ گئے یا اس کے
علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں
بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت
آجاتی ہے اور مفناطیس لگے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ مفناطیس قطعہ کے دونوں سروں کشش کی قوت ہائی جاتی
ہے اور جوں جوں اُس کے وسط کے قریب ہوتے جاتے یہ قوت کم ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ ٹنک وسط میں

دوسری خاصیت یہ ہے کہ مفناطیس کی قوت میں کچھ گئی ہو کشش کی خاصیت پیدا کر دیتا ہے اسوجہ سے جبکہ مفناطیس اس سلانج سے متصل رہتا ہے مفناطیس ہی کی طرح وہ بھی کشش کرتی ہے۔ اور جہاں اُس سے الگ ہوا اور لوہے کی بجہ خاصیت گئی اس حالت کو آپ عارضی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ لیکن جب کسی فولادی سلانج سے مفناطیس لگایا جاتا ہے تو اُس سلانج میں کشش کرنے کی ایسی خاصیت آجاتی ہے کہ مفناطیس اُس سے الگ بھی کر لیا جائے جب بھی وہ خاصیت باقی رہتی ہے۔ اس طرح جب فولادی سلانج مفناطیس سے رگڑ دی جائے تو اس میں اس کشش کی استمراری خاصیت آجاتی ہے اور اسکو مصنوعی مفناطیس بننا کہتے ہیں۔ اب آپ صاف طور پر ذرا بیان تو کیجئے کہ لوہے اور فولاد کی سلانج میں بعض مفناطیس کے لگنے سے یہ خاصیت کیسے پیدا ہو جاتی ہے؟ کیا ان دونوں کے ذرات کی وضع بدل گئی چاہے وہ کتنی ہی طویل کیوں نہ ہوں۔ اور جب ایسی ہی بات ہے تو کیا لوہے کی سلانج میں وہ ذرات اپنی اصلی وضع پر محض ہی بہر میں لوٹ آئے اور فولادی سلانج میں اسی طرح رہ گئے یا اس کے علاوہ اور کوئی بات ہے۔ ذرا واضح طور پر لوہے اور فولاد میں یہ فرق ہمیں سمجھا تو دیجئے بلکہ سخت اور نرم لوہے میں بھی تو کوئی چنداں فرق نہیں حالانکہ سخت لوہے کی بھی فولاد ہی کی سی حالت ہے کہ ذرا میں اُس میں یہ خاصیت آجاتی ہے اور مفناطیس لگے جدا ہونے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

یہ قوت ذرا بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور جب اس قطعہ کے ٹھیک بچل بچ سے دو حصے کر دیے جائیں تو اس سر میں بھی جہاں سے اس قطعہ کے ٹکڑے کیے گئے ہیں بہت ہی قوت آجاتی ہے جیسے کہ اصلی سرے میں پیشابیت کے ساتھ اس کی وجہ بیان کیجئے کہ وہ قوت وسط میں ضیعت اور سروں پر اس قدر قوی کیوں تھی اور پھر قطع کرنے کے بعد اس سرے میں جو وسط میں تھا کیونکہ یہ قوت قوی ہو گئی۔ کیا محض قطع کرنے سے اس کے ذرات کی وضع بدل گئی حالانکہ ان کی وضع قوی سے قوی خارجی فاعل سے بھی نہیں بدلی جاسکتی یا کوئی دوسری وجہ ہوئی علاوہ بریں جب لوہے یا فولاد کی سلاح کے سرے پر مقناطیس لگایا جاتا ہے تو اس سلاح میں مقناطیسی قوت آجاتی ہے پس اس سلاح کے دو سرے سر پر پوری قوت کا ہونا ایک لازمی بات ہے اور اس کے وسط میں وہ قوت قریب قریب معدوم ہونے کے ہوتی ہے اب اس موقع پر آپ کیا کہہ سکتے ہیں کیا یہ حرکت اور ذرات کی وضع کا تغیر دونوں بلا وسط میں گزرنے کے دو سرے سر پر بجا چھو پھٹے یا وسط میں گزرتے وقت کمزور ہو گئے تھے اور اس سے متجاوز ہونے کے بعد پھر قوی ہو گئے اگر ایسا ہے تو پھر بتائیے کہ اس قوت کے کمزور ہو جانے کے بعد گیس چیز نے اسے پھر قوی کر دیا۔

چونکہ سوال یہ ہے کہ آپ لوگ بھی قائل ہیں کہ زلزلہ آئینے وقت مقناطیس کی قوت جاذبہ زائل ہو جاتی ہے اور اس کے گزرنے کے بعد پھر اس میں یہ قوت آجاتی ہے چنانچہ اسی بنیاد پر ایک آلہ ایجاد کیا گیا ہے جس سے زلزلہ کی آمد کچھ پیشتر ہی سے دریافت ہو جاتی ہے پس اس سے محفوظ رہنے کا سامان کر لیا جاتا ہے۔ پس اب ذرا زلزلہ کی وقت ذرات کی وضع کے متغیر ہو جانے اور حرکت میں تبدیلی واقع ہونے کا سبب تو بتلائیے اور یہ کہ یہ امر کس طور پر واقع ہوا؟ اور کیوں ہوا؟ میرے خیال میں تو آپ لوگ ان سوالوں کے ثانی جواب دینے پر سرگرم نہیں ہیں بلکہ غایت جہالت تک آپ کی بھینچ ہو سکتی ہے آپ یہی کہیں گے کہ مقناطیس کی خاصیت ہی یہی ہے اور میں آثار ہی ایسے پائے جاتے ہیں۔ اور میں آپ کے کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو بھی جب ان چیزوں کو مشاہدہ کر چکے اور ان کے نزدیک مدلل ہو گیا تو یہی کہتے ہیں کہ بیشک مقناطیس کی یہی خاصیت ہے اور اس میں ایسے ہی آثار پائے جاتے ہیں لیکن وہ آپ کے پوچھیں گے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ کسے مخصوص کر دیا؟ کیا ذرات کی حرکت اس وجہ سے کہ اس سے ان کی وضع میں ایک خاص ترتیب آجاتی ہے اتنے بڑے بڑے کام کرتی ہے؟ جنکی صحیح وجہ جسکو کہ عقل بھی مان لے بیان کرنے سے آپ لوگوں کی عقلیں بالکل عاجز ہیں۔ یا وہ جس نے کہ اس کو ان خاصیتوں کے ساتھ مخصوص کیا اور پھر آثار اس میں سمجھ کر دیئے وہی قدرت اعلیٰ وجہ کا علم رکھنے والا صاحب ارادہ اور حکمت والا (خدا) ہے؟ اب بتائیے ان دونوں باتوں میں کونسی بات ماننے کے قابل ہے؟ ذرات والے انصاف کیجئے حق تو یہ ہے کہ مقناطیس نہایت ہی عجیب شے ہے اور اس کے فائدے بھی بہت خوب اور کامل درجہ کے ہیں کیونکہ مقناطیسی سوئیچے ذریعہ سے بڑے بڑے صحرا اور سمندر و نگوٹے کیا جاتا ہے سفر کر نیوالے خطروں سے محفوظ رہتے ہیں اس لیے کہ یہ سوئی نہایت ہی امانت دار اور سہرا کا کام دیتی ہے۔

اور صاف صاف راہ بتاتی ہے۔ وہ ذات عجیب پاک و عسی شان ہے جسے انسان کو جمادات میں سے اونے معدن کے ٹکڑے سے راہیں دریافت کرنیکی رہنمائی کی ہے

منجملہ کائنات ارض کے ہم نباتات کو دیکھتے ہیں اس نباتی دنیا کے حالات جہیں کہ حیرت انگیز اور عجیب غیر امور بکثرت موجود ہیں اور اسوجہ سے کہ اس میں حکم انتظامات۔ اسرار اور حکمتیں رکھی گئی ہیں نہایت ہی عجیب و غریب ہیں۔ اور اس کے عجائبات میں سے یہ امر ہے کہ زمین۔ پانی اور ہوا کے اجزاء کو اپنے ہی طرح کویتی ہے اور انہیں اپنے طور پر بنا لیتی ہے چنانچہ کہاں تو ان اشیا میں نمود اور حیات کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا پھر دفعہ ہم کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں یہ اشیا بنا کر ترکیب میں داخل ہوئیں اور انہوں نے جسم نامی کی صورت قبول کر لی منو ہونے لگا غذا حاصل کرنے لگیں نباتی حیات کے ساتھ موضوع ہو گئیں وہ وہ خواص انہوں نے حاصل کر لیے جو ان میں اس سے پہلے نہ تھے۔ پھر ہم اس نباتی جسم کو دیکھتے ہیں تو ایک جیسے تو ہم سے ہلارا وہ اور مفقود الادراک پاتے ہیں اور وہ جامد سے بہت ہی مشابہ ہوئی ہے اور جب دوسری حیثیت سے ہم نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ غذا حاصل کرنے کے لیے اس کی جڑیں زمین کے اندر گھس گئی ہیں پس وہ حیوان کی طرح اپنی غذا طلب کرنے کے لیے اگرچہ قدموں پر نہیں چلتی لیکن وہ زمین کے اندر وہاں تک پہنچ جاتی ہے جہاں کہ حیوان نہیں پہنچا کرتا اور ہم اس کی شاخوں کو دیکھتے ہیں کہ بلند ہو جاتی ہیں یا وہ اپنے خار اور پہلوں کے ساتھ آفتاب کی روشنی سے نفع حاصل کرنے کے لیے مرفیع مقامات پر قیام کرتی ہے جیسے کہ حیوانات پھلوں کی تلاش میں درختوں پر چڑھ جاتے ہیں۔

کہاں تو ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ نباتات سوائے اجزاء ارضی۔ پانی اور ہوا کے اور کسی شے سے غذا حاصل نہیں کرتی اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات مضمر سے اپنے دوسروں کو چیرا سنے والی بھی ہوتی ہیں اور ایسی وہ نباتات ہیں جو دوسری نباتات میں لگتی ہیں اور ان کے عرق سے غذا حاصل کرتی ہیں جیسے کہ بعض حیوانات بعض پر بسر کرتے ہیں اور انہیں میں اس نبات کا بھی شمار ہے جس کے پتوں پر ایک قسم کا عرق ہوتا ہے جس پر کہیاں نہایت حرص کے ساتھ کرتی ہیں اور جہاں اس کے کسی پتہ پر کوئی کھجی گری اور فوراً ہی اسے محسوس کیا اور اس کے ساتھ ہی اس کو پس کر ڈر بند ہو گیا پھر جب تک وہ اس کا عرق بالکل چوس نہیں لیتا اس کو نہیں چھوڑتا اور اس وقت چھوڑتا ہے کہ جب وہ مرڈ ہو کر شل چھلکے کے رہ جاتی ہے پس یہ نبات اپنی غذا حیوان سے حاصل کرتی ہے گویا اسے تو نباتی دنیا کا حیوانی دنیا سے انتقام لے لیا کیونکہ حیوان نبات کو کھاتے ہیں۔

اور گو ہمارا یہ خیال ہے کہ نبات کے لیے اس کی جڑوں کا زمین یا دوسرے درخت سے متعلق ہونا جس میں کہ وہ چر کر گھس جائے ضروریات سے ہے لیکن نہیں بعض نبات ہوائی بھی ہوتی ہیں اور چھیلے ہیں ہے کہ جو دوسری چیز و اجزاء متعلق رہتی ہیں زمین میں ان کی جڑ نہیں ہوتی وہ اپنی غذا ہوا ہی سے حاصل کرتی ہیں۔ اور عجیب کی بات یہ ہے کہ ان کے پھول کسی کی ہتھوں میں سے پتہ وادہ۔ شہد کی کھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں اور جب ہوا ان کو حرکت دیتی ہے تو دیکھنے والے کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ درخت پر پروانے چکر لگا رہے ہیں یا شہد کی مکیاں ہیں کہ جو

حیوان کی طرح کھانے کی چیزیں کھاتے ہیں
جیسے کہ ان کی جڑیں زمین میں لگی ہوتی ہیں
اور ان کے پھول کسی کی ہتھوں میں سے پتہ وادہ۔ شہد کی کھی وغیرہ کے مشابہ ہوتے ہیں

حیوان کی طرح کھانے کی چیزیں کھاتے ہیں

حیوان کی طرح کھانے کی چیزیں کھاتے ہیں

پھولوں سے شہد جمع کرتی ہیں۔ دو دوش کر رہی ہیں۔ اور بعض کی کلیاں بھونرے کے مشابہ ہوتی ہیں۔
 اور بعض ایسی بھی ہیں کہ جن کی شکل بالکل انسان کی سی ہوتی ہے۔ اور جبکو سینے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ اگر چہ نانا
 ہوئی میں سے نہ تھی بلکہ اس کا شمار ان نباتات میں تھا جو کہ پانچ طرح زمین میں اگا کرتی ہیں۔ لیکن وہ ایسی نباتات تھیں جسکے
 اوپر ایک پھول لگا ہوا تھا جو کہ زر و چڑیا کی صورت پر تھا اسکے سر آنکھیں چوہے گردن بھی تھی اسکے بازو کتھیر پھیلے ہوئے
 تھے اور قد میں اوپر کو اٹھی ہوئی جیسے کہ مرغ کٹرا ہوا کرتا ہے اور اسکے پیٹ کے نیچے ایک سبخابی رنگ کی شہد کی مکھی
 کی صورت تھی جو کہ اپنے منہ کو اسکے پیٹ پر اس طرح رکھے ہوئے تھی گویا کہ اس میں سے کچھ چوس رہی ہے اسکے بھی
 سر و دونوں آنکھیں موجود تھیں۔ پیٹ پر نقش و نگار بنے ہوئے معلوم ہوتے تھے اور اس چڑیا کی رانوں کی جڑ سے
 اس کے بازو کچکر نکلتے تھے پس گویا کہ وہی اس مکھی کے بازو ٹھہر سکتے تھے اور ہی اس چڑیا کی رانیں اور یہ سب اعضاء
 اس میں بالکل صاف صاف نظر آتے تھے یہ بات نہ تھی کہ ان اعضاء کے ساتھ دیکھنے میں مشابہت ہی مشابہت
 معلوم ہوتی ہو یہ ایا تماشا تھا کہ وہاں سے نظر ہٹتی نہ تھی اور اس کے پیدا کرنے والے کی وحدانیت۔ اسکی قدرت
 اور اس کے استحکام کی کھلی کھلی شہادت دے رہا تھا اور یہ پھول بیروت کے جنگلوں میں سے اس مقام پر پایا جاتا
 ہے جسکو کہ ظہور اشرفیہ کہتے ہیں اور اس اطراف کے بعض لوگ اسے چڑیا کا پھول اور بعض شہد کی مکھی کا پھول بھی
 کہتے ہیں میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو دیکھا ہے کہ حیوانات کی صورت پر اس قسم کے پھولوں کے بننے
 کی عجب دہائی بنا ہی دہیں بناتے ہیں۔ میں ان سے اسی پھول کے بننے کی ایسی وجہ پوچھتا ہوں جس کو عقل
 مان لے۔ میں تو خیال نہیں کر سکتا کہ آپ لوگ اس پر قادر ہوں گے اور نہ میرے خیال میں سوائے اس طرح کے
 اور کبھی عقل کی لکین ہو سکتی ہے کہ اسکے بننے کو ذی قدرت۔ صاحب ارادہ ماعلیٰ درجہ کے علم اور حرکت رکھنے
 والے (مندا) کے فعل کے حامل کیا جائے نہ یہ کہ ذرات مادہ کی حرکت۔ قانون نباتات یا اسی کے مثل اور بے پتہ مٹھوس
 اور انداد ہند باقول کو اس کا مدار قرار دیا جائے۔

پھر خیال کیجئے کہ کہاں تو ہم دیکھتے ہیں کہ بعض نباتات کو کیسی ہی سختی سے کیوں نہ چھو ا جائے لیکن اسے
 ذرا بھی احساس نہیں ہوتا اسی بنا پر ہم حکم لگاتے ہیں کہ نباتات اور حیوان میں جہاں اور فرق ہیں یہ بھی ہے
 کہ حیوان میں تو احساس کرنے کی قوت پائی جاتی ہے اور نباتات میں نہیں لیکن یکایک ہم بعض نباتات کو ذی حس
 بھی پاتے ہیں چنانچہ منجملہ ان کے چھوئی موئی کا درخت ہے کہ جب اسے چھو ا جائے یا حرکت دی جائے تو
 اسکے چھوٹے چھوٹے پتے باہم بجاتے ہیں اور باقی پتے کچکر رہ جاتے ہیں اور کوئی کوئی نباتات حیوان کا شکار
 کرتی ہے چنانچہ ہم اسکا پیلے ذکر کر چکے ہیں کہ جب اس پر مکھی گرتی ہے تو اسے محسوس کر کے پکڑ لیتی ہے اور اس کو
 بالکل چوس جاتی ہے کہاں تو ہمارا یہ خیال ہے کہ نباتات جب تک کہ اسے کوئی خارجی فاعل مثل ہوا یا حیوان کے حرکت
 نہ دے تو وہ حرکت نہیں کرتی لیکن ہم دیکھتے کیا ہیں کہ بعض نباتات بلا کسی ظاہری قہر کے خود بخود بھی حرکت کرتی ہیں
 پس کچھ نباتات خود بخود ایسی حرکتیں کرتی ہیں کہ ان سے ہوا میں ہندسہ کی خروطی شکلیں نکلتی ہیں۔ اور کچھ نباتات چھوٹی

انسانی شکل رکھنے والی
 نباتات
 چھوٹی حرکت رکھنے
 والی نباتات کا قہر
 بیان جس کا مضمون
 ہوا

حاصل اور عقل نباتات

پتوں سے ملکر بنا ہوتا ہے جن میں سے سب سے بڑی پتی بچوں بیچ میں اوپر کو ہوتی ہے اور دو چھوٹی چھوٹی پتیاں اُس کے نیچے دونوں طرف واقع ہوتی ہیں اور وہ دونوں پتیاں جب تک رہتی ہیں اس وقت تک رات و دن گرمی میں جاڑے میں۔ دھوپ میں سایہ میں۔ خواہ آسمان ہویا بارش ہوتی ہو ہر حال میں برابر متحرک رہتی ہیں۔ اُن کی حرکت کبھی رکتی ہی نہیں۔ لگاتار حرکت مستدیر کے ساتھ اُن میں سے ایک اوپر کو اٹھتی ہے اور دوسری نیچے کو جھکتی ہے۔ ان کے خلاف اوپر کی درمیانی پتی سوائے صبح و شام کے اور کسی وقت نہیں حرکت کرتی۔ اور آپ ہی لوگوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے ہند میں گنگ کے کنارہ پر ایک گھاس دیکھی ہے جسکی پتیاں اسطرح ہر منٹ میں ساٹھ حرکتیں کرتی ہیں پس وہ تو ایک زندہ اور بڑھنے والی گٹری ہے جو بندہ ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے رکھنے والے کو اپنے لیے کسی قسم کے صرف کر نیکی تکلیف دیتی ہے ہند کے مشرک اس گھاس کو مقدس سمجھتے ہیں اور اس کی طرف خداوندی قوت کی نسبت بتلاتے ہیں حالانکہ وہ تو اپنے پیدا کر نیوالے کے ربوبیت کے ساتھ متفرد ہونے پر شاکہ ہے۔

بعض نبات کی یہ حالت ہے کہ اُسکا پھول آفتاب کی حرکت کے ساتھ ساتھ حرکت کرتا اور پھرتا جاتا ہے جو کہ ہند میں سورج مکھی کہتے ہیں، وہ ہماری طرف کے شہروں میں بکثرت پایا جاتا ہے لوگ اُسکو فلک اور عایش کھا کرتے ہیں کیونکہ اُسکا مستدیر پھول جمیں کے عجیب و غریب رنگوں کے دائرے پائے جاتے ہیں جو کہ نہایت مضبوطی کے ساتھ بنے ہوتے ہیں وہ چاروں طرف سے ریشوں سے گھرا ہوتا ہے جو کہ مثل ریشمی ڈوروں کے معلوم ہوتے ہیں اُسکے بعض اقسام میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اُسکے بیج میں گٹری کے کانٹے کے مثل ایک شے ہوتی ہے جو قوت آفتاب نکلتا ہے اُسوقت یہ پھول بالکل اُسکے آسنے سے سانسے ہوتا ہے۔ اور جوں جوں آفتاب اپنے مدار پر بلند ہوتا جاتا ہے اتنا ہی پھول بھی اُسی طرف منہ کیے ہوئے اُٹھتا جاتا ہے حتیٰ کہ دوپہر کے وقت پھول سطح نظر آتا ہے اور پھر آفتاب جتنا کہ غروب کے لیے جھکتا جاتا ہے اتنا ہی پھول پھول بھی جھکتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ غروب ہونے کے وقت اُس سے مفارقت ہو جاتی ہے۔ ایسی نادار اشار کے بنائے اور اعلیٰ درجہ کی واقفیت رکھنے والے کی عجب شان ہے اُسکی پاکی کا کیا کہنا ہے۔

پھر نبات کے اقسام میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے تو عقول حیرت میں رہ جاتی ہیں اور وہ اختلاف صاف صاف اہانت کی شہادت دیتا ہے کہ اُسکا پیدا کر نیوالا کوئی فاعل مختار ہے۔ کوئی قدرتی قانون اُسپر حکم نہیں چلا سکتا اور نہ اُس کی قدرت کی کچھ حد معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ محدود ہونے سے اُس کا مضطر اور بے اختیار ہونا ظاہر ہوتا۔

بیان اسکا یہ ہے کہ بعض درختوں کو ہم مستدیر اور بلند دیکھتے ہیں جسکی کوئی حد ہی نہیں جیسے کہ کوہ لبنان اور امریکہ کی بڑی ترانی ایک قسم کا درخت دیکھنے میں آیا ہے اُس درخت کی لبنائی تین سو سے چار سو قدم تک کی ہوتی ہے اور بعض بعض کا قطر تو زمین کے قریب تیرہ قدم تک پایا گیا ہے اور پوست کی موٹائی اٹھارہ قیراط

جانی گٹری پھول کا پتہ
اور اسکی پتیاں ہر منٹ
ساتھ ساتھ حرکت کرتی ہیں
سورج مکھی کا پتہ
۱۳

تک کی ہوتی ہے ان میں سے بعض بعض درخت تو اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ اگر اسکا تنہ اندر سے خالی کر کے ڈال دیا جائے تو اس میں سے سواری اپنے گھڑے کی پشت پر کھڑے ہو کر اس طرح پر نکل سکتا ہے کہ اسکا بدن اُس سے چھوٹے بھی نہ پائے اور اسکا ٹنڈ میں ایک درخت ہے جسکا محیط نوے قدم کا ہے اور اسی نوع کے چھوٹے سے لے کر بڑے درخت سے مقابلہ کر کے اُس کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے اس حساب سے اُس کی عمر پانچ ہزار برس کی معلوم ہوتی ہے اور کالیفورنیا میں ایک صنوبر کا درخت ہے جسکا طول تین سو قدم کا اور محیط انیس قدم کا ہے عمر چھ ہزار برس کی ہے اور ان سب سے عجیب و غریب ایک عظیم کا درخت ہے جو بحر اوقیانوس (اٹلانٹک اوشن) کے جزائر کناریا میں سے ایک میں موجود ہے اسکا تنہ اتنا موٹا ہے کہ اگر دس آدمی ہاتھ پھیلا کر اس طرح کھڑے ہوں کہ ایک کی انگلیوں کے سر وٹے دوسرے کی انگلیوں کے سر سے مل رہیں جب بھی اُسکو گھیر نہیں سکتے قریب چار سو برس کے زمانہ گزرا ہوگا جب تک کہ یہ جزیرہ دریافت ہوا ہے آج تک اس درخت میں نظام کوئی تبدیلی محسوس نہیں ہوئی کیونکہ اس قسم کے درخت کا ثبوت ہی آہستہ آہستہ ہوتا ہے جیسا کہ اس نوع کے چھوٹے چھوٹے درختوں کے مشاہدہ سے معلوم ہوا ہے اس لیے جانے کتنی صدیاں اُسپر گذر چکی ہوں گی۔ اور بعض لوگ تو ان میں سے یہاں تک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو انسان کی پیدائش سے بھی بہت سی صدیوں کے پہلے سے درخت بڑھ رہا ہے۔

نباتات میں سے ہم ایک نہایت ہی چھوٹا عالم بھی دیکھتے ہیں جسکا پتہ بڑیہ خوردبین دماغی کراسکوب کے لگا ہے جیسے کہ کائی جاپانی کی سطح پر تیرتی ہے یا دیواروں وغیرہ پر جم جاتی ہے بڑیہ خوردبین کے دیکھنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے گویا کہ وہ باغ یا مرغزار یا ایک گنجان جنگل ہے جس میں کہ باوجود اسقدر چھوٹے اور بے ہوش ہونے کے پھول اور تخم سب ہی کچھ موجود ہوتا ہے۔ منجملہ اور نباتات کے ہوا میں وہ بھی منتشر ہوتے ہیں دیواروں وغیرہ پر گر پڑتے ہیں۔ پس جب اُسکے موافق زمانہ آتا ہے وہ جم کر پڑھنے لگتے ہیں پھر پھول اور تخم پیدا ہوتے ہیں اگرچہ خالی آنکھوں کو تو محض ایک بنجر یا اسانظر آتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

ہم نباتات میں ایسی صفات دیکھتے ہیں جنکے اعتبار سے وہ ہم ایک دو قسم کے خلاف ہوتی ہیں ان کی اور انکی جو کئی شکلیں مختلف ہوتی ہیں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ بوا اور ذائقہ کے اعتبار سے ان میں نہایت تفاوت پایا جاتا ہے ان کے منافع اور مضرتیں ہتھیار ہیں بھر حال بھی امور جن کے لحاظ سے ان میں باہم فرق کیا جاتا ہے۔ بعض ترسے ہوتے ہیں۔ پھر بعض نباتات کے تنہ دار درخت ہوتے ہیں بعض کی پتلیں پھیلتی ہیں بعض گھاس کی طرح اٹھا کرتے ہیں فصل کے لحاظ سے کوئی گرمی میں ہوتی ہے کوئی چارڑے میں کوئی ریح میں کوئی خریف میں بعض نباتات نرم زمین میں پیدا ہوتی ہے بعض پہاڑوں ہی پر کیسے کیسے فقط بارش کا پانی کافی ہو جاتا ہے کیسے کیسے اور پانی کی بھی ضرورت ہوتی ہے کیسے کیسے ایک ولایت کے ساتھ خصوصیت ہوتی ہے کوئی تمام ولایتوں میں رہ سکتی ہے۔ پتوں کو دیکھئے تو کیسے گول۔ کیسے پتے۔ کیسے نیچے کیسے چوڑے ہوتے ہیں۔ اور باوجودیکہ ان کا رنگ ہر وقتا ہے لیکن ان میں بھی بڑا اختلاف پایا جاتا ہے جتنے کہ ایک

ان نباتات کا بیان مزید
خوردبین کے مشاہدات سے

نے میں اٹھانا پڑتی ہے

اس کی لکڑی

دو کاغذ

نوع کی بنی دوسری نوع کی بنی کے بالکل مشابہ بھی ہی نہیں۔

پھولوں کو لیجئے تو ان میں بھی بڑا اختلاف ہے ان کے رنگ اور شکلوں کے بیان میں بڑا غلط ہو سکتا ہے چنانچہ

گول ہوتا ہے کوئی لہنا کوئی اکبر کوئی دہرا۔ اسی طرح بیشمار شکلیں ہوتی ہیں۔ رنگوں کو دیکھئے تو سفید، سرخ، زرد، نیلگوں، سبز

اور رنگ برنگ کے نقوش سے منقش نظر آتے ہیں پھر کسی میں دوہری رنگ ہیں کسی میں بہت مختلف رنگ

جمع ملتے ہیں۔ ہر ایک کی خوشبو میں تو خاصیت ہی جدا ہوتی ہے کوئی خوشبو نہایت پاکیزہ اور دل خوش کن

ہوتی ہے کوئی نہایت ہی ناگوار کہ جان ہی لیے لیتی ہے خوشبو کے اختلاف کی نسبت اس قدر آگاہ کر دینا کافی معلوم

ہوتا ہے کہ ایک نوع کے پھول کی خوشبو کو دوسرے نوع کی خوشبو کے ساتھ پورے طور سے ہم ملتے ہوئے

پاتے ہی نہیں۔ اور پھولوں میں شکل برنگ۔ بو۔ ذائقہ اور مقدار کے لحاظ سے تو اتنا اختلاف ہے کہ عقل حیران ہوجاتی

ہے چنانچہ بڑے۔ چھوٹے۔ چوڑے۔ پٹے۔ گول۔ کروی۔ جھکے۔ مٹھے۔ نوکدار وغیرہ اقسام کے پائے جاتے ہیں

پھر ان کا رنگ بھی سرخ۔ زرد۔ سفید۔ سیاہ۔ نیلگوں۔ منقش وغیرہ دیکھا جاتا ہے۔ بعض پھلوں میں ایسی پاکیزہ خوشبو

ہوتی ہے کہ وہ نہ تو اس کے پھولوں میں پائی جاتی ہے نہ پتوں میں۔ اور اس کے سروں پر دوسرے قسم کی

اسی کے قریب قریب خوشبو ہوتی ہے۔ ذائقہ کو لیجئے تو شیریں۔ ترش۔ چاشنی دار۔ تلخ۔ اسی طرح

لٹنے ڈالنے ہوتے ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتے۔ پھولوں میں ایک نہایت عجیب بات یہ ہوتی ہے کہ ان کے

چھلکوں میں جو مزہ۔ رنگ اور بو پائی جاتی ہے۔ وہ ان کے گودے میں نہیں ہوتی۔ اور ان میں سے جو ہم

گودہ میں دیکھتے ہیں اس کا پتہ تخم میں نہیں ملتا۔ اور جو تخم میں پایا جاتا ہے وہ درخت کے کامل اجزاء میں

نہیں پایا جاتا بعض پھلوں کے اندر مختلف شکلوں کے بیج طرح طرح کی خوشبو میں مزے اور رنگ پائے

جاتے ہیں۔ بعض بیج سے بالکل خالی ہوتے ہیں۔ پھر کسی پر ایک غلاف چڑا ہوتا ہے کسی پر زیادہ اور کسی پر کچھ

بھی نہیں ہوتا۔ کوئی پھل ہوتا تو چھوٹا ہے لیکن اس کا درخت بہت بڑا ہوتا ہے جیسے کہ انجیر یا برگد بعض پھل

بڑے ہوتے ہیں اور پید ایلوں سے ہوتے ہیں جیسے کہ خرپڑہ۔ بعض دھیندہ بہر میں بار آور ہوتے

ہیں بعض اس سے بھی کم مدت میں۔ بعض کا پھل برسوں کے بعد ملتا ہے بعض کے ریشوں۔

جڑوں۔ پتوں۔ پھول۔ پھل۔ تخم۔ پوست یا عرق سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ بعض کی فقط دوہری چیز

کام میں آتی ہیں۔ بعض کی زیادہ۔ بعض کی کل چسپیزیں بعض کی ٹر مفید ہے اور پھل۔ یا پتہ یا پھول ضرر رسا

بعض کی اس کے خلاف حالت ہے پس ایک ہی نبات میں مرض اور دوا دونوں ہی ملتے پائے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ ہم ایک ہی درخت کو دیکھتے ہیں کہ اس کے ریشہ۔ تنہ۔ پوست۔ پتہ۔ پھول۔ پھل۔ اور تخم۔

میں جدا جدا خاصیتیں موجود ہوتی ہیں پس ایسا آپ ہرگز نہیں پاسکتے کہ ان میں سے ایک خاصیت

دوسری خاصیت پر پوری پوری منطبق ہو جائے۔ پھر باوجود اس قدر اختلافات کے قیاس یہ ہے کہ تمام اقسام کی

نباتات ایک ہی پانی سے سیرجی جاتی ہیں ایک ہی مٹی سے اپنی غذا حاصل کرتی ہیں۔ اور ایک ہی ہوا

یہ ضروریات سے ہے ان کے اعضاء و قسّم پہتے ہیں بعض کا شمار تو اعضاء تک کی ہوتی ہے ان میں یہ رُبط۔ تہ۔ پے۔ اور بعض کا شمار اعضاء میں کیا جاتا ہے جن سے نسل چلتی ہے جیسے کہ بوا جس کے توانی۔ پیل۔ بیج۔ پیرا نہیں توڑے سے اعضاء بسیطہ سے ہزاروں ہی قسم کے نباتات مرکب ہوتے ہیں جن کا شمار اس حساب سے جہاں تک کہ علم نباتات کے بلنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اتنی ہزار اقسام سے کچھ زیادہ ہی ہے انہیں کی بدولت ہمارے پہاڑ۔ ٹیلے۔ ترانیاں۔ باغات سبز نظر آتے ہیں۔ اپنے پہولوں سے یہ نہیں زمینت بخشی ہیں۔ ہمارے خزانوں کو اپنے میوے اور دانوں سے پر کر دیتی ہیں۔ ہمارے جسموں کے لئے پوشش مہیا کرتی ہیں۔ ہمارے گہروں اور کشتیوں کی تعمیر میں صرف ہوتی ہیں۔ ہمارے مریضوں کے علاج کے کام میں آتی ہیں۔ ہماری آگ کو مشتعل کرتی ہیں۔ ہمارے مال و متاع کی حفاظت کرتی ہیں۔ کہاں تک کوئی بیان کرے لکے فوائد تو اس قدر ہیں کہ قلم آگے بڑھ کر ان سے عاجز آکر چلتے چلتے کاغذ پر سر رکھ رکھ دیتا ہے۔ اور زبان کی گویائی مفقود ہوتی جاتی ہے۔

تو کیا ان تمام صورتوں۔ اتنی فروع بنوع کی چیزوں اور پیران پر اس قدر منافع کے مرتب ہونے اور اتنے اسرار ظاہر ہونے کی وجہ باوجودیکہ ان کا اصل مادہ ہی ایک تمام اسباب جو ہر یہ بھی متفق ہیں محض ذرات مادہ کی حرکت قرار پا سکتی ہے اور وہ بھی اندھا دھند ضرورت کے ساتھ یا مجر و اتفاق جو کہ بالکل بے سنے ہے۔ اسکی وجہ پھر سکتا ہے۔ یادہ تو ان قدرت جو کہ نہ تو کچھ جانتے ہی ہیں اور نہ کچھ ارادہ ہی کر سکتے ہیں۔ اس کا باعث کچھ جانتے ہیں؟ یا یہ بات ہے کہ یہ بے شعیا کسی ذی قدرت اور عجیب طور پر پیدا کرنے والے۔ غائب۔ صاحب حکمت۔ اتنے بڑے جاننے والے کے پیدا کرنے سے جس کو کہ جتنی چیزیں ہو چکی ہیں یا جو بننے والی ہیں سب کی خبر سے موجود ہوتی ہیں؟ بے شک یہ سارے عجائب و غرائب بیکار بیکار کے اس بات کی شہادت ہے کہ ہر ضرور عالم کا کوئی بڑا واقف کار خدا اور ذی حکمت بنائے والا ہے جو کچھ وہ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس امر کا ارادہ کرتا ہے کر گزرتا ہے۔

پھر ہر جنہ کہ نباتات کی ہر نوع خداوندی نعمت ہے جس کے ساتھ خالق سبحانہ نے اپنی خلق پر احسان کیا ہے لیکن بعض کا شمار نہایت عظیم نعمتوں میں کیا جاتا ہے۔ اور ان سے خدا کا بڑا احسان ظاہر ہوتا ہے۔ اس قسم کی جتنی چیزیں ہیں گو سب ہی تعجب انگیز ہیں لیکن ان میں سے کسی کسی کا تعجب کے اعتبار سے نہر بہت ہی بڑا ہوا ہے چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ اسکی کچھ تفصیل ذکر کریں۔

پس سنئے کہ نباتی دنیا کی حیرت خیز نعمتوں میں سے روٹی کا درخت ہے جو بحر الکابل (پیسیفک اوشن) کے جزائر میں پایا جاتا ہے انہیں کڑی شکل کے پھل لگتے ہیں جن میں سے چھوٹے سے چھوٹے پھل کا قطر چار قیراط کا اور بڑے سے بڑے کا قطر سات قیراط تک کا ہوتا ہے اس کا وزن چار سو بیس درہم یعنی ایک تہ چار سو سترناشہ کا ہوتا ہے اور ہر سال آٹھ ماہ تک برابر انہیں سے پھل توڑے جاتے ہیں۔ ان جزائر کے لوگ اس قدر تی روٹی پر بسہ کرتے ہیں جیسے کہ ہم لوگ مصنوعی روٹی پر گزر کیا کرتے ہیں ہی ان کی ساری غذا

ف
نباتی دنیا سے خدا
کی صفات کا لہجہ
استعمال

روٹی کا درخت

ہوتی ہے خدا تعالیٰ نے انکے لئے بلا کسی مشقت کے جو ہم کو اپنی رودی کے طیار کرنے میں اٹھانا پڑتی ہے
اسیکو مہیا کر دیا ہے۔ اس درخت سے ان کو اور بہت سے منافع حاصل ہوتے ہیں انکے خوان اس کی لکڑی
کے ہوتے ہیں۔ اس کی چھال سے وہ اپنے کپڑے بناتے ہیں۔ اس کے تنہ کی ان کی ڈونگیاں بنی ہیں
اسی قبیل سے دودھ کا درخت ہے اس کے اقسام میں سے جو قسم ہینا ہینا کہلاتی ہے ہند میں بھی
پائی جاتی ہے اس کے تنہ میں شگاف مہیتے ہیں پھر اس سے بہت عمدہ دودھ گائے کے دودھ سے ذرا
گاڑا نکلتا ہے۔ براول میں ایک درخت ہوتا ہے جس کا نام (ماسا زندو یا) ہے وہ ماہستہ باد میں بہتا
ہے اور اس میں پہل لگتے ہیں جن کا ذائقہ شہد بہت لیموں کا ہوتا ہے۔ اور اس کے تنہ سے
سفید رنگ کا دودھ نکلتا ہے جو مرغوب الطبع اور بکری کے دودھ سے اچھا ہوتا ہے۔ وہاں کے باشندے
اسے بطور غذا کے استعمال کرتے ہیں۔ اور آبی سے اون کو مادہ حیات حاصل ہوتا ہے۔

اسی قبیل سے بالائی کا درخت ہے جو کہ ہند اور افریقہ میں پیدا ہوتا ہے اس میں ایسا پہل لگتا ہے جس
کے اندر کا گودا قوام اور ذائقہ میں بالکل بالائی کی طرح ہوتا ہے گرم ملکوں میں مہینوں برتنوں میں رکھا رہتا
نہ اس کے رنگ میں کچھ فرق آتا ہے اور نہ ذائقہ ہی بگڑتا ہے۔

اسی قبیل سے جوز ہندی یعنی نارہیل کا درخت ہوتا ہے۔ اس میں اتنے منافع پائے جاتے ہیں کہ وہ سب
کسی ایک درخت میں شکل سے ملیں گے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ اس کے پہل سے کپکنے کے قیل
شہاب بنائی جاتی ہے اور کپکنے کے بعد جو اس سے بنتا ہے بالکل دودھ کے مشابہ ہوتا ہے
مثل ترکاری کے اس کے پتے کپتے ہیں۔ اس کے پھول کے عرق سے شکر بنتی ہے اس کی
لکڑی اور اس کے پہل کے چھلکے برتن۔ پیالے۔ کٹھرے طیار جوتے ہیں گہروں میں اس کی لکڑی
کی دھنیاں بھی لگائی جاتی ہیں۔ اس کے پتوں کے ٹاٹ اور سائبان بنے جاتے ہیں۔ اس کی چھال کے
ریشوں سے کپڑے چھلیناں۔ بورے اور سی تیار کئے جاتے ہیں۔ اس کے پھلوں کی گری کا تیل نکلتا ہے
اس کی لکڑی کے برادہ سے گھنے کی روشنائی بنتی ہے۔ اس کے پتوں سے گھنے کا کاغذ بنایا جاتا
ہے۔ کہجور کا درخت بھی کثرت منافع کے لحاظ سے اس سے کچھ نہیں چنانچہ ہم اس کے پہل کو دیکھتے ہیں کہ
کلی سے لے کر گدرا۔ اہ کچا۔ پکا ہوا۔ اور خشک سب طور پر کھایا جاتا ہے وہ میوہ کا میوہ ہے اور غذا کی غذا
ذخیرہ بنا کر رکھنے جب بھی رہ سکتا ہے۔ اس کی لکڑی شاخیں۔ ٹولیاں چھال یہاں تک کہ اس کی گھٹلی ہی
کام میں آتی ہے۔ گھٹلی کو بیس کراونٹوں کو کھلاتے ہیں پس اس منعم حقیقی کی محب پاکذات ہے جو اپنے بندوں کو
عجیب خوب نصیحتیں عنایت کرتا ہوا دیگر طرح کے احسانات کرتا ہوا انواع اقسام کی شہار کے پیدا کوئے پر قادر ہے۔

بنائی دنیا کے بیان میں آخری بات ہم ضرور کہیں گے کہ بلا شک ثلثات کے عجائب حالات کو دیکھ کر
عہ شاید مازیا کہجور کا درخت مراد ہے ۱۱ عہ شہاد ایک دمی مہینہ کام ہے جو کہ قریب قریب اچ کے ہوتا ہے ۱۲

دودھ کا درخت

بالائی کا درخت

موزوںات کے ہاتھ سے طافی ملکی نصیحتیں لکھ کر لائی گئی ہیں

ذی حکمت صاحب علم۔ اور پھر ہی قادر صانع کے وجود پر استدلال کرنے کے سبب سے نیا وہ
 مستحق علم نباتات کے جاننے والے ہیں جنہوں نے جلدیں کی جلدیں اس کے حالات کے بیان
 میں بہرہ دی ہیں آپ انہیں دیکھیں گے کہ اس کے احوال سے بحث کرنے میں ایسے مستشرق ہیں کہ اس کے
 کلمہ کے پھوٹ لکھنے۔ اس کے بڑھنے اور اس کے تمام تغیرات سے جو کہ اس کے بونے کے
 وقت سے لے کر انتہا کو پہنچنے تک اس پر طاری ہوتے ہیں سب سے بحث کرتے ہیں۔
 اس کی نسل کے چلنے اور اس پیدائشی مادے سے باردار ہونے کی کیفیت جو کہ اس میں حیوان
 کی بنی کے قایم مقام ہوتا ہے بیان کرتے ہیں۔

اس کی جڑ۔ شاخوں۔ پتوں۔ اس کے پھل کے غلافوں۔ پہلوں۔ پہلوں۔ اور بیجوں کی سخت
 کی تشبیح کرتے ہیں۔ اور ان سب چیزوں کے اعضاء اور ان انتظامات کو ظاہر کرتے ہیں جو ان میں قائم
 ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے خواص۔ کام۔ منافع۔ تغیرات۔ مدت حیات۔ ان کے انواع کے اختلافات
 کو ذکر کرتے ہیں انکو قطار۔ گروہ۔ انواع۔ اجناس۔ اور افراد وغیرہ کی جانب منقسم کرتے ہیں۔ ان کا باہمی
 فرق ظاہر کرتے ہیں بہر حال یہ ساری باتیں ایسی ہوتی ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور اس کے
 پیدا کرنے والے کی قدرت کی عظمت اور اس کی صورت بنانے والے کی حکمت معلوم ہوتی ہے۔
 پس خدا یعنی پروردگار عالم کی عجب بابرکت ذات ہے۔ علم طبعیات کے جاننے والوں میں سے
 علماء نباتات کی نسبت تو عقل مشکل سے تصدیق کرے گی کہ اس فرقہ میں بھی خدا کے منکر موجود ہیں اور
 کیونکہ یہ وہ لوگ تو نباتی دنیا کے بہت سے تفصیلی حالات دریافت کر چکے ہیں۔ اس کی پیدائش کی
 ایک سے ایک ماریکیاں دیکھ چکے ہیں جن کے لئے کسی ذی قدرت صانع۔ اور کسی صاحب حکمت۔ اعلیٰ درجہ
 کے علم کہنے والے مدبر کی بڑی ضرورت ہے پھر اس کے ایسی ماریکیاں ہو ہی نہیں سکتیں۔

پھر اس زمین کے رہنے والوں میں ہم حیوانی دنیا کو دیکھتے ہیں یہ وہ مصنوع ہے کہ عجیب و غریب ہونے
 کے اعتبار سے جس کا درجہ بہت ہی عالی ہے۔ استحکام اور مضبوطی کے لحاظ سے جس کا مرتبہ بہت ہی بڑھا
 ہوا ہے۔ چنانچہ کہاں تو ہم نے نبات کو دیکھا تھا کہ زمین میں جم کر غذا حاصل کر لے اور پالنے کے ذریعہ
 سے جامدی اودوں کو اس نے اپنے نباتی ساخت کے مثل بنالیا۔ پھر دفعتاً ہم دیکھتے ہیں کہ حیوان اس کو منہ میں
 رکھ گیا اور اس نے اسے اپنے منہ کے آلات کے حوالہ کر دیا۔ اوہوں نے اس کو چا کر پیسا اور اس طرح کچھ ہم
 کیا پھر اس نے اسے اپنے لعاب ہن کے ساتھ ملا ڈالا تاکہ کسی قدر اور منہ میں چل ہو جائے اس کے بعد
 اس نے نکل کر اپنے معدہ اور معار میں پہنچایا وہاں پہنچ کر حرارت اور باضم عروق کے باعث سے وہ بالکل
 منہضم ہو گیا اور اس سے ایک غذائی یا پرورش کنندہ مادہ جدا ہوا اور پھر وہ کام وہاں ہونے لگے جن
 سے عقل کو حیرت سی ہو گئی اس کے بعد یہ پرورش کن مادہ معدہ اور معار سے اور اعضاء کی طرف چلا

منہ
 علم نباتات کا بیان
 حیوانی منہ و درجہ
 سے خود ذی حکمت
 وقت پر استدلال

اور ان اعضاء کے فعل کیوجہ سے طرح طرح پر صورت بدلتا رہا آخر کار وہ خون بنگیا پہر اپنے دوران کی وجہ سے صاف ہو کر بدن حیوان کے حصوں پر منقسم ہونا شروع ہوا اور ہر عضو کی ساخت میں اس کے ذرے بدل مایہ تبدیل بننے کے لئے داخل ہونے لگے۔ اس میں سے ایک حصہ حیوان کی منی اور اس کے تخم کی شکل میں بھی تبدیل ہو گیا پہر محل قرار پانے کے بعد اس کی خون بستہ کی شکل ہوئی پہر گوشت کا تہ بننا اور اس میں مختلف شکلیں اور صورتیں پیدا ہونے لگیں۔ اس کے اعضاء میں بنو ہوا اور ہر ایک اپنا اپنا کام دیکھنے لگا یہاں تک کہ وہ مکمل ہو کر اسی حیوان کے مثل ہو گیا جس کے بدن کے اندر یہ سارے تغیرات ہوتے رہے تھے اور اس میں حیوانی حیات بھی جو باعث حس ہے حلو کی چکی پہر تو وہ اپنی اصل کے موافق قوت سامعہ - باصرہ - شامہ - ذائقہ - اور لاسہ رکھنے والا حیوان بن گیا اس کے بعد وہ وقت آتا ہے کہ جدا ہوتا ہے اور اپنی نوع کے موافق اپنی روزی حاصل کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے اس سے اپنی زندگی بسر کرنے کی تدبیر کے لئے جس قدر اور اک کی ضرورت ہوتی ہے اس قدر اس میں قوت اور اک بھی بڑھتی جاتی ہے اور کبھی یہ قوت اس قدر ترقی کرتی ہے کہ وہ حیوان اس کی بدولت مائل - عالم حکیم اور مدق بن جاتا ہے ہر شے میں اپنی عقل دوڑاتا ہے اور کائنات عالم میں سے بہترین چیزوں میں تصرف کرنے لگتا ہے وہ باعظمت پیدا کرنے والا بڑا بابرکت ہے جو اس مخلوق کو مٹی اور پانی سے پیدا کرتا ہے اور یہ عجیب الخلق مخلوق باد جو دیکہ نبات کے ساتھ بعض خواص جیسے کہ مٹاؤختا اور والد میں مشارکت کھتی ہے لیکن اس سے اور نبات سے اس بات میں کہ اس میں اور اک اور خواص ظاہری و باطنی سے احساس کرنے کی قوت ہوتی ہے اور نبات میں نہیں امتیاز بھی ہے اور ان سب سے بڑھ کر جو شے اس کے لئے باعث امتیاز واقع ہوتی ہے اس کی عقلی قوت ہے جس کے ذریعہ سے وہ استدلال اور استنباط کر سکتا ہے پہر اس کی مختلف اجناس - انواع - اور اصناف کی جانب تقسیم کی جاتی ہے جن کی صفات میں بہت ہی بڑا تفاوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں سے بعض بہت ہی بڑے ہوتے ہیں جیسے کہ ہاتھی جیسے بڑے ہاتھی کی بلندی بارہ قدم کی ہوتی ہے۔ اور بعض نہایت ہی چھوٹے ہوتے ہیں حتیٰ کہ بلامد و خوردین کے جس کے ذریعہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے جانداروں کی کائنات کا پتہ لگا ہے نظر ہی نہیں آسکتے اس مخفی مخلوقات کا نام نقاعی رکھا گیا ہے کیونکہ سب سے پہلے یہ اس پانی میں دریافت ہوئے تھے جہیں کہ سبز گھاس بھگی رہی تھی اور وہ ہزاروں اور لاکھوں ہی ایک قطرہ پانی میں بلا کسی مزاحمت اور رکاوٹ کے تیرتے رہتے ہیں پھر باد جو کہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں تب بھی ان میں حیات ہوتی ہے تمام حیات کے آلات پائے جاتے ہیں۔ وہ اجناس - انواع اور اصناف پر منقسم ہوتے ہیں۔ ان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں ان کی بعض قسموں میں

عن نقاعی عربی لفظ نقاعہ کی جانب منسوب ہے جس کے معنی خیلانہ کے ہیں ۱۲

انچھوڑات خویش
سے نفرت
تین ان کلیان

فاسفورس کا مادہ پایا جاتا ہے جن میں سے ملے شمار سمندر کے سطح پر جمع ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر چمکتے اور
 روشن ہوتے ہیں جس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا سیلاب اونٹھ رہا ہے وہ سب رات دن جلگتے ہی جلتے
 ہیں کیسبقت سوتے ہی نہیں اور نہ کبھی آپ آنگو حالت سکون میں دیکھ سکتے ہیں ہاں جب وہ اپنی اصل سے پیدا
 ہی نہیں ہوئے تھے اسوقت ساکن ہوں تو ہوں۔ اور علماء علم حیوانات کی بحث و تحقیقات سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے
 کہ ان چھوٹے چھوٹے کیڑوں میں سے سولہ کروڑ کیڑوں کا وزن ابھی ایک دانہ گیہوں کے برابر نہیں پہنچ سکتا اور
 روئے زمین پر جتنے آدمی بستے ہوں گے ان سے شمار میں کہیں زیادہ یہ چھوٹے چھوٹے کیڑے صرف ایک
 قطرہ پانی میں موجود ہوتے ہیں اور ان لوگوں نے دیکھا ہے کہ دواسی دیر میں ہزاروں کے ہزاروں ہی بچے ان میں
 سے ایک ایک کیڑے کے پیدا ہوتے ہیں۔ پھر ان کیڑوں میں قسم قسم کے اعضاء بکثرت پائے جاتے ہیں کہ نہیں
 اپنی غذا حاصل کرنے کی سمجھ ہوتی ہے انہیں اتنا تیز ہوتا ہے کہ نافع چیز کی طرف مائل ہوں اور ضرر رساں سے
 بھاگیں اور اس قدر ہوشیاری ان میں پائی جاتی ہے کہ وہ خطروں سے بچتے ہیں ایک دوسرے سے ٹکراتے نہیں
 اور نہ کوئی کسی سے مزاحمت کرتا ہے۔ ہزاروں۔ لاکھوں۔ کروڑوں ہی ایک قطرہ پانی میں تیار کرتے ہیں جیسا کہ ہم
 پیشتر بیان کر چکے ہیں وہ بڑی تیزی سے حرکت کرتے ہیں وہ یہاں تک چھوٹے ہوتے ہیں کہ بعضوں کے قول
 کے اعتبار سے ان میں سے ایک نوع ایسی ہوتی ہے کہ جنہیں سے ایک کیڑا اگر دیکھا جائے تو وہ ایک بال کے
 حجم کے دو ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے کسی طرح زیادہ نہیں بڑھ سکتا۔ اور اس پر بھی ہر ایک میں اوسکی
 زندگی کے قائم رکھنے کے لئے کافی اعضاء موجود ہوتے ہیں پس وہ ذی قدرت پیدا کرنے والا بڑا ہی مابرکت ہے۔
 اور حیوانات میں سے بعض کی عمر بہت ہی بڑی ہوتی ہے اور بعض کی بہت تھوڑی اس طرح پر انکی عمروں میں
 اختلاف پایا جاتا ہے اور ان میں سے ہر ایک کو ایک مدت کے ساتھ خصوصیت پائی جاتی ہے کہ عقل اس کے
 لئے اسی خاص مدت کے ہونے کی کوئی قطعی وجہ نہیں بتلا سکتی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بے سینگ کے جانوروں
 کی عمر سینگ والے جانوروں سے زیادہ ہوتی ہے اسی طرح جو ارباب جانور بودے جانوروں سے زیادہ مدت تک
 زندہ رہتے ہیں۔ پانی۔ اور خشکی کے جانور ہوائی جانوروں سے زیادہ عمر والے ہوتے ہیں لیکن گدہ۔ کرگس۔ بٹھے
 اور کوئے اتنے ہی دن زندہ رہتے ہیں جتنے دن کہ انسان۔ اور یہ بات تو مشہور ہے کہ ایک قسم کا کرگس ہوتا ہے
 جو دو سو برس تک۔ کچھ اودو سو بیس برس تک۔ ہاتھی سو برس سے زائد زندہ رہتا ہے اور خشکی میں رہنے والا اور
 آبی مینڈک ان جانوروں سے جو تکے برابر ہوتے ہیں زیادہ دن تک جیتا ہے اور کسی نے تو ایک مینڈک
 کی چھپیس سال تک نگہداشت کی تھی اور اس میں ضعیفی کی کوئی علامت بھی ظاہر نہیں ہوئی۔ گھوڑا غالباً تیس سال
 تک زندہ رہتا ہے اور اونچا تک تو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ کوئی گھوڑا ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہو۔ بکری
 کی اوسط عمر پندرہ برس کی اور کتے کی اوسط عمر بیس برس کی ہوتی ہے اسی طرح کیا چھوٹے اور کیا بڑے
 ہر جانور کی ایک خاص عمر ہوتی ہے اور ان کی عمر کی دلائی اور کوتاہی کو سکس اور طریقہ گزران پر یا جسم بڑے اور چھوٹے

جانوروں کی عمروں کے
 اختلاف اور قیادہ
 جس کی نشاندہی

ہونے پر یا اسکے علاوہ کسی اور شے پر موقوف نہیں ہوتی جیسا کہ میں نے دیکھا ہے۔ پس اب ضروری ہے کہ کوئی شخص پایا جائے جو ان میں سے ہر ایک کو ایک عمر کے ساتھ خاص کر دے اور وہ ان کا پیدا کرنے والا ہی ہو سکتا ہے جس نے انکو عدم سے وجود کی طرف نکالا اور پہلے ہی سے انکی تخصیص کر دی۔ وہ چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اُس کا حکم کر دیتا ہے۔ حیوانات میں سے بعض ہوا میں زندگی بسر کرتے ہیں بعض پانی میں رہتے ہیں بعض سطح زمین پر بعض دونوں میں ہر کوئی اپنے دو پیروں پر چلتا ہے اور اُسکے دونوں ہاتھ غذا کے تناول کرنے اور کام کاج کرنے کے آلات ہوتے ہیں بادہ اسکے دونوں ہاتھ قرار پاتے ہیں جنکے ذریعہ سے وہ ہوا پر اڑ سکتا ہے۔ بعض کے چلنے کے لئے چار پیروں ہوتے ہیں اور بعض کے اس سے بھی زیادہ کئی کئی دہائیوں تک فوت پہنچ جاتی ہے جیسے کہ مکنگھورا۔ اور بعض اپنے پیٹ کے بل ان چھلکوں کے ذریعہ سے جو اس پر لگے ہوتے ہیں چلتے ہیں۔ درختوں اور دیواروں پر چڑھ جاتے ہیں جیسے کہ سانپ۔ بعض اپنی غذا کو اپنے ہاتھوں سے لیتے ہیں۔ بعض اپنے منہ سے۔ بعض جو چمکے۔ بعض ناک سے جیسے کہ ہاتھی۔ بعض اپنی زبان سے لیتے ہیں جیسے کہ گرگٹ۔ وہ اپنی لمبی زبان میں ایک سدا راہہ نکا کر نکالتا ہے۔ اس طرح وہ کبھی وغیرہ کو ہراسے پکڑ لیتا ہے۔ بعض حیوانات کے شکم کے اندر ہی بیضہ ٹوٹ کر بچہ نکل آتا ہے اور وہ وہیں تمام تکلیف بھی ہو جاتا ہے۔ اسکے بعد پیدا ہوتا ہے جیسا کہ اکثر دودھ پلانے والے حیوانات کا حال ہے اور بعض انڈے دیتے ہیں انڈے کے اندر بچہ کی غذا وغیرہ کا پورا سامان مہیا رہتا ہے اور اسکے اندر اس کی خلقت کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ حالت پرندوں بعض سانپوں اور چھپکلی کی دیکھی جاتی ہے۔ بعض کی یہ حالت ہے کہ جب تک نر کی نسی ہواسے محفوظ رکھ کر شکم میں نہ پہنچنے تک حل قرار ہی نہیں پاسکتا کیونکہ ہواسے لگنے سے انہیں خرابی آجاتی ہے۔ بعض کی یہ کیفیت ہے کہ جب مادہ اپنے بیضہ کو اپنے جسم سے نکال کر باہر ڈالتی ہے اسکے بعد نر اپنی نسی کو اس پر گرا دیتا ہے اور اس طرح بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں میں دیکھا گیا ہے کیونکہ انکی نسی پانی یا ہواسے خراب نہیں ہوتی۔ بعض حیوانات اپنے بچوں کو اپنے دو یا زیادہ پستانوں سے دودھ پلاتے ہیں جس کو ان کا پیدا کرنے والا اس میں مہیا کر دیتا ہے۔ بعض اپنے بچوں کو دانہ بہراتے ہیں جیسے کہ گبوتر۔ بعض اپنے بچوں کو اپنے ساتھ لئے پھرتے ہیں اور ان کی غذا انکو بتلاتے ہیں جیسے کہ مرغی۔ بعض حیوانات میں نر اور مادہ دونوں شریک ہو کر بچہ کی پرورش کرتے ہیں اور یہ اسوقت ہو کرتا ہے جبکہ بچے ابتدائے پیدائش میں چلنے پر قادر نہیں ہوتے جیسے کہ چڑھیوں۔ کبوتروں اور ان میں دیکھا جاتا ہے کیونکہ صرف ایک ہی کا بچہ کی پرورش میں مشغول ہونا اور اپنی روزی بھی تلاش کرنا اُسکے لئے اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف کا باعث ہوگا اور بعض کی صرف مادہ ہی اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے اور یہ اسوقت ہوتا ہے جبکہ بچے اپنی ماں کے ساتھ چلنے پھرنے پر قادر ہوتے ہیں جیسے کہ مرغی اور کچھ۔ بعض اپنے بچوں کے لئے عجیب کیفیت کا کھانا بنا کر ان غواہ درختوں میں کہو دریا میں یا کسی اور طور پر بعض اپنے بچوں کو اپنی پیٹ پر لادے لادے پھرتے ہیں جیسے کہ ایک جانور امریکا میں ہوتا ہے جو

جو چیتوں کا شکار کرتا ہے۔ بعض لپے بچوں کو ایک تیلی میں لئے پھرتے ہیں جو کہ اُن کے پیٹ کے پاک ہوتے سے غذا تلاش کرنے کے وقت اوسمیں سے نکلنے میں اور سونے کے وقت پہراوسی میں رکھ لیتے ہیں وہ اسٹریلیا میں ایک قسم کا جانور ہوتا ہے بعض کے فضلہ اور بیضہ کے نکلنے کا ایک ہی راستہ ہوتا ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی بعض حیوانات کے جفتی کہانے کا ایک وقت معین ہوتا ہے بعض کی جفتی کا کوئی وقت معین نہیں ہوتا بعض جفتی کے وقت مادہ کے اوپر آجاتے ہیں بعض اپنی مادہ کی دم سے دم ملا کر جفتی کہاتے ہیں بعض اپنی مادہ کے پہلو سے پہلو ملا کر رگڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ اندھے دیدیتی ہے اور اُنکے اوپر زراپنی منی کو گرا دیتا ہے۔ اس طرح پر بچہ بنتا ہے جیسے کہ بعض مچھلیوں کا حال ہے۔ بعض کے اندوں کے نفوش اُن کے رنگوں کے مشابہ ہونے میں جیسے کہ چکور اور بعض ہندی مرغیاں کیونکہ اُن کے بیضوں میں رنگ برنگ کے خطوط ہوتے ہیں جو کہ اُنکے پروں کے رنگ کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ بعض کے اندھے سفید یا کچی اور رنگ کے ہوتے ہیں جنکو ہلو پر دل کے ساتھ ذرا بھی مشابہت نہیں ہوتی۔ پہر یہ اندھے شکل۔ مقدار۔ اور ہیئت کے اعتبار سے مختلف طرح کے ہوتے ہیں چنانچہ بعض گول ہوتے ہیں بعض لمبے بعض چھوٹے۔ بعض کسی اور طرح کے بعض حیوانات کے ایک ہی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بعض کے زیادہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ اُن کی تعداد نہایت ہی عظیم ہوتی ہے۔ بعض کا بدن پروں سے ڈھکا ہوتا ہے جن کی وجہ سے وہ گرمی اور سردی سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی مضبوط ساخت کے سبب اوس کے اڑنے کے لئے بھی موزوں ہوتے ہیں۔ آئیے ہم کسی طائر کے دونوں بازوؤں کے پروں کو دیکھیں چونکہ پروں کے لئے یہ ضروری امر ہے کہ وہ اڑنے میں اُنکے بدن کے اٹھانے کے لئے کافی مقدار پھیلیں۔ اسلئے آگے کے دبیز پر پوے بنائے گئے ہیں تاکہ اڑنے میں ہلکے معلوم ہوں۔ لیکن باوجودیکہ وہ پوے ہوتے ہیں۔ اُن کا مادہ ایسا مضبوط اور لوچدار ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ صدات کے متحمل ہو سکتے ہیں اور آسانی سے ٹھٹھے نہیں اور ان میں سے پچھلے پر ایک نہایت ہلکے گودے کے مثل مادہ سے بھرے ہوتے ہیں۔ جن کا اٹھانا کوئی گراں نہیں گذرتا۔ یہ عجیب حیرت انگیز انتظام کیا گیا ہے۔ جس کو دیکھ کر عقل اس کے بنانے والے کی حکمت کا یقین کر لیتی ہے۔ علاوہ بریں ایک جانور ایسا بھی ہوتا ہے جسکے باوجودیکہ پر نہیں ہوتے لیکن اُسے بھی اڑنے کی قوت غایت ہوتی ہے اس جانور کے بدن پر روئیں ہوتے ہیں اور اس کے دونوں بازو تیلی جھتی کے بنے ہوتے ہیں جس سے کہ وہ اڑا کرتا ہے۔ تمام پرندوں کے خلاف اوس میں یہ بات بھی سمجھی گئی ہے کہ اس کے بجائے بچہ پنچ کے منہ ہوتا ہے جس میں دانت موجود ہوتے ہیں اور اوس کے دونوں بازوؤں پر سہیلیاں بھی لگی ہوتی ہیں اس جانور کا نام چگا ڈر ہے جس میں کہ وہ وہ پلانے ملے جانوروں کے خواص پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ اوس کو اُنکے ساتھ شکل اور منی کے اعتبار سے مشابہت حاصل ہوتی ہے انہیں کی

طرح بچہ دیتا ہے دودھ پلاتا ہے اور اُسے فرق اس بات میں ہے کہ وہ اور پرندوں کی طرح ہوا میں اڑتا ہے۔ وہ ذرا
 نہایت ہمارے اور اُسے مثل ہے جس پر اُس کی مصنوعات کے بارہ میں کوئی قانون حکومت نہیں کر سکتا اور اُس کی
 قدرت عمل کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے ساتھ محدود ہو سکتی ہے تاکہ اُسے ایسی کی پابندی کرنا پڑتی اور
 وہ ایسی مخالفت کرنے پر قادر نہ ہو سکتا بلکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور اپنی مخلوقات کو جس طور پر ارادہ کرتا ہے بنا دیتا
 ہے حیوانات میں سے کسی کا بدن اُسے چھپا ہوا ہے کسی کا بالوں سے۔ کسی کا رُوس سے۔ کسی کا ہڈی
 سے جیسے کہ کچھوا۔ کسی کا چہلکوں سے اور کسی کہاں پر کچھ نہیں تاحصاف نظر آتی ہے۔ بہر حیوانات کی شکل
 اور ہیئت میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اُس سے عقل و نگ ہو کر رہ جاتی ہے۔ چنانچہ بعض لمبے ہوتے ہیں بعض
 گولائی لئے ہوئے۔ بعض کی شکل نصف کرہ کی سی ہوتی ہے۔ بعض کے لمبے لمبے ہوتے ہیں اور کچھ
 جیسے کہ ڈر آؤ۔ بعض کی شکل اس کے خلاف ہوتی ہے۔ جیسے کہ خرگوش۔ بعض کی گردن چھوٹی ہے۔ بعض
 کی لمبی یہاں تک کہ کسی کی گردن اتنی لمبی ہوتی ہے کہ وہ رسی کی طرح اپنی گردن کو لپیٹ لیتا ہے
 اس قسم کا طرابلس کے اطراف میں ایک پرند پایا جاتا ہے جو عصفور سے ذرا بڑا ہوتا ہے بعض کے دوہی
 آنکھیں ہوتی ہیں بعض کے بہت زیادہ جیسے کہ بعض بعض مکڑیوں میں پائی جاتی ہیں۔ بعض کے دم ہوتے ہیں
 بعض کے چھتی۔ بعض کے کان لمبے ہوتے ہیں۔ بعض کے گول۔ بہر حیوانات میں سے بعض کے سم
 ہوتے ہیں۔ بعض کے کھڑ۔ بعض کے خف جیسے کہ اونٹ کے۔ بعض کے قدم۔ بعض کے پنجے
 بعض حیوانات میں اوچھڑی دیکھی جاتی ہے تاکہ بناتی غذا جس کی زیادہ مقدار میں ضرورت پڑتی ہے اُس میں
 پرورش کے لئے کافی طور پر رہ سکے یہ بات نبات خور جانوروں میں ہوا کرتی ہے اور بعض کے فقط معدہ ہی ہوتا
 ہے کیونکہ اُن کی حیوانی غذا اُن کی پرورش کے لئے بہت تھوڑی مقدار میں کافی ہو جاتی ہے۔ بعض حیوانات
 کے ایسے دانت ہوتے ہیں جن سے وہ گوشت کو جو کہ اُن کی غذا ہوتی ہے پارہ پارہ کر سکیں بعض
 کے دانت اپنی غذا یعنی نباتات کے چبانے کے لائق ہوتے ہیں۔ بہر دانتوں کی ساخت کو ملاحظہ
 کیجئے خصوصاً انسان میں اور جس ترتیب سے کہ وہ رکھے گئے ہیں اور سکودیکھنے سے اہل نظر کو تو
 ایک حیرت سی ہو جاتی ہے چنانچہ کاٹنے والے دانت منہ میں سامنے کور رکھے گئے ہیں جو اپنی تیزی کی
 وجہ سے اُن چیزوں کو جنکے کہ کاٹنے کی ضرورت پڑا کرتی ہے بخوبی کاٹ سکتے ہیں اسکے پاس ہی کھڑا
 کچلیاں ہوتی ہیں جو توڑنے اور ریزہ ریزہ کرنے کے لئے نہایت موزوں ہیں چنانچہ اُن کی شکل ہی کہے
 دیتی ہے کیونکہ وہ بالکل کداری کے مثل ہوتے ہیں اور اُسے ملی ہوئی دانتوں میں واقع ہوتی ہیں جو کہ نظر سے
 عہ ذرا فہم اول و تشدید ثانی و فاد نزد بعضے بفتح اول حیوانیت کہ اشتہر گاد و پلنگ نام دارد چہ گردش بگردن
 شتر ماند و شمش بہ گاد و رنگش بہ پلنگ و دمش بدم آہو و دندان خرد و دست دراز و ہر دو پائے

پوشیدہ رہتی ہیں اور اس وضع کی بنائی گئی ہیں جن سے باریک کرنے اور پینے کا بخوبی کام نکل سکے
پس اب دیکھئے کہ اگر ان کی یہ ترتیب بدل دی جاتی تو ان میں منہ میں سامنے کو ہوتیں اور کاشتے والے دانت
پچھلے کو تو غذا کے کھانے میں کسی وقت پڑتی اور منہ بھی عجیب بر صورت نظر آتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کا
بنانے والا بڑی حکمت اور علم اور جہ کی واقفیت رکھنے والا (خدا) بے مثل ہے۔ اس میں ذرا بھی نقص
پہر اگر حیوانات کے آلات کے اختلاف پر نظر ڈالئے تو عقل حیرت میں جاتی ہے۔ چنانچہ ستبجہ - دانت -
سینگ - سوئڈ - ڈنک - زہر قاتل اور نہایت ہی ناگوار ہوا جیسے کہ ظربان میں دیکھی جاتی ہے پاسے
گئے ہیں۔ پہر حیوانات کے غذا حاصل کرنے کے مختلف طریقوں اور تدبیروں کو اگر دیکھا جائے تو
سمجھنے والے کو عجیب حیرت ہوتی ہے چنانچہ بعض تو اپنے بدن سے ایک ادہ نکالتے ہیں اور اس کو جال
کے مثل بنا کر کبھی وغیرہ کے پہانے کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح پر اس کا شکار کر لیتے ہیں جیسے
کہ مکشی۔ بعض باؤں پر گڑھا کہو در اس کے نیچے چھپ رہتے ہیں۔ اور جب ان کے شکار کے اقسام
میں سے کوئی جانور اس میں گر پڑتا ہے تو وہ فوراً شکار کر لیتے ہیں۔ اور جب اس میں کوئی ایسی چیز
گر پڑتی ہے جو ان کی غذا کے قابل نہیں تو اس کو عجیب طرح کی حرکات سے گڑھے کے انکال دیتے ہیں
اس قسم کا ایک چھوٹا جانور ہوتا ہے جو ریت میں پایا جاتا ہے اس کو بعض لوگ اسد النمل کہتے ہیں بعض
اکہی کے مثل چھوٹے چھوٹے جانوروں کو جو ہوا میں اڑا کرتے ہیں چھٹ لیتے ہیں جیسے کہ انابل
بعض اپنی غذا تک رسائی حاصل کرنے کے لئے زمین کہو دتے ہیں بعض درخت پر چڑھ جاتے ہیں بعض پانی میں غوطہ کھاتے
ہیں۔ بعض میدانوں میں چکر لگاتے ہیں۔ بعض اپنے شکار کے سکن کے در پر کھڑے رہتے ہیں اور ایسی سخت
باد بو اور ہوا نکالتے ہیں جس سے کہ وہ مر جاتا ہے پھر اسے کھا لیتے ہیں جیسے کہ ظربان کا گوہ کے ساتھ حال ہے
پہر حیوانات کی غذا کے اختلافات کھائے اور جمع کرنے کی کیفیت کو دیکھئے تو نہایت ہی عجیب و غریب معلوم ہوتی
ہے چنانچہ بعض خود آٹھ لاتے ہیں بعض پتھر۔ بعض گھٹ بعض کیر کو کھڑو کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتے ہیں بعض کی غذا انتہائی
نفیس ہوتی ہے۔ بعض کو نہایت ہی خراب گندی اور ناپاک غذا اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے کہ سورج
اپنی غذا کو بو نہیں نکال جاتے ہیں۔ بعض چباتے ہیں بعض اپنی خوراک کو جمع کر کے نہیں رکھتے بعض
چاروں کے لئے اپنی غذا اگر میوں میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر جمع ہی عجیب تدبیر کے ساتھ کرتے ہیں جیسے
کہ شہر کی کبھی اور چوٹی کا حال ہے۔ چوٹی کی تو یہ کیفیت ہے کہ جب اس کی ذخیرہ کردہ اشیاء کو زمین
کی رطوبت کا اثر پہونچ جاتا ہے تو وہ اسے آفتاب کی روشنی میں لکال لاتی ہے یہاں تک
کہ اس کی رطوبت خشک ہو جاتی ہے وہ واد میں سوراخ کر دیتی ہے تاکہ رطوبت کے باعث
سے جم کر وہ آگ نہ آئے اور بعض بعض وادوں میں کئی کئی سوراخ کر دیتی ہے کیونکہ اس سے

اتنا اور اک حاصل ہے کہ ایک آدھ سوراخ انہیں اُگنے سے روک نہیں سکتا جیسے کہ بٹنے کا حال ہے۔ پس وہ پیدا کرنے والا بڑا ہی بے مثل ہے۔ جس نے یہ امر کہنے کی طرح پہچان دیا۔ پہلوؤں کے رنگوں کے اختلاف نظر کو مٹے ہی چھپے معلوم ہوتے ہیں اور ادا اپنے عقل حیرت میں رہ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سفید سرخ۔ زرد۔ نیلگوں۔ سیاہ۔ اور رنگ برنگ کے نقوش سے نقش دیکھ جاتے ہیں۔ پھر اگر ہم ایک فن کو سمجھنے میں کہ آئینے تمام افراد ایک ہی رنگ یا ایک قسم کے نقش رکھنے کے لحاظ سے ہر فرد جو ہے اس جیسے کواچکار اور محضو کی ایک مختلف اقسام تو وہ دوسری نوع کو کیا دیکھتے ہیں کہ رنگوں یا نقوش کے لحاظ سے اس کے افراد مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ گھوڑا اور مرغی۔ بعض کے نقوش ایک ہی کیفیت پر نظام کے ساتھ واقع ہوتے ہیں جیسے کہ چیتے اور طاؤس کا حال ہے بعض کی یہ کیفیت نہیں ہوتی جیسے مرغی کیوڑا مرغی میں دیکھا جاتا ہے کہتے ہیں ایک بات سے دوسری بات پیدا ہو رہی جاتی ہے۔

چنانچہ اے اہل سائنس میں نے آپ ہی لوگوں میں سے بعض لوگوں کو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ یوں بیان کی ہے کہ وہ گذشتہ زمانہ میں عرصہ تک درختوں کے سایہ میں بیٹھا کرتا تھا اور شاخوں میں سے گزرتا تھا۔ آفتاب کی شعاعیں اس پر پڑا کرتی تھیں اس لیے اس کی جلد پر اس طرح کے نقش چھنے لگے۔ چھپا ہوا ہے کہ یہ محض صاحب اسکی بھی کوئی وجہ بیان کر سکیں گے کہ طاؤس کے پروں پر سنہلی سبز نیلگوں سیاہ سرخی وغیرہ رنگوں کی باقاعدہ شکلیں اور نہایت پائدار لکیریں کیونکر نکلیں۔ اور اسکی کیا وجہ ہوگی کہ مرغی کے ہر فرد کے نقش و نگار ایک نئے طرز کے نظر آتے ہیں۔ جسکی نظیر اسی نوع کے بکثرت افراد کی دیکھ بہاں سے ہی مشکل سے ملے گی۔

اسی طرح اور بہت سی چیزیں ہیں۔ اس شخص نے جو چیتے کی جلد کے نقش ہونے کی وجہ بیان کی ہے میں یقینی طور پر تو نہیں کہہ سکتا کہ غلط ہے کیونکہ شاید خدا تعالیٰ نے اسی سبب سے اس میں یہ رنگ پیدا کر دیا ہو جیسے کہ اس کی عادت ہی جاری ہو گئی ہے کہ وہ کسباب پر سببات کو مرتب کر دیتا ہے لیکن میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تمام امور کو محض طبعی ہی نہ قرار دے لیا جائے اور پھر انکے لئے واپسی تباہی و جہنم تراشی جائیں بلکہ ہر علت کو خالق سبحانہ کے فعل کی طرف راجع کرنا چاہئے ورنہ پھر میں ان سب کی وجہیں پوچھتے پوچھتے ناک میں دم کر دوں گا اور آپ لوگوں کو اپنے عجز کا اقرار کرنا پڑے گا پھر میں کہتا ہوں کہ حیوان کے عجائبات میں سے اسکی آواز اور صورت کا مختلف ہونا ہے چنانچہ بعض کی آواز تو ایسی طرب انگیز ہوتی ہے جس کو سنکر دل بہرگنا ہے۔ اور بعض کی ایسی ناگوار آواز ہوتی ہے جسکے سننے سے معلوم ہوتا ہے کہ کان بہرے ہوئے جاتے ہیں۔ بعض اسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ ان پر نظر پڑے ہی جم کر رہ جاتی ہے۔ سننے کا نام کیا نہیں لیتی جیسے کہ طاؤس۔ تیرافہ۔ اور بعض بعض مرغ۔ اور چرچ پوچھتے تو نوع انسان میں سے جو حسین ہیں وہ ان سب سے خوبصورت اور خوشنما ہیں بے نظر ہوتے ہیں کیونکہ یہاں تو یہ کیفیت ہوتی ہے کہ نظر سے

نہایت عجیب و غریب
نکلتا ہے

اور مقصود اُس سے یہ ہوتا ہے کہ عقلیں متنبہ ہو جائیں اور لوگوں کے افہام کو چرلکا دیا جائے کہ یہ سمجھ لو کہ عالم کا بنانے والا فاعل مختار ہے اُسے کوئی شے ماجر نہیں کر سکتی اور نہ اُس کے کامل علم سے کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ بات چھپی رہ سکتی ہے۔ وہ تمام اُن عجایب و اوتوں سے جنہیں جاہل لوگ بکا کرتے ہیں۔ بالکل پاک اور صبر آئے۔

پھر حیوان کی جو چیز دیکھئے اُس کی عجیب و غریب ترکیب۔ اُس کے ظاہر ہی اور باطنی حواس اور اعضا کی ساخت پر عضو کا ایک خاص فعل۔ اُس کے بناوٹ کے اختلافات۔ اُن کی باریکیاں اور پھر اُن کا بے شمار فوائد و مصلحتوں پر مشتمل ہونا جو بالکل حکمت پر مبنی معلوم ہوتے ہیں۔ المحقر یہ سب ایسے امور ہیں جن سے عقل کو ایک حیرت سی ہو جاتی ہے۔ انہام حیران و پریشان رہ جاتے ہیں اور ہر عاقل کو یہ بات واضح طور پر معلوم ہونے لگتی ہے کہ اس عالم کا مقرر کوئی ایسا بنانے والا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم رکھنے والا مدبر و مدبوس حکمت اور صاحب قدرت ہے جو چاہتا ہے کر سکتا ہے اور جس خیر کا ارادہ کرتا ہے اُسے ایجاد کر دیتا ہے۔

اب میں چاہتا ہوں کہ اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر کروں جن پر کہ علم تشریح اور علم فزیالوجی جاننے والوں کو آگاہی ہوئی ہے جن کا کام یہ ہے کہ اعضاء حیوانات کی حقیقت۔ ان کی ساخت۔ ان کے افعال۔ اور ان کے فوائد و اغراض سے بحث کریں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب تمام حیوانات خصوصاً انسان کے حواس خمسہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ مضبوطی اور استحکام کے اعلیٰ درجوں پر پہنچے ہوئے ہیں جس میں قطع پر کہ وہ موجود ہیں اُسکے اعتبار سے وہ سراسر حکمتوں اور کئی کئی فائدوں پر مشتمل معلوم ہوتے ہیں کسی طرح سمجھ میں نہیں آ سکتا کہ وہ اتفاقی طور پر یا علی وجہ الضرورت بن گئے ہوں۔ بلکہ وہ اس امر کی شہادت دے رہے ہیں کہ جس نے حیوانات کو وہ حواس دئے ہیں اُسے اپنی مخلوقات پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

چنانچہ بصر ایک قوت ہے جو آنکھ کے ایک مجموعہ پٹھے میں رکھی ہوئی ہے اور وہ دماغ سے جا کر لگایا ہے تاکہ جو چیزیں پہنچی جائیں اُن کی صورت وہاں تک پہنچا دے اور پھر نفس اُن کا ادراک کرے۔ پھر آنکھ کو دیکھنے کے واسطے وہ اس بات کا آلہ ہے جس میں روشنی کے ذریعہ سے صورتیں مرتسم ہوں وہ تمام آلات بصری سے مضبوطی اور صحیح ہونے میں زیادہ مکمل ہے کیونکہ وہ غلطیاں جو تمام آلات بصری میں واقع ہوا کرتی ہیں انہیں نہایت ندرت اور شکل سے وقع ہو سکتی ہیں کسی چیز کے صاف طور پر دیکھنے کے واسطے جو جانے کا فیصلہ خود اسی سے ہوتا ہے وہ اُس ڈھری کے جوت میں رکھا ہوتا ہے جس کو حلقہ چشم کہتے ہیں۔ اُس کی ترکیب میں تین طبقے اور تین رطوبتیں شامل ہیں لیکن رباط۔ وریدا اور شریان کی رنگیں مچھلی اور مچھلی جن کی اُسکو ضرورت ہے وہ ان کے

علامہ ہیں۔

آب طبقات کا حال سنئے پہلے کا نام صلبہ ہے وہ ایک لچک دار مضبوط اور دھندلا پردہ ہے جسکے آریار

ف
یابی اضربانی
یعنی فاضل علی
افعال الاعضار
لواقی خاص فاضل
کرمی شکر ایچ
خاوندی گشت اور
قدرت پرستار ۱۳

ف
مصدر از اسکے خطبات
ورطحات و غزوات
تشریح اور مدنی
کے مؤرخ ۱۲

روشنی نہیں جاسکتی اور نہ اس کے ادھر کوئی چیز نظر آسکتی ہے۔ وہ باقی طاقوں اور ساری رطوبتوں پر اسلئے محیط ہوتا ہے تاکہ وہ محفوظ رہیں ان کی اوضاع اور ترتیب کے نظام کی حفاظت ہوتی رہے ہاں اس کے آگے کے حصہ میں ایک شفاف قطعہ ہوا کرتا ہے جس کی شکل اس اعتبار سے کہ وہ باہر سے محراب اور اندر سے مقعر ہوتا ہے بالکل گہری کے شبیہ کی جی ہوتی ہے اور وہ اس پردہ میں اسی طرح اترتا ہوا ہوتا ہے جس طرح کہ گہری کا شبیہ پتیل کی چوڑی میں اترتا ہوتا ہے اس قطعہ کا نام قرینہ ہے۔

دوسرے طبقہ کا نام شبیمہ ہے۔ وہ سیاہ رنگ کا غل کی طرح نرم پردہ ہوتا ہے جس پر روشنی کے پیرچہ میں رہتا ہے۔ تیسرے طبقہ کا نام شبکہ کہلاتا ہے۔ اس کی ساخت آنکھ کے اُس پتے کے پیل ہلکے سے حاصل ہوتی ہے جو کہ دل سے نکلتا آنکھ کے پیلے حصے میں داخل ہوتا ہے اب رطوبتوں کو لیے پیل رطوبت کو رطوبت مایہ کہتے ہیں وہ پیل صاف اور شفاف ہوتی ہے اور قرینہ کے ادھر ایک گڑبے میں بہری ہوئی ہوتی ہے اور اس گڑبے کو ادھر ادھر سے ایک پردہ ہوا کرتا ہے جو تاج کے بیچ میں ایک سوراخ پایا جاتا ہے۔ اور اس پردہ کا نام قرینہ ہے اور اس کا رنگ سیاہ یا نیلا یا سیاہ مائل لہری یا کسی اور طرح کا ہوتا ہے اور اس سوراخ کو عربی میں یوربو کہتے ہیں۔ دوسری کا نام رطوبت بلور ہے وہ ایک چمکا دار چمکا اور سو کی طرح دونوں طرف سے محراب جسم ہوتا ہے وہ کناروں کی بہ نسبت بیچ میں زیادہ کثیف ہوتا ہے اور قرینہ کے ادھر کھارہتا ہے۔ تیسری رطوبت رطوبت مزاجیہ کہتے ہیں وہ ایک انڈے کی سفیدی کی طرح شفاف اور سردار جسم ہوتا ہے اور آنکھ کے اندر رطوبت بلور یہ کہے ادھر حقد خالی جگہ بنتی ہے۔ اور سکو ہوتا ہوا شبکیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ پھر جس چیز کو جسم سے کچھ بھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ میں مرسم ہوتی ہیں وہ روشنی ہے جو کہ ان چیزوں پر چھینیں کہ ہم دیکھتے ہیں گرتی ہے۔ اور او نے منعکس ہو کر آنکھوں کے اندر پہنچتی ہے روشنی میں فطرتی طور پر چند قوانین پائے جاتے ہیں جن کی وجہ سے روشنی صورتوں کو نیچا جاتی ہے۔ اور پھر انہیں مرسم کر دیتی ہے۔ لیکن خداوندی حکمت آنکھ کے ترعیب مینے میں مختلف تدبیروں سے کام نہ لیتی تو روشنی کے بعض قوانین کے مقتضا کے موافق ہم پورے طور سے نہ دیکھ سکتے۔ اور دیکھی ہوئی چیزوں کی صورتیں آنکھ پر پیل کے رنجائیں بیان اس کا یہ ہے کہ روشنی جب کسی کثیف اور گہرے جسم پر گرتی ہے تو اس سے منعکس ہو جاتی ہے اور اس کی صورت مقابل کی شے پر مرسم کر دیتی ہے خصوصاً جبکہ وہ مقابل کا جسم جلا کردہ بھی ہو لیکن روشنی جب خطوط مستقیمہ میں حرکت کر کے مقابل کے جسم تک پہنچتی ہے تو صورت کو اس پر غیر واضح طور پر مرسم کرتی ہے کیونکہ روشنی کی شعاعیں جس قدر زیادہ ہوتی جاتی ہیں اور سقدر وہ پہنچتی جاتی ہیں اور خطوط شعاعیہ میں اتنی ہی دوری بڑھتی جاتی ہے اسلئے مقابل کے جلا کردہ جسم پر اسکی صورت کے واضح طور پر مرسم کرنے کے لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ خطوط شعاعیہ وہاں تک پہنچنے کے وقت مجتمع رہیں پھر یہ سمجھئے کہ یہ فوری خطوط امتیوزت مجتمع ہوتے ہیں جبکہ کسی مسور کی شکل کے شفاف جسم سے گزریں یعنی مسور کی طرح اسکی دونوں جانب محراب اور

نے اس بات کا انتظام کیا اور رطوبت مائیتہ کے نیچے پردہ قرعہ کو رکھ دیا جس کے وسط میں حلقہ کے مثل ایک سورخ پایا جاتا ہے جس کو عربی اصطلاح میں بوبو کہتے ہیں اور اس کے وسیع اور تنگ ہونے کو ان عضلات کے سبب سے جتنے ساتھ یہ پردہ لگا ہوا ہے دیکھنے والے کے ارادہ کے تحت میں کر دیا ہے تاکہ دیکھنے والا اس قدر میں سمجھو کہ رطوبت مائیتہ سے نفوذ کرتا ہے جس مقدار کی ضرورت ہو داخل کر سکے چنانچہ جب نور کم ہو تو اسے وسیع کر لے اور پہلے تاکہ کافی مقدار نور کی داخل ہو سکے اور جب نور بکثرت پایا جائے تو وہ اسے تنگ کر لے تاکہ صورت پر آگندہ نہ ہونے پائے پہر اطراف قرعہ کا رنگ کبھی سیاہ ہوتا ہے کبھی نیلگوں کبھی سیاہ مائل بسرخی یا اس کے علاوہ ہر حال وہ ایسا ہوا کرتا ہے جو نور کے نافذ ہونے کو روکے اور اس کو جذب کر کے خفیہ بنائے تاکہ وہ فوری خطوط جو بوبو کے گرد اطراف قرعہ پر واقع ہوں وہ نفوذ نہ کر سکیں کیونکہ اگر وہ اطراف شبکیہ تک پہنچ جائیں گے تو صورت پریشان ہو جائیگی جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں پہر یہ خطوط رطوبت بلوریہ میں سے جسکی دونوں جانب محذب ہوتی ہیں نفوذ کرتے ہیں اسکی وجہ سے ہی ان میں پہلے سے اور زیادہ اجتماع آجاتا ہے خصوصاً وسط میں کیونکہ بلوریہ کا وسط اس کے اطراف سے زیادہ کثیف ہوتا ہے اور ذی کثرت اور خفیہ خدائے اس بلوریہ کو بھی دیکھنے والے کے ارادہ کے تابع بنایا ہے تاکہ اس کے محذب یعنی انہار کو بڑھا کر اس کے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس جسم سے کہ یہ خطوط نفوذ کرتے ہیں اس کا محذب جس قدر بڑھتا جاتا ہے۔ اوسے مقدار ان فوری خطوط میں اجتماع آتا جاتا ہے اور جتنی کہ اس کے محذب میں کمی ہوتی جاتی ہے اتنی ہی اس کے اجتماع میں بھی کمی واقع ہوتی جاتی ہے پس دیکھنے والے کو جس قدر ضرورت پڑتی ہے اتنا ہی انہیں تصرف کر لیتا ہے کبھی اس کے محذب کو بڑھا لیتا ہے کبھی کم کر لیتا ہے اس کے بعد خطوط رطوبت درجہ میں سے ہو کر گزرتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ان میں اتنا زیادہ اجتماع آجاتا ہے جو کہ صورت کے وضع طور پر مرتبہ کرنے کے لئے کافی و دانی ہے اور اس رطوبت کی دیابت کی مقدار اس سافت کے لئے جتنی کہ نور قرعہ میں داخل ہونے اور اس سے اور اس کے بعد والی رطوبت وغیرہ سے لے کر شبکیہ تک پہنچنے کے وقت تک مست ہوتا ہے بالکل کافی ہوتی ہے۔ پہر جب یہ خطوط ان اجتماعات کے بعد شبکیہ تک پہنچتے ہیں اور اس پر صورت کو مرتبہ کرتے ہیں تو باعث اسکی شفافیت کے انہیں سے ان خطوں کی ایک مقدار نفوذ کر کے صلیبہ پر جا کر واقع ہوتی ہے اور اس غرض سے کہ وہ خطوط اس سے منعکس ہو کر کہیں ان شعاعوں سے متصادم نہ ہو جائیں جو کہ باہر سے آرہی ہیں اور اس طرح ہر صورت پر آگندہ ہو جائے خدا نے عظیم نے جسکی قدرت بہت بڑی ہے صلیبہ کے اندر کا رنگ سیاہ بنایا ہے تاکہ شبکیہ کے اندر سے نفوذ کرنے والے خطوں کی اس مقدار کو وہ جذب کر لے اور انہیں منعکس نہ ہونے سے۔ پہر ان وسط و وسطوں کا متعدد ہونا جنہوں نے کہ اپنے کثیف ہونے اپنی شکل کے

محب ہونے۔ شبکیہ اور اس جسم کے درمیان کی مسافت معین کر لے جس میں سے کہ نور نفوذ کرتا ہے۔ اور شعاعوں کے گزرنے کے راستہ کو کشادہ اور تنگ کر لے پراور غیر محذب کے زیادہ اور کم کر لے پراور وہ کے مسلط ہونے کے سبب سے نوری خطوط کو رفتہ رفتہ اجتماع کے ایسے درجہ پر پہنچا دیا جو کہ صورت کے وضع طور پر مرتبہ کرنے کے لئے بالکل کافی ہو اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ بدرجہ مختلف رنگوں کے پراگندگی بھی نہیں ہونے پائی اور یہ سب کچھ ایک نہایت عظیم حکمت پر مبنی ہے چنانچہ بعض لوگ اس کے قائل بھی ہیں اور وہ حکمت یہ ہے کہ فوجی کسی محذب اور شفاف جسم سے نفوذ کرتا ہے تو وہ اپنے مختلف رنگوں میں جو کہ فوجی جسم میں مشہور ہیں نخل ہو جاتا ہے اور وہ قوس قزح کے رنگ ہیں۔

پس یہ صورت جس کو کہ نور محذب جسم کے اندر سے نفوذ کر کے بچتا ہے انہیں رنگوں میں رنگی ہوئی محاذ ہونے لگتی ہے اس کو خطا ربونی یعنی رنگ کی غلطی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

اور آلات بصری کے صنایع پہلے جسم کے ساتھ ایک شفاف اور محذب جسم کو ملا کر کہ جو نور کو پہلے جسم کے خلاف متخل کر دیتا ہے اس غلطی کو رفع کر دیتے ہیں چنانچہ اس طرح پردہ نور اپنے سفید رنگ کی طرف لوٹ آتا ہے اور صورت کو بغیر رنگے ہوئے پہنچا دیتا ہے اور خطا ربونی اٹھ جاتی ہے۔ پس ان بعض لوگوں کے قول کی بنا پر سب بات میں کہ وسائل و وسائل مذکورہ متعدد بنائے گئے ہیں اور ایک چیز پر اتفاق نہیں کیا گیا جو کہ نوری شعاعوں کو دفعتاً مجتمع کر دیتی بجلہ باری تعالیٰ کی اور حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے کہ یہ خطا ربونی اٹھ جائے پس جب نور مثلاً قرصیہ نافذ ہوا اور اپنے مختلف رنگوں میں نخل ہو گیا تو باقی اور وسائل یعنی رطوبت مائیدہ۔ بلوریہ۔ اور زجاجیہ جو کہ نوری خطوط کو مجتمع کرتے ہیں قرینہ کے خلاف اس کو اس کے ہی رنگ کی طرف متخل کر دیتے ہیں اس طرح ہر کہ وہ پہر اصلی رنگ کی طرف لوٹ جاتا ہے اور جو چیز سفید ہوتی ہے وہ سفید ہی نظر آتی ہے اور یہ غلطی اٹھ جاتی ہے ایسا ہی بعض لوگ خیال کرتے ہیں اور یہ صحت کے قریب بھی معلوم ہوتا ہے۔

اب میں کہتا ہوں کہ حکماء سب بات کے قائل ہیں کہ ان اجتماعات کا جو کہ نوری خطوط میں بذریعہ وسائل مذکورہ یعنی قرینہ مائیدہ۔ بلوریہ۔ اور زجاجیہ کے حاصل ہوتے ہیں یہ مقتضا ہے کہ شعاعیں شبکیہ تک اس وقت تک پہنچیں جبکہ ان میں تقاطع ہو چکے اور جو شے کہ نظر آتی ہے اس کے اوپر کی جانب سے جو شعاعیں منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے سینچے کے کنارہ پر واقع ہوں..... اور جو شعاعیں اس کے نیچے کے کنارہ سے منعکس ہوں وہ شبکیہ کے اوپر کے کنارہ پر پڑیں اور اس وقت جو شے نظر آئیگی اس کی صورت الٹی ہوگی۔ لوگ اسکی وجہ بیان کرنے میں بڑے چکرائے ہیں کہ باوجودیکہ شبکیہ میں صورت الٹی مرتبہ ہوتی ہے لیکن پہر بھی جو چیز ہم کو نظر آتی ہے اسکی صورت سیدھی ہی معلوم ہوتی ہے اور جتنی وجہیں کہ لوگوں نے بیان کی ہیں ان سب میں مشہور وجہ یہ ہے کہ عقل کو تمام چیزوں کے سیدھی ہی دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے کیونکہ جتنی چیزیں نظر آتی ہیں اس لئے ہوئے ہونے میں سب کی سب یکساں ہیں اور اسوجہ کے بیان کرنے میں جو تقریر انہوں نے

نور کے خطا ربونی
رنگوں میں رنگی ہونے لگتی ہے

نور کے خطا ربونی
رنگوں میں رنگی ہونے لگتی ہے

کی وہ بالکل لچر ہے۔

میرے خیال میں جو اس کی وجہ آئی ہے وہ یہ ہے کہ فوری شخا میں ہوا سے ہو کر قرینہ۔ مائیدہ۔ بلوریہ میں سے جو کہ وسط میں شدت کے ساتھ دبیز ہیں نفوذ کرنے کے بعد صورت کے واضح طور پر مرسم کرنے کے لئے تقاطع ہونے سے پہلے ہی کافی طور پر مجتمع ہو جاتی ہیں پہر جب زجاجیہ سے نفوذ کرتی ہیں تو شاید اسوجہ سے کہ وہ بلوریہ سے کسی قدر کم دبیز ہے تو یہ شخا میں جس سافت میں جمیں کہ انہیں زجاجیہ کے اندر چلنا پڑتا ہے پہلینے لگتی ہیں جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ نور جب کسی لطیف جسم میں سے گزرنے کے بعد کسی دوسرے جسم سے جو کہ اُس سے زیادہ لطیف ہو نفوذ کرتا ہے تو اسکی شخا میں پھیل جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اسی طرح شبکیہ تک پہنچتی ہیں پس اُس پر سیدھی صورت مرسم کر دیتی ہیں اسلئے کہ وہ شبکیہ تک اسی کیفیت کے ساتھ پہنچتی ہیں جس پر کہ وہ قرینہ میں پہلے پہل داخل ہونے کے وقت تھیں یعنی جو چیز نظر آتی ہے اُسکے اوپر کجیاب جو شخا میں منعکس ہوتی تھیں وہ شبکیہ کے بھی اوپر کے کنارہ پر واقع ہوتی ہیں اور جو اُسکے نیچے کی جانب سے منعکس ہوتی ہیں وہ شبکیہ کے نیچے کے کنارے پر پڑتی ہیں اور چونکہ شخا میں تقاطع نہیں آتا ہوا اسلئے ضروری ہے کہ اسوقت شبکیہ پر سیدھی ہی صورت مرسم ہو۔ میں احتمالی طور پر ایسا خیال کرتا ہوں اور اس طرح پر اعتراض بھی اٹھتا ہے اور زجاجیہ کا فائدہ بھی معلوم ہوتا ہے جو کہ اس سے پہلے کسیکے خیال میں بھی نہ آیا ہو گا اور جو کہا جاتا ہے کہ بعض لوگوں نے آنکھ کے پچھلے حصہ کو چیر کر دیکھا تو شبکیہ پر ایسی ہوتی صورت مرسم پائی گئی ایسی بات ہے کہ جس کا صحیح ہونا میرے نزدیک اب تک محقق نہیں ہوا اور اگر یہ امر میرے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تو اسوقت میں انہیں گفتگو کر لوں گا۔

پس ہمیں تک دیکھنے کی کیفیت سے بحث کرنے والوں کی رسائی ہوئی ہے اور ہمیں انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ وہ لوگ نظر آنے والی چیزوں کی صورت کا شبکیہ تک مرسم ہونا دریافت کر سکے اور یہاں تک انہوں نے بحث کو پہنچا دیا اور پھر رسات کے قائل ہو گئے کہ وہ شبکیہ صورتوں کو دماغ تک پہنچا دیتا ہے لیکن یہی بات کہ نفس ان صورتوں کا کیونکر ادراک کرتا ہے یا ان لوگوں کی طئے کے موافق جو نفس کے منکر ہیں عقل یا دماغ کو ان صورتوں کا کس طرح ادراک ہو جاتا ہے اس امر کی سمجھت ہمیں ان کی جانب سے کوئی شافی کلام نہیں ملا بلکہ ہم نے اہل سائنس میں سے بہتروں کو دیکھا ہے کہ جب اسکی حقیقت کی تحقیق میں گفتگو کی گئی ہے تو وہ متحیر ہو کر رہ گئے۔

پس جب ہم آنکھ کی ترکیبات عجیبہ اور تہذیب مختلفہ میں جن کی وجہ سے اس کی مینائی اور بصارت کی تکمیل ہوتی ہے خود کریں تو کیا اوسے اوسے عقل کے لئے یہی اسبات کے یقین کر لینے کی کوئی گنجائش رکھ سکتی ہے کہ آنکھ کی ایسی عجیب ساخت بغیر ارادہ اور بلا کسی حکمت اور تدبیر کے خود بخود ہو گئی ہے یا محض ضرورت اسکو مقضی ہو گئی اور اتفاق نے اسکو ایجاد کر دیا اور انتخاب طبعی نے اسکو ضایع اور ہلاک ہونے سے روک رکھا ہے۔ ہرگز نہیں

ت
اشکار کے سبب کی
پہلی قرینہ میں سے

ت
اشکار کے سبب کی
پہلی قرینہ میں سے

ت
اشکار کے سبب کی
پہلی قرینہ میں سے

ہرگز نہیں۔ اس بات کو کوئی ذی عقل تسلیم نہیں کر سکتا ہاں جن کی عقل کمزور ہو وہ جو چاہیں یقین کر لیں اور میرا تو خیال ہے کہ جو شخص ذرا بھی غور کرنے کی قابلیت رکھتا ہو گا اور اسے کچھ بھی سمجھ ہو گی تو وہ آنکھ کی اس عجیب و غریب ساخت کو دریافت کرنے کے وقت ضرور اسی بات کا یقین کر لے گا کہ بے شک اس کا بنانے والا کوئی ذی ارادہ۔ صاحب علم و حکمت اور بہت ہی بڑا تدبیر ہے جو کہ استحکام اور مضبوطی کا پورا انتظام کر سکتا ہے اور وہ خدا ہے۔ اسکے منکر جن بیہودہ باتوں کے قائل ہیں ان سے بالکل بٹرا اور بتر ہے۔ اور کچھ اگر اس امر کی طرف نظر ڈالیں کہ باوجودیکہ آنکھ کا قطر ایک قیراط سے بھی کم ہے لیکن پر بھی اسکے شبکیہ پر اتنی بڑی زمین کی صورت سخت و نرم تین۔ پہاڑوں۔ وادیوں۔ چٹانوں۔ دریاؤں۔ درختوں۔ مکانات اور حیوانات کی حمد اقسام کے ساتھ مرتب ہو جاتی ہے پس گویا شبکیہ ایک دریا کا کنارہ ہے جس کی طرف ذری موجیں ہزاروں طرف سے پہنچ آتی ہیں۔ اور کروڑوں کے کروڑوں ہی اسکے پاس آکر ٹوٹے جاتے ہیں اور اپنا اپنا نقش بناتے جاتے ہیں۔ تو اس صورت کی باریکی کے سمجھنے میں جو کہ شبکیہ پر مرتب ہوتی ہے ہماری عقلیں چکرا جاتی ہیں اور غوی یہ کہ باوجود اسے حجم کے اس قدر چھوٹے ہونے کے بھی اتنی بڑی زمین اور ان تمام اشیاء کے ساتھ جو اس میں پائی جاتی ہیں پوری مشابہت موجود ہے جیسے کہ ذرا سی شے ہے اُس میں سے چھوٹے نہیں پائی اب اس حلقہ پر سمجھئے کہ اُس کی کتنی بڑی قدرت ہے جس نے کہ اُسکو ایجاد کیا اور اپنی حکمت سے اُس کی تدبیر کی۔ بیشک اُس خدا کی بہت بڑی شان ہے اور وہ تمام نقائص سے بالکل بر ہے اور جب ہم آنکھ کی تشریح کی طرف متوجہ ہوں اور اُنکے عضلات و اعصاب کو دیکھیں کہ اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور اُس کی شرائین اور ویدوں سے واقف ہوں جن سے کہ اُس کی ہر ورش ہوتی ہے اور اسکے علاوہ رابطات اور ربطات وغیرہ سے آگاہی حاصل کریں تو ان سب سے ہمارا تعجب اور ہماری حیرت اور بڑبچاتی ہے۔ پھر جب ہم آنکھ کے باہر تک پہنچتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ باری تعالیٰ نے آنکھ کی حفاظت اور اسکے کام کے باستانی انجام پانے کے لئے بہت تدبیریں کی ہیں وہ نہایت ہی مضبوط اور اعلیٰ درجہ کی صنایع پر مبنی ہیں۔

بیان اس کا یہ ہے کہ آنکھ جبکہ لطیف شے ہے اور خارجی اجسام سے اگرچہ وہ چھوٹے ہی کیوں نہ ہوں اُسکو صدمہ پہنچ جائے گا بہت اندیشہ تھا اس لئے اسکے بنانے والے نے سوائے اُس جہت کے جہر سے کہ اُس میں صورت کے مرتب کرنے کے لئے نور داخل ہوتا ہے اور تمام اطراف سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس کو استخوانی حلقہ کے اندر رکھ دیا ہے اور اس کا پہلا طبقہ جسے کہ صلبہ کہتے ہیں مع قرینہ کے نو چار بنایا ہے تاکہ صدمات خارجیہ کا ہوشا بہت مقابلہ کرنے کے قابل ہو سکے۔ علاوہ بریں اسکو پوٹوں سے ہی چھپا دیا ہے تاکہ وہ تمام اوقات خصوصاً سونے کے وقت محفوظ رہ سکے اور اُس سے ریت ہی حاصل ہو پھر پوٹوں کے کنارے پر اسنے مرگاں کو آگادیا ہے اور وہ سیاہ رنگ کے کیقدر ویز لوج دار اور کھربے ہوئے بال ہوتے ہیں جن سے اوپر والے ذرا اوپر کی طرف مائل ہوتے ہیں اور نیچے والے نیچے کی جانب

ت
میں ان اور اس
کے کیا فائدہ ہے

کو اور آنکھ رنگ کے سیاہ ہونے میں یہ حکمت ہے کہ وہ اس نور میں سے جو کہ باہر سے آنکھ پر آکر پڑتا ہے کسی قدر چوس لیں خصوصاً جبکہ نور میں زیادہ قوت ہی پائی جائے دونوں ہیوں دونوں آنکھوں کے اوپر سیاہ یا آنکھ کے مشابہ رنگ کی بغرض زمیت رکھی گئی ہیں اور نیز اسلئے کہ جو نور باہر سے آنکھ پر آکر پڑے انہیں سے کسی قدر چوس لیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جبکی ہیوں اور مرگان کے بالوں کا رنگ سفید ہوتا ہے اسکی آنکھ چونکہ سیاہ جاتی ہے اور وہ اپنی آنکھوں کو فرابند کر کے دیکھتا ہے۔ رہی یہ بات کہ نور کی مقدار کے کم کرنے اور ہلکا کرنے کا کام صرف سورخ قرخیہ کے تنگ رکھنے ہی سے کیوں نہیں لیا گیا تو اسکی یہ وجہ ہے کہ اگر وہ ہمیشہ تنگ ہی رہتا تو ضرور دونوں آنکھیں ہمیشہ چند ہی رہا کرتیں اور دیکھنے میں ہی بد نما معلوم ہوتیں اور پلک کے بالوں کے دیر اور باوجود لونچ دار ہونے کے قائم رکھے جانے میں یہ حکمت ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے اجسام کا جو آنکھ پر گریں مقابلہ کر سکیں کیونکہ مثلاً آنکھ جب کوئی مٹی کا ریزہ گرے تو اکثر وہ مرگا پر واقع ہوتا ہے اور وہ بال جو کہ تیروں کے مثل بلند ہوتے ہیں اس کو اندر جانے سے روکتے ہیں بلکہ اپنی پلک سے اسکو دور پہنکدیتے ہیں اب یہ امر کہ اوپر کی پلکوں کے بال اوپر کی طرف اور نیچے کی پلکوں کے نیچے کی طرف کیوں مائل رکھے گئے اسکی یہ وجہ ہے تاکہ جب پلکوں کا کہونا منظور ہو تو آسانی سے کہل سکیں کیونکہ بالفرض اگر مرگان کے بال بالکل سیدھے ہوتے تو پلکوں کے بند کرنے کے وقت ایک دوسرے پر منطبق ہو جایا کرتے اور آنسو کی تری سے چپٹ کر رہ جاتے تو پھر ان کے جدا ہونے میں بڑی وقت پڑتی اور اگر کہیں وہ اس طرح پر قائم ہوتے کہ اوپر اور نیچے کے پلکوں کے بال ایک دوسرے میں داخل ہو جایا کرتے تب تو آنسوؤں کی رطوبت سے چپٹ جانے کی وجہ سے ان کے جدا کرنے میں اور بھی زیادہ وقت پڑا کرتی علاوہ بریں اس طرح پر ہونے سے وہ نور کے طریق میں حائل ہو جاتے پس شبکیہ تک اونکی بھی صورت منتقل ہوتی۔ اور اسلئے جو چیزیں نظر آتیں انکی صورتوں میں براگندگی واقع ہو جاتی۔ پس ان دونوں کا اس طرح پر ہونا کہ کسی قدر اوپر اور نیچے کے جانب ان میں میلان پایا جاتا ہو عین حکمت اور غایت درجہ استحکام پر مبنی ہے لکے سوا اور کوئی صورت مناسب ہی نہیں ہو سکتی ان سب فوائد سے اگر قطع نظر ہی کیا جائے تو مرگان سے زمیت حاصل ہونا ایک ایسا امر ہے کہ جس سے کسیوزا کار نہیں ہو سکتا ہاں کسیوزوقی سلیم ہی نصیب ہو تو بات ہی دوسری ہے پھر جب آنکھ سے غبار نہ تو حلقہ چشم کی وجہ سے دفع ہو سکتا تھا اور نہ ہیوں ہی سے کیونکہ دیکھنے کے وقت آنکھ کو ہونے کی ضرورت پڑتی ہے اور نہ مرگان ہی۔ اسکی دفع ہو سکتی تھیں اور غبار پڑنے کی وجہ سے قرینہ کی شفافیت میں فوری پڑتا تھا اور جو غرض اس کے شفاف رکھنے سے ہے وہ باطل ہوئی جاتی تھی علاوہ بریں آنکھ میں غبار کے جم جانے سے اس کا ضرر بھی تصور تھا اسلئے خدائے حکیم نے اس کے صاف کرنے کا یہ انتظام کر رکھا ہے کہ آنسو کی گلیوں سے جو کہ پلکوں کے اندر آنکھ کے ڈھیلے کے چاروں طرف پائی جاتی ہیں کسی قدر آنسو نکلا کر ہے اور اسکی وجہ سے آنکھ میں تراوٹ باقی رہے اور پلکوں کو کھلنے اور بند ہونے کے اعتبار سے توازن

ایسا سرچ بنایا ہے کہ انکی سرعت ضرب المثل ہو رہی ہے اور اس سے مڑھل یہ ہے کہ دیکھنے میں صریح واقع نہ ہو اور
پراگندگی نہ آنے پائے پس آنسو تو اس غبار کو جو تہی بد واقع ہوتا ہے دھو دیتا ہے اور ہلکیں اپنی حرکت سے اسکو صاف
کرتی ہیں اور غبار آلود آنسو کو دفع کر دیتی ہیں۔ پھر یہ آنسو جو کہ غبار سے لکڑیلا ہو گیا ہو۔ اس کا آنکھ سے کسی نہایت
طریقہ سے نکلنا ہی ضروری ہے پس اگر وہ ہلکوں کے باہر نکلے گا تو بہا کرنا تو چہرہ نہایت بد نما معلوم ہوتا
اور گویا کہ چہرہ پر دو گندے نالے ہر وقت بہا کر رہے اسلئے خدا نے حکیم نے ایسے گروہیز آنسوؤں کے پھیلنے سے
دور کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ آنسو اندر سے ہلکوں کے کنارے اس ٹمپ سے بنائے ہیں جنہیں
یہ آنسو اس گوشہ کی طرف جناک سے بلا ہوا ہے باسانی بہ سکیں پھر اسے اس مقام پر ذرا دیر کو سوراخ بنایا
ہے جو کہ ناک کے اندر آ کر بار واقع ہے۔ اسکو قنات و مچھہ یا آنسو کے بہنے کی نالی کہتے ہیں یہ آنسو کسی
راہ سے ہو کر ناک کے اندر ہو پختے ہیں۔ اور اسکی رطوبت سے بلکرو ہاں جم جاتے ہیں پھر حیوانات اس کو ناک
چھینک کر یا کسی اور طریقہ سے نکال ڈالتے ہیں۔

اب میں کہتا ہوں ان ساری تدابیر سے اگر قطع نظر بھی کی جائے تو فقط قنات و مچھہ یعنی آنسو کے بہنے کی
نالی ایک ایسی چیز ہے جس کی نسبت میری عقل تو اس امر کو کسی طرح نہیں تسلیم کر سکتی کہ یہ اتفاقی طور پر یا علے
وجہ الضرورت بن گئی جو بہا کوئی ہٹلائے تو وہی کہ کوئی ضرورت اسکو مقصدی ہو گئی تھی اس موقع پر بے ساختہ زبان
سے نکلتا ہے کہ وہ ذی حکمت اور پوری واقفیت رکھنے والا خدا نہایت منزہ ہے۔ جسکی قدرت کے یہ سارے
کارخانے نظر آتے ہیں۔

اگر ہم ان منافع کی طرف نظر ڈالیں جو حیوان کو آنکھ سے حاصل ہوتے ہیں مثلاً یہ کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنے
معاشر کے طریقے دریافت کرتا ہے خوفناک چیزوں سے نجات پاتا ہے خوش آئند چیزوں کو دیکھتا ہے اس کے
ذریعہ سے اس کو لاکھوں میل کی دوری کی چیزیں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ قریب کی اور ایسے ہی اور فوائد
کو سمجھ لیجئے پس ان سب باتوں سے ہمیں یقین ہو جاتا ہے کہ جس نے آنکھ نہایت کی ہے اس نے بہت ہی بڑا
احسان کیا اور بہت کچھ بخش دیا اور اپنی مخلوقات کے ساتھ اسلئے درجہ کے سلوک سے پیش آیا وہ نہایت ہی
مقدس ذی شان اور بڑی قدرت والا ہے۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پر وجہ ان اوضاع اور ان قوانین قدرت
کے ساتھ نظر کرنے کی کیفیت کے انتظام کو دیکھتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں اور اسی بات کا انہیں یقین ہوتا ہے
کہ نظر آنا تو محض خدا کے پیدا کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

ہاں یہ اوضاع اور یہ قوانین قدرت جن پر کہ دکھلائی دینا مشروط سمجھا جاتا ہے وہ صرف عادی شروط ہیں یعنی خدا
نے یہ اپنی عادت جاری کر رکھی ہے کہ ان شرطوں کے پائے جانے کے وقت وہ نظر کو پیدا کر دیتا ہے۔
جس کی وجہ سے چیزیں دکھلائی دینے لگتی ہیں۔ اور اگر وہ اسکو بغیر ان شرطوں کے پیدا کرنا چاہے تو وہی پیدا کر سکتا
ہے جیسا کہ وہ اس بات پر قادر ہے کہ باوجود ان ساری شرطوں کے پائے جانے اور مولج کے مرتفع ہونے کے

ن
قنات و مچھہ کے بہنے
کے لئے اور انکی قنات
حرکت و منزلت کا نہیں
اور ہر حال میں یہ

ن
بیانی کے کمال میں

ن
مخفی

ن
محض خدا کی قدرت ہے

ن
کرنے میں غفلت

ن
اور جس کے متعلق قانون

ن
قوت عادی شروط ہیں
یعنی قانون و مشروط
یعنی عادی شروط ہیں

بھی اگر وہ اس کا پیرا کرنا چاہے تو ہرگز اس کا وجود ہوا اور کوئی چیز بھی فطرۃ آئے اور اس امر کے پاس بہت سی
 قاطع اور یقینی دلیل موجود ہیں جو کہ انکی کتابوں میں مذکور ہیں اور جنکا اس موقع پر ذکر کرنا طوالت سے خالی نہیں اور خدا
 عالم کی صفات کے ثابت کرنے کے مقام پر پیشتر ہمارا بیان گذر چکا ہے
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ عالم میں کوئی اثر غیر خدا کے پاک کے پیدا کرنے اور بجا دہانے کے ہرگز نہیں پایا
 جاسکتا اور ظاہر ہے کہ نظر آنا ہی منجملہ آثار کے ہے تو اسکی ہی ہی حالت ہونا چاہئے۔ اور اے اہل سائنس اور اے
 مادہ کے قدیم ماننے والو! تمہارے طرز استدلال کے موافق وہ دلیل جو اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ یہ ساری
 شرطیں عادی ہیں اور یہ کہ نظر آنے کی تمام شرائط کی اصل اصول اور سب سے قوی شرط یعنی روشنی کے
 محدود ہونے کی حالت میں ہی نظر آنا ممکن ہے وہ مشہور واقعہ ہے جو تمہارے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچا
 ہوا ہے اور جسکو کہ بڑے بڑے فلاسفوں کی جماعت کثیر نے ذکر کیا ہے چنانچہ اس زمانہ کے مصنفوں
 میں سے ہی بعض بعض نے اسکو نقل کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ امریکا میں ^{۱۸۴۷} عداں عورت کو کوئی مرض
 ہو گیا تھا جسکی وجہ سے وہ سوئے میں جا گئے والوں کی طرح سے کام کیا کرتی تھی۔ ٹھٹھتی تھی اور باتیں
 کرتی رہتی تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ مرض کی یہاں تک شدت پہنچی کہ دن و رات وہ انہیں مبتلا رہا کرتی تھی جب مرض
 کا انسود دور ہوتا تھا تو انکی آنکھیں عجیب قسم کی جوجاتی تھی کہ اس سے عجیب تر کہی دیجئے میں نہیں آئی اسوقت
 وہ بڑی شدید تاریکی میں نہایت ہی باریک حرفوں کو بڑھاتی تھی اور خوبی یہ کہ اسکی دونوں آنکھیں اس حالت
 میں بند رہا کرتی تھیں۔ یہ واقعہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کا بالکل مؤید ہے کہ نظر آنا محض
 خدا کے پیدا کرنے ہی سے ہوا کرتا ہے جیسا کہ دیگر احساسات کا بھی یہی حال ہے اور نظر آنے یا کسی دوسرے
 احساس کے لئے جتنی شرطیں مقرر ہیں وہ سب عادی ہیں جیسا کہ ہم اسکا ذکر کر چکے ہیں۔ اور اگر ہم سننے
 سوچنے چکھنے اور چھو کر دریافت کرنے کے احضار سے بحث کرنے والوں کے تمام بیانات اس موقع پر ذکر
 کریں اور ان عجیب و غریب ترکیب و انتظامات کو جو قوانین قدرت کے موافق ہر ایک کے کمال ہونے کے لئے
 کئے گئے ہیں بیان کریں اور انکے ذریعہ سے اور انکے کرنے کی کیفیت سے بحث کریں اور یہ دکھائیں کہ ان
 حواس سے حیوان کو کیا منفیہ حاصل ہوتے ہیں اور یہ کہ ہر ایک کو اتنے ہی حواس ملے گئے ہیں جتنے کہ
 اسے اپنے محفوظ رہنے اور اپنی زندگی کے ضروریات دریافت کرنے کے لئے ضرورت پڑتی ہے تو ہمیں صاف
 طور پر یہ معلوم ہونے لگے کہ مصنوعات میں کس کام میں بڑا ہوا ہے اور ملاتا مل خاص قلب سے ہم اس امر کی
 شہادت دیتے ہیں کہ جس نے یہ حواس عنایت کئے ہیں وہ بیشک پوری قدرت۔ نہایت وسیع علم اور اعلیٰ درجہ
 کی حکمت والا ہے۔ انکی عطیات بکثرت ہیں اور انکی نسبت جو کچھ ناواقف کہا کرتے ہیں وہ ان تمام کجرات
 سے بالکل تہرا اور منزہ ہے۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ نا پڑتا ہے کہ ان سب مباحث کے ذکر کرنے سے
 کلام میں نہایت طوالت ہو جائیگی۔ اور عجیب نہیں کہ ناظرین اکتا جائیں۔ اور اصل مقصود بامحہ سے جا ہارے اسلئے

میں اپنی قلم کو روکتا ہوں نمونہ کے طور پر اسے کچھ بیان کر رہی دیا ہے۔

اگر ہم ساخت انسانی اور اسکے بدن کے باقی اعضاء پر غور کریں اور ان میں سے ہر ایک کے کام کو دیکھیں اور جتنی چیزیں کہ حیوانی بدن میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ بہنے والی ہوں خواہ بستہ ہوں اور اسکے اور اسکے منافع کو لحاظ کریں تو ہمیں یہ امر کہنی آنکھوں سے نظر آنے لگے گا کہ ان سب چیزوں کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت منتظم اور علّٰی درجہ کا علم رکھنے والا خالق ہے۔ اب مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان چیزوں میں سے بعض کو اشارتاً ذکر کروں پس میں کہتا ہوں کہ کیا دیکھنے والوں کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا اور کیا بحث کرنے والے غور فکر سے ذرا بھی کام نہیں لیتے اور انہیں عالم کے پیدا کرنے والے کے وجود کا یقین نہیں ہوتا جب وہ ان چیزوں کو جو انسانی جسم میں پائی جاتی ہیں جیسے کہ گودا، گودے دار ہڈی، پٹھے، دل، دو پہیہ پیرے، جگر، طحال، دودھ گدے، معدہ، ہنٹیں، درید، شریانیں، اوتار، عضلے، غدود، کمری ہڈیاں، سخت ہڈیاں، جالی دار ہڈیاں، سائل اشیاء جیسے کہ خون، صفراء، لعاب، معدہ، آنتوں اور پیکریاس گلی کے عرق مختلف گیس وغیرہ دیکھتے ہیں اور ان چیزوں کے افعال، تحریکات، اور وہ اعمال جو انے بدن میں مثل ہضم کرنے، پرورش کرنے، سانس لینے اور اشیا کو باہم جڑانے کے انجام پاتے ہیں ان پر مطلع ہوتے ہیں اور اعضاء توالدہ، انکے افعال، انکا استحکام اور توالد و تناسل اور ان اطفال کی کیفیت سے آگاہی حاصل کرتے ہیں جو کہ امر توالدہ کے انجام پاتے ہیں بچہ کے محفوظ رکھنے، اسکے نشوونما وغیرہ کے لئے ضروری ہیں اور اسکے علاوہ اور بھی بہتیرے امور ہیں جن کی تفصیل سے جلدیں کی جلدیں بہری جاسکتی ہیں۔

اور وہ علماء جو ان مباحث پر تفصیل کے ساتھ واقفیت حاصل کرتے ہیں اور ان پر ان سب کی باریکیاں، اسرار اور حکمتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اس بات کے مستحق ہیں کہ عالم کے لئے ذی علم مدبر با حکمت پیدا کرنے والے خدا کا تمام لوگوں سے اور بھی زیادہ قوی یقین کریں اور اگر ہم کہیں کہ یہ لوگ ان علماء علم کلام سے بھی جو خدا کے وجود پر اعلیٰ دلیلین قائم کرتے ہیں مگر خدا پر ایمان لانے اور اسکے وجود کو ماننے کے مستحق ہیں تو کچھ مستبعد نہیں معلوم ہوتا کیونکہ یہ لوگ تو عالم کے پیدا کرنے والے کی مصنوعات میں سے عجیب سے عجیب اشیاء کے تفصیلی حالات پر واقف ہوتے ہیں اور کوئی بتا سکتا ہے کہ خدا کے پاک کے وجود پر سوائے اسکے کہ اسکی مصنوعات اور عجائبات قدرت سے اس پر استدلال کیا جائے اور بھی کوئی عقلی دلیل ہو سکتی ہے۔ پس جب کوئی انہیں مصنوعات میں غور کرے گا۔ اور انکی تفصیلی حالت پر اسے اطلاع ہوگی انکا استحکام اور یہ امر کہ انکے بنانے میں ضرور ارادہ اور حکمت سے کام لیا گیا ہے اس پر ظاہر ہوگا اور ضرورت اور اتفاق اسکے نزدیک سا قضا اعتبار قرار پائیں گے تو اسوقت آپ کہیں گے کہ ایسی شخص کے دل میں ایمان سننے پہاڑ سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ اپنا قدم جالیا ہے اور آپ کو نظر آئے گا کہ ضلالت و گمراہی کی دست درازیوں سے وہ کوسوں دور جا پڑا ہے اس پر

عہ پیکریاس معدہ سے متصل ایک گلی ہوتی ہے جس سے عرق باہم نکلتا ہے۔ ۱۲۰

ن
جسمانی جن مضافات
جسمانی جن مضافات
جسمانی جن مضافات

ن
عقبات کا نام ہے
عقبات کا نام ہے
عقبات کا نام ہے

اس کا جادو ہرگز نہیں مل سکتا۔

اس کا دور ہر لوگ نہیں پہنچتا ہے اور اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ جو لوگ ان کالجوں میں داخل ہوتے ہیں جن میں کہ علوم کائنات کی تعلیم ہوتی ہے خصوصاً جن میں کہ علم طب وغیرہ میں کام آنے کی غرض سے علم نباتات یا علم حیوانات پڑھایا جاتا ہے تو ان میں اکثر کی ہم یہ حالت دیکھتے ہیں کہ ان علوم کے حاصل کرنے کے بعد وہ کالج سے کیا نکلتے ہیں بلکہ ان کے ساتھ ہی دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جاتے ہیں ان کے عقائد اسلامی عقائد سے کوسوں دور معلوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ موجد عالم کے اعتقاد کو چھوڑ بیٹھتے ہیں وجود کائنات اور تمام موجودات کے آثار کو مادہ اجزاء اور مادہ کی حرکت۔ طبیعت۔ قوانین قدرت قدرت وغیرہ اشیا کے حوالہ کرتے ہیں ان کے نزدیک خدا کوئی چیز ہی نہیں ہوتا اگر کچھ ہے تو خیر ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی بے شہد زنا سمجھنے پر سے ہو جاتا ہے۔ لیکن جب انہوں نے اتنا بڑا اسلامی رکن مہدم کر دیا تو انہوں نے دین اسلام میں سے اعتقاد ہی کس بات کا کیا جو؟ اب اونے کس عبادت کی امید ہو سکتی ہے؟ اور ان کی کونسی فضیلت کو نسا ادب قابل ستائش ٹھہر سکتا ہے؟ خصوصاً جب وہ فن طبعیات ہی پڑھ لیتے ہیں جب انہیں کائنات کے قوانین قدرت پر اطلاع حاصل ہو جاتی ہے اور جب وہ ان کے اثر کرنے کی کیفیت سے واقف ہو جاتے ہیں تب تو ان کے لمحہ خیالات کا کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہوتا پس جب ایسی کیفیت ہو تو یہ گھنا کہاں رہا کہ جو لوگ ان علوم کو تفصیل کے ساتھ حاصل کرتے ہیں وہ خالق کائنات کے وجود کے یقین کرنے اور ان کے وجود کے نہایت ہی قوی اعتقاد رکھنے کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس اشکال کا جواب مجھے سنئے اللہ راہم میں اس اعتراض کا شافی و کافی جواب دوں گا اور میں اپنے جواب سے اپنے اسلامی ہائیوں کو متنبہ کر کے اس امر کی طرف متوجہ کروں گا کہ وہ اس بلائے بے درمان کے دور کرنے کی جانب راغب ہو جائیں جو کہ ان کی نسل کے نوجوانوں میں سرایت کرتی چلی جاتی ہے ورنہ آئندہ نسلوں میں حا کر اس کا علاج قریب قریب ناممکن کے ہو جائیگا اس لئے بہتر ہے کہ اس باوقفت اور قابل قدر دین کی حمایت کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور اس کے تدارک کرنے کی طرف ابھی سے نہایت سرگرمی کے ساتھ متوجہ ہو جائیں۔ پس سنئے کہ یہ علوم مذکورہ یعنی علم نباتات و علم حیوانات اور اسی طرح علم فلکیات۔ علم کائنات جو ایسے ہی اور علوم طبعیہ جنہیں کہ کائنات کے قوانین قدرت سے بحث کی جاتی ہے جن میں کہ روشنی۔ پانی۔ ہوا۔ قوت کھربائی وغیرہ کے خواص بیان کئے جاتے ہیں اس میں تو ذرا ہی شک و شبہ نہیں کہ ان علوم کے مباحث خالق کائنات کے وجود پر کچھ احوال سے ان علوم میں بحث کی جاتی ہے نہایت قوی دلیلوں کے ساتھ دلالت کرتے ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا بنانے والا بہت ہی بڑا صاحب قدرت اور اعلیٰ درجہ کی حکمت رکھنے والا ہے کیونکہ ساری کائنات اسی خالق کے آثار ہیں اور مؤثر پر اس کے آثار ہی کو دیکھ کر استدلال کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ ان علوم کے مباحث میں عقل پر کائنات کے اسرار اور حکمتیں منکشف ہو جاتی ہیں اور ان کے نزدیک یہ اظہار ہو جاتا ہے کہ ضروری چیزیں کسی فی اختیاری نے اپنے قصد اور ارادہ سے بنائی ہیں اور ان کے بنانے میں اعلیٰ درجہ کی تدبیر اور

انتظام سے کام لیا گیا ہے اسلئے ان مباحث سے خدایہ بخوبی استدلال ہو سکتا ہے لیکن بات یہ ہے کہ نوثر پر استدلال
 کرنا بالکل آسان امر نہیں ہے اس استدلال کے طریقہ میں اوقات و شوری و ریش ہو جایا کرتی ہے یہاں قدم در اندیشہ سے
 جسے پاتے ہیں اس موقع پر عقل کا اغزش سے بچار ہنا بڑا کام رکھتا ہے اسلئے کہ انسانی عقل جب آثار کو دیکھتی ہے اور دیکھنے
 اسباب کے دریافت کرنے کے درپے ہوتی ہے اسوقت اگر اسے بار یک مینی سے کام نہیں لیا ہے تو وہ ظاہری سبب
 تک پہنچ کر رہ جاتی ہے اور سیکو نوثر حقیقی اور سبب واقعی گمان کرنے لگتی ہے اور بہر اپنی رفتار کو وہیں شتم کر دیتی ہے
 اسوجہ سے جو لوگ علوم طبعیہ میں مشغول ہوتے ہیں ان میں سے بعضوں کو جب ان آثار پر جیسے کہ ان علوم میں بحث
 کیجاتی ہے اطلاع حاصل ہوتی اور وہ بغیر اسکے کہ بار یک مینی سے کام لیتے اور بحث میں غور و فکر کرتے ان آثار کے اسباب
 سے بحث کرنے لگے اور چونکہ انہیں کسی سچے دین کا اعتقاد یا ایسا ہی کوئی اور امر جو انکی فکر و تلمذ متنبہ کرتا اور نوثر حقیقی اور
 واقعی تک انکی رہنمائی کرتا حاصل نہ تھا اسلئے انکی عقلیں مادہ اور قوانین قدرت تک کہ جو ان آثار کے ظاہری اسباب تھے پہنچ کر
 رہ گئیں اور انہوں نے فرض کر لیا کہ مادہ کے اجزاء بسیطہ کی حرکت ہی سب کچھ کرتی ہے پس وہ اسیکے وجود کے معقد ہو کر
 رہ گئے اور چونکہ انکی نظریں بار یک مینی سے قاصر تھیں اسلئے انکی عقلیں اس امر سے متنبہ نہ ہو سکیں اور انہوں نے اسبات میں غور
 نہیں کیا کہ کیا مادہ اور ان قوانین قدرت میں یہ صلاحیت پائی جاتی ہے کہ ان تمام عجائبات عالم کے حقیقی سبب قرار پائیں یا ایسا
 نہیں ہو اور نہ انہوں نے سیکو سوچا کہ کہیں مادہ میں پختا موجود ہی ہے کہ اسی سے ساری چیزیں صادر ہوں اور وہ کسی صادر
 نہ ہو یا اسکو اسوجہ سے کہ اسکا حدوث لازمی امر ہے کسی دوسری شے کی ہی ضرورت ہے جس سے کہ وہ صادر ہوا
 اس سبب سے یہیں پردہ ٹہر کر رہ گئے اور انہوں نے اپنی عقلوں سے اس سے کچھ کام نہ لیا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس
 امر کا تو عقائد کر لیا کہ تمام کائنات کے صادر ہونیکا حقیقی سبب مادہ قوانین قدرت اور اسکے ذرات بسیطہ کی حرکت
 ہی ہے اور خدائے عالم کے وجود کے منکر ہو گئے اور اس اندکار کے ایسے عادی ہو گئے کہ عالم میں جس اثر کو انہوں نے دیکھا اور
 اسکی حرکت اور ان قوانین قدرت کی جانب جو آئیں پائے جاتے ہیں منسوب کرنے لگے پھر اسکو انہوں نے مختلف عنوانات سے تعبیر کرنا
 اختیار کیا جس سے وہ صرف اپنی سن بھوتی کر لیتے ہیں پس کہی تو کہتے ہیں کہ یاثر طبیعت کے فعل سے ہوا کہی کہتے ہیں قوانین
 قدرت کا فعل سے ہے اسی طرح اور مختلف عنوانات ہی میں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اس نامتام تحقیقات کے بڑے شہد سے معقد تھے
 پھر بعض کی یہاں تک نسبت پہنچی کہ انہیں علم کی رنگ آمیزیوں کیوجہ سے ان دلائل میں جن میں کہ ان علوم کی تعلیم ہوتی ہے کسی امر
 کے نتیجہ ہو گئے اور انکے پاس ان جوان ناواقف طالب علم ان علوم کے حال کر نیکیے لئے آئے جنہیں اسلام کے سچے عقائد کی اطلاع
 تک نہیں اور نہ انہوں نے کسی سے واقفیت حاصل کی کہ کائنات کے بننے اور ان آثار کے حدوث ہونیکی کیفیت کی نسبت
 مسلمانوں کو کیا اعتقاد کرنا چاہئے اور نہ انہوں نے سیکو سمجھا کہ ساری کائنات زمین و آسمان کے موجد کے پیدا کر نیسے موجود
 ہوئی ہے اب ان علوم کے پڑھانے والوں کو موقع ملا کہ ان ناواقف شاگردوں میں اپنے باطل خیالات اور غلط اعتقادات جو انکے لو
 میں نامتام تحقیقات کیوجہ سے جھلک رہے تھے علمی تحقیقات کے پیرایہ میں پھیلا دیں پس جب کہی انہیں عجائبات میں سے کسی عجیب چیز پر اطلاع ہوئی
 یا اسرار کائنات میں کوئی راز انکو معلوم ہوا یا مصنوعات کی حکمتوں میں سے کسی حکمت پر انکو واقفیت حاصل ہوئی تو بجائے اسکے کہ اپنے

شاگردوں سے کہتے کہ اس عجیب اثر کے ایجادگر ٹیئیں کی حیرت انگیز جنت کو دیکھو اور اس کی اعلیٰ درجہ کی حکمت میں غور کرو انہوں نے
 اُسے یہ کہا کہ تم نے دیکھا طبیعت کا کیسا تعجب خیر فعل ظاہر ہوا اور فلاں قدرتی قانون کا کیسا عجیب و غریب اثر ہے علیٰ ہذا اکتفا
 ایسی ہی اور عجب عقائد باتیں کہنا شروع کیں کاش اس موقع پر وہ یوں کہتے کہ تم نے فلاں قدرتی قانون کو دیکھا کیسا عجیب و غریب
 ہے اب اس سے سمجھ لو کہ جسے عالم میں ایسے قدرتی قوانین جاری کئے ہیں وہ کیسا باحکمت اور قادر مطلق ہو گا؟ لیکن انہوں نے تو
 کیا نہیں بلکہ قوانین قدرت تک پہنچ کر گئے اور اس کی طرف تمام چیزوں کو مستند کیا کئے اور برابر اسی طریقہ کا انکے ساتھ بتاؤ
 کرتے رہے یہاں تک کہ یہی کیفیت انکے دلوں میں بخوبی جا گزری ہوئی اور اسی قسم کے خیالات انکی عقلوں میں بھی منقوش ہوئے
 ہے خلاصہ یہ کہ مدارس میں سہنے کا زمانہ ختم ہی نہیں ہو پاتا کہ اس سے پہلے ہی انکے دلوں میں یہ خیال جم جاتا ہے کہ عالم میں سوا
 طبیعت مادہ کے ذات بسیط کی حرکت اور قوانین قدرت کے کوئی فاعل ہے ہی نہیں اور انکا یہ اعتقاد کہ عالم کا پیدا کرنے والا کوئی
 خدا ہے بالکل زائل ہو جاتا ہے پس جو وقت وہ مدرسہ کو چھوڑتے ہیں تو انکی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ انکے ساتھ ہی بلکہ اُس سے پہلے ہی اپنے
 آبائی دین کو ہی چیز کو کہہ چکے ہیں اور اہل اسلام کو اُسے یہ امید ہوتی ہے کہ جماعت اسلام میں تعلیم یافتہ اشخاص کی تعداد میں ترقی ہوگی
 یہ لوگ دین سے وقف ہوں گے اُسے اسلام کو نفع پہنچا کر شریعت محمدیہ کی حمایت کریں گے تمام وطنوں کے کام انہیں گئے انکے کامیاب بننے
 کی تہا پر تملائیں گے لیکن حقیقت میں انکی یہ ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں انکی کوشش بے سود ثابت ہوتی ہیں اور جو ایسے
 لوگوں کی ایک بہت بڑی جماعت سے نقصان اٹھانا پڑتا ہے جسکی نسبت وہ تو یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ بھی ہمیں لوگوں میں گہرے
 تعلیم یافتہ دینی بہائی ہیں اور واقعہ یہ ہے تو وہ بین طینت اور وطن سب کے پکے دشمن ہوتے ہیں عقائد انکے اہل اسلام کے خلاف
 ہوتے ہیں انکے طرز رفتار گھٹا پڑتا ہے وغیرہ جس میں دیکھئے کسی میں اسلامی ہوتا تک نہیں پائی جاتی انکے مقاصد اور ارادہ اسلامی
 شان کے بالکل خلاف ہوتے ہیں انکی حالت دیکھ کر تو برا ہی دکھتا ہے اور بے ساختہ منہ سے انا المدونا الیہ ایچون نکلتا ہے
 خدا اکو بدایت کرے۔ پس یہی خولان اسلام کے ذمہ یا مضر ضروری ہے کہ اس مصیبت عظیمہ کا تدارک کریں خصوصاً ان لوگوں کو
 تو اسکا پورا انتظام کرنا چاہئے جو حامین اسلام میں صاحب حکومت اور ذی اختیار ہیں انکو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ ان میں سے کسی نے
 حتیٰ للقدور ایسی ہی شخصیں معلوم فرمادیں جو انکو عقیدہ اسلام کو حق سمجھیں اور طبیعت میں سلطنت پائی جائے اسلامی تعلیمات کے صدق دل سے عقیدہ ہوں نام کی
 عن اہم وجہ بر مناسبت علوم ہوتا ہے کہ اس امر کو ظاہر کر دوں کہ قدرتی قانون نام کس چیز کا ہے۔ میرے نزدیک قانون قدرت کسی باختیار کام
 کرنے والے کے طرز عمل کا نام ہے اور اس کی مثال ریل کی پٹری کی سی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ریل جب چلتی ہے وہ اسی طرف کو جاتی
 ہے ہر کہ ریل کی پٹری بھی ہوتی ہے اسی طرح عالم میں جو اثر ظاہر ہوتا ہے وہ قانون قدرت کے موافق ظاہر ہوتا ہے اور جیسے کہ ریل کے چلنے کے
 لئے محض پٹری کا ہونا کافی نہیں بلکہ کسی ڈرائیور کی ضرورت ہے جو اسکو آگے لے چلے اسی طرح یہاں بھی کوئی ذی اختیار ہونا چاہئے جو اپنے افعال قانون
 قدرت کے موافق کرے اور جیسے کہ ریل کی پٹری پہا یوں لے کو اختیار ہے کہ وہ ہر جا ہے اس کا رخ بدل دے اسی طرح خالق کائنات کو یہی اختیار ہے کہ
 جیسے کہ اُسے اپنے طرز عمل ایک طور پر مقرر کر لیا تھا جسکو قانون قدرت کہتے ہیں؟ بجا انکے کوئی دوسرا قانون مقرر کر دے پس جیسے کہ ریل کے چلنے میں
 موثر ٹیم ڈرائیور سمجھا جاتا ہے اور پٹری کو کوئی موثر نہیں کہتا اسی طرح اہل اسلام کے نزدیک حقیقت میں خدا موثر ہے اور قانون قدرت اسکا طرز عمل ہے جسکو کہتے
 اپنے اختیار سے مقرر کر رکھا ہے اسلئے قوانین قدرت حقیقی موثر نہیں کہتے اہل اسلام کے نزدیک قانون قدرت کا نام عادت الہیہ ہے ۱۱

ف
 قانون قدرت کے متعلق
 ایک مثال میں جانا
 مستحضر

مسلمان ہوں بلکہ باوجود ہستی عقائد کے شریعت محمدیہ کے آداب اخلاقی بھی آہستہ ہوں اور حتی الاسکان شریعت کے پورے پابند ہوں
اس لئے کہ شاگرد کی مثال اپنے استاد کے اعتبار سے پہلے آئینہ کی سی ہے پس جیسے کہ آئینہ کے سامنے جو چیز آتی ہو اسی کی صورت
انہیں منقش ہو جاتی ہے اور نظر کرنے لگتی ہے اسی طرح جو استاد کی حالت ہوتی ہے وہی شاگردوں میں بھی سرایت کر جاتی ہے استاد کے
خیالات کا شاگرد و پرنسپل بہت بڑا اثر پیدا ہوتا ہے اور دوسرا امر یہ ضروری ہے کہ طالب علم ان مدرس (علوم طبعیہ کے مدارس) میں وقت
تک ہرگز داخل نہ کئے جائیں جب تک کہ وہ پہلے ایک کافی زمانہ تک فنی مدرس میں قیام نہ کر چکے ہوں اور وہاں رہ کر انہوں نے اپنے
اسلامی عقیدے پورے طور سے صحیح نہ کر لئے ہوں تاکہ اُس کے بعد شبہات لایعنی سے انہیں تزلزل نہ کئے پائے اور لوگوں کی بے
سروپائیاں اور رنگ آمیزیاں انکو پس پیش میں نہ ڈال سکیں آداب حسنہ سے انکی اصلاح ہو جائے اور عبادت و توفیق بجا آوری کے
عادی ہو جائیں اور اگر یہ خیال ہو کہ اس امر کے التزام کرنے سے وہ وقت جو ان دینی علوم کی تحصیل کرنے کے لئے
زیادہ مناسب ہے ہاتھ سے جانا رہ گیا تو پھر قدام ضروری بلکہ نہایت ضروری ہے کہ انہیں مدارس میں ایسے علمائے مکمل رکھے جائیں
کہ انکو اسلامی عقائد اور احکام کی تعلیم دیا کریں اور اس ضرورت کا مقابلہ کر سکیں ان مدارس میں داخل ہونے کے وقت سے لیکر اُن کے پھر
کے وقت تک یعنی عقائد اور احکام کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا جائے چاہے تھوڑی سی دیر کیوں نہ ہو لیکن ہونا ناگزیر اور جب تک
اونکا مدرس میں قیام رہے اُس زمانہ تک برابر علمائے مکمل اور عقائد و آداب و عبادات وغیرہ کے فکر ان میں اونکی اصلاح کرتے ہیں اور
جہاں کہیں مبنی احکام یا مظاہر ان عقلی علوم کے مخالف معلوم ہوں انہیں باہم تطبیق دیں اور فنی امور کو عقلی دلائل سے طلب کیے ثابت
کر دکھائیں پس اگر ان دونوں شرطوں کی رعایت کی جائے گی جنہیں اول تو یہ کہ جو اساتذہ ان مدرس کے لئے انتخاب کیے جائیں وہ اسلام کے
پابند ہوں اور انکو عقائد اسلامی تعلیم کو کافی صحیح ہوں اور دوسرے کہ ان طالب علموں کو اسلامی احکام کی عموماً اور عقائد اسلام کی خصوصاً کافی فکری کیسا تہ تعلیم بجا تمام کر سکوں
اور کالجوں میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسکا انتظام کیا جائے یا عقلی علوم کے تحصیل کیسا تہ دینی تعلیم ہی جاری رکھی جائے تو پھر یہ
تعلیم یافتہ اشخاص کجروی سے ضرور محفوظ رہیں گے اُنکے فنی حصائل و آداب میں فتور نہ آنے پائے گا عبادات میں انہیں بے پردہی
ظاہر ہوگی بلکہ اُنکے عقیدے کے اور نہایت ہی پختہ ہونگے خصوصاً سوچے سے کہ ان عقلی علوم کی تحصیل کے زمانہ میں انکو خداوندی
مصنوعات کے حیرت انگیز افعال اور عجائبات قدرت کا مشاہدہ بھی حاصل ہوتا جائیگا کیونکہ اس تقدیر پر جب کبھی وہ کوئی عجیب
صنعت یا عجائبات قدرت میں سے کوئی راز مشاہدہ کریں گے تو اپنے مسلمان اساتذہ کو یہی کہتے ہوئے سنیں گے کہ خداوندی
صنعت کو دیکھو اور اس عجیب و غریب مصنوع میں جو مجھے اپنی اعلیٰ درجہ کی پادار اور حکمت سے کام لیا جو انہیں غور کرویں اسوقت
بلاتامل انکی زبان سے خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا نکلیں گی اور اسکی تسبیح اور تہلیل میں مشغول ہو جائیں گے اس طرح خداوندی عظمت انکے دلوں
میں روز افزوں ترقی کرتی رہے گی اور اسکی قدرت انکی نظروں میں نہایت ہی عظیم معلوم ہوگی پس ان مدارس میں اس سبقت ہی انکے
قیام کا زمانہ گذرنے بھی نہ پائے گا کہ اعلیٰ درجہ کے مسلمان اور موجدین میں سرمد و وہ اور فضل شائکے جائیں گے سختی نہ ہو جائیں گے
اسوقت بیشک مسلمانوں میں ایسے تعلیم یافتہ اشخاص پیدا ہو سکیں گے کہ اسلامی بن کی حمایت کریں اور اپنی قوم ملک اور ملت
کے کام آویں اور جب تک یہ کیفیت نہ ہوگی اسوقت تک ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ جو لوگ علوم عقلیہ حاصل کر کے تعلیم یافتہ اشخاص
میں شمار کئے جائیں گے اُنہیں اسلام یا مسلمانوں کو کچھ ہی نفع پہنچ سکتا ہو کیونکہ جب اُنکے عقائد جو اسلام کا رکن اعظم ہے وہی

درست نہیں گوارا اسلام کو لے گیا امید ہو سکتی ہے جبکہ خود ہی اسلامی تعلیم سے نا آشنا ہو رہی ہیں تو اہل اسلام کو بچہ بنیاد اسلام کے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں۔ دنیاوی فوائد و دین کے مقابل میں دنیاوی فوائد کی اس شخص کی نظروں میں جو مسلمان ہے ہرگز وقعت نہیں ہو سکتی یہ امر اسلامی مشق کے بالکل خلاف ہے۔ بغرض حال اگر لے اس حالت میں دنیاوی نفع کی امید بھی کیا وے تو دنیاوی نفع کے مقابلہ پر اپنے پہنچ گیا اسکی کوئی قدر نہیں کیا جاسکتی علاوہ بریں اس امر میں انکی خصوصیت ہی کیا ہوئی دنیاوی نفع کے پہنچا نہیں انسانی ہمدردی کے موافق تو بغیر قومیں بھی برابر ہیں۔ میری اس تقریر سے یہ سمجھا جا کہ میرا مقصود اعتراض کرنا ہے میری اسلامی ہمدردی جو بکھجور کرتی ہے کہ اپنے بہاؤ کو ذرا تنہا کر دوں (اب میں خدا کے پاک اس امر کی التجا کرتا ہوں کہ ہمارے حکام کو ایسے امور کی توفیق دے جن میں امت محمدیہ کی بہتری ہو اور انکو اپنے فضل و کرم کی برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اسکا اجر جزیل عنایت فرمائے۔ آمین۔

اہل سائنس اور ادب کے قدیم ماننے والو اب میں تم سے کہتا ہوں کہ محسوسات کے احوال میں تو ہم نظر کیجئے اس سے تو سابق میں بحث ہو چکی اب اگر حیات۔ روح۔ عقل۔ قوت۔ متذکرہ وغیرہ نفس کی قوتوں میں ہم غور کریں تو ہوا کو ایک بہت وسیع میدان نظر آئے گا جسکو دیکھ کر بجز تیرے بھانسنے کے اور کچھ نہیں ہو سیکے گا اور جب اے اسکے کہ ان حقایق کی حقیقت اور اس امر سے ہم واقف ہو جائیں یعنی یہ کہ اشمالہ کی صورتیں انسان کی نزدیک کیونکر محفوظ رہتی ہیں بہت سے بعد اے کیونکر یاد آجایا کرتی ہیں اسکے صفحہ فکر سے کس طرح پر پزیرنی بالکل رائل ہو جایا کرتی ہیں اور کس طور پر وہ معقولات کا تصور کرتا رہی کلی اور جزئی کے احکام کیونکر اسکے ذہن میں قائم رہتے ہیں تو ہم ایک بحر عمیق میں غوطہ کھاتے رہیں گے اور اس قسم کے جس مسئلہ کو آپ لے گئے گا اسکی نسبت یہی دریافت ہو گا کہ علماء اور حکما کی عقلیں اسکو حل کر سکیں اسکا راز کسی کی سمجھ میں پورے طور سے نہ آیا یہ حاکمی پر نہ کہلا اور حقیقت حال تک شاید کسی کی ہی رسائی نہیں ہوئی غایت سے غایت۔ ہوا کو جو کہ ان چیزوں کی حقایق کے دریافت کر لینے کے مدعی ہیں وہ چند ایسی دقیق اور مبہم باتیں کہہ دیتے ہیں کہ جس سے سننے والے کی ذرا بھی تسکین نہیں ہوتی اور نہ وہ کچھ سمجھ ہی سکتا ہے پس انسانی عقلوں ان حقایق کے مخفی رکھنے میں عجب نہیں کہ خداوند تعالیٰ کو انکا بھڑکا کرنا مقصود ہوتا کہ اپنے کو ان اشیاء کی حقایق کے دریافت کر لینے سے عاجز پا کر اس امر پر متنبہ ہو جائیں کہ جب فکر انسانی اپنی اور اپنی عقل اور اپنی قوتوں کی حقیقت پوری طور سے دریافت نہ کر سکے تو وہ اسکی حقیقت کے دریافت کر لینے پر کیونکر قدرت رکھ سکتی ہے کہ جسے ان حقایق کو پیدا اور بجا دیا ہے اس موقع پر تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ ان ان کہ جسے اپنی عقل سے زمین و آسمان کے قلابے ملا دئے۔ اخلاک۔ اور سیارات کو دریافت کیا جمادی بنائی اور حیوانی دنیا پر اطلاع حاصل کی یہی نفس اور اپنی اطران قوتوں کی حقیقت کے دریافت کر لینے سے عاجز رہا اور علم عقلا پر تک کر مر گیا اور جب اس بات کا فیصلہ نہ ہوا کہ ان چیزوں کی حقیقت کیا ہے ہر فلاسفر نے اپنی ایک نئی فلاسفی قائم کی جس سے کہ دوسروں کے انکار کیا یہ حال قطعی فیصلہ ان امور میں کسی میں بھی نہ ہو سکا اب اس تہرا اور مترا خدا کی قدرت کو دیکھئے کہ جس نے بتلائے کو تو انسان کو عقل دیکر وہ چیزیں بتلائیں کہ جسے وہ بالکل ناواقف تھا لیکن یہی اسکو اسکے نفس اور اسکی قوتوں کی حقیقت پر انکا ہی نہیں بخشی اہم موقع پر پہنچ کر تو انسان کا مطلق بالکل بند ہو گیا اور پھر کیونکر جسے ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا اسکو چشم و گوش سے کچھ بہرہ ہی نہیں ملا ہے۔

تو حیات عقل و قوت
بہت غامض و گہرا
دیکھ کر بجز تیرے
بھانسنے کے اور کچھ
نہیں ہو سکتا ہے

پیش لے آوہ قدیم ماننے والو اور پھر سے انسانی ہمایو کی جانب میں تمام کائنات کے حادث ہونے اور زمین و آسمان کے پیدا کر نیوالے کے حوالہ سے
 ہونے پر تین دلائل آپ لوگوں کے سامنے قائم کر چکا ہوں اسکے بعد بھی آپ ماوہ کے عظیم ہونے پر ہر کر سکتے اور یہی کہہ جائیں گے کہ ماوہ دراصل
 بسطیہ کی حرکت ہی تمام کائنات کو بنانے والی ہے اور خدائے عالم کا جسٹس کہ اپنے وجود پر درور روشن کے مثل کبلی کبلی دلیس قائم کر دی ہیں انکا
 ہی کرتے رہیں گے میں آپ کے لئے اس امر کی دعا کرتا ہوں کہ آپ کی عقلیں مختلف ہونی سے محفوظ رہیں اور آپ تمام شہاد کو انصاف کی نگاہ سے
 دیکھیں میں مقتضائے انسانی سموری کے آپ لوگوں اس امر کی درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے فکروں سے آزادانہ طور پر غور کریں
 اور سوچیں اور ان مخالفہ آئینہ باتوں اور وہی بتا ہی شہوں کو ہو گا نہ کہائیں جلی وجہ سے خدا خواستہ آپ کو سخت مصیبت اٹھانا پڑے
 کیونکہ زندگی کی مدت بہت ہی نہوڑی ہے چند روز میں گزر جائیگی اور کچھ چھ صلی المد علیہ سلم کے پیرو کہتے ہیں اسکے صحیح ہونے کی
 صورت میں آپ کو اس زندگی کے ختم ہونے کے سخت ہولناک چیزوں سے سنا پڑیگا اسوقت پیشانی کچھ کام نہ لگی اور یہی اس غلطی پر
 ہمیشہ افسوس کرنا پڑیگا اور عاقل کو تو چاہئے کہ ایسا طریق اختیار کرے کہ جو زیادہ تر احتیاط پر مبنی ہو اور اس امر کا بھی لحاظ رکھے کہ جبکا
 واقع ہونا اور مشکل ہے کیوں نہ ہو چہ جائیکہ کہ اگر کسی شے کا وقوع بالکل انسان ہی ہو اور اسکے وجود میں آجائیکہ امید ہی پائی جاتی ہو
 ہر حال اسے پیر و ان محمد صلی المد علیہ سلم کے حالات میں غور تو کیجئے اگر آپ ذرا ہی غور کریں تو معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی مثال انکے ساتھ
 ان دو شخصوں کی سی ہے کہ جو کسی نہایت رفیع الشان اور مضبوط کوئی میں داخل ہوئے ہوں جس میں کہ متحدہ مستحکم کرے اور نشستگاریں
 پائی جاتی ہوں وہ دروازوں اور درجوں سے آہستہ ہو کر برآمدے اور ڈیڑھیاں بہت اہتمام اور استحکام کے ساتھ بنائی گئی ہوں
 اور ان کمروں میں اعلیٰ درجہ کے فرش پچھے ہوں بڑے بڑے بلند تخت لگے ہوں نہایت بیش قیمت برتن اسکے چاروں طرف
 قرینہ سے لگے ہوں مختلف گہڑوں متعدد مقیاس احرار اور عقیاس الہوا کے ذریعہ سے انکی دیواروں کی زیبائش کی گئی ہو انہیں
 بود و باش کرنے کے لئے جتنے ساز و سامان ضروری ہوں سب ہی کچھ موجود ہوں اسکے چاروں طرف نہایت خوبصورت میر گاہیں
 نظر آتی ہوں گرد گرد ایسی جین بندی کی گئی ہو جس میں درختوں کا صف باندھ کر ایسا وہ ہونا لگا ہوں کہ بہت خوش آئند معلوم ہوتا ہو
 قسم قسم کے پہلوں کی کیریاں قع وقوع سے بنائی گئی ہوں انکی نہروں اور جدو لوں میں ہلنی شوخی سے رہا ہو۔ انکی استحکم
 بنی ہوئی جو ضمیمہ البالب بہری ہوں خلاصہ یہ کہ عیش و آرام کے سارے سامان مہیا ہوں کہ جو انہیں دیکھے ہی کہے کہ فلاں چیز
 فلاں حکمت پر مبنی ہے اس چیز سے یہ فائدہ ہے اسکا بنانا والا کیسا ذی اختیار اور تدبیر تھا جس نے کہ جو چیز بنائی ایک قرینہ سے
 بنائی اور جس شے کے لئے جو مقام تجویز کیا اسکے لئے وہی مناسب تہاب ایسے مقام پر پہنچ کر ان دونوں شخصوں میں سے ایک تو
 یہ کہنے لگا کہ ساری صناعی خود بخود ہو نہیں سکتی ضرور کسی بڑے صنایع نے اسکو بنایا اور انکی تمام شہاد کو مستحکم کیا ہے صناع
 اس میں تو ذرا ہی شک نہیں کہ اس کا بنانا والا ان ساری صنایعوں پر خوب ہی قادر تھا اور اسکے تابع و حریکے طریقوں سے
 ہی بڑی واقفیت رکھتا تھا جب تو نے انتہا درجہ کی حکمت کے موافق اسکو اسقدر مضبوط و مستحکم بنایا اور خوبی یہ کہ اسکے تمام ہی
 لوازمات کامل طور پر اسے مہیا کر دئے تاکہ یہاں رہنا اور کما حقہ عیش و آرام سے بسر کرنا ممکن ہو کوئی امر آسائش میں مغل نہ
 ہونے پائے اسکا بنانا والا اگرچہ ہماری نظروں سے غائب ہے مگر اسکو دیکھا نہیں اور نہ ہماری عقل کی یہاں تک سائی ہوئی
 کہ ہم انکی حقیقت دریافت کر لیتے لیکن تاہم اس بات میں تو ذرا ہی شک نہیں کہ وہ ہے ضرور اور انہیں علم قدرت پرست

نہایت ہی غور کریں
 اس آئینہ کا اس لئے
 بنایا گیا ہے

نہایت ہی غور کریں
 اس آئینہ کا اس لئے
 بنایا گیا ہے

حکمت وغیرہ اپنے صاف چکی کہ اس کوٹھی کے بنائیں ضرورت پڑ سکتی ہے سب موجود ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ جس شے
 کے وجود کا اور اس کے اوصاف کا ہم یقین کرتے ہوں اسکو جسے اپنی آنکھوں سے ہی دیکھ لیا ہو کیونکہ اگر کسی شے کا کوئی
 اثر نہ ہو مطلقاً تو ہم یقیناً سمجھ لیں گے کہ وہ شے ہی ضرور موجود ہے چنانچہ اس موقع پر اس کوٹھی کے بنانیوالے کے اثر کا یہی
 ہی کوٹھی اور جو صنایع ان میں پائی جاتی ہیں دیکھ لینا اسکے بنانیوالے اور اسکے خاص خاص اوصاف کے اعتقاد کے لئے
 کافی ہے اور عقل کی اس سے بخوبی تسکین ہو جاتی ہے ہر وہی شخص کہنے لگا کہ اس کوٹھی کے ساز و سامان میں اگرچہ بعض
 ایسی چیزیں بھی پائی جاتی ہیں جنکی حکمت میری سمجھ میں نہیں آئی لیکن ان میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی کیونکہ اسکو یہ یاد نہیں کہ اسکا
 کیونکہ جن شیاؤں کی حکمت میری سمجھ میں آگئی ہیں اسی سے اس امر کو نہایت اطمینان کے ساتھ سمجھ لیا ہے کہ اسکا بننا
 والا بڑا حکمت والا ہے تو اسے بلا کسی حکمت کے اسکو نہ بنایا ہوگا۔ اور دوسرے شخص اپنے ساتھی سے کہنے لگا کہ اس کے
 بنانیوالے کا تو نے جو اعتقاد کر لیا ہے تو اسکو اپنی آنکھ سے اس کوٹھی کو نہ ملے ہوئے دیکھا نہیں پس میں تو اس کے وجود
 کا ہرگز اعتقاد نہ کروں گا اور نہ ان صفات ہی کو مانوں گا جیسا کہ تو نے اس کوٹھی کو دیکھا اسکی نسبت اعتقاد کر لیا ہے لیکن
 ہاں اس کوٹھی کے اس سچ کام کیساتھ موجود ہوٹھیکے لئے ضرور کوئی ایسی چیز ہونا چاہئے کہ جس سے یہ تیار ہوئی ہو یہ ہیکر
 وہ اپنے چاروں طرف دیکھنے لگا اور اسکی نظر ایک پہاڑ پر جا پڑی جو اس کوٹھی کے پاس ہی ایسا وہ تھا اور اسکی جڑ سے پانی کا ایک چشمہ
 جاری تھا جسکا پانی اس کوٹھی کی نہروں میں نہا تھا یہ دیکھ کر وہ شخص کہنے لگا کہ میری عقل نے اس شے کو دریافت کیا جس سے
 کہ یہ کوٹھی واقع میں بنی ہے اور جو اسکی اور جتنی شیاؤں کہ میں پائی جاتی ہیں ان سب کی حقیقی علت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس پہاڑ کی
 چوٹی سے اس قطعہ زمین کی جانب جس میں یہ کوٹھی واقع ہے ہمیشہ زمانہ قدیم سے ہوا چلا کرتی ہے پس لاکھوں ہی برس کا زمانہ گزرا
 جسے کہ یہ پہاڑی پتھر و ٹکڑیاں سے منتقل کرتی رہی اور وہ سب چیزیں اسکی وجہ سے مختلف شکلوں پر اس قطعہ زمین میں جمع ہوتی ہیں
 اور بارش کا پانی ہمیشہ ان میں کچھ تصرف کرتا رہا کہ یہ اسکی شکل کچھ ہو گئی اور کچھ کچھ اس طرح کہ یہ وہ سب چیزیں جمع ہو گئیں اور کبھی
 پر آگندہ۔ اور انکی اوضاع اور شکلوں میں ہوا اور بارش کی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ تبدیلی واقع ہوتی رہی گو کبھی یہ تبدیلی بڑا انتظامی کے ساتھ
 ہوئی اور کبھی انتظام کے ساتھ یہاں تک کہ کڑوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد اس کوٹھی کی باقاعدہ صورت ہو گئی یہاں
 کہ کمرے نشست گا ہیں۔ دروازہ جنگلے۔ برآمدہ۔ سڑتہ۔ چھین اور نہریں سب کچھ پائی جاتی ہیں شے کے ڈھیلے اور پتھر بارش کے
 پانی سے جوٹی گئی ہوئی تھی اسکی خاصیت کی وجہ سے جم گئے ہیں اس طرح بڑا سقد مستحکم اور مضبوط کوٹھی مع تمام صنایعوں کے تیار ہو گئی
 رہا نہروں کا جاری ہونا اسکی یہ صورت ہوئی کہ ابی چشمہ سے جو کہ اس پہاڑ کی چوٹی میں واقع ہے ہمیشہ پانی پتھر اس قصر کے صحن میں مختلف
 طریقوں سے جاری ہوا کیا کبھی بڑا انتظامی کے ساتھ اور کبھی باقاعدہ اسلئے کہ پانی سے اسکی شے نکلتی رہی ہوا اور بارش کے واسطے راستہ میں
 اثر ہوتا رہا سندھ شدہ لاکھوں ہی برس کے زمانہ کے گزرنے کے بعد باقاعدہ نہریں اور چھین نکلیں اور ان میں پانی اس وجود
 انتظام کے ساتھ بہنے لگا اب اسے برتن۔ فرش۔ گہڑیوں۔ اور مختلف قسم کے مقیاسوں کو بھیجے انکی یہ صورت ہوئی کہ مسافروں کا قافلہ
 جو کبھی اس پہاڑ پر اس میں میں اترا تو قافلہ والوں کی یہ چیزیں اتفاق سے چھوٹ گئیں اور ہوا انکو مختلف طرح پر اور دوسرے منتقل کرتی رہی کبھی
 کوئی چیز نہ رہا کبھی کوئی چیز نہ رہی کبھی کوئی شے کمرہ کے اندر چلی آئی کبھی باہر نکلی خلاصہ یہ کہ کڑوں میں کچھ ان کے بعد یہاں تک

۱۱۱
 بی بی افیلا کے دو گھر میں
 جنگی حقیقت نامعلوم ہو چکی
 اور اس حقیقت سے قاضی
 عاجز ہوئے پرست لالہ
 ۱۲
 ن
 دل کی کھنکھارہ کی اس حقیقت
 نامی ہو رہی ہے اسکا افکار
 ۱۳
 اس میں اسرار کی
 حقیقت اس نامور
 ۱۴

پہلے اگر آپ علی تصنیف قلائد غرر کریں اور حنفی پیر کی کہ پھر میرا ہو چکی ہیں ان اشارہ کا متاملہ کر کے جو بہت معلوم نہیں ہو سکتا اور چونکہ اب تک پردہ پڑا ہوا ہے تو ان کو
 معلوم ہو جائیگا کہ کائنات میں ان کی معلومات بہت ہی کم ہیں حتیٰ کہ نسبت ایک قطرہ کو سمندر کے ساتھ لاکڑہ کو گیتان کیسا ہوتا ہے بڑا وہ ہی شکل میں بدل سکتی
 اور یہ ایسا دعویٰ ہے کہ جس کا آپ ہرگز انکار نہیں سکتے ورنہ علم طب علم کیمیا علم تشریح علم فیا لوجی (وہ علم جس میں اعضا حیوانیہ و کما فیض اور علم سے بحث ہوتی ہے)
 علم با تو جی علم احیاء لوجی (علم طبقات الارض) علم فلکیات علم کائنات جو اور جو اسکے علاوہ اور علوم میں جن میں آپ کو کوئی مہارت ہے اور جن کی کہ بڑی بڑی ضخیم جلدیں کی جلدیں
 آپ کو کوئی تالیف کر ڈالی ہیں ان کے بانیس آپ بڑی طاقت کا حامل ہیں اور ان سب علوم کو پیچھے ان کی کتاب کو انہا کے قریب قریب کوئی صفحہ ایسا ہے کہ
 کہ جس میں آپ کو کوئی کتب پر پڑا ہوا ہے کہ فلاں امر کی حقیقت یہ ہے معلوم ہے یا اس شے کی حقیقت کے کافی طور پر بیان کرنے تک علماء کی رسانی نہ ہو سکی ہیں نہ خود پر قضا
 کیا۔ فلاں شے کے بارے میں کئی قطعی رائے قائم نہ ہو سکی۔ فلاں شے کا فعل ہمیشہ مخفی رہا فلاں شے کا فائدہ کی اطلاع ہی ہوتی علاوہ اگر اس حد تک اور عبارتیں لکھا کر کہہ
 رہی ہیں کہ کائنات میں بہشت الہی ہے جہنم میں موجود ہیں مگر حقیقت یہ ناواقفیت کے کہ لوگ خواہاں ہیں۔ اور آپ تک تو ہمیشہ ہی اسی کوشش میں سرگرم رہتے ہیں کہ
 کسی طرح اشارہ عالم کی حقیقت کو دریافت کریں چنانچہ آپ علی محاسن میں اشارہ کائنات کی نسبت اپنی اپنی سلسلہ نظر کرتے ہیں اور بہتر و کمزور اپنی رائے کی غلطی ہی جو
 انہوں نے اپنے زمانہ صرف کر کے خالص اشارہ کی نسبت قائم کی تھی صحیح ہو گیا کرتی ہے اور یہ ایک ایسی ظاہر بات ہے جس کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا کیا آپ اور کیا علماء جو ان اشارہ
 میں تحقیق علیحدہ کے ہے نہ اس امر کو بے اعتدال ہیں۔ اس کی اتنی مثالیں جو ہیں کہ خدا کوئی شمار ہی نہیں لگے شاید آپ کو شک اس امر انکار کریں اور کثرت اشارہ سے
 ناواقفی اور اپنی علم کی قلت کا ثبوت ہے ہر سے افوارہ کریں میں آپ کہوں گا کہ اس بات کی بہت ہی بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ لوگ اداہ کی حقیقت سے جسے کہ آپ ماننے سے
 اور جو ہے تو ان ایک ناواقف ہیں جسک فلسفی نے بنائیں وہ کی حقیقت کی نسبت کی قطعی رائے قائم نہیں کرتی حالانکہ وہ ہی آپ کوں گے تو یہ کائنات کی اصل سے قطع نہ کیے

سے جن اشیاء کا ہم کو ادراک ہوا کرتا ہے کچھ تک اس کی حقیقت دریافت نہ ہو سکی دریاغ ان چیزوں کا کیونکر ادراک کر لیتا ہے غایت سے غایت آپ سبارہ میں یہ کہیں گے کہ ہر اشیاء کی صورتوں کو دریاغ تک پہنچا دیا کرتا ہے اور وہ ادراک کر لیتا ہے۔ اب رہی بات کہ اس ادراک کی حقیقت کیا ہے اور اس کا کافی دوافی بیان تو وہ آج تک پورے طور سے آپ لوگوں سے نہیں ہو سکا (اور نہ کہی ہوگا) اس طرح حیات یعنی زندگی کی حقیقت کچھ لچر کی نسبت آپ اپنے خیال کے موافق یہی کہتے ہیں کہ ذرات مادہ میں باہم جو فعل واقع ہوتا ہے اور اس سے جو آثار ظاہر ہوتے ہیں انہیں میں سے یہ بھی ایک اثر کا ظہور ہے۔ علیٰ ہذا القیاس عقل کی بھی یہی کیفیت ہے وہ بھی آپ کو ایک منجملہ آثار کے ایک اثر کا ظہور ہے۔ رہا اس ظہور کی حقیقت کا شافی و کافی بیان کرنا تو یہاں تک آپ کی رسائی ہو رہی نہ سکی اور نہ شاید کبھی منجملہ اور مسائل کے ایک جزئی مسئلہ کو دیکھتے وہ یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تحقیق کے موافق روشنی اپنی رفتار اور رنگ کے مختلف طبقوں میں نفوذ کرنے کے لحاظ سے قوانین فطرت کے موافق یہ بھی ہونی چیزوں کی تشکیک پر الٹی صورت مرسم کرتی ہے اب آپ لوگ اس امر کی تحقیق نہ کر سکتے کہ عقل اسکو سیدھا کیوں دیکھتی ہے۔ اس مسئلہ کی نسبت پیشتر میں ایک احتمال بیان کر چکا ہوں شاید اس سے بھرپور دفع ہو جائے۔

اور جس امر میں کہ میں گفتگو کر رہا ہوں ہمیں بہت بڑی گنجائش ہے اگر میں اُن تمام اشیاء کو جسے کہ آپ اپنے علمی مباحث میں ناواقف کا اظہار کیا کرتے ہیں شمار کرنا شروع کروں تو کلام میں ضرورت سے زیادہ طوالت ہو جائے۔ میں اتنے مختصر بیان کو بھی مصیبت کے لئے کافی خیال کرتا ہوں اور ٹھکانے کی بات تو یہی ہے کہ موجودات عالم کی نسبت آپ لوگوں کی ناواقفی اعلیٰ درجہ پر ہے اور بہت ہی بڑی ہوئی ہے۔ جب یہ حالت ہو اور پھر اسوقت آپ خدائے عالم کی عظمت کا اس کے آثار قدرت سے استدلال کر کے خیال باندھیں اور حقایق اشیاء کی نسبت اپنی ناواقفی کے مرتبہ کو بھی پیش نظر رکھیں تو اسوقت حق اور انصاف کی بات تو یہی ہے کہ اس خدائے عظیم کی حقیقت دریافت کرنے کی ڈینگ سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ اگر انصاف اور شہرہ بھی کوئی چیز ہے تو کس منہ سے آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خداوند عالم کی حقیقت دریافت کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں جبکہ اُس کی مصنوعات میں سے ادنیٰ ادنیٰ چیزوں کی حقیقت سے آپ ناواقف ہیں بقول شخصیکہ

| | |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------|
| تو کار زمین را نحو ساختی | کہ با آسماں نیز پرداختی |
| <p>اور وجہ یہ ہے کہ جو شخص فرض سمجھے کہ ایک گہری کی تمام چیزوں کی حقیقت دریافت کرنے سے بھی عاجز رہے اور اس کا منظر ظاہر ہو گیا ہو تو اُس کو کس طرح سزاوار ہو سکتا ہے کہ وہ محض اُس گہری دیکھ کر جس سے کہ صرف یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کا کوئی پائے والا ہے اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارنے لگے اور یہ کہنے لگے کہ میں گہری جی کو دیکھ کر بتلا سکتا ہوں کہ اُسکے بنانے والے کی کیسی شکل و صورت ہے وہ سفید ہے یا سیاہ دراز قد ہے یا پستہ قد۔ مولے یا ڈبلا۔ سمیٹا یا بڑا۔ چیزیں بھی۔ جو کوئی ایسے شخص کو محض گہری دیکھ کر اُسکے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کی ڈینگ مارے ہوئے نہ گاہی کہے گا کہ کیا تیری عقل جاتی رہی ہے جو ایسی بیہودہ باتیں کہتا ہے۔ عقل کے پورے ذہان تو یہی کہ اس گہری کے دیکھنے سے صرف یہ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی ایسے بنانے والے نے بنایا ہے جو اُسکا بنا جانتا ہے اور اُسکے بنانے پر ہرگز قدرت بھی حاصل ہے۔ رہی بات کہ اس گہری کے دیکھنے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اُسکے بنانے والے کی حقیقت کیا ہے</p> | |

ف
عقل و حواس
حقیقت کی نسبت
دل سے اس کا دور
رہا
ف
پیشتر کے قیاس
سے موافق تھا
عقل و حواس
کی نسبت
اس کی روشنی
جو دل سے نکلتی
بیان کر سکتے

اور اس کی شکل و صورت کسی سے محض گھڑی کے دیکھ لینے کا تو ہرگز مقتضائیں ہو سکتا کہ اس سے یہ سب کچھ بھی معلوم ہو جائے اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ تو اس کے تمام پرزوں کی بھی پورے طور سے حقیقت نہ جان سکا۔ حالانکہ وہ ترے سامنے موجود ہیں تو ہر ایک کے بنانے والے کی حقیقت دریافت کر لینے کے لئے جو کہ تیری نظروں سے غائب ہے ناحق اپنے نفس کو تکلیف دیتا ہے۔ یہ امر نہایت بیجا اور سرسراہٹ انگیز ہے۔ اور اگر آپ لوگ یہ کہیں کہ ہمارا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم محض کائنات کو دیکھ کر اس کے بنانے والے خدا کی حقیقت دریافت کر لیں گے بلکہ اس بات کو تو ہم بھی جانتے ہیں کہ محض کائنات کا دیکھ لینا اس خدا کی حقیقت پر دلالت نہیں کر سکتا۔ اور نہ اس سے اُسکی حقیقت ہمیں معلوم ہو سکتی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جو خواص آپ نے ذکر کئے ہماری عقلوں میں یہ نہیں آتا کہ کوئی چیز ایسی بھی ہو سکے جو ان کے ساتھ موصوف ہو کر پائی جائے بلکہ ہماری عقلوں کو تو اس بات کا یقین ہے کہ ایسی کوئی شے نہیں پائی جاسکتی کہ جو ان خواص مذکورہ کے ساتھ موصوف ہو یعنی نہ وہ جسم ہو نہ مادہ جسم ہو علیٰ ہذا القیاس اور خواص بھی کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں۔ تو اس کے جواب میں میں کہوں گا کہ اگر آپ کی عقلوں کو اسے خیال کرنے کی قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ شے واقع میں بھی موجود نہ ہو کیونکہ ہجرت ایسے حقائق ہیں کہ جن کو آپ پورے طور سے خیال نہیں کر سکتے اور کچھ بھی وہ نفس الامر میں موجود ہیں۔ اور صرف اس لئے کہ ان کے وجود پر دلیل قائم ہے ان کا وجود مانا جاتا ہے اور آپ لوگوں کا یہ یقین کہ ان کے ایسی شے کا جو ان خواص کے ساتھ موصوف ہو پایا جانا ممکن ہی نہیں۔ قیاس متبیل سے ناشی اور اُسی پر مبنی ہے جیسا کہ آپ کے اس قول سے (کیونکہ جتنی چیزیں موجودات عالم میں سے ہمیں معلوم ہوئی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایسی نہیں جس میں خواص مذکورہ پائے گئے ہوں) ظاہر ہوتا ہے۔ پس آپ لوگوں نے جتنی مشاہدہ کیا ہے شاید کہیں ان پر قیاس کر کے یہ گمان کر لیا کہ ہر شے موجودگان خواص مذکورہ کے اعضاء کے ساتھ موصوف ہونا لازمی ہے۔ اور یہ قیاس کوئی قطعی دلیل نہیں ہے بلکہ محض ہر شے کی دلیل ہوتی ہے کیونکہ ہر اوقات یہ دلیل انسان کو دھوکا دیکر غلطی میں ڈال دیتی ہے یہاں تک کہ وہ ایک شے کے احکام کو دوسری شے پر جاری کرنے لگتا ہے۔ حالانکہ وہ احکام اس دوسری شے پر بوجہ کسی امر فارق کے کہ جس کی اطلاع مستدل کو نہیں ہوئی جاری نہیں ہو سکتے اس وقت آپ لوگوں سے پوچھا جاسکتا ہے کہ ایسا خدا جو نہ جسم ہو نہ جسم کا مادہ ہو یہاں تک کہ تمام مادی خواص سے منزہ ہو اگر موجود مانا جائے تو کیا خرابی لازم آتی ہے اور اس کے ماننے سے کوئی ناامردی ہے آپ لوگوں کا اُسکی حقیقت کے تصور کرنے پر قادر نہ ہونا یہ کوئی استحالة کی دلیل نہیں بن سکتی ہی طرح ان چیزوں پر جو مادی عالم میں آپ لوگوں نے مشاہدہ کیں اُس خدا کو قیاس کرنا کہ جسکی وجہ سے آپ نے یہ یقین کر لیا کہ ایسے خدا کا وجود ناممکن ہے محض مغالطی قیاس ہے کیونکہ ان دونوں میں فرق کیونکہ موجود ہے اور وہ دونوں ہرگز یکساں نہیں ہیں یہاں تک کہ ایک کے احکام دوسرے پر جاری کرنا صحیح ٹھہر سکے۔ اور اگر آپ کہیں کہ ہمیں اسکی ضرورت کیا ہے اور کوئی شے ہمارے ذمہ اس امر کو لازم کرتی ہے کہ ہم اُس خدا کے وجود کو مان ہی لیں تو اس کا جواب ہم سے سنے کہ وہ شے اُس کے آثار قدرت میں کہ جو اس کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر آپ کہیں کہ اچھا اس کی کیا ضرورت ہے کہ ہم اُس خدا کو جسم سے ایک جزئی پر دوسری جزئی کو قیاس کر کے اس کا حکم دریافت کرنا قیاس متبیل کہلاتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

مادہ جسم اور مادہ کے تمامی خواص سے منزہ نائیں تو ہم کہیں گے کہ اسکی اسلئے ضرورت ہے کہ ہمارے پاس اس بات پر دلائل قائم ہو چکے ہیں کہ مادہ اور مادہ کے آثار و خواص سب کے سب حادث ہیں قدیم نہیں ہو سکتے اور خدائے سبحانہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ قدیم ہو کیونکہ اگر ایسا ہی ہو گیا اس میں مادہ کے خواص پائے جائیں گے تو وہ بھی مادہ ہی کی طرح حادث ٹھہریگا۔ اور یہ محال ہے چنانچہ شروع بحث میں پیشتر اس کا بیان آچکا ہے۔

اور اگر آپ کہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہم کو کوئی ایسی دلیل مل جائے جسکے ذریعے ہم اس خدا کی حقیقت تک پہنچ جائیں تو ہم آپ سے کہیں گے کہ یہ روان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک غایت درجہ کی بحث و تدقیق سے یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ خدا کی حقیقت تک پہنچ جانا اور اس کو دریافت کر لینا انسانی عقل کی طاقت سے باہر ہے چنانچہ شریعت محمدیہ کی تصریحات سے بھی صاف صاف یہی ظاہر ہوتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ خدائے سبحانہ غایت درجہ کی عظمت والا ہے اور انسانی عقول کا ادراک اسکی عظمت کے لحاظ سے انتہا درجہ کی پستی میں واقع ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ادراک کی حیثیت سے پستی میں پڑا ہو ایسی حقیقت کے دریافت کرنے تک کہ جو انتہا درجہ عالی اور با عظمت ہو اسکی رسائی ہونا ناممکن ہے اور انکی شریعت نے انکو سمجھا دیا ہے کہ اس خدا کی جانب سے آنکو اسقدر اس کی معرفت کی تکلیف دی گئی ہے جہاں تک کہ اسکے آثار قدرت سے پتہ چل سکتا ہے۔ اور وہ اس امر کا یقین کر لینا ہے کہ وہ موجود ہے۔ زندہ ہے۔ ذی قدرت ہے۔ صاحب ارادہ ہے اسی طرح تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جنکا کہ پیشتر ہم ثبوت کے چکے ہیں اور ان کی نسبت سابق میں ہم سے اور آپ سے گفتگو ہو چکی ہے اور ان کی شریعت نے خدا تعالیٰ کے لئے بعض ایسے صفات کے اعتقاد کرنے کی بھی تکلیف دی ہے کہ نہ جتنکے ثبوت پر کوئی دلیل عقلی قائم ہے۔ اور نہ ان کی نفی پر۔ اسلئے شریعت محمدیہ نے خود وہ صفات آنکو بتلائے ہیں پس انہوں نے اس کا اعتقاد کر لیا۔ اور ذات خدا کی حقیقت میں خوض و بحث کرنے سے شریعت نے ان کو منع کر دیا ہے اسلئے کہ وہ اسکے ادراک سے عاجز ہیں اور نیز اس خوف سے کہ کہیں اسکو وہ اپنی عقلوں میں جیسا کہ وہ واقع میں ہے اسکے خلاف نہ خیال کر لیں اور پھر قابلِ مذمت جہل میں جا پڑیں اور خلاف واقع کا اعتقاد کر لئے لگیں چنانچہ بعض پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بحث و تفتیش سے بچانے کو یوں کہا ہے (کہ جو چیز ترے (یعنی انسانی) دل میں آسکے وہ ضرور ہلاک ہونے والی ہے اور اللہ اس کے خلاف ہے)

پھر سنئے جیسے کہ یہ خدا انتہا درجہ کی عظمت رکھنے والا ہے اسی طرح اس کے اعمال بھی غایت درجہ کے عظیم تھے ہیں اور یہ بت اسی کائنات اور ان عجائب و غرائب میں جو ہمیں پائے جاتے ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ ان عجائب میں سے قدرے قلیل ہم بھی پیشتر بیان کر چکے ہیں۔ اور ان میں تو کچھ شک نہیں کہ آپ لوگ اسکی مصنوعات میں سے بہت اشد شائبہ کے سمجھتے اور ان کی حقیقت دریافت کر لینے سے عاجز ہیں گو اسکو پہلے بھی ہم نے بیان کیا ہے لیکن یہاں پر کچھ اور بھی بتائے گئے دیتے ہیں چنانچہ آپ لوگ اپنی تحقیقات جدیدہ میں یہ کہتے ہیں کہ حرکت قوت کھربائی کچھ جانب منتقل ہو جاتی ہے اور قوت کھربائی حرارت کی جانب اور حرارت روشنی کی جانب۔ اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تصور کر لینا اور سمجھنا آپ کی وسعت میں ہے کہ اشد شائبہ مذکورہ بعض بعض کچھ جانب کیونکر منتقل ہو جاتی ہیں اور پھر کچھ کیا آپ کسی عبارت سے جس کو آپ نے سمجھا ہے

بیان کر سکتے ہیں کہ انتقالات کی حقیقت ہم کو بھی معلوم ہو جائے میں تو کسی طرح خیال نہیں کر سکتا کہ ہمیں سے کچھ بھی آپ کی وسعت میں غایت سے غایت آپ یہ کہیں گے کہ یہ انتقالات ذرات مادہ کی حرکات اور اوضاع کے تغیر سے پیدا ہوتے ہیں لیکن اس تغیر کا آغاز کر دینا اور اذمان کا اس کی حقیقت کو دریافت کر لینا پہر پہلے اور دوسرے انتقال ہیں اسی طرح دوسرے اور تیسرے وغیرہ انتقالات میں فرق بیان کر دینا ذرا کام رکھتا ہے کچھ آسان نہیں ہے۔ اسی طرح بہت سی ایسی چیزیں ہیں کہ ان کے تصور کرنے اور حقیقت بیان کرنے سے آپ بالکل عاجز ہیں پس جب اس خدا کی مصنوعات میں بکثرت ایسی چیزیں موجود ہوں کہ جنکی نسبت آپ لوگوں کا بظاہر ہو چکا ہو تو پھر ہمیں آپ کو تعجب ہی کیا ہو سکتا ہے اگر آپ احباب کو تصور نہ کر سکیں کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے کیونکر پیدا کر دیا حالانکہ آپ لوگوں کا کسی واقعی شے کو تصور نہ کر سکتا اس شے کے فے نفسہ معدوم ہونے پر دلیل نہیں بن سکتا جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ ہماری عقلیں اس امر کو محال سمجھتی ہیں کہ کوئی شے عدم محض سے وجود میں آجائے یعنی یہ ہماری عقل میں نہیں آتا کہ کوئی شے پہلے تو بالکل نیست و نابود ہو پھر وہ کسی وجہ سے موجود ہو جائے کیونکہ جتنی چیزیں سمجھنے مشاہدہ میں آتی ہیں سے کوئی بھی ایسی نہیں دیکھی جو عدم محض سے پیدا ہو گئی ہو اور نہ کوئی ہم میں سے کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکا ایسا واسطے ہم ان کے محال ہونے کا حکم کرتے ہیں تو میں کہوں گا کہ آپ لوگوں کے کسی شے کو عدم محض سے پیدا ہونے ہوئے مشاہدہ نہ کرنے سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ محال ہو اسی طرح آپ لوگوں میں سے اگر کسی کو عدم محض سے کسی شے کے پیدا کرنے پر قدرت نہ ہو تو اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ وہ خدا بھی اس کی قدرت نہ رکھتا ہو پس آپ لوگوں کا اس امر کے محال ہونے کی نسبت ہم لگتا بھی قیاس تمثیل ہی پر مبنی ہے جو کہ قطعی دلیل نہیں ہوتا بلکہ بسا اوقات تحت غلطی میں ڈال دیا کرتا ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے اور آپ لوگوں نے تو خدا کی قدرت کو اپنی قدر پیش خدا کے علم کو اپنے علم پر خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر قیاس کر لیا ہے۔ اس قیاس کا ضعیف ہونا تو حجاب رہا یہ تو دیکھ لیجئے کہ عقلیں اور مقیاس علیہ میں کیسا ظاہر فرق پایا جاتا ہے۔

پہلا کہاں آپ لوگ اور کہاں وہ خدا جسے تمام کائنات کو اس استحکام کے ساتھ بنایا ہے اس فرق کا کچھ ٹھکانا ہے اگر کچھ انصاف ہو تو زمین و آسمان کا فرق صاف صاف نظر آتا ہے۔ آپ لوگوں کی کیا بات ہے آپ لوگ باوجودیکہ علم کیا ہیں بڑے فضل و کمال کی ٹہکتے ہیں لیکن آج تک آپ کو یہ قدرت نہ ہوئی کہ عناصر کی تحلیل کر لیتے۔ یا کسی جسم کو ترکیب دیکر جاندار بنا لیتے جس میں کہ زندگی کے تمام خواص پائے جاتے اور جانداروں کی سی اس کی صورت ہوتی۔ ان دونوں بسیط امروں کے بنائے سے آپ لوگوں کا عاجز رہنا اسی طرح اور خداوندی اعمال میں سے بکثرت اعمال پر آپ کا قدرت نہ رکھنا ایسا امر ہے جس کی دلیل بیان کرنے میں کلام کو طوالت دینے کی حاجت نہیں تو کیا اس کے بعد بھی آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ آپ اپنے نفسوں کو اس خدا کے قادمی ذات پاک پر اپنے اعمال کو اس کے اعمال پر قیاس کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔ علاوہ میں اگر آپ غور سے کام لیں اور اپنے اعمال کو صیقل تو آپ لوگوں کو معلوم ہو جائیگا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں ان میں بھی آپ کا حقیقی فضل نہیں پایا جاتا چنانچہ آپ مثلاً فلاں معدن کی چوٹ کے عناصر کی تحلیل کر لیتے ہیں یا فلاں مرکب کو دو یا زیادہ عنصر سے ترکیب دیتے ہیں تو اس کو دیکھ لیجئے آپ کو پات خاطر ہو جائیگی کہ آپ نے تحلیل یا ترکیب میں انہیں اسباب سے کام لیا جو خدا کے پیدا کردہ ہیں۔ اور انہیں کو جاری کر دیا جن پر

یعنی ہر عنصر کی تحلیل کر کے ان کے ذرات بسیط نکال لیتے مثلاً آئینہ کو تحلیل کر کے ان کے ذرات بسیط نکالتے ۱۲

کہ آپ کو اطلاع حاصل ہوگئی کہ فلاں چیز کے لئے فلاں شے سبب ہے مثلاً ایک شے کو دوسرے میں ملا دینا یا گرم کرنا یا بجھاؤ دینا وغیرہ یہاں تک کہ اس طرح پر تفحیل یا ترکیب حاصل ہوگئی۔ باقی رہی عناصر کے تینہ جو جانے کی حقیقت اور یہ کہ کیونکر ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں یا ذرات مادہ کے خاص طور پر ملجانے کی کیا حقیقت ہے کہ جس سے شے مطلوبہ حاصل ہوتی ہے واقعی بات تو یہ ہے کہ آپ لوگ ان سب باتوں کو پورے طور پر تصور کرنے سے عاجز ہیں اور نہ ان کا صاف صاف بیان ہی کر سکتے ہیں چہ جائیکہ آپ ان سب کے عمل کرنے پر بھی قادر ہوں اور یہ کہ سب کے دوسرے عناصر کے ذرات بسیطہ سے ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو تحلیل کر کے بالکل جدا کر لیں یا ہر عنصر کے ذرات بسیطہ کو دوسرے کے ذرات بسیطہ کے ساتھ خاص اوضاع پر کہ جولازی ہیں ملا کر ترکیب نہ لیں۔ اور اس سے آپ لوگوں کا صنعت اور عمل میں بھی عجیب ظاہر ہو گیا جیسے کہ اوراک اور معرفت میں ظاہر ہو چکا، پس اے عقلمند! کیا اسکے بعد بھی اس خدا کے اعمال کو اپنے اعمال پر اور اس کی قدرت کو اپنی قدرت پر قیاس کرنے کی ڈونگ مار رہے رہو گے اور بھی حکم لگائے جاؤ گے کہ جب تم کسی شے کو عدم محض سے پیدا کر سکتے تو وہ خدا کے قادر بھی اس سے عاجز رہیگا۔ آپ لوگوں کی غلط فہمی سے خدا کی پناہ! باوجودیکہ علم اور عمل دونوں میں آپ کا عجیب ظاہر ہو چکا پھر بھی آپ وہو کے میں پڑے ہوئے ہیں اور اپنی زبردستی سے باز نہیں آتے اگر دنیا میں انصاف بھی کوئی چیز ہے تو آپ لوگوں کو تو لازمی طور پر وہ طرز و روش اختیار کرنا چاہئے جس پر کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چل رہے ہیں کیونکہ یہ طریق بالکل سیدھا۔ بے انصافی سے خالی اور سراسر انصاف پر مبنی ہے اس طرز کے اختیار کرنے میں انہوں نے دورانہیستی میں ہر مضری اور انتہا درجہ کی احتیاط سے کام لیا ہے اور جب اس کی یہ ہے کہ ان کے نزدیک خدا کے عالم کے وجود پر اس کی قدرت کے عجیب و غریب اور با عظمت آثار کے مشاہدہ کرنے سے قطعی دلیل قائم ہو چکی۔ اور اپنی بحث و تدقیق سے یہ امر ظاہر ہو گیا کہ اس خدا کے پاک کی عظمت کے مقابلہ میں ان کے قوائے اور اکیہ بالکل قاصر ہیں اسوجہ سے انکی حقیقت کا سمجھنا اور تصور کر لینا ان کے امکان سے باہر ہے اور اس سے وہ سراسر عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے خدا کا وجود جو آثار قدرت کی دلالت سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے منقہ نہیں ہو سکتا اور نہ یہ خدا کے وجود پر جو قطعی دلیل سے ثابت ہو چکا ہے ایمان لے آنے کے منافی نہیں ہو سکتا ہے۔

پھر ان کے نزدیک دلائل سے قطعی طور پر یہ بات ثابت ہوگئی کہ یہ عالم پہلے بالکل نیست تھا اور اس کے بعد حادث ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ عدم سے اسکو حادث کرنے کے لئے کسی نہ کسی محدث کا ہونا لازمی ہے اور اسی کو وہ خدا کہتے ہیں لیکن وہ اس خدا اور پیدا کرنے کی کیفیت کے تصور کرنے سے عاجز ہیں اور اس عاجز رہنے سے اسکا محال ہونا لازم نہیں آتا اور نہ یہ عاجز رہنا عالم کے اسی طور پر پیدا ہونے کے یقین کے منافی ہے کہ جو قطعی دلیل سے ان کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے۔

پس اس موقع سے آپ لوگوں میں سے بعض کا وہ قول بھی ساقط ہو گیا کہ جو ایسے موقع پر وہ کہا کرتے ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کلیہ خدا کے وجود کا اعتقاد کرنا ذکر کیا جاتا ہے کہ جو نہ جسم ہے اور نہ اس کے لئے اجسام کے صفات ہی ثابت ہیں اور نیز یہ اعتقاد کہ اس خدا نے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اور وہ قول یہ ہے (کہ صاحب اس اعتقاد میں تو بہت ہی قوی ایمان کی ضرورت ہے ہمیں علم کو کوئی بھی دخل نہیں)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قول کے کہنے والوں نے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ ایمان کسی شے کے محض سیدھے سادے طور پر

یقین کر لینے اور بلا کسی قطعی دلیل کے اندہ ہند کسی بات کے مان لینے کا نام ہے اور ان ہولے بہالے عقلمندوں کو یہ پتہ نہ لگا کہ شریعت محمد میں ایمان جب تک کہ کسی قطعی دلیل سے نہ ہو کامل ہو ہی نہیں سکتا اور اس شریعت میں ایمان کامل کے یہ معنی ہیں کہ قطعی دلیل کے ذریعہ سے ان ساری چیزوں کا یقینی علم حاصل ہو چکی نسبت یقینی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اور اسکے ساتھ ہی شریعت کا اپنے آپ کو مطیع اور متقاد بھی بنا دیا جائے پس ان لوگوں کا خدا کے عالم کے وجود کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ کہ اسے عالم کو عدم محض سے پیدا کیا ہے اسی قسم کا ایمان ہے جیسا کہ بیشتر بیان ہو چکا ہے لیکن وہ ذات خداوندی کی حقیقت اور نیز اس امر کے اور اک سے کہ اسے عدم محض سے عالم کو کیونکر پیدا کیا عجز کا اقرار کرتے ہیں اور کسی شے کی حقیقت کے تصور کرنے سے عاجز رہتے جس کے نفس الامر میں وجود پر دلیل قائم ہو چکی ہے اس شے کے وجود کے اعتقاد حازم کے منافی نہیں ہو سکتا پس ان بعض لوگوں کا کیسا پھر خیال ہے حق بات کے بیان کرنے میں انہوں نے کیسی اپنی جہالت ظاہر کی ہے اور علم اور ایمان کے درمیان فرق کرنے میں کیسی غلطی کہاٹی ہے یہ نہ سمجھ سکے کہ علم کی تمام انواع میں سے سب کا نفع کو ایمان کہتے ہیں۔ ناواقفی بھی کیا بری چیز ہے۔ خدا اس ناواقفی اور جہل کا مستی ناس کرے۔

اور سنئے کہ پھر ہر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مصنوعات خداوندی میں طرح طرح کے اسرار اور ایک سے ایک بڑے بڑے حکمتیں مشاہدہ کیں اور در ذریعہ حکمتیں برسوں تک اپنی مخفی رہی تھیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوتی رہیں اس سے ان کے نزدیک یہ بات اور بھی پائے ثبوت کو پہنچ گئی کہ یہ خدا نے پاک بہت ہی بڑی حکمت والا ہے لوگوں کی عقلیں اس کی حکمتوں کو ہرگز عادی نہیں ہو سکتیں اس کے بعد کائنات میں سے جب انہوں نے کسی شے کو مشاہدہ کیا کہ جسکی حکمت انکو ظاہر نہ ہوئی تو انہوں نے اس کی نسبت یہ اعتقاد نہیں کیا کہ وہ شے محض عبث اور بلا کسی حکمت کے پائی گئی بلکہ یہی کہنے لگے کہ اسکا پیدا کرنے والا حکمت والا ہے اس دلیل سے کہ ہم نے اس کی کائنات میں اتنی حکمتیں مشاہدہ کیں ہیں کہ جہاں شمار نہیں ہو سکتا۔ اور ان میں سے بہت سی ایسی حکمتیں ہیں کہ جو ہم پر بدتوں تک مخفی رہیں اور ہر اس کے بعد ظاہر ہوتیں پس اس شے کی نسبت یہی حکمت کہ حکمت ہمارے نزدیک بھی ظاہر نہیں ہوتی ہے ہمیں ہی کہنا چاہئے کہ ضرور اس میں کوئی حکمت ہے جو ہم پر مخفی رہی ہے نہ یہ کہ وہ شے بلا کسی حکمت کے پائی گئی اور سب بارہ میں جس امر سے کہ ہماری عقلوں کی شکلیں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ خالق نہایت ہی عظمت والا ہے چنانچہ ہم اس کے صفات اسرار اور حکمتوں کی عظمت اسکی خلق میں دیکھتے ہی ہیں۔ اور انسانی عقلوں میں کتنی ہی وسعت کیوں نہ ہو جائے لیکن وہ اس کی نسبت نہایت ہی حقیر ہیں اور اسکی عظمت پر قیاس کر کے ہم کہہ سکتے ہیں کہ انسانی ادراک کی اس کے مقابل میں کوئی ہستی نہیں پس اسے اہل سائنس آپ لوگوں کے حق میں امر صواب یہی ہے کہ آپ بھی اسی سربا پانصفاً طریق پر جس پر کہ پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم چلتے ہیں چلنا اختیار کریں پس آپ لوگوں کی عقلیں ان بے شمار حکمتوں کی وجہ سے کہ جو آپ کے نزدیک ظاہر ہو چکی ہیں اور نیز ان کی وجہ سے کہ جو برسوں تک آپ لوگوں پر مخفی رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی ہیں گی اس بات کو مان لیں گی کہ تمام کائنات حکمت پر مبنی ہے اور کوئی شے بھی حکمت سے خالی نہیں۔

اور ہمیں سے آپ لوگ یہاں تک پہنچ جائیں گے اور سمجھنے لگیں گے کہ عالم کے لئے ضرور کوئی ذی حکمت صانع ہے اور عالم میں کوئی شے اندھا دھند ضرورت کی وجہ سے بلا ارادہ موجود نہیں ہوتی۔ اور جب آپ کسی ایسی چیز کو دیکھیں گے کہ جس کی حکمت آپ کو ظاہر نہ ہو تو بجائے اسکے کہ آپ اس کو تمام کائنات کی بلا حکمت اور غیر کسی ارادہ کے پیدا ہونے کی ذیل ٹھہرائیں اور اس کو خالق عالم کے وجود سے انکار کرنے کا ذریعہ بنانے کے پیچھے ہوں آپ یہ کہیں گے کہ اتنی بے شمار حکمتیں جو ہم کو ظاہر ہو چکی ہیں ان پر قیاس کر کے ہم کو کبھی حکم لگانا چاہئے کہ اس شے میں بھی ضرور کوئی حکمت ہے کہ جو ہم سے مخفی رہ گئی۔

اور سب بارہ میں جو شے آپ لوگوں کی عقلوں کو تسکین بخش سکتی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس خدا کی عظمت اور کائنات میں جو اسکے بڑے بڑے اعمال ہیں ان کی عظمت کا تصور کریں اور ان بے شمار حکمتوں کے علو قدر کو دیکھیں کہ جن پر آپ کو اطلاع حاصل ہو چکی ہے اسکے بعد یہ بھی محاذ کرہیں کہ انسانی عقلیں خدائے تعالیٰ کے اسکے اعمال اور حکمتوں کے اعتبار سے نہایت ہی قاصر ہیں اور ان کا ادراک اسکے مقابل میں کسی شے میں نہیں اور نہ کچھ ہستی رکھتا ہے۔

اب بعد اسکے کہ میں آپ لوگوں کے ان تینوں شبہوں کو باطل کر چکا ہوں چاہتا ہوں کہ ایک مثال ذکر کروں جس سے کہ ان شبہوں کی طرف ذہن منتقل ہونے میں جو آپ کو دھوکا ہو گیا ہے وہ بھی ظاہر ہو جائے۔

پس آئیے اہل سائنس میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ ذرا تکلیف فرما کر ان کیڑوں میں جو کہ بذریعہ مائی کراسکوب (میکرو) پائی کے ایک ذرات سے تھوڑے ہی ہزاروں اور لاکھوں ہی نظر آتے ہیں غور کریں کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ یہ کیڑے باوجود یہ ان کی اپنی زندگی قائم رکھنے کے لئے جس قدر ادراک کی ضرورت پڑ سکتی ہے حاصل ہوتا ہے۔ انسان کی حقیقت کا تصور کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس ساری تفصیل کو سمجھ سکتے ہیں کہ انسان کے اعضا کیسے ہوتے ہیں انہیں کیا افعال ہیں۔ اسکے سننے۔ دیکھنے۔ سمجھنے۔ اور چھو کر دریافت کرنے کی کیا کیفیت ہے۔ وہ غذا کیونکر حاصل کرتا ہے اسکے اعضا غذا کی کیا افعال کیا کرتے ہیں اور ان خون کیونکر انجام پاتا ہے۔ اسکے خیالات اور ادراکات کے بارہ میں دماغ سے کیا افعال سرزد ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ کیڑے کیا انسانی مصنوعات اور اعمال کو جان سکتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ خانی کلیں کن اصول پر مبنی ہیں کیونکہ اپنا کام انجام دیتی ہیں۔ مختلف قسم کے کپڑے انسان کی طرح بنا کر لے اسکی اشیاء خورد و نوش اور ادویہ کیسی ہوتی ہیں۔ اسی طرح انکی تالیفات اور مطبوعات میں کیا ہے ٹیلیگراف۔ فونوگراف۔ ٹیلیفون۔ فونوگراف وغیرہ کے آلات کس قسم کے ہوا کرتے ہیں۔ اسنے انکو کیونکر ایجاد کیا کس چیز سے بنایا۔ لوہے اور باقی معدنیات کو تسے زمین کے اندر سے کیسے نکال لیا اور اس سے ایسے عجیب و غریب آلات کیونکر بنائے اور یہ کہ انسان کے بنائے ہوئے آلات اور گلوں کے ہر ہر پردے میں کیا حکمت مد نظر رکھی گئی ہے اور وہ اسی طرح کیوں بنایا گیا مثلاً جب یہ کیڑے ٹیلیگراف کی بیویں کو دیکھیں جن پر کہ تار لگا ہوا ہے تو کیا اب وہ اس کی حکمت کے جان لینے پر قادر ہوتے ہیں اور اس پر کہ وہ اسی طرح کیوں لگایا گیا ہے اور وہ ٹیلیگراف کی اور دوسری گلوں کو سمجھ سکتے ہیں جس حالت میں کہ انہوں نے سوائے ان بیویں اور لوہے کے تاروں کے جو پیرنگے ہوئے ہیں اور کچھ نہیں دیکھا۔ پس جب فرض کر لیا جائے کہ انسان کے اعمال عظیمہ پر انکو اطلاع ہو گئی اور یہ کہ اس سے انہوں نے انسان کے وجود اور اس کی عظمت پر استدلال کر لیا اور اس کے بکثرت اعمال اور اسکے عمل کرنے کی کیفیت ان پر مخفی رہی اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ انہوں نے انکی مصنوعات کی

انسانی عقلیت
کے مقابل میں
انسان کی ہستی
کی مثال ہے
جسے مقابل
میں خود ہی
پائی میں نظر آئے
لے کیڑوں کی

بہت سی حکمتیں بھی دریافت کر لیں اور اس سے انہوں نے اسباب پر استدلال کر لیا کہ وہ نہایت کامل حکمت والا ہے۔ پس کیا ان کیڑوں میں سے ہر ایک کو یہ کہنا ضروری نہ ہوگا کہ میں اتنے سے اور اک کو لے کر جسکا کہ انسان اور اس کے اعمال کی عظمت اور اسکی حکمت کی وسعت کے مقابل میں نہ کرنا بھی نامناسب ہے اس کی حقیقت کے اور اک کر لینے کا دھوئے کر سکتا ہوں مجھے اسکی حقیقت کے دریافت کرنے سے سراسر عجز کا اقرار ہے۔ غایت سے غایت مجھے جو کچھ ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ میں اُسکے وجود اُنکی قدرت اُس کی حکمت کا یقین کروں اسلئے کہ میں نے اُسکے اعمال مشاہدہ کئے ہیں اور اسکی مصنوعات کے بنانے کی جو کیفیت ہو اُسکے ایک بہت بڑے حصہ کے سمجھنے سے اپنے عجز کا اقرار کروں اور محض اسوجہ سے کہ میری عاجز تھاکر اُس کا تدارک نہ کر سکی اُسکے وجود سے انکار نہ کروں۔ اور جب میں اُس کی مصنوعات میں سے کسی ایسی شے کا مشاہدہ کروں جس کی حکمت مجھے ظاہر نہ ہو تو میرے اوپر یہ بات لازم ہے کہ اُسکی حکمت دریافت کرنے سے اپنے عاجز رہنے کا اقرار کروں کیونکہ اُسکے اعمال کی کثرت حکمتوں سے اُسکا ذی حکمت ہونا ثابت ہو چکا ہے اسلئے میں یہ کہتا ہوں کہ ضرور ہمیں کوئی حکمت ہے لیکن وہ میری فہم قاصر پر مخفی رہی ہے پس یہ کیڑے جب مثلاً ٹیلیگراف کی بیویں کو دیکھیں گے اور نیز یہ کہ اُنکے اوپر تار لگے ہوئے ہیں تو وہ یہ نہ کہیں گے کہ یہ سب بہتوں میں بغیر کسی حکمت اور فائدے کے بارش اور آفتاب کی گرمی سے تلف ہو جانے کے لئے لگے ہیں بلکہ کہیں گے کہ ضرور ان میں کوئی حکمت مد نظر رکھی گئی ہوگی اگرچہ وہ ہم پر مخفی ہے۔

پس اے اہل سائنس آپ لوگوں کے علوم اور ادراکات اُس خدا کی عظمت اُسکے اعمال کی عظمت اور اُسکے علم اور حکمت کی وسعت کے سامنے ایسے ہی ہیں جیسے کہ ان مالک اسکوئی کیڑوں کے ادراکات کو انسانی عظمت کے ساتھ اور نیز اُسکے اعمال میں جو قدرت علم اور حکمت پائی جاتی ہے اُسکے ساتھ نسبت ہے بلکہ انصاف تو یہ ہے کہ اس سے بھی کہیں زیادہ تفاوت پایا جاتا ہے انسانی ادراک کی خداوندی عظمت کے سامنے کوئی ہستی ہی نہیں جب یہ حالت ہو تو آپ لوگوں کا اپنے آپ کو نہایت عظیم خیال کرنا اور اپنے معلومات اور محارف کی کثرت پر ناز کرنا کیا حقیقت رکھ سکتا ہے۔

میں اپنے خیال میں آپ لوگوں کو اسلامی گروہ میں سے ایک گروہ اور متعدد فرقہ (معتزلہ) کے بالکل مشابہ پاتا ہوں انہوں نے خدائے تعالیٰ کے سامنے بھی اپنے آپ کو بہت کچھ عظیم سمجھا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خدا پر بھی اُسکے خلق کے بارے میں اپنی جانب سے طرح طرح کی شرطیں لگانے لگے اور اُس پر بھی مختلف احکام کی تعمیل کو واجب ٹھہرانے لگے۔ چنانچہ وہ اسباب کے قائل ہو گئے کہ انسان کے حق میں جو امر بہتر ہو خدا کے وراثت کا کرنا واجب ہے اور اس سے وہ بالکل غافل رہے کہ خدا کے سامنے وہ ایسے ہی ہیں جیسے کہ مالک اسکوئی کیڑے انسان کے سامنے بلکہ اس سے بھی انتہاء درجہ حقیر اور ذلیل ہیں۔ اس امر سے بھی انہوں نے غفلت کی کہ خدائے پاک وہی ہے جس نے کہ انہیں عدم سے پیدا کیا ہے وہ انکا اور ان کی جانوں کا علم اطلاق مالک ہے اور وہ فاعل مختار ہے اپنی ملوک چیز میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے وہ اپنی ملوک میں کیسا ہی کیوں نہ تصرف کرے لیکن اُس کی طرف ظلم کی ہرگز نسبت نہیں ہو سکتی۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کوئی بہت ہی بڑا بادشاہ پانی میں سے جسکا کہ وہ مالک ہو ایک قطرہ ایلے حالانکہ اُنہیں ان مالک اسکوئی کیڑوں میں سے ہزاروں ہی موجود ہوں اور پہر وہ اُسے آگ میں ڈال دے

نہ
ایک
سینکھ
سینکھ

جس سے کہ وہ قطرہ اور سارے کیڑے جو کہ ایک قطرہ میں بسا اوقات لتے ہوتے ہیں جتنے کہ تمام روئے زمین پر آدمی آباد ہو گئے سب کے سب بالکل نیست و نابود اور ہلاک ہو جائیں تو کیا اس موقع پر کسی کے دل میں یہ بات گزر سکتی ہے کہ اس بادشاہ نے کسی امر ممنوع کا ارتکاب کیا اور اپنے اس فعل سے ان بچارے حیوانات پر ظلم کیا اور کیا کوئی اس بادشاہ سے اس بارہ میں مناظرہ کر سکتا ہے حالانکہ وہ بادشاہ اس قطرہ کا اور نیز ان تمام جانداروں کا جو کہ اس قطرہ میں تھے مالک تھا۔ میرے نزدیک تو اس بارہ میں بادشاہ سے سوائے اُس شخص کے جو کہ خطی اور ایسے امور سے ناواقف تھے عرض کرنے کا عادی جو ہمیں کہ اُس کا کوئی بھی ساتھ نہ دے اور کوئی مناظرہ نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ اس خدا نے محض اپنی رحمت اور فضل سے اپنی تمام مخلوق کو جس شان و نعمتیں دے کر بالا مال کر دیا ہے لیکن خدا کا یہ نعمتیں دینا بطورہ وجوب کے نہیں ہے بلکہ محض اُنکی مہربانی اور احسان ہے یہاں تک کہ اگر وہ نعمتیں نہ دیتا اور بجائے اُسکے طرح طرح کی مصیبتیں اُن پر مسلط کر دیتا تو یہ فعل بھی اُس کی جانب سے مستحسن ہی شمار ہوتا اسلئے کہ وہ اپنے ملک میں تصرف کرتا اُس سے مناظرہ کرنے کا کسی کو حق نہیں جو چاہے سو کرے اور جو اس کا ارادہ ہو وہ حکم کرے۔

پس اے اہل ہمانس اچھا سمجھو کہ حق آپ پر ظاہر ہو گیا اور آپ کے واپسی تباہی شیعہ یا قبط ہو گئے تو آپ کو چاہئے کہ جب آپ کے نفوس آپسے خدا کی حقیقت دریافت کرنے کے لئے مناظرہ کریں آپ اُنے بھڑکے کہ ہماری انسانی عظمتیں اس امر سے بالکل قاصر ہیں ہم کو اُسکی اُسی قدر معرفت کافی ہے جس پر کہ اُسکے آثار قدرت دلالت کرتے ہیں یعنی یہ کہ وہ موجود ہے اور نیز تمام ان صفات کے ساتھ موصوف ہے جو کہ اُسکے آثار قدرت سے معلوم ہوتی ہیں اسی طرح جب آپ کے نفوس اس بات کو دریافت کرنا چاہیں کہ اُسے عالم کو عدم سے کیسے پیدا کر دیا تو آپ اُنے کہہ دیجئے کہ ہمارے خدا کے تمام اعمال کو تو حاکمان نہیں اور نہ یہ کہ وہ ان اعمال کو کیونکر کرتا ہے تو جہاں اور بہت سی چیزوں کو ہم نہیں سمجھ سکتے وہاں یہ بھی سہی اور ہم لوگوں کا اُسکو تصور نہ کر سنا اسکا مقتضی نہیں ہے کہ ہم اسکا انکار کریں۔ اور جب آپ کے سامنے کوئی ایسی چیز آئے کہ جس کی حکمت آپ نہ سمجھ سکیں تو آپ کو یہ کہہ دینا چاہئے کہ عالم کا بنانے والا حکیم ہے کیونکہ اُس کی مصنوعات میں بجز حکمتیں ہم دیکھ چکے ہیں پس اگر اس شے کی حکمت کو ہم نہیں سمجھ سکتے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کی حکمت ہی نہ پائی جاتی ہو کیونکہ ہمارا نہ سمجھ سنا حکمت کے نہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہی لازم آتا ہے کہ ہم عالم میں حکمتوں کے پائے جانے سے ایک سرے سے انکار کریں اور از عاصد صند ضرورت کو مان لیں کہ اُنہی سے سب چیزیں ہو جاتی ہیں خدا ہم کو اور آپ کو ایسے طریق کی رہنمائی کرے جس سے اُکھڑت میں نجات ملے۔ آمین۔

اے اہل ہمانس یہاں تک تو میں نے آپ کے ساتھ عالم اور اُس کے تمام تعویذات کے حدوث ثابت کرنے میں گفتگو کی اور اس پر دلائل قائم کئے کہ کوئی خدا بھی ہے کہ جس نے عالم کو عدم سے ایجاد کیا اور یہ کہ وہ تمام اُن صفات کے ساتھ جو اُسکی ذات کے شاہان ہیں موصوف ہے اور نیز آپ کے بہت ہی مشہور شیعہوں کا جواب دیا اب آپ کے بیان کردہ مذہب میں سے چند چیزوں میں اور گفتگو جاتی ہے اور وہ گفتگو چارہم مسئلوں پر مشتمل ہوگی۔

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ عالم میں سے خواہ سماوی ہوں یا ارضی تمام اشیاء کے حادث ہونے کا طریقہ نشو و نما ہے یعنی پہلے

نہ اس کی تائید
ہی کے معنی میں
تو وہ عالم میں
کی کیفیت بتایا
کے بعض احوال
چچا جان کر غصے
تو راجہ صوف
بعض خدا کے
قول کے خلاف
اور انہی کی بات
کے لئے کافی
ہو سکتا ہے

انہر کے اجزاء سے ایک بہت چھوٹے چھوٹے غیر قابل قسمت ذرے بنے پھر ان کے آفتاب بن گیا اسکے بعد آفتاب سے تمام ستارے جدا ہونے لگے چنانچہ منجملہ اسکے ہماری زمین بھی ہے پھر اس زمین میں عناصر بنے اسکے بعد معدنیات پیدا ہوئیں اور کمون اول یعنی برٹو بلاسم بنا۔ پھر یہ ترقی کرنے لگا اور اسے تولد و تناسل شروع ہوا یہاں تک کہ ہوتے ہوتے اس نے درجہ کی نبات یا حیوان تک پہنچ گیا۔ پھر یہ حیوان اور نبات ان چار قوانین قدرت یعنی قانون نباتات - قانون وراثت - قانون تنازع بقا (جس کے موافق قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا ہے وغیرہ) اور قانون انتخاب طبعی کے موافق برابر ترقی کرنے لگے اور طرح طرح کی انواع میں منقسم ہوتے رہے پھر ان انواع سے اور انواع نکلنے اور پیدا ہونے لگیں یہاں تک کہ وہ دونوں (یعنی نبات حیوان) حالت موجودہ تک پہنچ گئے اور یہ سب کچھ ذرات مادہ کی ضروری حرکت اور انہیں قوانین قدرت کی وجہ سے ہوتا رہا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ انسان بھی منجملہ اور حیوانات کے ایک قسم کا حیوان ہے بطریق نشو و نما پیدا ہوا ہے خوبی اور عمدگی اس قانون انتخاب طبعی کے موافق ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچ گیا۔ اور چونکہ وہ بندر کے ساتھ بہت کچھ مشابہت رکھتا ہے لہذا کچھ بعید نہیں کہ وہ اور بندر دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور پھر ترقی کر کے اپنی اصل پر فوقیت لے گیا ہو۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ حیات اور انسانی عقل صرف مادہ کے ذرات مثلاً کہ اور اسکے عناصر ممتزجہ کے باہم تاثر و تاثر کے آئینوں سے ایک خاص قسم کے ظہور کا نام ہے اگرچہ اصل مادہ حیات اور ادراک دونوں سے خالی تھا اور یہ کہ انسانی عقل باقی حیوانات کی عقلوں کے ساتھ صرف مقدار میں مخالفت رکھتی ہے حقیقت کے اعتبار سے اس میں اور دیگر حیوانات کی عقل میں کوئی فرق نہیں ہے۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ آپ لوگ شریعت کے باقی مسئلوں سے جیسے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونا۔ آسمانوں کا موجود ہونا وغیرہ انکار کرتے ہیں اور آپ لوگوں کا یہ گمان ہے کہ آپ کے علوم میں اس قسم کے مسائل کی کوئی دلیل نہیں پائی جاتی بلکہ بعض کو تو آپ کے علوم رد کرتے ہیں ان کے محال ہونے پر مدال ہیں۔

اب انشاء اللہ میں آپ کے ساتھ ان مسائل میں توفیق خداوندی گفتگو کرتا ہوں۔ سنئے ان مسائل میں آپ سے گفتگو کرنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے میں دو مقدمے بیان کروں۔

پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جو نصوص اور اقوال شریعت میں وارد ہوتے ہیں اور جن پر کہ اعتقاد کے بارہ میں بہرہ رسد کیا جاتا ہے جیسا کہ آپ اعمال اور احکام کے بارہ میں بھی بہرہ رسد ہوتا ہے وہ دو قسموں پر منقسم ہیں ایک متواتر۔ دوسرے مشہور۔ متواتر اسے کہتے ہیں جبکہ شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جانے کی وجہ سے جسے کہ اسکے شریعت

عہد ۱۲۰۰ و میرزا علیہ ۱۲۰۰ عہد برٹو بلاسم ایک قسم کا ذلالی مادہ ہے جو متحدہ عناصر سے ملکر بننا ہے انہیں خدا حاصل کرنے پر منقسم ہے اور تولد و تناسل کی قوت موجود ہوتی ہے اسی سے وہ خول تیار ہوتے ہیں جس سے کہ عضوی جسم کی ساخت حاصل ہوتی ہے فلسفہ قدیم کی اصطلاح میں اس کو نفس نباتی کے فیضان کا محل قابل کہہ سکتے ہیں۔ ۱۲۰۰

فلسفہ قدیم کے
نصوص و اقوال
شریعت میں
وارد ہونا
ایسے اسباب
کے بکثرت
پائے جانے
کی وجہ سے
جسے کہ
اسکے
شریعت
عہد ۱۲۰۰
و میرزا
علیہ ۱۲۰۰
عہد
برٹو
بلاسم
ایک
قسم
کا
ذلالی
مادہ
ہے
جو
متحدہ
عناصر
سے
ملکر
بننا
ہے
انہیں
خدا
حاصل
کرنے
پر
منقسم
ہے
اور
تولد
و
تناسل
کی
قوت
موجود
ہوتی
ہے
اسی
سے
وہ
خول
تیار
ہوتے
ہیں
جس
سے
کہ
عضوی
جسم
کی
ساخت
حاصل
ہوتی
ہے
فلسفہ
قدیم
کی
اصطلاح
میں
اس
کو
نفس
نباتی
کے
فیضان
کا
محل
قابل
کہہ
سکتے
ہیں۔

وارد ہونے کا یقینی طور پر علم حاصل ہوتا ہو قطعاً ثبات ہو۔
 اور مشہور وہ ہے جسکا شریعت میں وارد ہونا ایسے اسباب کے بکثرت پائے جائیں وجہ سے جسے کہ قلب کو اس کے وارد ہونے کا
 اطمینان حاصل ہوتا ہو قریب یقینی کے ہوا اور احکام بہرہ گمان غالب سے بڑھا ہوا اور یقین سے کچھ گھٹا ہوا ہے پھر
 متواتر مشہور میں سے ہر ایک یا تو ایسے معنی پر دلالت کرتا ہو گا جس کے سوا کسی اور معنی پر دلالت کرنے کا اس میں احتمال
 ہی نہ ہو پس وہ کسی دوسرے معنی کی طرف نہیں پہنچا جاسکتا اور اس میں تاویل نہیں ہو سکتی یہ قسم شریعت میں جسے مقابل
 پر کہ وارد ہوتی ہے ان میں سے کہیں بھی کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے معنی کی مناقض نہیں کیے ہوئی اس قسم کا نام ہم
 متعین المعنی رکھے لیتے ہیں اور یا مشہور اور متواتر ایسا ہو گا کہ اول نظر میں گو ایک خاص معنی پر اس کی دلالت ہو لیکن ہمیں
 کسی دوسرے معنی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو اگرچہ وہ کسی قدر بعید ہی ہو قسم شریعت محمدیہ میں کہیں کہیں اسطور پر بھی واقع ہوتی
 ہے کہ قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کی مناقض ہے اس کا نام ہم ظاہر المعنی رکھے لیتے ہیں۔ پھر جسے کہ شریعت
 محمدیہ میں نص متعین المعنی کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی متعین کی تصدیق کرنا ضروری
 ہے اور اس کے وارد ہونے کا انکار کرنا یا اس کے معنی کی تکذیب کرنا موجب کفر ہے یعنی اسلامی دین سے خارج ہونے
 کو مستلزم ہے اس کی تاویل کرنا اور کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا ہرگز جائز نہیں ہے کیونکہ اس میں تاویل کا احتمال
 ہی نہیں اور نہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کی مناقض ہے یہاں تک کہ اس کی تاویل کرنے کی ضرورت پڑے اور اگر وہ نص متعین
 مشہور ہے تب بھی اس کے وارد ہونے اور اس کے معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے
 معنی کی تکذیب کرنے کا گمراہی اور نافرمانی میں شمار ہوتا ہے اس کی تاویل کرنا اور اس کو کسی دوسرے معنی کی طرف پھیر دینا اسی
 دلیل سے ناجائز ہے جس سے کہ متواتر متعین المعنی کا تاویل کرنا ناجائز ہے اور نص ظاہر المعنی کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ متواتر ہو تو اس کے
 وارد ہونے اور اس کے ظاہری معنی کی تصدیق کرنا ضروری ہے اس کے وارد ہونے سے انکار کرنا یا اس کے معنی کی ہلاکسی تاویل کے
 تکذیب کرنا بھی کفر ہے اور جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اس کے ظاہری معنی کے خلاف پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اس کی تاویل کرنا بھی جائز
 نہیں اور کسی قطعی دلیل کے مناقض ہونے کی صورت میں اس کے ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی جانب احتمالی طور پر پھیرنا
 اور اس کی تاویل کرنا بھی اس طرح پر کہ اس میں اور اس میں جس پر کہ قطعی دلیل عقلی دال ہے موافقت ہو جائے۔ اور اگر نص ظاہر
 المعنی مشہور ہے تو اس کا حکم بھی نص ظاہر المعنی متواتر کا سلب ہر فرق اتنا ہے کہ اس کے وارد ہونے کے انکار کرنے سے
 یا اس کے معنی کی تکذیب کرنے سے کفر نہیں لازم تا بلکہ گمراہی اور نافرمانی ہی سمجھی جاتی ہے خلاصہ یہ کہ نص متعین المعنی متواتر
 اور مشہور دونوں میں سے شریعت میں کوئی بھی ایسی نہیں جس کے مناقض عقل میں کوئی امر پایا جائے اور نہ اس کی تاویل ہی جائز
 ہے۔ اور نص ظاہر المعنی خواہ متواتر ہو یا مشہور ان میں سے بھی کسی کی تاویل کرنا اور اس کے ظاہری اور متبادر معنی سے کسی دوسرے
 معنی کی طرف پھیرنا جائز نہیں البتہ جس حالت میں کہ عقل کے نزدیک کوئی قطعی دلیل اس کے ظاہری معنی کے خلاف قائم ہو جائے
 اس وقت بیشک اس کی تاویل جائز ہے کیونکہ اس کے متبادر معنی کے اعتقاد پر جسے رہنا اور اس امر کو جس پر کہ قطعی دلیل دلالت
 کرتی ہے پھیر دینا اصل اور بنیادی کو گمراہی ہے اور وہ اصل عقل ہے جس سے کہ اس رسول کی جسے کہ یہ تمام انصوص شرعیہ میں

رسالت ثابت ہوئی ہے کیونکہ اگر عقل نہ ہوتی تو ہم اس رسول کے دعوے رسالت میں صادق ہونے پر استدلال نہ کر سکتے۔ پس جب یہ اصل ہی منہدم ہو جائیگی تو فرع کا بھی لامحالہ انہدم ہو جائیگا۔ پس عقلی دلائل کو چھوڑ دینا نقلی دلائل کو بالکل برہم کرنا ہے اور یہ خلاف نص ہے اس لئے ہر نص ظاہر اس کا جملہ کوئی معنی عقلی میں نہیں دے سکتا۔ اس لئے اس میں تاویل کی جائیگی اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ کلیہ قاعدہ ہے (ایسا ہی بکثرت اسلامی کتب میں موجود ہے جیسے کہ تفسیر رازی میں آیت لا یكلف الله نفساً الا و سہا کی تفسیر میں مذکور ہے اسی طرح تفصیلاً ہر واقعہ میں بھی ہے)

مثلاً قرآن مجید میں سکندر ذوالقرنین کے قصہ میں واقع ہوا ہے حتی اذا بلغ مغرب الشمس وجدا بالغرب فی عین جمیۃ یعنی یہاں تک کہ جب (سکندر ذوالقرنین) آفتاب کے غروب ہونے کے مقام پر پہنچا تو اسے لے کر ایک لدل لے کر چشمہ میں ڈوبتا پایا۔ پس اس نص متواتر کے ظاہری معنی یہ ہیں کہ آفتاب میں سے چشموں میں سے کسی چشمہ ڈوبا کرتا ہے۔ پس اگر عقلی قطعی دلیل اس ظاہری معنی کے خلاف اور ناقض نہ قائم ہوتی تو شریعت محمدیہ میں ہی متبادر اور ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا ضروری ہوتا اور اس کی تاویل جائز نہ ہوتی اور اسوقت یہ کہا جاتا کہ ایک سچے شخص کی خبر نے اپنے ظاہری معنی سے اس بات پر دلالت کی کہ آفتاب زمین سے کسی چشموں کے کسی چشمہ میں غروب ہوا کرتا ہے اس لئے اس کا اعتقاد کرنا ضروری ہے لیکن چونکہ عقلی قطعی دلیل اس بات پر قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب زمین سے بہت بڑا ہے اور بڑے جسم کا چھوٹے جسم میں سما جانا باوجودیکہ وہ دونوں اپنی مقدار میں برابر ہی رہیں محال ہے اور علاوہ اس کے اس بات پر بھی عقلی قطعی دلیل قائم ہو چکی ہے کہ آفتاب خود زمین ہی میں نہیں ڈوبتا پس اسوقت اس نص کی احتمالی طور پر تاویل کرنا اور اس کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر دینا واجب سمجھ یوں تو اللہ ہی اپنی مراد کو خوب جانتا ہے لیکن مثلاً یوں کہا جائیگا کہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ مطلب ہو کہ ذوالقرنین جب مغرب کے شہروں میں سے اس مقام پر پہنچا تو اسے دیکھنے میں ایسا معلوم ہوا جیسے آفتاب ایک لدل لے کر چشمہ میں غروب ہو رہا ہے کیونکہ جو شخص بلایا کے سوا اہل پر آفتاب کی جانب نظر کرے گا تو اس کے خیال میں ہی آئیگا کہ آفتاب مغربی سمندر میں جواں بلاد کو گھرے ہوئے ہے ڈوب رہا ہے اور اس سمندر میں سیاہ رنگ کی کچڑ اور تاریکی بھی بکثرت پائی جاتی ہے اور وہاں گرمی بھی بہت ہے اور یہ اس جانب اشارہ ہے کہ زمین کے مغربی کنارے کو سیاہ سمندر گھرے ہوئے ہے خواہ ہم اس کو مغربی افریقہ کا کنارہ کہیں یا مغربی امریکہ کا اور یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ آفتاب حقیقتہً زمین کے چشموں میں سے کسی چشمہ میں غروب ہوتا ہے (یہ تاویل تفسیر رازی۔ جلالین اور تفسیر گواش سے ماخوذ ہے جیسا کہ اس کو شیخ مرعی اصبہلی نے کتاب عجائب الخلق و احوال میں نقل کیا ہے اور بعض اہل قصص نے جو یہ کہہ دیا ہے کہ آفتاب حقیقتہً چشمہ ہی میں غروب ہوتا ہے یہ بالکل بے ٹھکانے بات ہے اور امر یقینی کے بالکل خلاف۔ اور خدا کا کلام ایسی تہمتوں سے بالکل بھرا ہے پس سوائے تاویل کی طرف رجوع کرنے کے اور کوئی صورت باقی نہیں رہی ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے)

اور اس طرح ہر تو کو بول چال میں کہا ہی کرتے ہیں کہ میں نے فلاں مقام پر آفتاب کو دیر میں ڈوبتے ہوئے پایا اور فلاں مقام پر آفتاب کو پہاڑ کے نیچے۔ یا فلاں واوی میں ڈوبتے ہوئے دیکھا حالانکہ قائل کا یہ ہرگز اعتقاد نہیں ہوتا کہ ان مواقع مذکورہ میں سے کسی میں بھی آفتاب ڈوبتا ہو بلکہ مقصود اس سے یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے میں جیسا معلوم ہوتا ہے اسی کو

نص
عقلی قاطع
نص ظاہری
نص متواتر
نص قطعی
نص احتمالی
نص ساقط
نص باطل

بیان کر دیا جائے۔

لیکن جب کوئی عقلی فیصلہ قطعی یعنی قطعی دلیل شریعت کی کسی نص کے متنازعہ معنی کے مناقض واقع ہو تو اس نص کی تاویل کرنا اور اسکو متنازعہ معنی کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی طرف راجع کر دینا ہرگز جائز نہیں بلکہ اُسکے ظاہری معنی کا اعتقاد کرنا اور اسکو اپنی حالت ہی پر مبنی رکھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دلیل خود ضعیف ہے اس کی وجہ سے ہم کو کوئی وجہ مجبوری کی نہیں ہے اور یہ امر تو واضح ہے کہ قطعی دلیل عقلی وہی ہو سکتی ہے جو اپنے مدلول یقینی طور پر دلالت کرے اور اُس میں اپنے مدلول کی نفیض کا احتمال بھی نہ ہو۔ اور قطعی دلیل عقلی اُس سے کہتے ہیں جو اپنے مدلول پر دھماکان کے ساتھ دال ہو اور اُس میں مدلول کی نفیض کا بھی احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو پس وہ اسی احتمال کے باعث سے یقینی کے درجہ سے گھٹ جاتی ہے اور اسلامی اعتقادات میں اُس پر اعتقاد نہیں کیا جاسکتا اسی لئے قطعی دلیل شریعت کی کسی متواتر یا مشہور نص کے ظاہری معنی کے معارض بھی نہیں ٹھیکر سکتی اور نہ اس دلیل قطعی کی وجہ سے نص کو اُسکے ظاہری معنی سے پھیرنا ہی جائز ہے۔

پھر شریعت محمدیہ میں بعض ایسی نص بھی موجود ہیں جنکے لئے وہ شرائط جنسے کہ وہ متواتر یا مشہور کے درجہ کو پہنچ جائیں کامل طور پر نہیں پائی جاتیں اسلئے اُنکے وارد ہونے کا ثبوت یقینی نہیں ہے اور اس قسم کا نام آحاد سے یہ بھی متعین المعنی اور ظاہر المعنی کی طرف منقسم ہوتی ہے اور اسلامی شریعت میں اس کا یہ حکم ہے کہ شرعی اعمال میں اُس پر دعویٰ اعتقاد کر لیا جائے کیونکہ اعمال کے حق میں فقط ظن کافی ہوتا ہے لیکن اسلامی مقدمات کے بارے میں اُس پر استقلالاً اعتقاد نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اس کے وارد ہونے کا ثبوت قطعی ہے یقینی تو ہے ہی نہیں اسلئے اُسکے شریعت میں وارد ہونے یا اُسکے معنی کا منکر یا فرہین سمجھا جاتا۔ (چنانچہ اصول کی کتابوں میں اس کی تصریح موجود ہے لیکن ہاں آحاد کو جب قابل اعتقاد اشخاص نقل کریں اور مجتہدین نے عبادت کے بارے میں ان پر اعتقاد کر لیا ہو تو پھر جب تک کہ کوئی قطعی دلیل عقلی اُس کے معارض نہ ہو اُسکا انکار کرنا ہرگز جائز نہیں تاکہ کہیں اس طرح پر متواتر اور مشہور کے انکار کرنے تک ثبوت نہ پہنچ جائے خدا پناہ میں رکھے)

ہاں جب بزرگوار کے ساتھ بھی ایسے ہی امور پائے جائیں جنسے اُس کی تقویت ہو جائے اور یقینی علم اُس سے حاصل ہو سکے اُسوقت البتہ اسلامی مقدمات میں بھی اُس پر اعتقاد کیا جاسکتا ہے جیسے کہ اعتقادات کے بارے میں متواتر اور مشہور پر اعتقاد کیا جاتا تھا۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ شریعت محمدیہ بلکہ تمام شریعتوں کا مقصود ایسے امور کا بیان کرنا ہوتا ہے جنسے کہ خلق خدا کو خدا کی معرفت کی جانب ہدایت ہو۔ اُسکے موجود ہونے اُسکے صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کا اعتقاد حاصل ہو۔ اُسکی عبادت کرنے کا طریق معلوم ہو۔ اُسکے شکر ادا کرنے کی کیفیت سے آگاہی ہو اور ایسے احکام پر واقفیت حاصل ہو جائے جنسے کہ معاش کا انتظام درست ہو۔ معاد اور عاقبت کی خوبی حاصل ہو جائے۔ یہ سب علوم کائنات (طبیعیات وغیرہ) کے مباحث اور انکا بتلانا جسسے کہ عالم کے پیدا ہونے کی کیفیت اور وہ قوانین قدرت جو ارضی یا سماوی اشیا میں قائم ہیں اور اسی طرح کے اور امور۔ پس اس قسم کی چیزیں شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ سارے مباحث اس قسم

عہ البتہ بلا دلیل شرعی بہ انکار ہر ترک واجب کے موجب معصیت ہوگا۔ ۱۲۔

فہم مقدمات ہیں
یہاں پر شرعی کا مقصود
عقلی خدا کی عبادت
یہاں پر علم طبعی کا
یہاں پر انکے مقدمات
یہاں پر اس کا بیان
یہاں پر اس کا بیان
یہاں پر اس کا بیان

کے مخلوقات ہیں جنکو سمجھنا لوگ اپنی عقلوں سے دریافت کر سکتے ہیں پس کہی تو اسے اپنے دنیاوی مقاصد میں کام لیتے ہیں اور کوئی محض ان کا دریافت کر لینا ہی اپنی خوش قسمتی شمار کرتے ہیں اور شریعتیں ان امور پر جان بول تو مقصودیت کی کیفیت سے التفات ہی نہیں کرتیں اور نہ ان کی تفصیل ہی کا کچھ خیال کرتی ہیں ہاں کہی اجمالی طور پر ان میں سے بعض چیزوں کو اس قدر ذکر دیا کرتی ہیں جتنے کہ ان کے مقاصد میں خلل ہوتا ہے چنانچہ ان میں مثلاً مختلف آسمان و زمین کی پیدائش کا۔ ان کے عدم سے وجود میں لانے کا تنوعات کے لحاظ سے انواع مخلوقات کے مختلف ہونے کا۔ کائنات کی تدبیر کا اس کے انتظام کی کیفیت کا اجمالی طور پر ذکر موجود ہے تاکہ یہ لوگوں کے لئے خدا کے عالم کے وجود پر اس کے علم۔ قدرت اور حکمت وغیرہ صفات کے ساتھ متصف ہونے پر عقلی دلیل بن جائے۔ اور کہی کسی مقتضائے کچھ سے کہ جس کا مرجع ان کے مقاصد ہی کی جانب ہوتا ہے بعض مباحث کی تفصیل بھی بیان کر دیا کرتے ہیں۔

جب آپ نے ان دونوں مقدموں کو سمجھ لیا تو اب سمجھنے کے شریعت محمدیہ میں جو مخصوص متواترہ یا مشہورہ اس قبیل کی وارد ہوئی ہیں جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں خصوصاً کائنات کی پیدائش اور اسکے انواع میں تنوع ہونے کے بارے میں اعتقاد کیا جاتا ہے وہ صرف ایسی خصوصیات ہیں جنہیں کہ پیدائش اور اس کی کیفیات کے تفصیلی حالات کا بیان نہیں اور وجہ اس کی وہی ہے جو ہم نے پہلے بیان کی کہ اس قسم کی اشیا شریعتوں کے مقاصد میں سے نہیں ہوا کرتیں بلکہ ان مباحث میں سے شریعت میں اس قدر ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی تمام چیزوں کو چارہ دن میں پیدا کیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اس حالت میں متوجہ ہوا جبکہ وہ دہواں تھا پس اسے اس کے سات آسمان بنا دیئے (یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب اس حالت میں قصد کیا جبکہ وہ ہانے کا بخار تھا جیسے کہ تفسیر حلالین میں مذکور ہے) اب پھر وہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چارہ دنوں کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اور ہر شخص شرعی دلائل میں سے کسی دیکھنی دلیل کے ساتھ متسک کرتا ہے پس اکثر علماء اسلام نے تو یہی کہا ہے کہ یہ دن ہمارے ہی دنوں کی طرح ہیں یعنی وہ دن زمانی مقدار میں ہمارے جتنے ایام کے برابر تھے کیونکہ اس وقت تو نہ آفتاب ہی تھا اور نہ آسمان۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ ان دنوں سے آخرت کے دن مراد ہیں کیونکہ شریعت کی اصطلاح میں یہ بات وارد ہوئی ہے کہ کثرت کا ایک دن ہمارے یہاں کے ہزار برس کے برابر ہوتا ہے (ایک دن کے ہزار برس کے ساتھ تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ وراق کی مباحث الفکر میں موجود ہے) اور بعضوں نے کہا ہے کہ دن کا اطلاق شرعی اصطلاح میں پچاس ہزار برس پر بھی آتا ہے باوجود ان سب باتوں کے وہ سب کے سب اس امر پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور ان کے اندر کی تمام چیزوں کو ایک لمحہ سے بھی کم میں پیدا کرنے پر قادر ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کی قدرت کے عظیم ہونے کے دلائل قاطع ہو چکے ہیں اور اسے جو صرف چارہ ہی دن میں تمام عالم کو پیدا کیا انہیں بھی ضرور کوئی حکمت ہے جسے وہی خوب جانتا ہے۔ اور بعضوں نے اپنی سمجھ کے موافق اس کی حکمت بیان بھی کی ہے وہ یہ ہے کہ عالم کی پیدائش کی کیفیت رسولوں کے ذریعہ سے اپنے بعدوں کو پہونچا کر انہیں سکھائے کہ جلدی کرنے سے بھر کر کام کرنا بہتر ہوتا ہے اگرچہ کام کرنے والے کو یہ بھی کہیں نہ معلوم کہ جلدی کرنے سے بھی وہ غلطی سے محفوظ رہے گا۔

فہم
میں جو مخصوص متواترہ
فائدہ میں ان کتب میں
اور ہر ایک علم کے
تاکہ کیا عقلی دلیل
کے ہیں مگر تو
اعتقاد کافی ہے

انہیں نصوص میں سے ایک نص میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آسمان اور زمین پہلے پیوستہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو شکافتہ کر دیا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض نے اس نص کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ وہ دونوں بالکل ایک شے متصل واحد کی طرح تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُن دونوں کو جدا جدا کر دیا اور آسمانوں کو وہاں تک بلند کیا جہاں کہ وہ اب ہیں اور زمین کو اس کی جگہ پر رہنے دیا (اسکو عکرمہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے ایسے ہی عطار و صفاک اور حسن سے بھی منقول ہے اور پیری سعید بن جبیر اور قتادہ کا قول ہے۔ جیسے کہ جلالین کے حاشیہ جمل اور کلام رازی سے ماخوذ ہوتا ہے اور رازی نے اسکو وجہ تاویل میں سب سے اولے قرار دیا ہے جیسا کہ تفسیر سورہ انبیاء میں انہوں نے بیان کیا) اور بعضوں نے اس کی دوسری بھی تفسیر کی ہے۔

اور بعض پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نصوص شریعت سے یہ سمجھے ہیں کہ زمین آسمانوں سے پہلے پیدا ہوئی لیکن وہ بھی ہوئی یعنی پہلی ہوئی اور دوسرا ہاش کے قابل نہ تھی پھر اللہ تعالیٰ آسمان کی جانب متوجہ ہوا اور وہ اسوقت تک ایک دھواں تھا۔ جو اسکے قبل پیدا ہو چکا تھا پھر اس کے ساتھ آسمان بنا دئے اسکے بعد زمین کو بچھا دیا یعنی پیدا کر بود و باش کے قابل بنا دیا اور جو اس امر کا قائل ہوا اسے اس نص کی جسکا ظاہر اسکے خلاف تھا تاویل کر دی اور بعض یہ سمجھے کہ سب آسمان زمین سے پہلے پیدا ہوئے اور جس نص کا ظاہر اسکے خلاف معلوم ہوا اس کی انہوں نے تاویل کر دی۔ سورہ فصلت کی تفسیر میں جمل نے اسکو خطیب سے اور خطیب نے رازی سے نقل کیا ہے پھر اسکے بعد میں نے (مصنف حمید یہ نے) انہیں آسکو دیکھ بھی لیا۔ اور سمارے میں ہر ایک نے ایسا طرز اختیار کیا ہے جو شریعت محمدیہ کے اصول کے موافق ہے۔ شریعت کی نصوص مذکورہ میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو پیدا کیا اور انہیں آسمان دنیا (یعنی آس آسمان کے لئے جو زمین سے پست اوروں کے قریب ہے) زمین بنا دیا پس بعض نے تو یہ کہا کہ وہ آسمان میں جڑے ہوئے ہیں (یہ جو مفسرین کا قول ہے جیسا کہ وراق کی مباحج الفکر میں منقول ہے) اور بعض نے کہا ہے کہ وہ آسمان سے نیچے زمین و آسمان کے درمیان ہیں (اسکو سورہ نمکویر کی تفسیر میں قاضی صہباجی نے اپنی تفسیر کنز الاسرار میں مکی سے نقل کیا ہے اور ہیبتہ النفس کے مصنف نے وہب سے نقل کیا ہے اور قرآنی نے اپنی کتاب مختصر الہیئۃ السنیۃ میں مفسرین اور ائمہ علاوہ اہل علم کی کثیر تعداد سے نقل کیا اور ایسا ہی شیخ مرغی الحنبلی مقدسی نے اپنی کتاب محاسب المخلوقات میں بیان کیا اور ایک آحادی حدیث بھی نقل کی ہے جو اس امر پر دلالت ہے اسی طرح اس حدیث کو ابو جعفر محمد بن عبد اللہ کسائی نے کتاب الملکوت میں ذکر کیا اور رازی نے تو کعب سے نقل کر کے سورہ القدر کی تفسیر میں اس امر کو تصریح کیا کہ دیا کہ آفتاب آسمان دنیا سے نیچے ہی ہے) اور اُن کا (ستاروں کا) آسمان دنیا کے لئے زمین ہونا اسکو مستلزم نہیں ہے کہ وہ آسمان میں گڑے ہی ہوئے ہوں کیونکہ جائز ہے کہ اُس کی زمین ہم لوگوں کے دیکھنے کے اعتبار سے ہو اگرچہ ستارے نیچے ہی ہوں نہ ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ شاید وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے اس قول کی کہ (اللہ نے) جائز کو اُن میں (یعنی آسمانوں میں) نور بنا دیا ایسی تاویل کریں۔

بعضوں نے تو اسکو جسم بتایا ہے جو کہ اُن کا حامل ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس سے مراد ستاروں کی حرکت کا مدار ہے یعنی وہ خلا جس میں کہ وہ چلتے ہیں (یہ سخاک کا قول ہے جیسا کہ تفسیر رازی میں ہے) اور نصوص اس امر پر ال ہیں کہ آسمان موجود ہیں اور یہ کہ وہ ستاروں کے علاوہ ہیں جیسا کہ گذشتہ نصوص سے سمجھا جاتا ہے اور آگے بھی اُن موقع پر جہاں کہ آپ سے اُن چیزوں کے بارے میں گفتگو ہوگی جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں اور آپ اُن سے انکار کرتے ہیں۔ اسکا بیان آتا ہے اور پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جوہر تو اسی بات پر ہیں کہ آسمان ہم کو نظر آتے ہیں۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ نہیں دکھائی دیتے اور جو کچھ کہ نظر آتا ہے وہ ہوا ہے (عجائب المخلوقات میں قاضی ابوبکر بن عربی سے یہی نقل کیا ہے اور شاید وہ اُس نص کی جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نظر آتے ہیں کوئی مناسب تاویل کر دیں۔) آسمان زمین اور ستاروں کے پیدائش کے عقائد کے بار میں جن نصوص شرعی پر کہ اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اُن نصوص کے معانی کے سمجھنے کے علاوہ اُصول ہیں ان سب کا یہ خلاصہ ہے۔ باقی رہی اُن کی پیدائش کی تفصیل یا آفتاب ستاروں اور زمین کے رفتہ رفتہ بننے کی کیفیت جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے کہ سب کی اصل مادہ کے غیر منقسم ذرات ہیں پھر اُن سے آفتاب بنا اسکے بعد اُس سے ستارے جاری ہونا شروع ہوئے چنانچہ انہیں میں سے ہماری زمین ہے جس میں کہ متعدد توانین قدرت ہائے جلتے ہیں جنکا کہ آپ لوگ اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں یا کسی دوسرے طریق پر اُن کی پیدائش ہوئی۔ اسکی نسبت شریعت محمدیہ نے کچھ تصریح نہیں کی اور نہ اُس کی نصوص میں سے کسی نص سے آپ کی تحقیق کا لفظ یا اثبات آتا ہے چلتا ہے لیکن اُن قرآن شریف کی عبارت سے اشارہ تا یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس سے بحث کرنا کچھ اچھا نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے کے وقت انکو حاضر نہیں کر لیا تھا۔

اور جب ہم اُن تفصیلات میں جنہیں آپ لوگ آفتاب ستاروں۔ اور زمین کے تدریجی طور پر بننے کے بارے میں ذکر کیا کرتے ہیں انصاف کی نظر سے جوہر کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ باتیں فرضی اور تخمینی ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کی کتابوں میں آپ کے بیانات کو تامل کی نگاہ سے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے پس ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ نے اسی طریق سے جس کے کہ آپ لوگ قائل ہیں عالم کو پیدا کیا ہو اور اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ کسی دوسرے طریقہ سے پیدا کر دیا ہو۔ کیونکہ ہم تک یہ تخمینی باتیں گمان کے درجہ پر ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو اپنے اعتقاد میں انکار ہرگز یقین نہیں کر سکتے اور اُن کے لئے اسبقہ کافی ہے جتنا کہ اُن کی شریعت میں اس بارے میں وارد ہوا ہے اور اُس سے جو کچھ اُن کی شریعت کے علمائے سمجھے ہیں ہاں جب تخمینی امور قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائیں جنہیں کہ نقیض کا احتمال نہ ہو اور عقل کو اُن کے ترک نہ کر سکی

عہد پس ان لوگوں نے افلاک اور سموات کو ایک سمجھا ہے اور جسمانی مانا ہے۔ عہد ان لوگوں نے افلاک کو سموات کا مفار مانا ہے کہ سموات کا وجود تو جسمانی ہے اور افلاک کا وجود خطی یا سطحی ۱۲ مہ مثلاً یہ تاویل کر سکتے کہ نظر آنے سے مراد غور کرنا ایسا کہ بعض جہاں یہ وارد ہوا ہے۔ کیا ہم آسمانوں کو دیکھتے نہیں۔ اس کے معنی یہ کہے جائیں کہ کیا ہم آسمانوں میں غور نہیں کرتے ۱۳ مترجم۔

لقد وہ آیت یہ ہے ما اشہد ہم خلق السموات والارض ۱۴

گنجائش نہ رہے (لیکن ایسا کہاں ہو سکتا ہے) اور پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقلیں انکو مان لیں تو اسوقت بیشک یہ لوگ اس کے قائل ہو جائیں گے یعنی اس اعتقاد کے کہ اللہ تعالیٰ نے آفتاب کو ایجاد کیا پھر اس سے ستاروں اور زمین کو اسی کیفیت سے جسکو کہ آپ بیان کیا کرتے ہیں جدا کیا اور قوانین قدرت جسکے کہ آپ لوگ عالم کی پیدائش کے بارے میں قائل ہیں وہ محض ان کے نزدیک اسباب عادی ہیں ذاتی طور پر ان میں کوئی بھی تاثیر نہیں جیسا کہ وہ قوانین قدرت سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر کائنات کی پیدائش کے لئے مقرر کیا ہے۔ پس نہات مثلاً بدریہ پانی روشنی اور مٹی کے بجاتی ہے اور نباتات پیدا کرو پنے میں انکو ذاتی طور پر کوئی تاثیر نہیں بلکہ موثر حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے ہاں اس کی عادت جاری ہو گئی ہے کہ اسباب کے پائے جاتے کے وقت ان کے مسببات کو بھی پیدا کر دیا کرتا ہے اور اسوقت یہ امر بخوبی واضح ہے کہ سابق میں جو نصوص مذکور ہوئیں ان میں سے کوئی بھی اس طریقہ پیدائش کے منافی نہیں جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں جیسا کہ غور کرنے والے پر مضمین نہیں۔

بہر حال ہر تقدیر پر ہمارا مقصود حاصل ہے اور وہ آثار کو دیکھ کر ان کے موثر پرستدلال کرنا ہے۔

۱۔ اہل سامعین جب آپ اسلامی بن کو قبول کر لیں اور اس امر کے معتقد ہو جائیں کہ اللہ تعالیٰ اسے پیدا کرنے سے مادہ حادث ہوا ہے جیسا کہ میں نے بیان سابق میں آپ لوگوں کے لئے اس امر پر دلیل قائم کر دی ہے اور نیز اس امر کا اعتقاد کر لیں کہ سات آسمان موجود ہیں جیسا کہ آپ لوگوں کے لئے اسکا بیان آئندہ آتا ہے اور آپ لوگوں کے نزدیک آفتاب کا جتنا اور پھر اس سے ستاروں اور زمین کا جدا ہونا اس طریقہ پر جسکے کہ آپ لوگ قائل ہیں قطعی دلیلوں سے ثابت ہو جائے تب بھی آپ لوگوں کو ممکن ہے کہ شریعت محمدیہ کئی آن نصوص کے موافق جن پر کہ اعتقاد کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور نیز اس کے موافق جیسا کہ اسے شریعت کے بعض علماء سمجھے ہیں اپنے اعتقاد کی تکریر کریں۔ پس اسوقت آپ لوگ یوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے عالم کا مادہ پیدا کیا اسیکو مادہ آسمان کے ذکر کرنے کے وقت اسے دھان مینی دھوئیں سے موسوم کیا ہے جسکی تفسیر علماء نے پائیکے بخار کے ساتھ کی اوریہ وہی چھوٹے چھوٹے غیر منقسم فکے ہیں جو خلا میں منتشر ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو علیحدہ کیلئے مادہ آسمان کو اس مادہ سے متمیز کر لیا جس سے اس کا ارادہ آفتاب۔ ستارے اور زمین بننے کا محتاج اور فتن کی تفسیر میں ابن عباس اور ان کے ساتھیوں سے جو کچھ منقول ہے اسیکے موافق یہ تقریر چل سکتی ہے جیسا کہ ابھی گذر چکا ہے (اسکے بعد مادہ آسمان کو اسے اشیاء مذکورہ کے مادہ کے اوپر اٹھایا پھر اسے آفتاب بنایا اس سے ستاروں اور زمین کو جدا کیا (یہ تقریر ان کے قول کے موافق ہو سکتی ہے جو فلک کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ وہ کواکب کمرار کا نام رکھتے ہیں اس خلا کا جسمیں کہ وہ کواکب (ستارے) دورہ کرتے ہیں) لیکن زمین جسوقت جدا ہوئی تھی وہ اسوقت پہلی مٹی تھی جس پر زمین بنی کہ وہ مادہ قابل ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان کی جانب قصد کیا اور ابھی وہ دیوان ہی تھا یعنی پانی کا بخار تھا اور یہ وہی چھوٹے چھوٹے ذرے ہیں جو تمام خلا میں منتشر پائے گئے ہیں۔ پھر اسے اس کے سات آسمان بنا دئے اور آسمان دکھلائی نہیں دیتا اور جو کچھ نظر آتا ہے یہ گڑہوا ہے (یہ تقریر ابو بکر بن عربی کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر بیان ہو چکا ہے) پھر اس کے بعد اسے زمین کو پیدا دیا یعنی اسکو بود و باش کے قابل بنا دیا اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے خاص خاص قوانین قدرت کے موافق کیا اور وہ سب عادی اسباب ہیں اور ان میں ایک طویل زمانہ صرف ہوا جسکو کہ اللہ تعالیٰ نے چہرے کے ساتھ موسوم کیا ہے تاکہ

۱۔ اہل سامعین کے
۲۔ اہل سامعین کے
۳۔ اہل سامعین کے
۴۔ اہل سامعین کے
۵۔ اہل سامعین کے
۶۔ اہل سامعین کے
۷۔ اہل سامعین کے
۸۔ اہل سامعین کے
۹۔ اہل سامعین کے
۱۰۔ اہل سامعین کے

وہ خدا قادر ہے کہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی اور ایک لحظہ سے بھی کم میں تمام چیزوں کو پیدا کر دے۔ پس اس تقریر پر آفتاب ستارے اور زمین آسمان کے نیچے قدرتی قانون کشش کے ذریعہ سے جسکو اللہ تعالیٰ نے ہمیں رکھ دیا ہے قائم ہیں اور یہ بھی عادی سبب ہے اور فاعل حقیقی خدا تعالیٰ ہی ہے۔ پس اس تقریر سے آپ لوگوں کا مذہب شریعت محمدیہ کی نصوص سابقہ پر اور نیز بعض علماء شریعت کے اقوال پر جو کہ آفتاب ستاروں اور زمین کی پیدائش کے بارے میں وارد ہوئی ہیں پورے طور سے منطبق ہو گیا۔ اور اس طرح پر آپ کے مذہب اور اسلامی دین کے مابین کوئی ایسی مخالفت باقی نہیں رہی جس کی وجہ سے آپ لوگوں کا اہل اسلام میں شمار نہ ہو سکے اور اسلامی دین سے آپ لوگوں کا خارج ہونا لازمی قرار پائے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں تک کہ یہ تفصیل جسکے کہ آپ لوگ آفتاب کے بننے اور ستاروں اور زمین کے اس سے جدا ہونے کے بارے میں قائل ہیں۔ قطعی دلائل سے انکے نزدیک ثابت نہ ہو جائے ہرگز اسکا التزام نہیں کر سکتے۔

ہاں اگر قطعی ثبوت لگیا تو بے شک اسکا التزام کر لیں گے درنا عقائد کے بارے میں انہیں نصوص سابقہ پر جو شریعت محمدیہ میں سبارے میں واقع ہوئی ہیں اقتصار کرینگے اور اجمالی طور پر سمجھنے کے لئے اپنے یہاں کے جمہور علماء کی لئے کتابت کرینگے اور اس تفصیل کو خدا تعالیٰ کے حوالہ کرینگے کیونکہ اس تفصیل سے بحث کرنے کی انہیں تکلیف نہیں دی گئی ہے اور جب اُنہیں ایسے امر یا اسبکے مثل اور امور کی نسبت حکمی کہ انکی شریعت میں تصریح نہ وارد ہوئی ہو اور نہ آپ قطعی دلیل قائم ہو چکی ہوں بلکہ ان کے دلائل ظنی ہوں سوال کیا جائیگا تو وہ دیکھیں گے کہ وہ امور ان کی شریعت کے منافی ہیں یا نہیں وہ منافی ہوئے تو وہ ان کو ترک کرینگے اور ہرگز انکے قائل نہ ہوں گے۔ اور اگر وہ منافی نہ ہوئے تو وہ کہیں گے کہ ہاں ممکن ہے کہ یہ صحیح ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسکے خلاف ہوں کیونکہ یہ امر متظنون ہے۔

پھر کائنات کے بارے میں پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقینی اعتقاد اسقدر ہے کہ تمام کائنات حادث ہے اور اسلئے اس کے اسلئے ضرورت کسی جھٹ کی ضرورت ہے اور وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے حادث کیا اور عدم سے ایجاد کر دیا اور اسکو ان افعول پر تقسیم کر دیا جو کہ بالفعل مشاہدہ کیجاتی ہیں اور یہ سب کچھ طبیعت یا کسی قدرتی قانون کی ذاتی تاثیر سے نہیں ہوا۔ ہاں جو قوانین قدرت کائنات میں سے بعض کے بننے میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں وہ صرف عادی اسباب ہیں جنکو کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے مقرر کیا ہے تاہم خدا ان قوانین قدرت سے بالکل بے نیاز ہے وہ بغیر ان قوانین قدرت کے بھی کائنات کے پیدا کر سکتے ہیں پورے طور سے قادر ہے اور اسقدر یہ یقینی علم خدا کے وجود پر اسکی قدرت۔ علم اور تمام ان صفات کے ساتھ وہ صوف ہوئے ہر جن پر کہ انکے آثار و دلالت کرتے ہیں استدلال کرنے کے لئے کافی دوائی ہے پس اس اعتقاد کے مقتضا کے موافق جب وہ خاص کمز زمین کے مین عالم یعنی محد نیات۔ نباتات اور حیوانات کے بننے کی عجائب و تنفیات کرینگے تو ظاہر ہے کہ انکے نزدیک یہ دونوں صورتیں تحت قدرت ہونے میں برابر ہیں۔ ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان مینوں عالموں کو بطریق خلق کے ایجاد کیا ہے یعنی اُنہیں ان میں سے ہر نوع کو دوسرے سے جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا کوئی نوع دوسری سے مشتق اور نکلی ہوئی نہیں عالم اس سے کہ اُنہیں اسکو دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ اس طرح پر بنایا ہو کہ اُسے مادہ کو اسکی البطحات سے ترقی دیتے دیتے تھے حالت موجودہ تک پہنچا دیا ہو اور دفعتاً بنانا یا رفتہ رفتہ پیدا کرنا ان میں سے ہر ایک عقلی ممکنات میں سے

ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کے تحت میں داخل ہیں اور وہ خدا نے پاک فاعل مختار ہے جو طریق چاہے اختیار کر سکتا ہے کہ کوئی نہیں روک سکتا۔ اور دوسری صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں کے انواع کو بطریق نشو کے ایجاد کیا ہو یعنی اس نے بسط مادہ کو ایجاد کر دیا ہو پھر اسکو عناصر تک ترقی دی ہو پھر حادین یا سب سے بسط ذوی حیات جسم درجہ بالا تک پہنچانی درجہ کی نبات یا حیوان تک ترقی دے کر پونچھا دیا ہو پھر انسانی انواع کو متفرع کیا ہو اور ایک کو دوسرے سے نکالا ہو اور جنس کو باقی رکھا ہو..... اور بعض کو نیست و نابود کر دیا ہو اور یہ سب ان قوانین قدرت کے موافق انجام پایا ہو جنہیں کہ ہم تخلیے نے مادہ میں رکھ دیا ہے اور انہیں کیوجہ سے ترقی ہونے لگی اور مختلف انواع بننے لگیں جسے کہ یہ تینوں عالم موجودہ انواع تک پہنچ گئے پس یہ دونوں صورتیں یعنی طریق خلق اور طریق نشو جس حالت میں کہ اللہ تعالیٰ کی تاثیر قدرت کی جانب نسبت کیا جاوے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی ہیں اسیکو دوسری عبارت میں یوں سمجھئے کہ ان دونوں صورتوں میں سے جو صورت مافی جاوے یعنی خواہ انواع ہی کو ابتداء میں مخلوق مانا جاوے جس میں جنس کا وجود محض فاضلی و انتزاعی نہیں لگا اور خواہ جنس کے مادہ کو اولاً موجود مانا جاوے اور انواع کو انہیں سے متفرع ہوتا ہوا کہا جاوے اور ترقی کرتے کرتے حالت موجود تک پہنچتا ہوا کہا جاوے وہ دونوں صورتیں اللہ تعالیٰ کے وجود و صفات کمال پر استدلال کرنے کے لئے کافی دوامی ہیں لیکن وہ لہو صحت پر کہ اتفاق کے بارے میں اتفاق کیا جا سکتا ہے کائنات ارض کی پیدائش کے بارے میں جو شریعت محمدیہ میں وارد ہوئی ہیں انکا خلاصہ یہی فاروقی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ذی حیثیت شے کو پانی سے بنایا۔ اور یہ کہ اسے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے ہر زندہ کیا یعنی اسے زمین میں جانداروں کو کھجلا اور یہ کہ اسے ہر ایک سے جوڑا جوڑا پیدا کیا۔ اور یہ کہ اسے چوبایوں سے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں۔ (یعنی نر اور مادہ جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے جوڑوں کو پیدا کیا ہے (یعنی تلم اصناف و اقسام کو جیسا کہ تفسیر میں ہے) اور یہ کہ اسے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی دو صنف یا دو قسمیں جیسا کہ تفسیر میں ہے) نر اور مادہ۔ اور یہ کہ اسے زمین میں ہر ایک شے کو جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں (یعنی ہر قسم کے جیسا کہ تفسیر میں ہے) پس اول کی تینوں نصوص میں فی نفسہ یہ احتمال ہے کہ انکی تفسیر طریقہ خلق کے موافق کی جائے یا طریقہ نشو کے۔ اور لمے اہل سائنس پہلی کی دونوں نصوص کے تو آپ لوگوں کا جہد یہ قول کہ ذی حیات مادہ پانی سے حاصل ہوتا ہے بالکل موافق ہے آپ میں باقی نصوص مذکورہ انکے متبادر اور ظاہری معانی ہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں عالموں (معدنیات۔ نباتات حیوانات) کی انواع کو بطریق خلق کے ایجاد کیا یعنی اس نے ہر نوع کو جدا گانہ اور مستقل طور پر ایجاد کیا ہے دوسرے سے نہیں نکالا ہے عام ہے کہ اسے دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ جیسا کہ یہ امر اس شخص پر بخفی نہیں جو عربی کلام کے طرز سے واقف ہے کیونکہ مثلاً جب کوئی یہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مہاں کے سامنے کہا نے کی مختلف انواع کو پیش کیا تو اسے کلام سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسے ہر نوع کو مستقل طور پر طیار کیا اور اسے اپنے مہاں کے سامنے پیش کیا رہا۔ امر کہ اسے پہلے سارا کہا نا ایک ہی جنس کا تیار کیا ہو۔ پھر طباجی کی صنعت کے موافق اسکو ترقی دے کر اس سے اور انواع کو نکال لیا ہو یہ معنی ارادہ سے دور میں اسکا دل میں خیال بھی نہیں گذرتا اگرچہ یہ ممکن الوقوع ہے۔ اور بعض آحادی نصوص کہ جو ائمہ اعتقاد نہیں وارث ہیں ان نصوص کے خلاف ہر ذی

کی تائید کرتے ہیں لیکن باوجود اسکے کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے یہ معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نوع کو مستقل طور پر ایجاد کیا ہے خواہ دفعتاً ایجاد کیا ہو یا رفتہ رفتہ۔ ہاں بعض آحادی نصوص میں (مسلم کی حدیث میں) یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے چھ دنوں میں سے جنہیں کہ لے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے وراثت کو فلاں دن پیدا کیا۔ چہرے کے بعد حیوانات کو فلاں دن پیدا کیا لیکن اس سے سوائے اسکے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ حیوان کی پیدائش وراثت کے بعد رہا یا نہ رہا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک نوع کو دفعتاً ایجاد کیا یا رفتہ رفتہ اس سے کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ پس بنا بر نصوص مذکورہ کے بوجہ اس قاعدہ سابق الذکر کے کہ بدون ضرورت محارضہ دلیل عقلی قطعی کے نصوص مشہورہ و متواترہ کے معانی مستحینہ و معانی ظاہرہ کو چھوڑنا جائز نہیں۔

پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ یہی اعتقاد رکھنا ضروری ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات ارض کے تینوں عالموں (معدنات۔ نباتات۔ حیوانات) میں سے ہر نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ ایک نوع کو دوسرے سے نکالا اگرچہ وہ دونوں صورتوں پر بخوبی قادر ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر نوع کو کسے دفعتاً پیدا کیا ہے یا رفتہ رفتہ موافق ان قوانین قدرت کے جنہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے مقرر کیا ہے تو ان دونوں امور میں سے وہ کسی کی نسبت قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ توقف کرینگے کیونکہ ان کی شریعت میں کوئی ایسی نص نہیں وارد ہوئی جس سے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک خاص طریقہ کا یقین ہو جائے اور حکم شریعت کے مقتضائے موافق انکو یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اس ظاہری معنی (طریق خلق) کے اعتقاد سے عدول کر کے اُس کے خلاف ایک نوع کے دوسرے نوع سے نکلنے اور بطریق نشو کے پیدا ہونے کا اعتقاد کر لیں جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کیونکہ یہ امر نصوص سابق الذکر کے ظاہری معنی بہتاد معنی کے خلاف ہے اور کوئی قطعی دلیل جو ان کو ان کی تاویل کرنے پر مضطر کر دے قائم نہیں ہوئی اور جو دلیل آپ لوگ طریق نشو پر اپنی کتابوں میں ذکر کیا کرتے ہیں وہ محض ظنی اور فرضی ہیں احتمال کے دائرے سے جس سے کہ استدلال لفظی ساقط ہو جایا کرتا ہے) خارج نہیں ہیں جیسا کہ خود غرضی کو چھوڑ کر ان دلیلوں کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہے اور جب تک کیفیت پر مکی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروان نصوص کو اُنکے ظاہری معانی سے ہرگز نہیں پہنچینگے۔ اگرچہ یہی اعتقاد کیوں نہ رکھنا پڑے کہ طریق نشو بھی اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے ہے بلکہ جب تک یہ حالت رہے انکو تاویل کرنا جائز بھی نہیں ہے ہاں اگر عقلی قطعی دلیل ان نصوص کے ظاہری معانی کے خلاف قائم ہو جاتی اسوقت انکے ذمہ سابق الذکر قاعدہ کی بنا پر ان نصوص کو عقلی قطعی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے اور دونوں میں موافقت ثابت کرنے کے لئے تاویل کر دینا واجب ہوتا (اور میرے خیال میں یہ امر ناممکن ہے) پس اے اہل سائنس اگر فرض کر لیا جاوے کہ آپ لوگوں نے جو طریق نشو پر دلیل بیان کی ہیں وہ یقین کے درجہ کو پہنچ گئیں اور آپ لوگوں کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے اعتقاد کرنے کی جس کی بنیاد یہ ہے کہ کسی شے کے لئے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی خالق نہیں ہے ہدایت ہو جائے تو ہمیں کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ لوگ ان نصوص کی تاویل کر لیں اور انکے ظاہری معانی سے پہرے دوں لفظ اس طرح انکو طریق نشو کے جبر کے قطعی دلیل (بالفرض) قائم ہو سکی ہیں موافق بنالیں اور اسکے ساتھ یہ بھی اعتقاد رہے کہ یہ اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کرنے سے

ہیں اور جب یہ حالت ہو تو ہمیں کوئی منافات نہیں کہ آپ کا شمار بھی اہل اسلام میں کیا جائے اور اس طرح ہر اس کائنات کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے وجود اور ان کی قدرت - علم اور حکمت کے کامل ہونے پر استدلال کرنے میں آپ لوگوں سے کوئی چیز بھی نہیں سکتی لیکن میں آپ کو اس غلطی سے ڈراتے دیتا ہوں کہ آپ اپنی دلیل کو جو آپ کے نزدیک قائم ہوں کہیں یقینی نہ گمان کرنے لگیں اس لئے آپ کو اس بارے میں بڑی باریک بینی سے کام لینا چاہئے خدا ہی ہم سب کا باوی ہے۔ کائنات ارض کی پیدائش کی نسبت جو کچھ پہلے لکھا ہے وہ انسان سے قطع نظر کر کے تحریر کیا ہے اس کی پیدائش کی نسبت میں متقل طور پر گفتگو کرتا ہوں۔

پس میں کہتا ہوں کہ شریعت محمدیہ کی ان نصوص میں سے جن پر کہ انسان کی پیدائش کی نسبت اعتقاد کے بارے میں اعتقاد کیا جاسکتا ہے یہ وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا اور یہ کہ اس نے اسی مٹی سے چپکتے ہوئے گارے سے - نخرے ہوئے گارے سے - مٹی جو سیسہ مٹی سے - ٹہیکے سے کے مثل مٹی سے پیدا کیا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس نے پانی سے پیدا کیا۔ پس پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء (امام رازی) نے یہ کہا ہے کہ انسان کی اصل مٹی اور پانی ہے یعنی خدا نے اس کو مٹی اور پانی سے پیدا کیا ہے۔ اسی لئے نصوص میں کہیں پانی کا ذکر ہے کہیں مٹی کا اور وارد ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ یہ بات اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کی پیدائش تمام کائنات سے ایک ممتاز صورت پر ہوئی ہے اور وارد ہوا ہے کہ خدا نے پاک نے آدمی کو ایک نفس (آدم) سے پیدا کیا۔ اور اس سے اس کی زوجہ (حواء) کو بنایا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پیدا دیا۔ ان نصوص سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک مستقل نوع بنایا ہے بطریق نشو کے نہیں پیدا کیا اور نہ اس کو کسی دوسری نوع سے نکالا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں خصوصاً وہ نص جس کا یہ مضمون ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی ہے۔ اور بعض آحادی نصوص میں تو اس کی بخوبی تصریح موجود ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی وہ کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا۔ یہی کوئی شک نہیں کہ یہ آحادی ہاں افراد ہاں مدار عقلا نہیں ہیں لیکن اس سے بھی گئی گندی نہیں کہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی جو کہ مدار اعتقاد ہیں تائید و تقویت کر دیں۔ علاوہ ہر یہ امر غایت درجہ مستحجہ ہے کہ انسان کی اصل مادہ بسیط ہو پر اسے عناصر تک ترقی کی ہو پر جاندار مادہ تک ادبہ ہو تو بلا سم ہے پر ادنی حیوان تک پہنچنے کے بعد ترقی کر کے بندرت تک پہنچا ہو پھر ہند سے انسانی بندرت تک اور پھر اس سے ترقی کر کے انسان بن گیا ہو جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اور پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان سب کا بیان چھوڑ دیا ہو اور صرف اتنا ہی کہنے پر اکتفا کر لیا ہو کہ انسان کی پیدائش کو اس نے مٹی سے شروع کیا ہے

عہ آیت یہ ہے بخلق الانسان من طین ۱۲ عہ آیت یہ ہے خلق من تراب ۱۲ عہ انا خلقنا ہم من طین لایب ۱۲ عہ ولقد خلقنا الانسان من سلاۃ من طین ۱۲ عہ لقد خلقنا الانسان من صلصال من حمارسون ۱۲ عہ خلق الانسان من صلصال کا نفاخ ۱۲ عہ والذی خلق کل ذیۃ من ۱۲ عہ ما منعک ان تسجد لخالقک میتی ۱۲ عہ یا ایہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة وخلق منها زوجہا وبنیئہا رجالا کثیرا وناسا ۱۲

۱۔ آیت یہ ہے ہار خلق الانسان من طین ۱۲

ف
ہیں نصوص کی بات
انسان کا خلق
مٹی سے
پیدا ہونا معلوم
تو اس طرح کہ
ان نصوص کی
مدار اعتقاد
ہیں جب تک
ظاہری معانی
پر مدار اعتقاد

بلکہ کسی حکمت کا وقتضایہ تھا کہ ان تطورات اور ترقیات کی تشریح کرنا اسکی تفصیل بیان کرنا جیسے کہ اسنے نسل انسان کی پیدائش کی تفصیل بیان کی ہے چنانچہ نصوص شرعیہ میں اسنے اس تفصیل کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں پیدایا کیا (یعنی اسنے کہ انکے باپوں کی غذا جس سے مٹی بنتی ہے اس کی مٹی کی مٹی ہی ہے ایسا ہی تفسیر مازنی سے معلوم ہوتا ہے) اور دوسری تفسیر میں خدا کے اس قول کے معنی کہ اسنے (خدا سے) انہیں مٹی سے پیدایا کیا یہ لکھے ہیں کہ انکے باپ آدم کو مٹی سے پیدایا گیا پھر اور دل کو انکے لطف سے پھر خون بہت سے پھر گوشت کے گڑھے سے پھر اسنے انکو پھوپھ بنا کر لگا لاپس بیشک نفس کے بارے میں یہ تفصیل خالق سبحان کی قدرت پر دلالت کرنے کے لئے عقل کے نزدیک بہت با وقعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمیں مادہ کے طرح طرح کے انتقالات پائے جاتے ہیں پس نصوص مذکورہ کا طریق نشو و نما انسان کے دوسری نوع سے نکلنے کے بیان سے ساکت رہنا اور محض بیان سابق پر اکتفا کرنا اسی بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان مستقل نوع بنا کر پیدایا گیا ہے کسی دوسری نوع سے نہیں نکلا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں اگرچہ دونوں امر عقلاً ممکن ہیں جبکہ خدا کو پوری قدرت حاصل ہے ہاں ان نصوص میں یہ امر صراحتاً مذکور نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی سے دفعتاً پیدایا کیا یا رفتہ رفتہ بنایا اسنے ان نصوص کے موافق جو کہ مدار اعتقاد قرار پا سکتی ہیں ان دونوں امور میں سے کسیکے ساتھ یقین نہیں کیا جاسکتا بلکہ محل توقف ہے اگرچہ بعض آیات دی نصوص سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ پہلے انسان (آدم) کی رفتہ رفتہ پیدائش ہوئی ہے اور اسپراک طویل زمانہ گذرا اور اللہ تعالیٰ کو ہر طرح کی قدرت ہے اور بعض علماء اسلام (امام رازی) نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر میں کہ تم کو اس نے مٹی سے پیدایا کیا پھر ناگاہ تم آدمی ہو کر پیدایا شروع ہوئے۔ پتھر کی ہے کہ انسان کی پیدائش مستقل طور پر ہوئی ادنیٰ حالت سے جا لیت موجودہ تک ترقی کر کے نہیں ہو چکا ہے اور سبب یہ وہ یہ کہنے ہیں کہ عربی میں کلمہ (اذا) جسکا ترجمہ ناگاہ اور فوراً ہے کسی امر کے اچانک اور دفعتاً واقع ہوجانے پر دلالت کرتا ہے چنانچہ عربی محاورہ ہے خرجت فاذا لاسد بالباب یعنی میں نکلا پس ناگاہ شیر دروازہ پر تھا اور یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قالب انسانی کو مٹی سے بنانے کے بعد لفظ کن (ہو جا) کہہ کر انسان ہی بنا دیا اور وہ فوراً پیدایا ہو گیا یہ نہیں ہوا کہ وہ معدن بنا۔ پھر نباتات ہوا۔ پھر حیوان۔ پھر اس کے بعد انسان بنا اور یہ ایک فلسفی مسئلہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ مسئلہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اول ہی سے انسان بنایا ہے اور وہ انسان بننے کے ساتھ ہی حیوان اور نامی سب کچھ بن گیا۔ یہ نہیں کہ اول او سکونامی بنایا ہو پھر حیوان بنایا ہو پھر انسان بنایا ہو سو حقیقتاً مقصود اول انواع کا پیداکرنا ہے پھر ان انواع میں انہی ایک ہی قصد اور ارادہ سے اجناس بھی ہو جاتی ہیں سو اللہ تعالیٰ نے مرتبہ اخیر ہی کو مقصود ٹھہرایا ہے جو جنس عالی سے نہایت ہی بعید ہے یہ نہیں کیا کہ او پہلے سے درجہ بدرجہ منتقل کرتے ہوئے اخیر مرتبہ (نوع حقیقی) پر لائے ہوں (ختم ہوئی تقریر علامہ رازی کی) پس یہ اس امر کی تصریح ہے کہ اس نص سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی پیدائش بطریق خلق کے مستقل طور پر ہے بطریق نشو کے نہیں ہوئی جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے اور باقی نصوص سے بھی بظاہر طریق خلق ہی کا پتہ چلتا ہے

عہ خلقکم من تراب ثم اذ انتم بشر تنشقون ۱۲ عہ نامی سے مراد وہ جسم ہے جس میں نشو و نما ہوتا ہو ۱۲ مترجم۔

پس پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتقاد کے بارے میں طریق خلق ہی پر اعتماد ہے طریق نشو و نما اور نہ انکو ان خصوصیات کی تاویل کرنا اور انکو انکے ظاہری معانی سے پہچاننا ہی جائز ہے مگر ان جب کوئی حقیقی قطعی دلیل قائم ہو جائے جو اس بات پر دال ہو کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بطریق نشو و نما کے پیدا کیا ہے جیسا کہ آپ لوگوں کا گمان ہے (اور یہ امر کو سوں دور ہے) تو اسوقت البتہ وہ ان نصوص کے ظاہری معانی کی تاویل کر کے نہ ضرر ہو جائے گی جیسا کہ انکے نزدیک عقلی اور نقلی دلیل میں تعارض کی حالت میں تطبیق فیہ کا قاعدہ ہے اور اس کے بعد بھی اس امر میں خفا نہیں کہ طریق نشو و نما انکے نزدیک ثابت بھی ہو جائے تو وہ نشو و نما نہیں ہو سکتا جس کے آپ لوگ قائل ہیں اس لئے کہ اگر انکے نزدیک نشو و نما ہو گا تو وہ یہی کہیں گے کہ نشو و نما لے ہی کے پیدا کرنے سے ہے کہ انکے نزدیک اس بات پر دلیل قائم ہو چکی ہے کہ سوائے خدا کے نہ کوئی خالق ہے اور نہ مؤثر ہے تو ان پر قدرت جتنی کہ وہ کام لیتا ہے وہ شخص عادی اسباب ہیں۔ ان میں کوئی ذاتی تاثیر نہیں اور جو نشو و نما آپ لیتے ہیں وہ آپ کے نعم کے اعتبار سے انہیں تو ان میں قدرت کی ذاتی تاثیر سے ہوتا ہے پس ان دونوں معنوں میں بین و آسمان کا فرق نکل گیا۔

یہ بھی سن لیجئے کہ جو دلیل آپ اپنی کتابوں میں نشو و نما کر کے لیا کرتے ہیں اگر نظر الضاف سے دیکھا جائے تو وہ ایسی دلیل نہیں ہیں جسکی وجہ سے پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان ظاہری نصوص کی تاویل کرنے پر مضطرب ہوں اور انہیں نشو و نما کا قائل ہو جائیں کیونکہ وہ سب ظنی دلیلیں ہیں جسکی بنیاد چند تخمینی چیزوں پر ہے۔ اور پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ کوئی یقینی دلیل معارض نہ ہو تاویل کرنے پر مضطرب نہیں ہوتے جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے۔ پس اگر فرض کر لیا جائے کہ انسان کے بطریق نشو و نما پیدا ہونے پر یقینی و قطعی دلیلوں تک آپ لوگوں کی رسائی ہو گئی اور آپ نے اسلامی دین کا بھی اعتقاد کر لیا۔ جسکی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کسی کچھ ذاتی تاثیر نہیں۔ تو آپ لوگوں کے لئے بضرر تطبیق ان نصوص کی تاویل کرنے اور انکو انکے ظاہری معانی سے پھیر دینے سے کوئی امر نفع نہیں ہو سکتا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے سے آپ اسلامی دین سے بھی خارج نہ رہیں گے۔ لیکن میں آپ کو اس غلطی میں پڑنے سے ڈرائے دیتا ہوں کہ کہیں آپ ظنی دلیلوں کو یقینی نہ سمجھ لیجئے گا بلکہ مناسب ہے کہ غور و فکر کر کے دلیلوں کو خوب جانچ لیجئے اور پھر گے قدم بڑھائیے۔ لیکن اسوقت پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے جبرور کا یہ قول کہ پہلا انسان (آدم) جنت عدن میں کہہ رہا تھا زمین کے علاوہ ہے پیدا کیا گیا ہے یا بعضوں کا (اور وہ سترہ) ہیں جیسا کہ کثر الاسرار میں ہے) یہ قول کہ وہ سہار دیا گیا پیدا کیا گیا ہے آپ کے خیال کے معارض واقع ہو گا اس لئے کہ یہ دونوں قول طریق نشو و نما کے موافق نہیں ہیں جسکی بنیاد اس پر ہے کہ وہ اسی زمین میں مولد ہے پس آپ ان میں سے بعض علماء (اور وہ منہزمین سعید بطاطی اور ایک بڑی جماعت کے لوگ ہیں جیسا کہ کثر الاسرار میں ہے) کو قول کے موافق اس سے نجات حاصل کر سکتے ہیں اور وہ قول یہ ہے کہ وہ دنیا کی جہنم میں سے کسی جنت (یا ج) میں پیدا کیا گیا ہے اور اس طرح پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول کے موافق تو آپ ہو جائیں گے جسکی وجہ سے اسلامی دین کی مخالفت آپ سے دور ہو جائیگی اور آپ کے خیال کے یہ قول بھی معارض ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان (آدم) کو پیدا کرنے کے بعد اس سے اس کی زوجہ کو پیدا کیا اور ان دونوں کو جنت میں بھیجا یا

منہزمین
آدم
اسلام قبول کرنے
اور اسے اس مقام
نشو و نما کی دلیل
جو اس نصوص کو
طریق نشو و نما
کے تحت میں لیا
وہ نسخہ ہے کہ
میں جو اس کا نام
علاء اللہ علیہ السلام
ہوئی اور وہاں کو
جائی اور اس کے
علاء اللہ علیہ السلام
بعض کے قول پر
اعتقاد کرتے ہیں
جہاں اسلامی دین
مخالفت ہو جائے
گے ۱۱

عقلی دلیل اُنکے معارض واقع ہو تو اُن کی تاویل نہیں کرتے اور نہ انکو اُنکے ظاہری معانی سے پھیرتے ہیں بلکہ جب عقلی قطعی دلیل اُنکے معارض واقع ہوتی ہے اسوقت اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوتے ہیں۔ اس تقریر سے دل میں یہ شبہ گزرتا کہ آپ لوگوں کو اسے اہل سائنس نہی کی شناخت گنجلش نکلے کہ ہم مانے لیتے ہیں کہ پروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے نصوص متعین المعنی کے معانی کے اعتقاد کا ترک کرنا جائز نہیں لیکن نصوص ظاہر المعنی جب تک کہ اُن میں غیر ظاہری معنی کا احتمال پایا جاتا ہو اگرچہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو اپنے ظاہری معنی پر دلالت کرنے کے اعتبار سے ظنی ہیں گو شریعت میں اُن کا وارد ہونا قطعی ہو۔ پس دلائل کے اعتبار سے اُن ظنی دلیلوں کے مساوی ہو گئیں کہ جو ہمارے نزدیک قائم ہو چکی ہیں۔ پس کیا وجہ ہے کہ وہ اُن نصوص کے ظاہری معانی کو ہماری دلیلوں پر ترجیح دیتے ہیں اس کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ اگرچہ نصوص ظاہر المعنی کی اپنے ظاہری معنی پر دلالت ظنی ہے کیونکہ اُن میں بعید اور غیر ظاہری معنی مراد لینے کا احتمال پایا جاتا ہے لیکن مخاطب اور بول چال میں اصل یہی ہے کہ لفظ کے ظاہری معنی ہی مراد لئے جائیں نہ کہ غیر ظاہری سوائے اُس حالت کے جبکہ کوئی ضرورت اس کی جانب داعی ہو پس بلا کسی ضرورت کے بعید معنی کے ارادہ کرنے سے بول چال میں افادہ اور استفادہ کے اعتبار سے خلل لازم آئے گا اور اصل کو چھوڑنا پڑے گا اور ہمیں جو کچھ چاہیے ہیں وہ کسی پر مبنی نہیں۔ پس اسوجہ سے پروان محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ ظاہری معنی ہی پر اعتقاد کرنا ضرور ہے اور غیر ظاہری معنی کی طرف التفات کرنا جائز نہیں سوائے اُس صورت کے جب کوئی ضرورت اُس کی طرف داعی ہو اور وہ ضرورت عقلی قطعی دلیل کا معارض واقع ہونا ہے اور یا مدعی لفظ سے غیر ظاہر معنی مراد لینے کے لئے مثل قرینہ کے ہو جاتا ہے اور اس داعی کی وجہ سے یہی دوسرے معنی ظاہر بن جاتے ہیں اسی طرح اُن کو اُن کی بوجہ کی جانب سے یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ظاہری معنی ہی پر اعتقاد کریں اور اُنکے خلاف سوائے اُس صورت کے کہ کوئی داعی مقتضی موجود ہو التفات نہ کریں پس اگر فرض کیا جائے کہ قبل وقوع ایسی ضرورت کے جس سے انکو ظاہری معنی کو چھوڑنا ہی پڑے کسی لفظ کے ظاہری معنی ہی کے معتقد رہیں تو وہ اس امر کو بجا لائے جس کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور اپنے کوئی گناہ نہیں ہوا اسی طرح اگر فرض کیا جائے کہ اسکے بعد ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے کوئی مقتضی داعی ظاہر ہو گیا اور انہوں نے اُس نص کو اُنکے ظاہری معنی سے پھیر دیا تب بھی وہ اس امر کے بجا لائے ملے ہوئے جسکی انہیں تکلیف دی گئی تھی اور اپنے کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہی اُن کی شریعت کا حکم ہوتی رہی یہ بات کہ ظاہری معنی سے عدول کرنے کے لئے مقتضی داعی کا انحصار صرف عقلی قطعی دلیل ہی میں کیوں ہو گیا اسکی یہ وجہ ہے کہ اس دلیل کے چھوڑ دینے سے اس اصل کا چھوڑنا لازم آتا ہے جس کے ذریعہ سے اُنکے رسول کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے اور وہ دلیل عقل ہے جس کا بیشتر ذکر ہو چکا ہے اور عقل کا چھوڑنا شرع کے چھوڑنے کو مستلزم ہے رہا دلیل ظنی کا معارضہ وہ ظاہری معنی کے چھوڑنے کے لئے اسوجہ سے مقتضی داعی نہیں قرار پا سکتا کہ دلیل ظنی کے چھوڑنے سے عقل کا چھوڑنا نہیں لازم آتا جیسا کہ ظاہر ہے کیونکہ ہمیں غلطی کا ہی احتمال موجود ہے۔ پس اگر وہ ظاہری معنی کے چھوڑ دیں اور اُنکے معتقد ہو جائیں اور اُنکے جس پر دلیل ظنی دلالت کرتی ہے۔ اس صورت میں اُنکے اعتقاد کے غلط ہونے کا احتمال ہے اور اسوقت انکو

شریعت اس امر میں معذور نہیں رکھ سکتی کیونکہ اس وقت انکو ظاہری معنی سے عدول کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جیسے کہ اس وقت
 انکو ضرورت پیش تھی جبکہ عقلی قطع لیل معارض واقع ہوئی تھی علاوہ بریں اگر پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم دلیل ظنی کا اہتمام
 کر کے اپنی انصوح کے ظاہری معانی کو چھوڑنے لگیں تو اعتقاد میں بے انتہا خطر لازم آئے اور بڑی گڑبچ جائے کیونکہ
 لوگوں کے ظنون اور گمان بکثرت میں ہر شخص کچھ نہ کچھ ظن اور تخمین کرتا ہے اور اعتقاد کے بارے میں یقین پر اعتقاد کیا جاتا ہے
 پس اگر صواب یہی ٹھہرا کہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی ان نصوص کے (کہ جنکا وارد ہونا یقینی ہے) ظاہری
 معانی کے ساتھ تسک کریں اور عرض ظنی اور تخمینی باتوں کی وجہ سے انکو ظاہری معانی سے نہ پھریں۔ خدا ہی ہدایت کرنے والا
 اس سببات کا وقت آپہنچا کہ میں آپ کے لئے اس امر کو بیان کروں کہ جو دلیل اور توجہات آپ نے طریق نشوونما پر اپنی کتابوں
 میں بیان کی ہیں وہ سب کی سب ظنی ہیں انکی وجہ سے پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شریعت کی نصوص کی جتنے ظاہری
 معنی ہیں کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا ہوئی۔ تاویل کرنے پر مضطرب نہیں ہو سکتے۔ میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں کہ آپ اپنے اس
 وجہ کے ثابت کرنے میں جو تقریریں کی ہیں میں ان سب کے باطل کرنے اور رد کرنے کے لیے ہو جاؤں کیونکہ اس طرح
 بات بہت بڑھ جائیگی اور میں اپنی بحث کے موضوع سے جھکے کہ درپے ہم ہر سہ ہیں لکھنا پڑے گا اور اسکے لئے تو
 ایک جدا کتاب بننا چاہئے خدا اسکے تصنیف کرنے میں میری مدد کرے۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے لئے اس
 امر کو بیان کروں کہ نشوونما کے بارے میں لیلوں اور توجہوں کا جس امر پر دار ہے تو ظن و تخمین اور اٹکل سے اس کا رد نہیں
 بڑھا اور صرف اسی سے ہماری غرض حاصل ہو جائیگی۔ پس میں کہتا ہوں کہ طریق نشوونما کے ایک اصل سے نکل کر ترقی
 کرنے پر استدلال کے بارے میں سب سے بڑی چیز جس پر آپ لوگوں کا اعتقاد اور آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ
 ہے کہ آپ لوگوں نے کچھ اعضا کے نشانات بعض حیوانات میں مشاہدہ کئے کل یا اکثر میں بھی نہیں۔ اور وہ ایسے اعضا
 آثار تھے جو کہ حیوان میں پائے جاتے ہیں مثلاً پیروں کے غیر مکمل نشانات۔ پس آپ لوگ کہنے لگے کہ اگر یہ مانا جائیگا کہ ہر نوع
 مستقل طور پر جدا ہوئی جیسا کہ طریق خلق کے ماننے والوں کا نہ حسب ہے تو لازم آئے گا کہ ان آثار کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو۔
 کیونکہ مذہب خلق کا یہ مقتضا ہے کہ ہر نوع کے لئے جتنے اعضا کی ضرورت ہے انہیں مستعد ہی اعضا موجود ہوں کچھ کمی بیشی
 نہ ہو اور سب کے سب کام کے ہوں اور ان ناتمام آثار میں حالت موجودہ کے اعتبار سے کوئی بھی فائدہ نہیں پس محالوم ہوا
 کہ یہ ان اعضا کے آثار رہ گئے جو اس سے پیشتر کی نوع میں تھے اور انکے لئے ضروری تھے پھر جب اس نوع پر ایسے
 تغیرات طاری ہوئے جنکا یہ مقتضا تھا کہ ان اعضا کی ضرورت نہ رہے تو وہ نابود ہوئے لگے یہاں تک کہ اب انکا
 صرف نشان باقی رہ گیا یا یہ نوع ان اعضا سے خالی تھی پھر انہیں ایسے تغیرات طاری ہوئے کہ جو انکو قابل بنادیں
 کہ وہ دوسری نوع بن جائے جس میں ان اعضا کی جتنے کہ یہ نشانات ہیں ضرورت ہو نہیں آئیں یہ آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں مثلاً
 یہ کہ یہ آثار یا تو ان اعضا کے آثار ہیں جو کہ پیشتر تھے اور اب معدوم ہونے لگے ہیں اور ان اعضا کے مبادی ہیں جو اب نہ
 مکمل ہو جائیں گے بہر حال دونوں صورتوں میں ان نوع میں تغیر ملی واقع ہونا اور ایک نوع کا دوسری نوع کی جانب منتقل ہونا
 ہو جائیگا۔ اور یہی امر سببات پر دلالت کرتا ہے کہ طریق نشوونما کا ترقی کرنا صحیح ہے ورنہ پھر یہ آثار کس کام کے طریق نشوونما

ف
 جو ان کے
 ہر نوع کے
 لی ہیں
 ترقی اور
 شریعتوں
 کے
 مقتضا

اور اس ترقی کے صحیح ہونے پر استدلال کرنے کے بارے میں جس پر کہ آپ نے اعتماد کیا ہے انہیں سے ایک یہ دلیل بھی ہے کہ آپ نے علم جیالوجی کی تحقیقات میں طبقات ارض میں سے سب سے پہلے اور نیچے کے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کے نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے ہیں۔ بعد کچھ ترقی یافتہ پہر اور ترقی یافتہ یہاں تک کہ سب سے بڑھ کر ترقی یافتہ وہ نبات اور حیوان ہو گا جس کا وجود سب سے بعد ہوا اور طبقات ارض میں سے سب سے اوپر کا طبقہ اسکی پیدائش کی جگہ ہے اور ادنیٰ درجہ کے نبات اور حیوان اپنی ترقی یافتہ نوع کے وجود کے بعد ناپائیدار ہو گئے ہیں اگر مذہب خلق ہی صحیح ہوتا تو چاہئے تھا کہ ہر نوع خواہ وہ ادنیٰ درجہ کی ہوتی یا ترقی یافتہ جیالوجی کے پہلے درجہ کی اور آخری سب نباتوں میں پائی جاتی اور زمین کے طبقوں میں سے خواہ پیچھے کا ہوتا یا درمیانی یا اوپر کا سب میں اس کے آثار پائے جاتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ موجودہ انواع ایک دوسرے سے ترقی کر کے بنی ہیں جس بنا پر چھل موجودات ادنیٰ طبقہ کی انواع قرار پائیں گی۔ پہر وہی ترقی کر کے گرتے حالت موجودہ کچھ نیچے گئیں اور ترقی یافتہ انواع ادنیٰ درجہ کی انواع کو تنازع بقا کے قانون کے موافق ابھرنے لگی ہیں تو یہ حالت ہرگز نہ ہوتی جیسا کہ ہماری تحقیقات سے ہے۔

پہر آپ نے اس ترقی کرنے والے انواع کے ایک دوسرے کی جانب منتقل ہونے اور ادنیٰ درجہ کی انواع کو ترقی یافتہ انواع کے نیست و نابود کرنے کو چار قدرتی قوانین کے حوالہ کیا ہے۔ پہلا قانون وراثت ہے یعنی نوع اپنی اصل کی صفات کو وراثتاً حاصل کرتی ہے۔ دوسرا قانون تباہات ہے یعنی ہر نوع کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اپنی اصل کی صفات وراثتاً حاصل کرنے کے ساتھ ہی اپنی اصل سے دوسری صفات میں تغیر اور مبدل بھی ہو۔ تیسرا قانون تنازع بقا ہے یعنی انواع میں باہم زندگی بسر کرنے کے اسباب میں مہمت حاصل کرنے کے لئے تنازع واقع ہوتی ہے اور اپنے خارجی صفات جیسے کہ گرمی و سردی طاری ہونے ہیں اور ضعیف و باعث قوی کے غالب ہونے کے یا بہ سبب صفات کے ہلاک ہو جاتا ہے اور قوی جوان صفات کو برکت کر سکتا ہے باقی رہتا ہے۔ چوتھا قانون انتخاب طبعی ہے یعنی قوی اور زیادہ مناسب ہی باقی رہتا ہے ضعیف اور غیر مناسب نابود ہو جاتا ہے پس اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ طبیعت نے انواع کو جو وہ کو انتخاب یکساں ہے۔ اور آپ انہیں قوانین کے فرق نشاندہ اس ترقی کی تقریر کرتے ہیں چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ جاندار جسم میں سے جو شے سب سے پہلے موجود ہوتی وہ مکون اول یعنی برٹو بلا سم ہے جو ذرات مادہ کی حرکت کے باعث سے بعض خاصہ کے اجتماع سے بنا بہر اس میں تولید ہونے لگا۔ پس اس کے فروغ وراثتاً اس کے صفات حاصل کرنے لگے اور دوسری صفات میں اس سے مبدل اور مختلف ہونے لگے اور ہر نوع سے فروغ کا یہ حاملہ اول کے ساتھ جاری رہا اور اس سبب سے ترقی ہوتی رہی یہاں تک کہ ادنیٰ درجہ کی نبات اور حیوان تک اور ترقی پہنچ گئی اور یہی حالت ہمیشہ ہی رہی۔ زمانہ گزران کافروع کی صفات اصول کو وراثتاً حاصل کرنے اور دوسری صفات میں تغیر وراثتاً کے لئے اور ان تباہات کے لئے کہ وراثتاً حاصل کئے گئے کثرت پائے جانے کی وجہ سے ہمارے پاس ان کو ثابت ہو چکی کہ انواع ہرگز اور ایک دوسرے سے نہ لگتے گئیں اور تنازع بقا کے قاعدہ سے ضعیف ہلاک ہوتا رہا اور قوی باقی رہا اور طویل زمانہ گذرے بغیر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انتخاب طبعی حاصل ہو گیا اور ان سب امور سے انواع حالت موجودہ تک پہنچ گئیں حالانکہ سب کی اصل ایک ہی ہے۔ اور جب آپ نے یہ کہا کہ انسان بندر کے مشابہ ہے۔ صورت اور بعض

ف
ادنیٰ درجہ کی
نوع کا اصل درجہ
کی صفات
نوعی یا قانونی
قوانین کے تحت
ہر انسان کا
پان ۱۲

اعمال کے اعتبار سے اُنہی کے قریب قریب قوتِ اس کے قائل ہو گئے کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ وہ دونوں ایک ہی اصل سے نکلے ہوں اور انسان ترقی کر کے حالت موجودہ تک پہنچ گیا ہو۔ اور میں نے آپ کے بعض مقابلین کو جو اس مذہب کو نہیں ماننے دیکھا ہے کہ انہوں نے بڑی بڑی چوڑی تقریروں سے ان امور کو باطل کیلئے جن پر کہ آپ کی لپیٹ کا اسمبارہ میں مدار ہے اور آپ جیلہ اور حوالہ کر کے اُن سے جان بچائے ہیں۔ اور اپنے مذہب کے ثابت کرنے کے لئے دلائل بیان کرتے ہیں اسمبارہ میں آپ کا اُن سے بہت ہی طول طویل مناظرہ ہوا ہے اور اسمبارہ میں بہت سی کتابیں اور رسائل تالیف ہوئے ہیں اور میں بخوف طوالت اس امر کے دپے نہیں چڑھا چاہتا جس کے دپے آپ کے یہ مقابلین ہوئے لیکن میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے لئے اس امر کو بیان کر دوں کہ طریق نشو و نما اور انواع کے ترقی کرنے کے بارہ میں جن امور پر آپ کے استدلال کا مدار ہے وہ محض نفی امور ہیں جبکہ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اعتقاد کے بارے میں اعماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ یہ امور اُن کی شریعت کے ظاہری نصوص کے مقابل قرار پاسکتے ہیں کہ جسکی وجہ سے وہ اُن کی تاویل کرنے پر مضطر ہوں کیونکہ تاویل کرنے پر انکو سوائے امر یقینی کے معارضہ کے اور کوئی چیر مضطر نہیں کر سکتی جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں۔

پس میں کہتا ہوں کہ جب دلیل میں احتمال نکل سکتا ہو خواہ وہ احتمال بعید ہی کیوں نہ ہو تو اس دلیل سے استدلال یقینی ساوٹ ہو جاتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جس سے کوئی عقلمند انکار نہیں کر سکتا۔ اور نہ میں آپ کی نسبت ایسا گمان کرتا ہوں کہ آپ اس سے انکار کرینگے پس جب یہ امر قرار پا چکا تو اب سنے کہ آپ کا نشو و نما پر اعضا کے نشانات سے یہ استدلال کرنا کہ وہ انواع کے متغیر ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ تغیر مذہب نشو کے موافق اور مذہب خلق کے خلاف ہے یہ ایسا استدلال ہے کہ جسکا نتیجہ سوائے ظن کے اور کچھ نہیں نکلتا اور یقین تو کسی طرح پر ہو ہی نہیں سکتا اسلئے کہ تمہیں اور بھی احتمال پایا جاتا ہے کیونکہ کوئی کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان اعضا کے نشانات میں ممکن ہے کہ کوئی فائدہ اور کوئی ایسی حکمت ہو جو آپ پر مخفی ہو جیسے کہ اجسام بنانات۔ اور حیوانات میں بکثرت چیزوں کے ایسے فائدہ ہیں جو آپ پر مخفی رہے ہیں جیسا کہ فریادہ کی کتابوں کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے مثلاً حیوان کے بدن میں سی رنگین مادہ کو لے لیجئے اسکا فائدہ اکثر اجزاء بدن میں کچھ بھی نہیں معلوم ہوا ہاں صرف آنکھ کی پتلی میں اس کے فائدہ کا پتہ لگا ہے چنانچہ رنگین مادہ کی آنکھ کی پتلی میں یہ حکمت ہے کہ جو فوری شعاعیں زائد ہوں انہیں وہ چوس لے اور ایسے ہی اور بہت سی اشیاء ہیں۔ پس آپ کائنات میں سے ہر شے کے فائدہ پر حاوی نہیں ہیں یہاں تک کہ آپ یقین کر لیں کہ ان اعضا کے نشانات میں کوئی فائدہ ہی نہیں۔ اچھا مانا کہ اُن میں کوئی فائدہ نہیں اور یہ کہ وہ نوع کے متغیر ہو پر دلالت کرتے ہیں لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ تو صرف بعض نوع میں موجود ہیں کُل میں تو یہ آثار نہیں پائے جاتے۔ یہاں تک کہ آپ کُل حکم لگا سکیں۔ کُل جملہ حصے اکثر انواع میں بھی تو انکا وجود نہیں۔ پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ یہ تغیر صرف بعض انواع میں ہوا ہو اور یہ وہی انواع ہوں گی جنہیں ان اعضا کے نشانات دیکھے گئے۔ پس اُن میں سے بعض انواع بعض کی جانب خدا کے مقرر کردہ اسباب کی وجہ سے بدل گئے ہوں باقی ہیں وہ انواع کہ جنہیں یہ اعضا

بعض جنات میں اعضا کے نشانات سے اس سے جانتا ہے کہ وہ انسان ہے

نہیں پائے گئے وہ مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں اور اپنے یہ تغیر طاری نہ ہوا ہو پس مذہب نشو و نما جسکے آپ لوگ عموماً ہر نوع میں قائل ہیں وہ ثابت نہ ہوا مثلاً ممکن ہے کہ اس قسم کا تغیر سانپوں کی نوع میں جنہیں آپ نے اعصار کے نشانات پائے ہیں واقع ہوا ہو پس وہ تغیر میں حشرات کی طرح پیروں والا ہو پر جب انسان یا کسی اور حیوان کو اس سے تکلیف پہونچی ہو تو وہ اس کے قتل پر مسلط ہو گئی ہو پس اسوجہ سے وہ زمین کے سوراخوں میں اس سے ڈر کر اپنا رہا ہوا اور زمین میں گھس کر تاکتا ہو اور اس حالت میں ضرورت پڑنے کی وجہ سے اسے پیروں کا استعمال بالکل چھوڑ دیا ہو پس زمانہ دراز گزرنے کے بعد خدا نے اس عادی سبب سے اس کی خلقت کو بدل دیا ہوا اور یہ تبدیلی اس کی ذروع میں منتقل ہونے لگی ہو اور اس کے پیر بالکل معدوم ہونے لگے ہوں یہاں تک کہ حالت موجودہ تک وہ پہونچ گیا ہو اور صرف پیروں کے نشانات باقی رہ گئے ہوں یہاں تک کہ کچھ نجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض آحادی اخبار میں ابن عباس رابن دہب اور ان کے علاوہ اور مفسرین سے یہ منقول ہے کہ سانپ پہلے جنت کے حیوانات میں سے تھا لیکن چونکہ شیطان کے جنت میں داخل ہو جانے کا یہ ذریعہ بنانا کہ وہ آدم علیہ السلام کے دل میں سوسہ ڈالے اسلئے اللہ تعالیٰ نے اس کو زمین پر نازل کیا اور اس کی صورت بگاڑ دی ورنہ وہ بڑا خوبصورت چار پیروں والا جانور تھا (اسکو کنز الاسرار میں نقل کیا ہے) اسی طرح باقی جانوروں کی نسبت بھی کہا جا سکتا ہے جنہیں کہ اعصار کے یہ نشانات پائے جاتے ہیں۔ پانی میں اور انواع اور وہی اقسام میں زیادہ ہیں ہم کہتے ہیں کہ ان میں اس قسم کی ذرا بھی تبدیلی نہ واقع ہوئی ہو بلکہ وہ جیسی پیدا ہوئی تھیں ویسی ہی ہوں پس اس تقریر کی بنا پر آپ لوگوں کا جملہ انواع پر تغیر اور نشو و نما سے پیدا ہونے کا حکم لگانا محض ظن پر مبنی ہے گا جو کہ استقرار ناقص کا نتیجہ ہے (اور ظاہر ہے کہ استقرار ناقص یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ اگر کچھ آدمی سمندروں اور دریاؤں سے دور کے میدانوں میں پہنچنے والے جانیں اور انہوں نے سوائے خشکی کے جانوروں کے جو کہ پانی میں نہیں رہتے اور جانور نہ دیکھے ہوں اور وہ انہیں جانوروں کو دیکھ کر اور اپنے اسی استقرار سے یہ حکم لگانے لگیں کہ کوئی جاندار پانی میں رہتا ہی نہیں تو ان کا یہ استقرار محض ناقص ہو گا اور ان کا یہ حکم لگانا غلط ٹھہرے گا چنانچہ جب وہ سمندریوں اور دریاؤں کے کنارے پر آکر دریائی جانوروں کو دیکھیں گے تو انکو اپنے پہلے حکم کی غلطی بخوبی معلوم ہو جائے گی یہ تو جو کچھ پہلے علم جیالوجی کی تحقیقات میں آپ کا یہ مشاہدہ کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کے حیوان کے آثار پائے جاتے ہیں پہلے اس کے بعد ارض سے ترقی یافتہ پہلے اور ترقی یافتہ حتیٰ کہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ حیوان و نباتات طبقات ارض میں سے سب سے آخری طبقہ میں ہے اور اس کے وجود کا زمانہ بھی سب سے متاخر ہے اور یہ کہ سب سے ادنیٰ درجہ والا پہلے معدوم ہوا پہلے اس کے بعد اب جو ادنیٰ درجہ کا تھا اسی طرح آپ کی کل سابق الذکر تقریر اور اس سے آپ کا ترقی اور نشو و نما پر استدلال کرنا اور یہ کہ یہ تحقیقی مذہب خلق کے موافق نہیں ہو سکتی ان سب امور کی نسبت میں کہتا ہوں کہ جیالوجی کی تحقیقات میں اس کیفیت کی دلالت اگر نشو و نما ترقی انواع پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ بھی غلطی ہو گی کیونکہ کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ طبقات ارض میں سے سب سے پہلے طبقہ میں ادنیٰ درجہ کی نبات اور ادنیٰ درجہ کا حیوان پایا گیا۔ پہلے خدا نے اس سے اعلیٰ درجہ کی نبات اور حیوان کو مستقل طور پر پیدا کر دیا۔ اور

عن حروں سوسمار نجا جانور نیست مشابہ بحر بادآں در نواحی مصر خز ۱۲ منہی الارب۔

علم جیالوجی سے جی
حقیقت نشو و نما
استدلال
نہیں ہو سکتا

اپنے سے اعلیٰ درجہ کی کسی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی پھر اس نے درجہ والی نوع کو دنیاوی اسباب کی وجہ سے ہلاک کر دیا مثلاً اسید پتھر سے کہ زمانہ کا وہ دور اس نوع کے مناسب نہیں باقی رہا بلکہ صرف اس کے بعد والی نوع کے مناسب رہ گیا یا اعلیٰ درجہ کی نوع کو اس درجہ کی نوع پر غلبہ حاصل ہو گیا یا اس کے سوا اور کچھ اسباب پائے گئے بہر زمانہ کے دوسرے دور میں اس نوع سے اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا وہ بھی اپنے سے اعلیٰ درجہ کی نوع سے نہیں بنی پھر اس کو بھی اور دنیاوی اسباب کی وجہ سے نابود کر دیا جیسا کہ پیشتر گذرے اس کے بعد دوسرے زمانہ میں اس سے بھی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نوع کو مستقل طور پر پیدا کیا پھر اس کو بھی ہلاک کر دیا اسی طرح سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ یہ فریت ہو چکی کہ نباتات اور حیوان کی موجودہ انواع مستقل طور پر بن گئیں اپنے سے کم درجہ کی نوع سے کوئی نوع نہیں بنی اور خدا نے موجودہ انواع سے پیشتر کی انواع کو اس قسم کے دنیاوی اسباب سے نابود کر دیا صرف طبقات ارض میں اعلیٰ نشانات اور آثار باقی رہ گئے۔ پس جب تک یہ احتمال قائم ہے کہ تحقیقات جیالوجی سے ترقی اور نشو و نما لوگوں کا استدلال کہ ہر سے یقینی ہو سکتا ہے اور اس احتمال کی رو سے علم جیالوجی کی تحقیقات مذہب خلق کے مخالف بھی نہیں رہتیں۔ اور اس بات کی نظر کہ جیالوجی کے زمانوں میں انواع حیوانات اور نباتات کا مستقل طور پر وجود نہ ہوا ایک دوسرے سے یہ نہیں نہیں بلکہ ہر درجہ کی انواع اپنے زمانہ کے مناسب پائی گئیں یہ امر ہے جس کا ہم ہر سال شاہدہ کرتے ہیں کہ نباتات اور حیوانات میں سے بہتیرے جبکہ حادثے کی فصل ختم ہوتی ہے اور فصل چچ اور گرمی کی آمد ہوتی ہے پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ اس وقت جو شے سب سے پہلے پیدا ہوتی ہے وہ اعلیٰ درجہ کی نباتات ہے جیسے کہ کالی اور گہاس پھروں جوں گرمی (ایک درجہ خاص تک) زیادہ ہوتی جاتی ہے اتنی ہی زیادہ اعلیٰ درجہ کی نباتات پیدا ہوتی جاتی ہیں یہی طرح حیوانات میں سے جو سب سے پہلے پیدا ہوتا ہے یا انڈے سے اس کا بچہ نکلتا ہے وہ اونٹن درجہ کا حیوان ہے جیسے وہ حیوانات جو بدلو سے پیدا ہوتے ہیں اور چھوڑ کر دی و غیرہ۔ یہ ہر رفتہ رفتہ یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے یہاں تک کہ اعلیٰ درجہ کی نباتات اور حیوانات کی پیدائش کا زمانہ آجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ ان انواع میں سے کوئی ایک سے سب سے نہیں بنی ہے اور ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس مدت میں جو انواع پہلے بنتی ہیں جوں جوں گرمی (اس خاص درجہ سے) زیادہ ہوتی جاتی ہے ان میں سے بہت سی انواع دنیاوی اسباب سے ہلاک ہوتی جاتی ہیں جیسے کہ ان میں گرمی کا تاثر کرنا یا ان انواع کا اثر غلبہ حاصل کرنا جو بعد میں ہونے والی ہیں اور جب گرمی کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو غالباً سوائے ان اعلیٰ درجہ کی نوع کے کہ جو اس مدت کی پیدا شدہ انواع میں منتخب شمار ہوتی ہیں اور سب ہلاک ہو جاتی ہیں اور جو ہلاک ہوتی ہیں ان میں سے ان کے آثار باقی رہ جاتے ہیں۔ پس یہ سالانہ کیفیت علم جیالوجی کی اس حالت کے مشابہ اور مماثل ہے جسے کہ آپ نے اپنی تحقیقات سے دریافت کیا ہے یعنی پہلے اعلیٰ درجہ والی نوع کا وجود ہوا پھر اس سے اعلیٰ درجہ کی نوع کا پھر اس سے بھی اعلیٰ کا یہاں تک کہ یہ سلسلہ انواع موجودہ تک پہنچ گیا اور اُس کے پیشتر کی ساری انواع ہلاک ہو گئیں۔ پس نشو و نما علم جیالوجی کی تحقیقات سے آپ لوگوں کا استدلال بالکل سافط ہو گیا جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے۔

پھر چاروں قدرتی قوانین جن پر آپ نے اس ترقی اور نشو و نما کے حوالہ کیا ہے ان میں سے جو ان قوانین اور پر قائم کی گئی ہیں بلکہ عالم نباتات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو و نما واقع ہونا چاہیے اس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو دیکھا ہے

پس قانون قدرت طبعی میں جیسا کہ منصف کے نزدیک واضح ہے ان قوانین اور پر قائم کی گئی ہیں بلکہ عالم نباتات اور حیوان میں جس ترقی اور نشو و نما واقع ہونا چاہیے اس کی توجیہ کے لئے آپ لوگوں نے ان قوانین کو دیکھا ہے

اسلئے میں آپ کے ساتھ گفتگو کرنے میں اس روش کو نہیں اختیار کرتا جسے کہ آپ کے مخالفوں نے اختیار کیا ہے اور ان
 قوانین کے ابطال کے درپے ہو گئے اور آپ ان کے مقابلہ میں انکو ثابت کرنے میں مصروف ہوئے بلکہ میں آپ کے سامنے
 صرف یہ بیان کروں گا کہ دیکھئے یہ قوانین کس درجہ تک پایہ ثبوت کو پہنچتے ہیں اور بر تقدیر ثابت ہونے کے ان سے
 کس مرتبہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اصول کی صفات کو فروغ کا درشتا حاصل کرنا تو ایک کبھی ہوتی بات
 ہے جسکا پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہرگز انکار نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ خدا کے پیدا کرنے سے اسکا حاصل
 ہونا ہر طرح ممکن ہے خواہ بذریعہ اسباب عادیہ کے ہو یا نہ ہو علیٰ ہذا القیاس نتائج انا کا قانون وہ بھی ایسا ہے جسکے
 ہونے سے کوئی اثر مانع نہیں ہو سکتا اور نہ اس کے اس نتیجہ سے انکار ہو سکتا ہے کہ بعض انواع باقی رہتی ہیں اور بعض ہلا
 ہو جاتی ہیں گو ہر حالت میں اسکا مرجع اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔ علاوہ ہرگز اس قانون کو مخلوقات میں حتیٰ کہ انسان کے
 صفات میں بھی کبھی کبھار ہرگز نہ آتے ہیں لیکن یہ دونوں قانون تو ایسے ہیں کہ ان کے خلاف لفظ کے ساتھ پائے جائیں
 یا ان کے ساتھ کوئی لازمی نہیں لازم آتی دونوں امر میں۔ اور جب وہ بات شریقی تو اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے
 کہ تمام انواع مستقل طور پر بنی ہوں اور باوجود اسکے فروغ اپنے اصول کی صفات کو درشتا حاصل کریں اور باقی رہنے
 کے لئے اہم انواع میں منازعہ واقع ہو۔ پس قوی باقی رہے اور ضعیف ہلاک ہو جائے اور ہر گز ہر نوع ان میں سے
 مستقل طور پر پیدا ہوئی ہو کسی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اب رہا قانون تباہات اور وہ یہ ہے کہ ہر نوع کو اپنی اصل کی
 صفات درشتا حاصل کر لے لیکن تاہم اس کے ساتھ ضروری ہے کہ وہ کچھ دوسری صفات میں اپنی اصل کے ساتھ
 بہانہ بھی ہو یہ وہ قانون ہے جس میں آپ کے قانون نے آپ سے یہ منازعت کی ہے کہ جو تباہات فروغ میں
 پیدا ہو جائیں وہ حریف میں جو ہری نہیں ہیں یہاں تک کہ وہ فروغ ہلا جائے اور دوسری نوع بچ جائے اور آپ نے جو اب
 دیا ہے کہ لا کھولیں برس کے گزرنے کے بعد یہ تباہات بار بار دہرائے دہرائے ہوتے ہوئے جو ہری بن جاتے ہیں اور
 پھر ان سے نفع کا بدل جاتا اور دوسری نوع بچا لازم ہوتا ہے اور آپ نے اس بحث میں بہت کچھ لکھا ہے اور بعض
 تقویٰ لاطائل کر کے رانی کا پہاڑ خدا کو کیا ہے اب میں کہتا ہوں کہ قانون تباہات یعنی یہ کہ فروغ ان صفات کے اعتبار
 سے جو اس کی اصل میں نہیں ہیں اپنی اصل سے مبرا بن ہوتی ہے تباہات اور جو ان میں مشاہدہ کیا گیا ہے اور میں یہ بھی
 کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس قانون کو مخلوقات میں مقرر کیا ہے تاکہ باہم ان میں تنازعہ پایا جائے کیونکہ اگر تمام انواع
 کے افراد میں سے ہر نوع کے تمام افراد ایک ہی صورت پر ہوتے تو باہم ان میں بڑا اشتباہ پڑتا اور نظام عالم میں
 خلل عظیم واقع ہوتا کہ جس کی انتہا ہی نہیں کوئی شخص نہ اپنے بیٹے کو پہچانتا نہ اپنی زوجہ کو اور نہ وہ دونوں اس کی شناخت کر سکتے ہی
 طرح اسے اپنے اور غیر کے گھڑ سے میں بھی تیز نہ ہوتی اور اسکی وجہ سے معاملات میں جو خرابی آتی اور لوگوں کے جو حقوق تلف ہوتے وہ
 کسی چٹختی نہیں۔ اور یہ قانون تباہات یا حیوان کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ اور نہ اسکا اصول و فروغ کے ساتھ کوئی خصوصیت
 حاصل ہے بلکہ دنیا کی تمام موجودات میں یہ قانون عام طور پر پایا جاتا ہے چنانچہ آپ کو بھی ایسی شے نہ دیکھیں گے جو دوسری شے
 کے ساتھ پوری پوری مشابہت رکھتی ہو جیسے وہ اس کی فروغ ہو یا نہ ہو یہاں تک کہ انسانی مصنوعات میں بھی اس قانون کا

وجود ہے چنانچہ آپ کی کتاب کو دوسری کتاب کے ساتھ پورا پورا مشابہ ہرگز نہ پائیں گے اگرچہ ان دونوں کے بنانے والے نے ان کے پورے طور سے مشابہ بنانے میں کتنی ہی کوشش کیوں نہ کی ہو ایک ہی طرح کے ورق لگائے ہوں ایک ہی مطبع میں چھاپا ہو اسی طرح آپ کسی پیالہ کو دوسرے پیالہ کے بالکل مشابہ نہ دیکھیں گے بلکہ ضرور کچھ نہ کچھ فرق و بتائن موجود ہو گا گو وہ کتنا ہی خفی کیوں نہ ہو اور بغیر بار یک بینی سے کام لے ہوئے نہ معلوم ہو سکتا ہو اور یہ امر محض لطف خداوندی ہے جو اس نے ہر شے میں کر کے لے مقرر کر دیا ہے جیسا کہ ہم نے کہا۔ پس تمام موجودات میں بتائن کا ہونا اور فرق کا پایا جانا پیدا کرنے والے کی جانب سے عطا کیا ہوا ایک ہی قانون ہے طبعی قانون نہیں جو جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں کیونکہ اگر فروع اور اصول کو طبعی نظر سے دیکھا جاوے تو فروع کا یہی حق اور اس کے لیے یہی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اصل کے پوری پوری موافق ہو اور اس کی ساری صفات کو درشتا حاصل کرے اور کسی شے میں بھی اس کے ساتھ بتائن نہ ہوں جب اس کا کوئی عارضی سبب پایا جاسے تو کوئی اضافہ نہیں لیکن جب ایسا اتفاق ہو کہ مشابہت پیدا کرنے کے تمام اسباب متحد ہوں تو اس وقت دو چیزوں کے درمیان بتائن کا پایا جانا ذرا بھی پورا نہیں اترتا نہ اصل اور فروع کے مابین اور نہ ان دونوں فروع کے درمیان جن کے بننے کے تمام اسباب متحد ہوں جیسے کہ دو بیڑاں بچے جو کہ ایک ہی تہی اور ایک ہی چلی میں پیدا ہوئے ہوں پھر ان کی بدش کرنے کے تمام اسباب بھی یکساں رکھنے میں انتہاء و وجہ کی بار یک بینی سے کام لیا گیا ہو تا ہم ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ ان دونوں میں ضرور فرق و بتائن پایا ہی جاتا ہے اور اس وقت بتائن اور فرق کے لئے وہی اسباب ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالنا جیسا کہ میں نے آپ لوگوں میں سے بعض کو مسئلہ ہے وہ بڑا تکلف ہی تکلف ہے اور اضافت کے دائرہ سے بالکل خارج ہے۔

جب آپ یہ جان چکے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متبائن ہونا جو کہ آپ لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بن جانے کے بارہ میں اعتماد کیا ہے ایک معین حد تک ہو جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کی جانب نہ نکل سکے اور اس کی مقدار سے باہم افراد میں تاثر قائم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جائے پس ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متبائن بنایا ہو اور طے انداز بقیاس ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ بتائن سلسلہ رہی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو ایسی حد تک چلا جائے جس سے ایک نوع دوسری نوع کی جانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالیٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور ان کے اجداد پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا دور بھی ختم ہو جائے پھر اسکے بعد آنے والی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ ہو جائے اور کیا عجب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آئندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تصاویر ان کے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو ان کے زمانہ میں ہوں تو ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے اجداد پیشین کی صورتیں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ بہرہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اس قدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی صورتیں ہم کو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی ان کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کی جانب نکل جانا

قانون متبائنات
بہرہم کہتے ہیں کہ اس سے کوئی امر مانع ہو سکتا ہے کہ فروع کا اپنے اصول سے متبائن ہونا جو کہ آپ لوگوں نے زمانہ دراز میں نوع کے بدل جانے اور بدل کر دوسری نوع بن جانے کے بارہ میں اعتماد کیا ہے ایک معین حد تک ہو جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع کی جانب نہ نکل سکے اور اس کی مقدار سے باہم افراد میں تاثر قائم رہنے کا فائدہ بھی پورا ہو جائے پس ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نوع کے پہلے فرد کی فروع کو اس سے چند صفات میں متبائن بنایا ہو اور طے انداز بقیاس ان فروع کی فروع کو بھی اسی طرح یہ بتائن سلسلہ رہی میں لاکھوں ہی افراد اور صورتوں میں جاری ہوتا ہو ایسی حد تک چلا جائے جس سے ایک نوع دوسری نوع کی جانب نہ نکلے اور پھر خدا تعالیٰ فروع میں اس سلسلہ کو از سر نو شروع کرے اور ان کے اجداد پیشین کی صورتیں انکو عطا کرنے لگے۔ اسی طرح اسوجہ سے کہ فروع نے اپنے اجداد کی صورتیں پورے طور سے حاصل کر لیں دوسرا دور بھی ختم ہو جائے پھر اسکے بعد آنے والی فروع میں بھی یہی کارروائی ہوتی رہے یہاں تک کہ اس نوع کا یا اس عالم کا خاتمہ ہو جائے اور کیا عجب کہ یہ امر ہمارے بعد کی آئندہ نسلوں کے نزدیک بخوبی مدلل ہو جائے کیونکہ زمانہ حال کے لوگوں کی عکسی تصاویر ان کے ہاتھ لگ جائیں پھر جب وہ ان تصویروں کا ان فروع کے ساتھ مقابلہ کر کے دیکھیں جو ان کے زمانہ میں ہوں تو ان پر ظاہر ہو جائے کہ ان کے اجداد پیشین کی صورتیں ان کے زمانہ کی موجودہ نسل میں پائی جاتی ہیں۔ بہرہم کہتے ہیں کہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ اصول اور فروع میں ادنیٰ سے تغیر کیوجہ سے صورتیں اور شکلیں اس قدر کثرت سے ہو جاتی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کیفیت کی صورتیں ہم کو ہم نے بیان کیا تھا نہایت کثیر تعداد میں ہو سکتی ہیں اور پھر بھی ان کیوجہ سے ایک نوع کا دوسری نوع کی جانب نکل جانا

ضروری نہیں ہوتا کیونکہ وہ محدود صورتیں ہیں جیسا کہ پہلے فرض کیا ہے ایسی نوع انسانی کو دیکھئے کہ روئے زمین پر ایسے لاکھوں
 ہی افراد پائے جاتے ہیں اور پھر ان میں کیسا وسیع فرق اور تباہی پایا جاتا ہے جیسے درمیان رنگی اور عوامی کے کیا اس تباہی اور
 فرق نے کسی صفت کو اس کی نوع سے خارج کر دیا اور خارج کر کے اسے دوسری نوع بنا دیا؟ ہرگز نہیں۔ اور آپ لوگ اس سے
 تعجب نہ کریں کہ فروع اپنے اجداد پیشین کی صورتیں کیسے بہر حاصل کر لیں گی کیونکہ آپ ایسے ہی قدرتی قانون کے قائل ہیں
 ہیں اور وہ قانون (انا فیسم) ہے یعنی داد کی جانب راجع ہونا اور بعض اہل سائنس اس کا نام دور و کاشی یا رجعت رکھتے ہیں
 پس آپ لوگ کہتے ہیں کہ بعض صفات کبھی بعض اقوام میں مخفی رہتی ہیں پھر اسکے بعد ان کی اولاد میں ظاہر ہو پڑتی ہیں مثلاً
 جب کوئی حبشی کسی رومی عورت سے شادی کرے تو بعض اوقات اس کی اولاد عورت کی طرح گوری ہوتی ہے۔ پھر کچھ نسلیں
 گزرنے کے بعد کبھی کبھی بعض اولاد میں ان کے اس حبشی واد کی صفات اور ساخت ظاہر ہو پڑتی ہیں اور اسی طرح یہ قانون
 عادات۔ اخلاق۔ اور امراض میں بھی جاری ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ فروع اور اصول میں تباہیات کا محدود ہو کر پایا جاتا ہے اور پھر انہیں
 کا کر ہونا ہم نے جو فرض کیا ہے ایک ممکن الوقوع امر ہے جسکو عقول جائز رکھتی ہیں قابل ترک نہیں خیال کرتیں اور شریعت مجتہد
 میں بھی ایسا مضمون وارد ہوا ہے جس سے اس امر کی جانب اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ اجداد کی صورتیں فروع کی کجواب رجوع
 کرتی ہیں چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو مخاطب کر کے یہ قول (فی اسی صورۃ اشار رکبک یعنی جس صورت میں
 چاہا خدا نے تجھے ترکیب و میدا) ارشاد فرمایا ہے اس کی تفسیر میں صاحب شریعت (رسول اللہ) علیہ الصلوٰۃ والسلام سے
 منقول ہے کہ لفظ جب رحم میں قرار پاتا ہے تو اس کے اور آدم کے ماہین جتنے لوگ سلسلہ نسب میں ہیں خدا سب کی صورتوں
 کو وہاں حاضر کر دیتا ہے اور جس شبیہ میں چاہتا ہے اس کی صورت بنا دیتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے) پس
 جب تک قانون تباہیات میں یہ احتمال قائم ہے کہ وہ تباہیات ہر نوع میں ایسے درجہ تک محدود ہوں کہ وہ نوع کو دوسری نوع
 کی جانب خارج نہ ہونے دیں اور اصول کے تباہیات فروع میں پھر اندر نہ جاری کئے جائیں اور اسی طرح سلسلہ جاری رہے انقوت
 تک نوع کا ایسے درجہ تک جا پہنچنا کہ اس کا تغیر جو ہری بجائے اور اسکو وہ ایک دوسری نوع بنا دے محض ایک نئی امر ہے جو
 اعتماد نہیں کیا جاسکتا پس آپ نے اس قانون کی تقریر میں جو زور شور دیا ہے اور نیز لاکھوں برس کے گزرنے پر جو آپ نے
 انواع کی تبدیلی کو اس قانون کے حوالہ کیا ہے یہ سب باطل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ یہ قانون یعنی تباہی آپ لوگوں کے زعم کے موافق
 غیر محدود ہے اور یہ امر اگرچہ عقلاً ممکن ہے اور اس سے تبدیلی کا واقع ہونا بھی جائز ہے اور یہ سب کچھ خداوندی قدرت کے تحت
 تصرف میں داخل ہے لیکن اس قانون کا وقوع محض ایک نئی امر ہے اسکا کوئی یقینی ثبوت نہیں۔ پس اسکا نتیجہ بھی (اور وہ انواع
 کا بدل کر دوسری نوع بن جانا ہے) اظنی ہو گا اور جب یہ حالت ہے تو پیر و ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قانون کی کچھ برداشت نہیں
 کرتے اور نہ اسکو وہ نشو و نما دے سکتے ہیں اسلئے وہ اپنی شریعت کی ظاہری نصوص کی جو طرین خلق اور انواع کے مستقل طور
 سے بننے پر دلالت کرتی ہیں تاویل کرنے پر مضطر نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اپنے اسی اعتقاد پر کہ تمام کائنات بطریق خلق کے پیدا
 ہوئی مستحکم برابر قائم ہیں گے ہاں جب یہ بات مان لی جائیگی کہ یقینی قطعاً لیل اسکے خلاف پر قائم ہو گئی (اور یہ امر کوسوں دور ہے)
 تو اسوقت وہ اپنے سابق الذکر قاعدہ پر عمل درآمد کر کے لیل عقلی اور نقلی میں تطبیق دینے کی غرض سے تاویل کر دیں گے۔

اب رہا قانون انتخاب طبعی وہ تو آپ لوگوں کے نزدیک تینوں قوانین مذکورہ صدر کے لئے بمنزلہ نتیجہ کے ہے اسلئے وہ بھی طبعی ہی ہوگا اور اگر اسکا واقع ہوا تسلیم ہی کر لیا جائے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ قانون انواع کے لطیف خلق پائے جانے کے ساتھ ہی پایا جائے گا جس پر کہ نہیں سے پہلے ہی اس کی نوع وجود ہوتی ہے اس سے اعلیٰ وجہ کی بغیر اس کے کہ ان کو کوئی مبنی مستقل طور پر پیدا ہوتی ہو اس کو جس طرح اس نے اپنے سے اعلیٰ کیساتھ باقی رہنے میں منازعت کر کے اسے ہلاک کر دیا ہو پھر اس دوسری نوع سے بھی اعلیٰ درجہ کی نوع مستقل طور پر وجود ہوتی ہو اور اس نے بھی اپنے سے اعلیٰ نوع کو منازعت کر کے ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تکثرت پہونچ گئی ہو اور کوئی نوع بھی دوسری نوع سے نہ بنی ہو اور سب کی سب مستقل طور پر پائی گئی ہوں آپس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ زمانہ موجودہ میں سب سے عمدہ اور انسب انواع کا پایا جانا ثبوت نشو و نما کے مستلزم نہیں بلکہ ممکن ہے کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے ساتھ بھی پایا جائے پس اس قانون کا پایا جانا نشو و نما پر نہیں دلالت کرنا خلاصہ یہ کہ خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کو مان کر بھی ان قوانین اور نوع کی تفسیر کرنا ممکن ہے۔ یوں کہا جائے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اس نوع کی انواع کو پیدا کیا ہو پھر اسے اعلیٰ درجہ کی انواع کو بغیر اس کے کہ وہ اپنے سے اعلیٰ درجہ سے منتسب مستقل طور پر پیدا کر دیا ہو پھر اسے پہلی انواع کو دنیا دی اسباب اور دوسری انواع سے باقی رہی میں منازعت کرنے کی وجہ سے یعنی تنازع، انکار کے قاعدہ کے موافق ہلاک کر دیا ہو پھر اسی طرح ہوتا رہا ہو یہاں تک کہ انواع موجودہ تکثرت پہونچ گئی ہو اور یہی وہ انواع ہیں جو اپنے سے سابق کی تمام انواع سے بہتر اور انسب ہیں پس یہ کیفیت قانون تنازع اور قانون بقا احسن پر مشتمل ہے اور باوجود اس کے اللہ تعالیٰ نے فروع کی صفات اصول کو ورثا حاصل کرنے اور نیز فروع کے کچھ دوسری صفات میں اپنے اصول سے مبالغہ ہونے کے قانون کو بھی جاری کیا ہے لیکن یہ بتان ایک معین حد تک ہے جس سے کہ ایک نوع دوسری نوع نہ بننے پائے اور اس حکمت یہ ہے کہ باہم ترقی قائم رہے جیسا کہ ہم اوپر کہہ آئے ہیں اور اس کیفیت سے دونوں باقی قانون کو شامل کر لیا اور وہ قانون ارث اور قانون بتان ہیں جنکا مشاہدہ کیا بھی جاتا ہے باوجودیکہ انواع کا بطریق خلق اور مستقل طور پر بننا نا گیا ہے اور آپ لوگوں کے علم حیا لوجی کی تحقیقات بھی اس توجہ کے ذرا ہی متنافی نہیں پس کیا آپ اس توجہ کے خیال میں کوئی دلیل بیان کر سکتے ہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اور بعد ساری سابق الذکر تقریر کے عقلی نظریں طریق نشو و نما طریقی پر راجع بھی نہیں معلوم ہوتا بلکہ دونوں امر برابر نظر آتے ہیں پس ان دونوں میں سے ہر ایک کا احتمال ہے اور ہر ایک ممکن اور خداوندی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اب ظاہر ہو گیا کہ عقلی نظریں نشو و نما کو خلق پر ترجیح بھی نہیں اور نشو و نما کا احتمال عقل کے نزدیک طبعی بھی نہیں قرار پا سکتا بلکہ نشو و نما دونوں میں عقلی طور پر شک اور مساوات ہی کا درجہ پایا جاتا ہے لیکن یہ وہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلق اور انواع کے مستقل طور پر پیدا ہونے کے احتمال کو ترجیح دیتے ہیں اور چونکہ ان کی شریعت کی ظاہری نصوص سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسلئے وہ اسی کو مانتے ہیں اور آپ لوگوں کے پاس نشو و نما کو ترجیح دینے اور اسکو ماننے کی جگہ میں نے اس کا جس مرتبہ کا ثبوت مختصا ہر کر دیا۔ کوئی وجہ موجود نہیں ہے۔

یہ تو ہر جہاں اب سابق الذکر تقریر کے بعد جب نشو و نما کے طور سے ثابت ہو سکا تو اوپر انسان اور بندر کا ایک ہی اصل سے نکلنا

ف
قانون انتخاب
طبعی
نشانہ
نہیں

انسان کا بندر سے ترقی کر کے خدا کی پیکر بننا اور اس کے خلاف ایک عقلی وجہ ہے

بھی جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں جتنی نہیں ہو سکتا اور آپ لوگوں کا یہ قول کہ انسان کے بند کے ساتھ مشابہت رکھنے کے مقتضا
 کے موافق کچھ بعید نہیں ہے کہ انسان اور بند ایک ہی اصل سے نکلے ہوں محض ایک انتہا درجہ کا ساقط الاعتبار شبہ ہے کیونکہ
 محض صوری مشابہت کا یہ مقتضا نہیں ہو سکتا اور نہ اس سے یہ امر لازم آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور اگر آپ کہیں گے کہ اس سے
 لازم تو نہیں آتا لیکن کم سے کم اتنا تو ہے کہ اس سے اس کا ظن اور گمان غالب پیدا ہو جائے تو میں کہوں گا کہ پروان محمد صلے
 علیہ وسلم اعتقاد کے بارے میں ظن پر اعتقاد نہیں کر سکتے اور نہ اس کو اپنی شریعت کی ظاہری خصوص کے لئے محاضرات اعتبار کر سکتے ہیں
 علاوہ بریں اس مشابہت سے جو آپ کے نزدیک ظن پیدا ہوا تھا اسکے لئے ایک امر ذائع بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم دیکھتے
 ہیں کہ انسان اپنی ابتدائے پیدائش میں عقل اور بدن دونوں میں نہایت کمزور ہوتا ہے چلنے اور آپ سے چٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوتا اور نہ
 ذرا سی حرکت ہی کر سکتا ہے جو باقاعدہ ہو اور باوجود اسکے وہ نہایت کند اور نادان بھی ہوتا ہے کہ سہلے ارد گرد کی اشیاء کو بھی
 نہیں پہچانتا اور نہ اسے زمین اور آسمان کی تمیز ہوتی ہے نہ آگ اور پانی میں فرق کر سکتا ہے اسی لئے نہ وہ کسی ایذا رساں چیز سے
 بچتا ہے نہ کسی نافع چیز کو اختیار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اتنا بھی تمیز نہیں ہوتا کہ اپنی ماں کی چہائی کیسے منہ میں لے چٹا پچھ
 وہ کسی روز تک اس کو سکھانے کی کوشش کرتی ہے جب اسے دودھ پینا آتا ہے پھر اس ساری کمزوری اور نادانی کے بعد
 ہم اسے دیکھتے ہیں کہ قوت اور ادراک میں ترقی کرنے لگتا ہے یہاں تک کہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر بقیہ حیوانات پر
 قیاس کیا جائے کہ وہ اپنی پیدائش کے وقت اس سے کہیں توانا اور سمجدار ہوتے ہیں تو اس درجہ تک اسکے پہنچنے کی امید نہیں
 ہو سکتی اور انسان کی یہ حالت خداوندی اعمال میں سے نہایت عجیب تر اور اس کی قدرت کی عظمت پر دلیل روشن ہے کہ اسے اسے
 کمزور اور اس قدر نادان حیوان کو ایسے درجہ تک کیسے پہنچا دیا جہاں تک حیوانات نہ پہنچ سکے چنانچہ وہ نہایت قوی اور صاحب
 غلبہ بن جاتا ہے کہ پھروں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے بڑی بڑی عالیشان عمارتیں تعمیر کرتا ہے حالانکہ پہلے وہ نہایت کمزور اور
 عاجز تھا۔ اسی طرح وہ مدققی عالم اور محقق فلاسفہ بن جاتا ہے بعد اسکے کہ وہ بڑی نادانی میں غرق تھا اپنی قوت اور عقل کے ذریعہ سے
 بحر و بر کے حیوانات پر تسلط حاصل کر لے پرندوں کو اپنے قبضہ میں لاتا ہے نظام شمسی و قمری کا انضباط کرتا ہے اور کچھ
 بھی یا تو اپنے پیدا کرنے والے خدا سے واحد کا اقرار کرتا ہے یا اس سے پرے درجہ کا منکر بن جاتا ہے۔ رہا بندہ وہ اور اکثر
 حیوانات کی طرح ایک قسم کی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس وقت کافی حرکت کرنے پر قادر ہوتا ہے تاکہ
 انکی ماں جو اسکی پرورش کرنا چاہے انہیں وہ انکی کچھ مدد کر سکے اور اس وقت اس کو اس قدر سمجھ ہوتی ہے کہ انسان کے بچے کے
 پاس اس کا نشان بھی نہیں پایا جاتا چنانچہ جو غذا اسکے لئے مہیا ہوتی ہے اسے جان لیتا ہے اور بغیر اس کو شمشیر و تبر
 کے جو انسان کی ماں کو اپنے بچے کے لئے کرنا پڑتی ہے وہ (بندر کا بچہ) اپنی ماں کی چہائی منہ میں لے لیتا ہے ایذا رساں
 چیزوں سے بچتا ہے نافع چیز کو اختیار کرتا ہے اور نہایت ہی تھوڑی مدت میں جہیں کہ انسان کا بچہ اپنے سرین پر بیٹھنے کے
 بھی قابل نہیں ہوتا وہ اپنا رزق تلاش کرنے کے لئے دوڑنے لگتا ہے اور اس کو اس قدر سمجھ بھی ہو سکے امور زندگی کی اصلاح
 دہی کے لئے کافی ہو حاصل ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ اپنی نوع کے بڑے بڑوں کے قائم مقام بن جاتا ہے اور حالانکہ وہ دیکھنے
 میں کچھ ہی رہتا ہے پس بندہ اور انسان میں کہیں فرق موجود ہے سو اگر انسان اور بندہ ایک ہی اصل سے نکلے ہوئے انسان

اُس سے ترقی کر گیا ہوتا تو اسکا مقتضا تھا کہ وہ اس حالت میں نہ ہوتا جسکا ہم نے بھی ذکر کیا بلکہ اپنی پیدائش کے وقت سے تو کم نہ ہوتا جس سے وہ ترقی کر کے بنگیا تھا کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ کیا وجہ ہے کہ انسان کا بچہ قوت اور سمجھ میں اتنی پستی کی حالت میں ہو باوجودیکہ اسکا ساہتی جو اس کے ساتھ ایک ہی اصل سے نکلنے میں شریک ہے اور جس سے کہ وہ ترقی کر کے بنگیا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ان دونوں باتوں میں اُس سے کہیں کامل ہوتا ہے اور اگر کہا جائے کہ انسان اپنے شریک (بندر) سے صورت کی عمدگی میں تو ترقی کر گیا ہے لیکن بعض اسباب کی وجہ سے قوت اور سمجھ میں اُس سے گھٹا ہوا رہ گیا تو ہم کہیں گے تو پھر کیا وجہ ہے کہ بڑے ہونے پر یہ دونوں باتیں ہمیں کامل ہوجاتی ہیں اور وہ بندر پر ان دونوں باتوں اور سمجھ میں کہیں زیادہ ترقی کوجاتا ہے پس حق اور سچی بات تو یہ ہے کہ یا مرآپ کے اس قول کو کہ انسان اور بندر ایک ہی اصل سے نکلے ہیں بالکل ہی بودا اور کمزور ثابت کرتا ہے اگرچہ ہم اپنی زبان سے اسکو باطل نہ بھی کہیں۔ اور لے اصل سائنس اگر آپ نظر انصاف سے غور کریں تو آپ کو یہ امر بخوبی ظاہر ہوجائے کہ انسان اور بندر کی صرف صورتی مشابہت اتنے بڑے عظیم فرق کا جو ان دونوں میں پایا جاتا ہے جسکا کہہنے بھی بیان کیا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو امر صواب کی ہدایت کرے یہ وہ تقریر تھی جس کو میں نے اس موقع پر آپ کے سامنے بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا اور میرے نزدیک اگر آپ انصاف کریں گے تو یہ تقریر سب بات کے لئے کہ نشو و بارہ میں آپ کے دلائل اور محضات محض ظنی ہیں اور کسی طرح شرعی نصوص کا معارضہ نہیں کر سکتیں کافی ثابت ہوگی اور میں نے دیکھا ہے کہ آپ کے مخالف آپ کے ساتھ مختلف بحثوں میں اٹھے ہیں جس کی میں کچھ ضرورت نہیں سمجھتا چنانچہ انہوں نے انواع کے بدل جانے کا آپ کے مقابلہ میں انکار کیا اور آپ اس پر دلائل قائم کرنے کے درپے ہو گئے اور اسکا ثبوت دینے لگے یہاں تک کہ صناعتی تبدیلی سے بھی۔ اور انہوں نے ماہین ایک اور دوسری نوع کے جس سے کہ وہ آپ کے خیال کے موافق بنی ہے حلقوں کے وجود سے قطعی انکار کیا اور آپ نے انکو یہ جواب دیا کہ یہ حلقے بعض میں تو پائے گئے ہیں اور اپنے جی کو یوں خوش کر لیا کہ حیالوجی کی تحقیقات میں غلطی باقی انواع میں بھی حلقے دریافت ہو جائیں گے یہ ساری باتیں حملہ جزیرہ ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال موجود ہے پہلا بتائیے تو ہم میں سے اسوقت کون بیٹھا رہیگا جو آپ کے دعوے کی تصدیق اور مشاہدہ کرے گا حقیقت حال کو خدا ہی جانے علاوہ ہمیں اگر ثابت بھی ہو جائے تو یہ احتمال برابر قائم رہیگا کہ انواع مستقل طور پر پیدا ہوئی ہوں حساب ہم نے پیشتر ذکر کیا پس آپ کی دلیلیں ظنی ہی ہیں مختصر یہ کہ میں کوئی ضرورت نہیں کہ ہم آپ لوگوں سے آپ کے مخالفوں کی طرح کہیں اور چونکہ ہمارا اعتماد شریعت کی ظاہری نصوص پر ہے اسلئے ہمارے لئے تقریر سابق ہی کافی ہے ورنہ اگر ہم آپ سے اس بحث میں تفصیلی گفتگو کرنا چاہیں تو آپ کو دکھلا دیں کہ آپ کی دلیلیں کی جن پر آپ اعتماد کئے بیٹھے ہیں کیا قدر قیمت ہے اور آپ کے سامنے اس بات کو ظاہر کر دیں کہ ان کی بنیاد وہم اور محض تخمینی اور فرضی باتوں پر ہے اگر خدا نے تو مینق دی تو میں اس بحث میں ضرور کچھ تحریر کروں گا جس سے طالبین تحقیق کی تشنگی بجھ جائیگی۔

بحث تو ہو چکی ہے آپ لوگوں کا یہ قول کہ حیات اور عقل انسانی دونوں محض مادہ کے اجزاء تھے کہ اور اس کے عناصر مترجہ کی باہمی تاثیرات کے نموداروں میں سے ایک قسم کے ظہور کے نام ہیں اگرچہ اصل مادہ حیات اور ذراک دونوں سے بالکل خالی تھا اور یہ کہ

ف
خیالات اور
عقل کے لئے
میں شریعت
میں جو مادہ
جس میں
اور ان کے
کے قول کے
اور ان کے

ف
حیات اور عقل
میں جو مادہ
جس میں
اور ان کے
کے قول کے
اور ان کے

انسان کی عقل باقی حیوانات کی عقلوں سے صرف مقدار میں اختلاف رکھتی ہے حقیقت اور ذات میں اپنے مختلف نہیں یہ سب ایسی باتیں ہیں جنکا اسلامی شریعت پر الطباہی ممکن ہے چنانچہ حیات کی توہ پر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعریف کی ہے کہ وہ ایک ایسی وجودی صفت ہے جو نفس ذات پر زائد اور علم و قدرت کے معارف سے جسکی وجہ سے ذات کا ان دونوں کے ساتھ ہوتا ہو صحیح ہو جاتا ہے (ایسا ہی تفسیر روح البیان میں ہے اور اسکے مثل تفسیر رازی میں بھی موجود ہے) پس جب اُنکے سامنے حیات کے بارہ میں آپ کا یہ قول پیش کیا جائے کہ وہ اجزاء مادہ کے باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور کا نام ہے تو وہ یہ کہہ دینگے کہ ہمارے نزدیک حیات ایک عرضی صفت ہے مادہ نہیں ہے اور یہ ظہور جس کو آپ حیات کہتے ہیں وہ بھی عرضی صفت ہے اسلئے اس سے کوئی مانع نہیں کہ حیات بھی ظہور ہو لیکن پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم حیوان میں خدا کے پیدا کرنے سے اسکے حدوث کے قائل ہیں نہ جیسے کہ آپ لوگ اجزاء مادہ کی حرکت سے اسکے حدوث کا بلا دلیل گمان کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گذرا اگرچہ ممکن ہے کہ یہ حرکت بھی محض خدا کے پیدا کرنے ہی سے موجود ہوئی ہو اور اس ظہور کا جسے آپ حیات کہتے ہیں سبب بگئی ہو ٹھیک اسی طرح سے جیسے کہ اسباب سے سببات کو پیدا کرنے کی خدا کی عادت جاری ہو گئی ہے۔ باقی رہی عقل اسکے بارہ میں پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف کیا ہے بعضوں نے تو اس کی حقیقت کے بیان کرنے سے یہ کہہ کر تو قضا ہی اختیار کر لیا کہ وہ مغیبات میں سے ہے جسے شریعت نے ہمارے لئے نہیں بیان کیا پس انساب اور ادب کی بات یہی ہے کہ انہیں گفتگو نہ کی جائے پس اس بنا پر جب آپ لوگ اُنکے سامنے عقل کی ایسی بیان کرینگے جو ان کی شریعت کے خلاف نہ ہو تو وہ کہیں یہی کہہ دینگے کہ ہاں آپ کی تفسیر میں صحت کا احتمال ہے کوئی امر مانع نہیں ہے کہ یہی تفسیر صحیح ہو لیکن یہ ظہور خدا کے پیدا کرنے سے حادث ہوا جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ وہ محض اسی حرکت سے حادث ہو گیا ہے۔

اور بعض پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عقل کی تفسیر میں خوض کیا ہے اور جتنے اقوال میں سب اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے اور سب کا حاصل یہی ہے کہ وہ علوم کے قبیل سے ہے یعنی وہ ایک قسم کا ملکہ ہے جسکے ذریعہ سے نظری علوم اور اک کر لئے جاتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ وہ ایک قسم کا نور ہے اور ایسا ہی بعض آحادی آثار میں بھی وارد ہوا ہے (جیسا کہ مادر وی کی کتاب ادب الدین میں ہے) اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ ایک باطنی نور ہے پس اس امر کے اعتبار سے کوئی مخالفت نہیں کہ وہ علوم کی جنس سے ہے۔

اور بعض کہتے ہیں کہ وہ جوہر ہے لیکن یہ قول مذکور دیا گیا ہے (عبد السلام اور اسکے حاشیہ اسیر سے ایسا ہی سمجھا جاتا ہے) یہ سب کچھ غریزی یا طبعی عقل کی نسبت کہا گیا ہے۔ رہی عقل مکتسب جو اسی غریزی عقل کا نتیجہ ہے پس وہ کامل منتر صحیح سیاق اور اس کے صائب ہونے کا نام ہے (مادر وی کی کتاب ادب الدین میں بھی ایسا ہی ہے) پس اس بنا پر یہ امر صحیح ہے کہ آپ کے اور ان لوگوں کے قول میں جنہوں نے عقل غریزی کی تفسیر میں خوض کیا ہے کوئی منافات نہیں کہ وہ دونوں قول اسبات میں متفق ہیں کہ وہ عرض ہے توہ پر اس بنا پر پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ کہا جائیگا کہ یہ عرض اجزاء مادہ کی باہمی تاثرات کے ظہور میں سے ایک ظہور ہے تو یہ سمجھنے سے انہیں کوئی چیز نہیں روک سکتی کہ ہاں ممکن ہے کہ

ف
عقل غریزی کا
مکتسب کا

کرتا ہے اور اپنی قدرت سے اسے موجود کرتا ہے اور یہ کہ جو کچھ وہ قضا (حکم) کرتا ہے وہ سب اس کے پیدا کرنے سے پایا جاتا ہے اس کے سوا کسی کوئی خالق نہیں اگرچہ اسے سببات کو اسباب کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے سببات کو اسباب سے پیدا کرتا ہے لیکن دونوں کا وہ خود ہی خالق ہے پہلے سبب کو پیدا کرتا ہے اور اس کے بعد ہی سبب کو پیدا کر دیتا ہے اور تمام شایاں میں جو بنا پر مشاہدہ کی جاتی ہے وہ خدا ہی کے پیدا کرنے اور ایجاد کرنے سے ہے کوئی شے حقیقت میں طبیعت یا اس کی قوت کی وجہ سے جو انہیں رکھی گئی ہو اثر نہیں کرتی اور یہ کہ خدا کے سبحانہ موجود ہے۔ قدیم ہے ہمیشہ رہے گا۔ اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ ایک ہے۔ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے۔ علاوہ اس کے عالم میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب سے مٹی ہے۔ کسید کا محتاج نہیں۔ ساری چیزیں اسی کی تخلیق ہیں۔ موجودات میں سے وہ کسی شے کے مشابہ نہیں اور نہ کوئی چیز اس کے مشابہ ہے۔ کامل درجہ کا ارادہ کرنے والا پورا پورا علم رکھنے والا ہے تمام چیزوں کو جو موجود ہیں خواہ گزر چکیں یا آئندہ ہوں گی۔ سب کو جانتا ہے اس کے علم سے کوئی شے باہر نہیں جتنی چیزیں عقلاً ممکن ہیں سب پر قادر ہے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں۔ زندہ ہے۔ تمام صفات کمال کے ساتھ جو اس کی ذات کے شایاں ہیں موصوف ہے۔ تمام صفات نقصان سے منزہ ہے پس یہ وہ مسائل ہیں جن پر سابقین کے بحث میں کافی طور پر گفتگو ہو چکی ہے اب کوئی ضرورت نہیں کہ چونکہ بعض کے تحقیق اور ثبوت پر تو میں نے یقینی دلیل قائم کر دی ہے جیسے کہ مادہ کا حادث ہونا۔ خدا کا موجود ہونا۔ اور اس کا اپنی صفات کے ساتھ منصف ہونا اور بعض کو اپنے علم کے ساتھ جنکے وہ معارض معلوم ہوتی محض تطبیق دیدی اور اس کے لئے کوئی توجیہ ذکر کر دی یا میں نے آپ کو ایسا طریق بتا دیا جس پر چلنے سے اسلامی دین کے ساتھ آپ کی ایسی مخالفت نہیں ہوتی کہ اس سے آپ اسلام کے اعتقاد نہ رکھنے والوں میں شمار ہونے لگیں اور جس چیز کی میں نے تصریح نہیں کی ہے وہ اودے لغو کرنے سے گذشتہ مباحث سے سمجھی جاسکتی ہے اور تفصیلی گفتگو بکثرت اسلامی کتابوں میں موجود ہے جس کا بھی چاہے اسی جانب رجوع کرے۔

آپ رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر سات آسمان پیدا کئے اور ان آسمانوں کے اوپر ایک بہت بڑا جسم نام ہے اور اس کے اوپر اس سے بھی بڑا جسم نام عرش ہے پیدا کیا۔ اور یہ کہ ہمارے اور ان اجسام کے مابین بہت ہی بڑی مسافت حائل ہے اور یہ کہ اسے ایک بہت بڑا جسم جس کا نام لوح ہے اور ایک دوسرا جسم جسے قلم کہتے ہیں اسے پیدا کیا تاکہ جتنی ہونے والی چیزیں ہیں بہت بڑی اور لمبی جائیں گو وہ اس کا محتاج نہ تھا اور یہ کہ انسان کو خدا کی نعمتیں اس کے ایک بنائے ہوئے مکان میں ملیں گی جس کا نام جنت ہے اور دوسرے مکان میں اس کا عذاب ہوگا جسے جہنم کہتے ہیں۔ زمین۔ آسمان اور عالم کے تمام ہونے کے بعد جب لوگ مرنے کے بعد زندہ ہوں گے تو خدا ان لوگوں کو ان دونوں مکانوں میں داخل کرے گا پس میں کہتا ہوں کہ آپ اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم خلا و رحمت کے قائل ہی ہیں اور اس سے مراد بہت ہی دور و دراز بعد ہے جسکی وسعت کو سوچ کر عقل حیران رہ جاتی ہے پھر آپ کہتے ہیں کہ آفتاب اور ستارے اس خلا و دور و دراز میں قانون کشش کے ذریعہ سے قائم ہیں اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض کا قول بھی آپ کے قول کے موافق اور مؤید معلوم ہوتا ہے

عہ خلا و سے یہاں زمین کے اوپر کی وہ فضا مراد ہے جو دیکھنے میں بیکار معلوم ہوتی ہے اور اس سے حقیقی خلا مراد نہیں کیونکہ اہل سائنس کہتے ہیں کہ اس تمام فضا میں ایتر پہلا ہوا ہے ۱۲ متر جم

وہ یہ ہے کہ آفتاب اور ستارے آسمان میں گھرے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ خلا میں قائم ہیں اور اس خلا میں جو انکا مدار حرکت ہے
 مذہبی اور انکا فلک ہے جیسا کہ پیشتر گزر چکا پس اس سے کوئی چیز مانع ہو سکتی ہے کہ اسی خلا و دروازہ میں ان ستاروں کے
 اور ان اجسام مذکورہ کو بھی خدا نے پیدا کیا ہو اور وہ ساتوں آسمان (اور ان کا نظریہ آنا پروردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے
 بعض کے قول کے موافق ہے جیسا کہ پیشتر گزرا اور وہ ابو بکر بن العزلی ہیں) عرش کرسی لوح و قلم جنت اور روزخ ہیں۔
 اور خدا نے انکو درہاں اپنی قدرت سے قائم کر رکھا ہے چاہے اُسے قدرتی قوانین میں سے چھین کر وہ اپنی مخلوقات میں رکھ دیا
 کرتا ہے کسی قانون سے کام لیا ہو یا بلا کسی طبعی قانون کے محض اپنی قدرت سے انہیں روک رکھا ہو کیونکہ وہ اس بات پر پروان
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعتقاد کے موافق پورے طور سے قادر ہے کہ قوانین قدرت محض عادی اسباب ہیں جیسا
 کہ اُسے آفتاب اور ستاروں کو اس خلا میں جس میں کہ وہ پائے جاتے ہیں قائم کر رکھا ہے پہرہ سب ہم سے نہایت ہی دور دور
 مسافت پر واقع ہیں جیسے کہ ہمارے خود انکے مابین بہت ہی بڑی مسافتیں حامل ہیں اور خدا کی اور اس کی قدرت کی جو عظمت ہم اس
 کی مصنوعات میں جتنا ہم مشاہدہ کرتے ہیں دریافت کیچکے ہیں اس کے لحاظ سے تو ان میں سے کوئی اثر بعید نہیں معلوم ہوتا یا
 یہ سب چیزیں ممکن ہیں اور ہو سکتی ہیں عقل انکو محال نہیں سمجھتی اور خدا کی قدرت ممکن کے ساتھ ایجاد کرنے کیلئے متعلق ہونے کی صلاحیت
 رکھتی ہے۔ رہا اُنکے اور ان تک آپ لوگوں کی رسائی نہ ہونا خواہ بذریعہ حواس ہو یا بواسطہ دیگر ذریعوں کے اُنکے معدوم ہونے
 مقتضی نہیں ہے اور اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ ساتوں زمینوں کے موجود ہونے سے بھی جیسا کہ بعض شرعی نصوص میں
 وارد ہوئے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا۔ ممکن ہے کہ اسی خلا میں جس میں کہ ہماری زمین اور تمام ستارے قائم ہیں چہ زمینیں اور بھی قائم
 ہوں اور ان میں مخلوقات بھی بانی جاتی ہو جیسا کہ آپ لوگ ستاروں میں مخلوقات کے موجود ہونے کا گمان کرتے ہیں۔ اور اگر آپ
 کہیں کہ ہم نے تو انکو بڑی بڑی دوریوں سے بھی نہیں دیکھا تو میں کہوں گا ممکن ہے کہ روشن ہی نہ ہوں جو نظر آسکیں اور یہ
 بھی احتمال ہے کہ آپ نے انکو دیکھا ہو اور انہیں ستاروں میں جو کہ خلا میں قائم ہیں انہیں بھی شمار کر لیا ہو۔ اگر آپ کہیں سمجھنا کہ یہ
 سب کچھ ممکن اور ہو سکتا ہے لیکن اس پر کیا دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں بالفعل موجود بھی ہیں اور کونسا امر باعث ہو کہ پروردان محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم اُنکے قائل ہی ہو جائیں تو میں کہوں گا کہ اس کا باعث اُن کی شریعت کی نصوص میں جو ان اجسام کے موجود
 ہونے کی تصریح کرتی ہیں اور یہی اُنکے وجود پر اُن کی دلیل ہے اور یہ وہ نصوص ہیں جنکا اُنکے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام
 سے وارد ہونا قطعی طور پر ثابت ہے اور وہ جتنی چیزوں کی خبر دیں سب میں سچے ہیں کیونکہ وہ جھوٹ سے معصوم اور محفوظ
 ہیں اسلئے کہ پروردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک خدا کے پاس سے انکار رسول بنکر آنا قطعی دلیلوں سے ثابت ہو چکا ہے
 اور اگر آپ پوچھیں تو یہ ہر امر و فعل ہے ان اجسام کو پیدا کیوں کیا تو میں جواب دوں گا کہ جیسے اُسے ستاروں زمین اور بانی
 عالموں کو جنکا آپ مشاہدہ کرتے ہیں پیدا کیا وہی تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی خوب حکمت جانتا ہے اور وہ تو قائل مختار ہے
 جو چاہے سو کرے اُس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور سابق میں اس امر پر دلیل قائم کر چکا ہوں کہ اعمال خداوندی کے جمیع امرا
 کو عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی ہے پس اسکو یاد کیجئے۔ اور پروردان محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اجسام کے پیدا کرنے کے
 بہت کچھ اسرار اور حکمتیں بھی بیان کی ہیں کہ اگر ہم انکو بیان کرنا شروع کریں تو بہت طوالت ہو جائے جسکا بھی چاہے ان کی کتابوں

مکان میں داخل کر لیا اور یہ دوبارہ زندہ کیا جانا اور جو اسکے توابع ہیں سب کچھ اسلامی بن کے قطعی ہمو لوں میں سے ہے جس پر ان سب کا اجماع منعقد ہو چکا ہے اور یہ دین کے ضروری معلومات میں سے ہے یہاں تک کہ جو اسکے ممکن ہونے یا اسکے واقع ہونے سے انکار کرے وہ اسلامی دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ شرعی نصوص میں بکثرت مقامات پر اس کی تصریح موجود ہے اس پر دلائل قائم کئے گئے ہیں۔ اور ان نصوص کی تصدیق کرنے اور بعث مذکور (دوبارہ زندہ کئے جانے) کے اعتقاد رکھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے

عہ شترم کہتا ہے کہ کچھ عجیب نہیں کہ اس مقام پر پہونچکر ناظرین کو خیال پیدا ہو کہ قبل بعثت کے تمام عالم کے فنا ہو جانے کو جس کو قیامت کہتے ہیں ذکر کرنا مناسب یا واجب ہے تو سمجھنا چاہئے کہ اس فنا کا امکان چونکہ نہایت پہونچ تھا کیونکہ عالم کے ہزاروں کائنات ہمارے مشاہدہ میں فنا ہو چکے جاتے ہیں سو ان کائنات فائدہ و دیگر کائنات میں فرق ہی کیا ہے ممکن ہے کہ اسی طرح سب ایک روز فنا ہو جائیں اسلئے اسکا بالاستقلال بیان کرنا مصنف نے ضروری نہیں سمجھا بخلاف بعثت بعد الموت کے کہ اس میں کسی قدر خفا تھا اور میں گفتگو شروع کر دی گزرا نہ حال کے خیالات کے موافق ہم نے مناسب سمجھا کہ اس بحث سے بھی یہ کتاب خالی نہ رہے اسلئے اس کے متعلق ہم ایک مفید مضمون بطور حاشیہ کے نقل کرتے ہیں۔ جس کو ہم نے فاضل حکیم محمد علی صاحب اڈیٹر مرقع عالم کی تقریر دہلیہ سے خلاصہ کیا ہے جس میں اسکان سے گذر کر وقوع کو قریب انہم کو دکھایا ہے اب قیامت و بعثت کا مضمون مکمل و مرتب ہو جائیگا وہ مضمون مفید ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں سائنس کا یہ مسلمہ ہے کہ انرجی (یعنی کسی کام کرنے کی قوت یا ترقی) مقابل پر غالب آنے کی قوت جسکو قدیم فلاسفہ کی اصطلاح میں ہمدامیل کہتے ہیں (کبھی ضائع جاتی اور جو جز حرکت کر رہی ہے اگر اسکا کوئی روکے والا نہیں ہے تو وہ ہمیشہ اسی طرح حرکت کئے جائیگی چنانچہ پرفیئرل فرٹ اٹھوٹ نے بھی کتاب کنسرویشن آف انرجی (انرجی کبھی ضائع نہیں ہوتی) میں اسکو ثابت کیا ہے اسلئے زمین اور دیگر سماں جس طرح اب حرکت کر رہے ہیں اسی طرح برابر حرکت کئے جائیں گے اور اسکیلے ہرگز پر آپ بڑے دعوے سے کہہ رہے ہیں کہ جب انرجی ضائع نہیں جاتی اور حرکت میں رہنے والی چیز ساکن نہیں ہو سکتی تو پھر کیونکر دنیا کا خاتمہ ہو گا کہیں کہتا ہوں آپ ملتے ہیں کہ زمین میں دو حرکتیں ہیں ایک محوری یعنی روزانہ جس سے وہ چوبیس گھنٹہ کے اندر ایک مرتبہ اپنے محور پر گھوم جاتی ہے اور دوسری حرکت دوری یا سالانہ جس سے وہ سال بہر میں آفتاب کے گرد گردش کر جاتی ہے۔ اور یہ دونوں حرکتیں جو ہر گز کے حرارت میں تبدیل ہوتی جاتی ہیں اور زمین کی تیزی رفتار میں کی آتی جاتی ہے روزانہ حرکت میں کمی ہونے کی خاص وجہ یہ ہے کہ مدوجزا (جو ماہتاب کی کشش سے ہوتے ہیں) کی حرکت یا قیام

زمین کی حرکت سے (جو اپنے محور کے گرد ہے) خلاف ہے۔ اسوجہ سے زمین اور پانی میں بے انتہا گرہیں پیدا ہوتی ہے جس سے پانی بانسوں اور تھاپوں سے اور یہ رگڑا رگڑے زوہیں گھومتے والی زمین کی رفتار کو خراب کرکے یا کم تو نہیں کر سکتی مگر اس رفتہ رفتہ آنے کے زور کو کم اور رفتار کو مست کرتی جاتی ہے ہمارے اس دعوے کا ثبوت ان منجوں کی تحریکات سے آپ کو بل سکتا ہے جنہوں نے گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف کو اپنے حساب سے دریافت کیا اور اسکا مقابلہ اگلی تاریخی کتابوں سے کیا کہ وہ کہہ پڑے تھے۔ اور ان دونوں مقابلوں سے یہ بات انکو معلوم ہوئی کہ گذشتہ زمانہ کے کسوف و خسوف اور حال کے کسوف و خسوف میں فرق ہے جس سے ہم پہونچتے نکلتے ہیں کہ زمین کی روزانہ حرکت میں پلٹت ساق کے اب کی ہے اور کبھی پتھر اس رگڑ کا پوچھو گا کہ اب چوبیس گھنٹہ میں اپنے محور کے گرد دورہ کر جائے والی زمین آئندہ کبھی اسقدر زمانہ میں حرکت کر سکے گی جقدر عرصہ میں کہ ماہتاب حرکت کرتا ہے یعنی تیس دن بارہ ساعت چوبیس دقیقہ اور تین ثانیہ اور ہر رگڑ کو قوت ہو جائیگی۔ سالانہ حرکت کی قوت میں کمی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خلاصہ محال ہونے کا مسئلہ فلسفہ میں اچھی طرح مدلل ہو چکا ہے اور یہ امر بھی سائنس نے خوب چھی طرح ثابت کر دیا ہے کہ زمین اور آفتاب کے باہم کوئی ادنیٰ

عہ محوری حرکت وضعی ہے اور دوری حرکت انجی ہے ۱۲ مترجم

کہ نسبت کا اعتقاد کر لیا جائے کہ حساب کے لئے بدن کو اُسکے فنا ہونے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے اور ارواح کا اُنکے ساتھ مکرر تعلق پیدا کرنے کے ذریعہ سے بحث اور اُسکے فوایع ضرور واقع ہوں گے اور یہ اعتقاد ایسے طریق پر ہونا چاہئے جس میں کوئی عقلی محال لازم (یعنی حاشیہ متعلقہ صفحہ ۲۱۲ پر ضرور ہے جس کا اعتبار سے قیہ کرنے میں اور جب ایسی ادی پھر موجود ہے تو یہ بھی ضروری ہے کہ انہیں اور گھومتی ہوئی زمین میں رگڑ پیدا ہو جسے اثر سے زمین کی سالانہ حرکت میں بھی ضرور فرق واقع ہو گا ایک دم دار ستارہ جسکو آئینہ کرکٹ کہتے ہیں جبکہ وہ غائب ہوتا ہے اور پھر جب وہ طلوع ہو گا کم کو حساب ہے چھٹی طرح معلوم ہے لیکن آئینہ روشن (مشاہدہ) سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی حرکت گھٹتی جاتی ہے جس سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ یہ حیرت انگیز کمی اسی ادہ کی رگڑ کی وجہ سے ہے جو ہوائی طرح سیارے کے مابین ہر واقع ہے یا وہ سیارے اُسکے اندر اُسی طرح حرکت کر رہے ہیں جس طرح پانی کے اندر گھلیاں یہ رگڑ زمین کی حرکت کے متبادل میں گوبہت کم ہے۔ یہ کہنا چاہئے کہ کوئی چیز نہیں لیکن وق کی حرارت کی طرح آہستہ آہستہ اپنا اثر کرے گی اور اس کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ کل سیاروں کی حرکت میں فرق آجائے گا اور حرکت کرنے کی انرجی (قوت) حرارت میں تبدیل ہو جائیگی۔ گو اس موقع پر پروفیسر بن فور اسٹورٹ کی کتاب کنسر ویشن آف انرجی (انرجی کی ضایع نہیں ہوتی) ہمارے ساکت کرنے کے لئے کہو کہ رکھ دی جائیگی مگر ہمارے دعوے کو اس سے کچھ نقصان نہیں پہونچتا۔ ہمارا مطلب یہ نہیں کہ زمین کے حرکت کرنے کی انرجی ضایع ہو جائیگی بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اُس کی انرجی حرارت کے قالب میں بدل جائیگی اور ہر اس وسیع ادہ فضا میدان یعنی دنیا میں ایسی آگ برسنے لگے گی کہ کوئی جاندار جان بڑا نہ ہو سکے گا۔

انرجی کا حرارت کی صورت میں تبدیل ہونا ناگوار نہیں کیونکہ اس سے ضرور چھپا ہوا تھا اور اُسکے بعد بھی کچھ دنوں اس امر میں پس و پیش رہا کہ شجر جسم کے رگڑ جانے پر انرجی کہا ہو گی کہاں گئی لیکن بعض بعض فلاسفوں کی تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ نوٹن سے پہلے بھی بعض بعض کو اس امر کا شبہ سنا تھا کہ شاید انرجی حرارت میں تبدیل ہو جاتی ہے اور پھر تو پورے محققین میں سے سر مفری ڈیوی۔ بنجمن۔ ڈامسن۔ کاؤنٹ۔ مکر مفر ڈیوی۔ کوئین۔ میر۔ کوڈنگ۔ اور میرن کی تحقیقات نے اس مسئلہ کو بہت چھی طرح ثابت کر دیا کہ انرجی واقعی حرارت کے قالب میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

تیسری ہی بنا پر ہم بھی اس کہنے پر مجبور ہیں کہ وہ انرجی جس پر خدا کی جائز مخلوق کی حیات مبنی ہے اب خراب ہوتی جاتی ہے حرارت تمام عالم پر پہنچتی جاتی ہے اور سال بسال اُسکو ترقی ہوتی جاتی ہے گواہ سکا بڑھنا بھی ہم کو محسوس نہیں ہوتا مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ آگے چل کر ایک ایسا وقت آئے گا کہ اُسکے بڑھنے سے ہم اچھی طرح واقف نہ ہو جائیں گے۔ سر ڈیوڈ ڈامسن کہتے ہیں اگلے پونیس (عالم) ایک سسٹم (منظم) ہے جبکہ ابتدا حقیقی اور ختم ہو گا۔ اس لئے کہ زوال کی حالت ہمیشہ ایک حال پر اور ایک ہی حد پر نہیں ٹہر سکتی ہمارے زمانہ حال کے محققین سائنس میں سے پروفیسر گال اور ڈارٹن صاحب نے کیا خوب کہا ہے "اگر ہم پونیس کو ایک ایسا المپ فرض کریں جو نہیں جلا ہے تو شاید ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ ہمیشہ سے ہے لیکن اگر اُسکو شل ایسے پکے خیال کریں کہ جو جلا یا کھلے تھے ہم کو اسکا پورا یقین ہے کہ وہ ازل سے نہیں جلتا ہے اور ایک ایسا وقت آئے گا کہ وہ گھل ہو جائیگا۔

دنیا کے مختلف مقاموں کی آبادی اور اُسکے کل کاموں کا مدار حرارت کے مختلف درجوں (ٹیپیکر) پر ہے جسکا اعتدال اس بق ماوے ہر منظر ہے جو آفتاب زمین اور سیاروں کے مابین ہوا ہوا ہے۔ اور جو سیاروں کی مختلف حرکتوں کو رگڑ کر براب کر رہا ہے مگر انرجی کے حرارت میں تبدیل ہونے سے

عہ دیکھو انسائیکلو پیڈیا ریڈیاٹیکا ۱۲

عہ دیکھو پاپیریٹڈ نگر ان سائنس ہالی گال اینڈ مارٹن ۱۲۰

نہ آئے بلکہ امکان عقلی کے دائرہ ہی میں رہے اور ظاہر ہے کہ جو شے عقلاً ممکن ہے وہ ضرورتاً کی قدرت کے تحت میں داخل ہے۔ اُن کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس دوبارہ پیدا کئے جانے کی تفصیل اور اُس کی کوئی کیفیت ہی جو عقلاً ممکن ہو انہیں معلوم ہو کیونکہ اُن کی قدرت کی جانب سے انہیں اُس کی تکلیف دہی گئی لیکن جب اُن کے مخالفین نے جو بحث کے منکر ہیں اس قسم کے اشکالات وارد کئے جنہیں بدن کے دوبارہ پیدا کرنے میں بظاہر عقلی محالات لازم آتے ہوئے معلوم ہوئے تو انکو ضرورت پڑی کہ وہ دوبارہ زندہ کئے جانے اور اُسکی ممکن کیفیت کے بارہ میں اپنے مخالفین کی تسکین کرنے کے لئے اُسکی تفصیل میں غرض کریں اور غور کر کے کوئی ایسی ممکن کیفیت بیان کریں جس سے عقول کو تسکین ہو جائے۔ اور کمزور دین والوں کے خیالات پریشان نہ ہوں۔

چنانچہ جو اشکالات بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے پر مخالفین کی جانب سے اُن پر وارد کئے گئے ہیں اُن میں زیادہ تر مشہور یہ ہیں کہ انسان اپنے مادہ کیوجہ سے انسان نہیں ہے۔ بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے اور انسانی افعال اُس سے صرف اُس کی صورت ہی کے پائے جانے کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں چنانچہ مادہ سے جب اس کی صورت باطل ہو جائیگی اور مادہ اپنے اصول یعنی عناصر کی جانب لوٹ آئیگا تو سرے سے وہ انسان ہی نہ ہو گا یہاں تک کہ جب اُن سے انسان کی جدید صورت بنائی جائیگی تو اُس سے دوسرا انسان پیدا ہو گا نہ یہ کہ پہلا کیونکہ دوسرے میں پہلا انسان کا صفت مادہ موجود ہے نہ اُس کی صورت اور وہ قابلِ تباہی و ترقی اور مستحقِ ثواب یا عقاب اپنے مادہ کیوجہ سے نہیں ہے بلکہ اپنی صورت کیوجہ سے ہے پس لازم آتا ہے کہ جس انسان کو ثواب یا عقاب دیا جائیگا وہ نہ کو کار یا بدکار انسان نہ ہو بلکہ ایک دوسرا انسان ہو جو مادہ میں اُسکا شریک ہے۔ اور نیز یہ اعتراض کہ جب کوئی انسان کسی انسان کو کھانا جائے تو اُنکی غذا بن جائے گی وجہ سے دونوں ایک ہو جائیں گے پس بحث کے وقت دورِ روح ایک انسان کے ساتھ کیسے متعلق ہوں گی۔ اور نیز یہ اعتراض کہ اگر وہ زمین پر پڑنے لگے مردوں کی لاشوں کے اجزاء میں اور ان میں بہت کچھ کاشتکار کی کٹی درخت لگائے گئے اور اُنکے لوگوں نے غذا حاصل کی اور یہ غذا گوشت اور خون بن کر اُنکے بدن کا بھی جز ہو گئی۔ پس ایک اصل اور ایک وہ لئے بہت سے آدمیوں کی صورتوں کے لئے کیونکہ ہر سیکھ کا فقط ان اشکالات کے مقابلہ میں بیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نکتہ دفع کرنے کے لئے اجمالیوں کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وسعتِ علم اور اُسکی عظمت قدرت جن دونوں پر کہ اسے مصنوع کے عجائب اُسکے اعمال کے غرائب و دقائق کے ذریعہ سے یقینی دلیل قائم ہو چکی ہے ان دونوں کے لحاظ سے بحث کا ایسے طور پر ہو جانا جس سے وہ محالات جو ان اشکالات میں لازم کئے گئے ہیں لازم نہ آئیں ذرا بھی مستبعد نہیں ہے اور بحث اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ایمان لانا اور یہ اعتقاد رکھنا کہ کسی ایسے طریق پر واقع ہو گا جس سے کوئی محال نہ لازم آئے ہمارے لئے بالکل کافی ہے اپنے ایمان کے صحیح کرنے کے لئے ہمیں یہ ضروری نہیں کہ ہم اُس کی اُس کی کیفیت کو بھی بیان کریں جسے اللہ تعالیٰ اس میں جاری کرے گا ہمیں اسکا تفصیلی علم خدا کے حوالہ کرنا چاہیے لیکن عقل کی تفصیلی تسکین کرنے

(فقہ حاشیہ متعلقہ ۲۱۴) اس اثہر کا پیرچرا اپنی حد سے تجاوز کر جائیگا تو یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں رہیگی۔ نباتات کا زمین پر نہیں نام نہ رہیگا۔ کوئی سو کہ جائیں اور یا توں میں خاک ڈریگی۔ اور ہر کل جاندار کیا چرند کیا پرنڈ کیا انسان کیا حیوان سب مکر رہ جائیں گے۔ سیاروں کے حرکت کرنے کی قوت (انرجی) جب حرارت میں تبدیل ہوتے ہوئے بہت کم رہ جائیگی تو اس کی حرکت کا آخری نتیجہ یہ ہو گا کہ سب سیارے کیسے قوت میں آفتاب سے ڈھ جائیں گے۔ شمس پر یا ہو جائیگا۔ زمین پر پٹ چائیگی۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑیں گے ہستی کا یہ ساظم ٹوٹ جائیگا۔ اور یہی دنیا کا خاتمہ ہے ۱۲ مترجم۔

فصل
دوبارہ زندہ ہونا
اور اسکی نسبت
سبب انکی افعال
کرتے ہیں اور ان
اعراضات کا جواب
کرتے ہیں۔ ۱۲

اور مکرر دین والوں کے خیالات پریشانی سے بچانے کے لئے ہم کہتے ہیں کہ جسم کے جو اجزاء ٹوٹا لئے جائیں گے وہ سب اصلی اجزاء ہوں گے یعنی وہ اجزاء جو اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہیں نہ زائد اجزاء ایسا ہی اس شبہ کے جواب دینے کے لئے جو ایک انسان کے دو اسکے انسان کو کہا جانے کی بنا پر کیا گیا ہے جمع ابجوج اور اسکے حاشیہ کمال سے نقل کر کے یو اقیث میں

اصلی اجزاء اور زائد اجزاء کا ماننا نہ کرے اور اسی امر سے باقی شبہوں کا بھی جواب دیا جاسکتا ہے جیسے کہ میں بھی انکی تقریر کرتا ہوں کہ ان امر مانع ہو سکتا ہے اگر اللہ تعالیٰ جس کا علم وسیع اور قدرت نہایت ہی عظیم ہے انسان کے ان اصلی اجزاء کو متفرق ہونے اور اپنی صورت کے زائل کرنے سے محفوظ رکھے اور دوسرے حیوان کے اصلی اجزاء کی ترکیب میں نہ داخل ہونے سے چاہے وہ زائد اجزاء کی ترکیب میں داخل ہو جائیں اس طرح پر اصلی اجزاء انکے منتشر ہونے کے وقت ان سے جدا ہو جائیں گے پھر بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت روح کا تعلق خدا نہیں اصلی جن کے ساتھ کر دے گا اور ان کے ساتھ کچھ زائد اجزاء بھی ملا دیگا۔ عام ہے کہ یہ بعینہ وہی اجزاء ہوں جو قبل موت کے ان اصلی اجزاء کے ساتھ منضم تھے یا دوسرے ہوں اور نعمت و عذاب کا احساس صرف روح اور انہیں اجزاء صلیبہ کو ہو گا اس کیفیت پر یہ امر بخوبی صادق آتا ہے کہ یہ دوبارہ زندہ کرنا ہے کیونکہ روح کا اصلی اجزاء کے ساتھ دوبارہ متعلق پیدا کیا گیا ہے بعد اسکے کہ ان اجزاء سے روح کا تعلق جدا ہو گیا تھا اور انہیں اصلی اجزاء میں حیات ٹوٹائی گئی ہے اور ان کے ساتھ زائد اجزاء ملا دئے گئے ہیں جنکے بعینہ اعادہ کرنے پر انسان کا اعادہ کرنا اور دوبارہ زندہ کیا جانا موقوف نہیں پس اب نہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس انسان کو نعمت یا عذاب دیا جائیگا وہ اس انسان کا غیر ہے جو قبل موت کے تھا اور نہ یہ کہ دوسروں کا ایک بدن کے ساتھ متعلق ہونا لازم آتا ہے اور نہ ہی کہ بہت سے آدمیوں کے لئے صرف ایک ہی مادہ ہو گا بلکہ اصلی اجزاء کے ساتھ کسی روح کے متعلق ہونے کی وجہ سے جیسے کہ قبل موت وہ کوئی انسان تھا اسی طرح بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے وقت بھی اسی روح کے انہیں اصلی اجزاء کے ساتھ متعلق ہونے کی وجہ سے بعینہ وہی انسان رہے گا اور خدا کا علم اور انکی قدرت اس کیفیت کو ایسے طور پر جاری کرنے کے لئے جس سے کوئی بھی محال نہ لازم آئے کافی ہے چاہے یہ امر کسی قدرتی قانون کے ذریعہ سے انجام پائے یا بلا کسی قانون کے اور ہمارا انکو نہ دیکھنا انکے واقع میں نہ ہونے کو مستلزم نہیں کیونکہ احتمال ہے کہ ہم صرف زائد اجزاء کو مشاہدہ کرتے ہوں اور اصلی اجزاء غواہ اپنے باریک اور چھوٹے ہونے یا اپنی لطافت کے باعث یا کسی اور وجہ سے ہمارے مشاہدہ میں نہ آسکتے ہوں اور کائنات میں تو بہت سے عالم ایسے ہیں جو ہمارے حواس سے مخفی اور پوشیدہ ہیں (جیسے گیس ایٹرو وغیرہ) تو ممکن ہے کہ یہ بھی اسی قبیل سے ہوں خلاصہ یہ کہ ہماری شریعت کی تفصیلات بعثت اور دوبارہ زندہ کئے جانے کے ساتھ ناظر ہیں اس لئے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور اسکا اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ امر عطا ہر بات ہے کہ کیا انسان اور کیا دیگر حیوانات زائد حیاتیات میں سب کے بدن سے اجزاء تحلیل ہوتے رہتے ہیں اور کبائے ان کے ہندوہ غذا اسکے دوسرے اجزاء جزو بدن بنتے رہتے ہیں اب یہ تبدیلی یا تو تمام اجزاء میں ہوتی ہوگی یا صرف بعض میں تبدیلی ہوگی اور بعض اجزاء اول عمر سے آخر تک باقی رہتے ہوں گے اول تقدیر پر تو یہ بات ثابت ہوگی کہ اگر کسی انسان کے سارے اجزاء بدل جائیں جب بھی وہ انسان دوسرا انسان نہیں بننا بلکہ انہیں صرف اُس کی روح کا اعتبار ہے اور ثنائی تقدیر پر اصلی اور زائد اجزاء ثابت ہو جائیں گے۔ بہر حال دونوں تقدیر پر انسان کا دوبارہ زندہ کیا جانا بلا تکلف ثابت ہو سکتا ہے ۱۲ ترجمہ

انسان کے دو قسم کے اجزاء
پہلے جن میں اصلہ و فطریہ
اور دوسرے زائد و غیر فطریہ
اس زائد و غیر فطریہ

ایسے طریق پر ہو گا جس سے کوئی خیال نہ لازم آئے اور ہمارے ذمہ اسکی تفصیلی کیفیت کا بیان کرنا ضروری نہیں اور اگر کسی ضرورت ہی ہو تو ہمارے خیال میں ایسی ہی کیفیت جسکی ہم نے تقریر کی عقلوں کو تسکین بخشنے اور اشکالات کے دفع کرنے کے لئے بالکل کافی و کافی ہے۔ زیادہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے فضل سے اس مقام کی توجہ اور توضیح ایسے طور پر ممکن ہے کہ جن شرعی نصوص پر اعتقاد کے بارہ میں مدار ہے ان میں سے کسیکے بھی غلات نہ پڑے اور اس مقام پر ضرورت ہے کہ میں است محمدیہ کے علماء کا کچھ کلام اسکے پیشتر ذکر کروں تاکہ اسکے سمجھنے کے بعد توجہ اچھی طرح دل کو لگے

پس سیکھئے کہ سرعیت محمدیہ کے علماء کا کہنا ہے جس شخص سے سب سے پہلے اصلی انسان اس ڈھانچے کے علاوہ ہے استدلال کیا ہے (امام رازی) اس اپنی تفسیر کر کے بیان کرتے ہیں (چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اس بات کا تو ہمیں بدیہی علم حاصل ہے کہ بدن کے اجزاء کئی اور زیادتی کے اعتبار سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں جیسے کہ فریاد اور لاغر ہونے میں اور بیات بھی بالبدلت معلوم ہوتی ہے کہ تبدیل اور ہونے والی شے (بدن) ثابت اور باقی رہنے والی شے (انسان) کے مغائر ہے اور ان دونوں باتوں کے ملائے سے اس کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے کہ انسان اس مجموعی بدن کا نام نہیں ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ انسان کہی زندہ رہتا ہے اور جو دیکھ اس کا بدن مردہ ہو جاتا ہے پس ضرور ہو گا کہ انسان اس بدن کے مغائر ہو اور جو کچھ ہم نے ذکر کیا اسکے صحیح ہونے کی دلیل خدا تعالیٰ کا یہ قول ہے: **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَمُوتُونَ قَتْلًا إِنَّهُمْ فِي حَيَاةٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ يَرُودُونَ** یعنی اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کئے گئے انکو ہرگز مردہ نہ خیال کر بلکہ وہ زندہ ہیں انہیں اپنے رکے پاس رزق ملتا ہے، پس یقیناً اس بارہ میں صریح ہے کہ یہ مقتول زندہ ہیں حالانکہ بدریہ جس بدن مردہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ انسان مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: **أَنْبِيَاءُ اللَّهِ تَعَالَى لَا يَمُوتُونَ وَلَكِنْ يَنْقُضُونَ مِنْ دَارِئِهِ دَارِئُهُ يَرْبِطُ خُذَّاتُهَا** کہ نبی نہیں مرتے لیکن ایک مکان سے دوسرے مکان میں منتقل کر کے جاتے ہیں، علیؑ ہذا القیاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول: **الْقَبْرُ رُضَّةٌ مِنْ رِيَاضٍ بَاحْتِہِ وَأَحْضَرَةٌ مِنْ حَضْرَتِنَا رَیْعِی قَبْرًا تَوْبَاحَاتُ جَنَّتِ مِنْ سَیِّدٍ بَاحٍ هَوْتِی سَیِّدٍ** اگ یعنی فوج کے خندقوں میں سے ایک خندق، پس یہ جملہ نصوص اس بات پر دال ہیں کہ انسان ان کے مرنے کے بعد زندہ رہتا ہے حالانکہ بدست عقل اور فطرت دونوں اس بات پر شاہد ہیں کہ یہ بدن مردہ ہے اور اگر ہم اسکا اسی حالت میں زود ہونا جائز رکھیں تو اس طرح کی زندگی تمام جمادات میں ہوگی۔ اور یہ نرا دھوکہ ہے۔ اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ انسان زندہ اور پکا مردہ ہے تو لازم آیا کہ انسان بدن نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی دوسری چیز ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ شرعی نصوص سے جن لوگوں کا نسخ ہو جانا معلوم ہوا ہے ان کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ حالت نسخ میں وہ انسان باقی رہا یا نہیں پس اگر نہیں باقی رہا تو یہ اس انسان کو مار ڈالنا اور اس حیوان کو جسکی جانب وہ نسخ ہوا تھا از سر نو پیدا کرنا ہو گا حالانکہ نسخ اسے نہیں کہتے اور اگر ہم کہیں کہ نسخ ہو جانے کی حالت میں بھی وہی انسان زندہ ہے تو اس تقدیر پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہی انسان اور وہی بدن باقی ہے البتہ وہ ہیکل اور شکل نہیں رہی پس ضروری ہو گا کہ انسان اس بدن کے مغائر کوئی شے ہو۔

عہ مقصود اس تقریر سے اپنے مقابل کو لازم دینا نہیں ہے بلکہ صرف یہ بات دکھانا ہے کہ علماء امت محمدیہ کی کیا رائے ہے تاکہ اگے چلکر جو اختلاف

ممکنہ بیان کے جاوے انہیں شبہ مخالفت ملے علماء امت کا نہ ہو واللہ اعلم۔

فہم رزق کا اس بات
بابت اس کا نام نہیں
کچھ اور شے ہے اور
اس کا مفہوم ہوا

پھر انہوں نے کہا ہے واجب ہے کہ انسان کے لئے صاحب اور اک عقلی ہونا ضروری اور اور اک عقلی قلب ہی میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ بدن میں پس انسان کسی ایسی چیز کا نام ہونا چاہئے جو قلب میں موجود ہو اور جب یہ ثابت ہو تو اس بات کا قائل ہونا کہ انسان ہی ہیکل اور اسی بدن کو کہتے ہیں باطل ہو گیا۔ اسکے بعد انہوں نے اس پر کہ انسان کو علم ہوتا ہے اور نیز اس پر کہ وہ قلب میں ہوا کرتا ہے استدلال کیا وجہ جس کا نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں۔

پھر جاننا چاہئے کہ قرآن شریف کی نصوص میں خدا کی قول وارد ہوا ہے (واذا اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم ذر بہم ثم واسطہم علیٰ انفسہم الست برکیم قالوا بلیٰ شہدنا) جس کا ترجمہ یہ ہے اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور اُن کے انفسوں پر انہیں کو شاہد بنا کر کھا۔ کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟ تو وہ کہنے لگے بیشک۔ (تو ہمارا پروردگار ہے) ہم اس کی شہادت دیتے ہیں، اور اس نص کی تفسیر حدیث میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم صحیح طور پر منقول ہے یہ وارد ہوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی کل اولاد کو ذرہ کی ہیئت پر اُن کی پشت سے نکالا، پھر وان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے بعض علماء نے اس مقام پر کہلے۔ (جیسا کہ تفسیر جلالین کے حاشیہ محل میں تفسیر خازن سے نقل کیا ہے) کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم کی اولاد کو ذرہ کے مانند اُن کی پشت سے نکالی پھر اُن ذروں سے جو آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اُن کی اولاد کو ذروں کے مانند نکال لیا پھر اُن ذروں میں سے بھی اُن کی اولاد کو ذروں کے مانند نکالا پھر اس طرح یہ سلسلہ نوع انسانی کی انتہا تک چلا گیا پھر اُن سب میں عقل، فہم، حرکت اور گویائی کو پیدا کر کے انہیں اپنے قول "الست برکیم" کے ساتھ خطاب کیا اسکے جواب میں سب نے بلی (بے شک) یعنی تو ہمارا رب ہے کہا اسکے بعد سب کو آدم کی پشت میں پہر داخل کر دیا اور بعض نے کہا ہے کہ اس میں اب دو احتمال ہیں ایک یہ کہ وہ ذرے خود بنی ہوئے ہوں۔ دوسرا یہ کہ وہ ذرے اپنی اصلی حالت پر محفوظ ہوں اور جس مادہ منویہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے اُس مادہ میں وہ منتقل ہوئے ہوتے ہوں۔ اور حقیقت حال کو تو خلائی خوب جانتا ہے۔ (اسلامی جمل میں بالاختصار مذکور ہے) اور بعض نے کہا ہے (جیسا کہ محل میں شعرانی سے منقول ہے) کہ فہم کے قریب تر جیسا کہ کہا گیا ہے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن سب کو اُن کی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے بالوں کے مسات کی ماہ سے نکال لیا پھر یہ کہ انہوں نے گویائی کے ذریعے سے جواب دیا اور وہ اس حالت میں صاحب عقل اور زندہ تھے کیونکہ عقل کے نزدیک یہ امر محال نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے حیات اور عقل دیدی ہو (میں کہتا ہوں کہ جس نے وہ حیوانات جو بزرگوں کے ماکر اس کو سکوب (خوردہ بن) کے نظر سے ٹپکے ہوئے ہوں گے اور نیز یہ کہ جس قدر اور اک انہیں حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ اپنے زرق کے حاصل کرنے کی سعی کر سکتے ہیں اُن میں تو والد و تناسل ہوتا ہے۔ ایسا رساں چیزوں سے بچتے ہیں۔ اُن کی راہ میں اگر کوئی دوسرا آجاتا ہے تو وہ کتر اجاڑتے ہیں تو اُن سے اس امر میں کچھ بھی تعجب نہ ہو گا اور خدا کے علم و قدرت کو بخاطہ کر کے اس کو ذرا بھی مستبعد نہ سمجھیں گے) اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ انسان کی صورت پر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ذریت کا لفظ فرمایا ہے ذرات کا لفظ نہیں فرمایا اور ذریت کا اطلاقی انہیں پر آیا کرتا ہے جسکی صورت بھی بن چکی ہو پھر کہا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ خدا نے انکو زندہ نکالا ہے کیونکہ انکو ذریت کہا ہے اور ذریت زندوں ہی کو کہا کرتے ہیں اس لئے احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بالوں کی پشت کی تاریکی میں اُن میں ارواح داخل کر دی ہوں اور دوسری مرتبہ اُن کی ماؤں کی پیٹ کی تاریکی میں اُن میں ارواح پیدا کرے گا

جس میں اللہ تعالیٰ نے انہیں
پہلے انکو زندہ کیا اور پھر
انکو ذریت کی صورت میں
موجود کیا اور پھر انکو
انسانی شکل میں

اور تیسری مرتبہ اس حالت میں جبکہ زمین کے اندر کی تاریکی میں ہوں گے یہی خدا کے اس قول "خُلِقْنَا مِنْ بَعْدِ مَلَكُوتِ ثُلُثٍ" کا مطلب ہے یعنی تین تاریکیوں میں یکے بعد دیگرے پیدا کرنا) خدا کی عادت یہی طرح جاری ہوئی ہے پہر کہا ہے ظاہر ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جب آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا تو ان کی روحوں کو قبض کر لیا کیونکہ جو کچھ وہ مرنے کے بعد زمین میں ٹوٹانے کے وقت کیا کرتے تھے اس کا قیاس انہی کو مقتضی ہے کیونکہ وہ ان کی روحوں کو قبض کر لیا کرتے تھے اور زمین میں انکو ٹوٹا دیتے تھے۔ انتہی باختصار (شعرانی کا قول اختصار کے ساتھ تمام ہوا) اور مشہور اماموں میں سے بعض نے (امام ابو طاهر راسی کتاب سراج العقول میں لکھتے ہیں جیسا کہ شعرانی کی کتاب ایوانیث سے معلوم ہوتا ہے) سابق الذکر مشہوروں کے جواب میں جو بحث پر وارد ہوتے ہیں کہا ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ جو وہ پہلے زمین سے لیا گیا تھا ہر انسان میں باقی رہتا ہے کبھی نہیں بدلتا۔ اور وہی جزا ہے جو قائم رہتا ہے اور جس سے کہ عہد لیا گیا تھا (یعنی جیسا کہ فروں کے خطاب کرنے کی آیت میں ہے جو پیشتر گذری) اور قبر میں انہی پر سوال متوجہ ہوتا ہے اور وہی جواب کا ذمہ دار رہتا ہے اس طرح کہ اس میں روح ٹوٹا دیا جاتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ اور اخبار سے معلوم ہوتا ہے پھر نیکے ساتھ باقی اجزاء جہاں جہاں ہوں گے خداوندی قدرت سے بچاویں گے یہاں تک کہ پورا آدمی بچا دیا جیسا کہ دنیا میں تھا یہ ایسی بات ہے کہ نہ عقل اسکی مخالفت ہے نہ شرع۔ انتہی بعض اختصار۔ (امام ابو طاهر کا قول کسی قدر اختصار کے ساتھ تمام ہوا) آپس یہ ولال جنہیں کہ اس عالم (رازی) نے اسباب پر قائم کیا کہ انسان اس دنیا پر پیدا ہوا نہیں ہے اور میں نے انہیں نقل کیا اور سابق الذکر آیت کی تفسیر جس میں آدم علیہ السلام کی اولاد سے عہد کا لیا جانا مذکور ہے اور جو کچھ اس بارہ میں بعض علماء اسلام (خازن اور شعرانی جیسا کہ جل سے پیشتر منقول ہو چکا) کیجا جواب سے کہا گیا ہے اور وہ مقرر ہے کہ اس اسلامی عالم (ابو طاهر) نے ان مشہوروں کے رو کر کرنے کے لئے جو بحث پر وارد ہوتے ہیں بیان کیا اور جسکی نسبت یہ ذکر کیا کہ عقل اور شرع اس کے مخالف نہیں جب ہم ان سب کو خیال کر کے سمجھتے اور فطرت حق سے دیکھتے ہیں تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ پروردگار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز ہے کہ ان اجزاء اصلہ کی تفسیر انہیں ذات کو شریک نہیں بلکہ نسبت پیشتر گذر چکا ہے کہ آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالے گئے تھے اور کئے عہد لیا گیا تھا سو انکو یہ کہنا بھی ممکن ہے کہ یہ ذرے ہر انسان کے کچھ اصل اجزاء میں اور باقی بدن جسے ہم مشاہد کرتے ہیں وہ زائد اجزاء کا بنا ہوا ہے جو کئے تھے اور تبدیل ہوتے تھے ہیں پس حقیقی انسان جو محتاط اور مکلف ہے اور خود بارہ زندہ کیا جائیگا جسے نعمت ملے گی یا جسے عذاب ہو گا یہ وہی ذرے مع روح کے ہیں جو ان میں حلول کرتی ہے اور انسانی ہیکل جسکا مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ زائد اجزاء ہیں اور اعادہ اور دوبارہ پیدائش کے متعلق ہونے کے باوجود ان کا کوئی اعتبار نہیں ان اجزاء زائدہ میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ وہ عینہ اعادہ کے جائیں یا نہ ان کے مثل اور اجزاء ملاوئے جائیں بلکہ اعادہ کی تحقیق میں انکا اعتبار ہے وہ صرف اصل اجزاء ہیں جن پر سوا کسی کے اور کوئی حالت طاری نہیں ہوتی کہ بچ انکے نکل جاتی ہے اور زائد اجزاء ان سے جدا ہو جاتے ہیں اور بحث میں انہیں کیجا نبی روح ٹوٹا دیا جائیگا اور زائد اجزاء انہیں کے ساتھ ملاوئے جائیں گے۔ اور پیشتر گذر چکا ہے کہ بعض لوگ روح کے بیان کرنے میں صرف اسی پرکتفا کرتے ہیں کہ وہ ایک موجود شے ہے۔ اسکی حقیقت خدا ہی خوب جانتا ہے اور بعض اسکی تفسیر کرتے ہیں کہ وہ ایک لطیف شفاف اور بالذات زندہ جسم ہے اور کثیف اجسام میں اس طرح رگ و پے میں سراپت کئے ہوئے ہے جیسے کہ سبز لکڑی میں پانی۔

پس جلد سورند کھرہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر نا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوئے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر نشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اندر تھائے لئے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایہر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

(جتنے مشقناطیس کی حالت ہے کہ فولاد کے ساتھ رگڑ دینے سے اس میں لوسہ کے کشش کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے) اور وہ (روح) باوجود ان سب باتوں کے ایک نہایت ہی چھوٹا ذرہ ہے جسکو ہمارے حواس ادراک نہیں کر سکتے پہر اور اجزاء فردہ سے بہت ہی چھوٹے چھوٹے ذرے ایسی کیفیت پر بنائے ہوں جو اپنے ساتھ روح کے متعلق ہونے کے قوت حیات۔ اور ادراک وغیرہ اسکے باقی خواص کو حاصل کر لیتے ہوں اور ان ذرات کے لئے خدا نے انسانی اعضا بھی بنادے ہوں جیسے کہ ان حیوانات کے اعضا ہوتے ہیں جو مائیکروسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں اور یہی اصلی اجزاء ہوں جنکا بیشتر ذکر ہو چکا ہے حضرت آدم علیہ السلام کی ہیکل کو ذرا اجزاء سے بنایا ہوا اور ان کی اس ہیکل میں کہیں پر اسکے اس ذرہ (جزر اہلی) کو بھی رکھ دیا ہو اور احتمال ہے کہ وہ مقام تمام ہیکل میں سے قلب ہی ہو اور یہی قریب تر معلوم ہوتا ہے۔ (اور علم فرمایا وہی جاننے والوں کی عبارت عنقریب آتی ہے جس سے اس کے لئے قلب ہی کا مرکز ہونا فہم کے قریب ہو جاتا ہے) پہر ان کی (ادام) ساری اولاد کے ذروں کو ان کی ہیکل کی پشت میں رکھ دیا ہو اور ہمیں ان کو ڈول ہی ذروں کی گنجائش ہونا کوئی تعجب نہیں اور ہمیں کیونکہ پانی کے ایک چھوٹے سے قطرہ میں اتنے حیوانات مائیکروسکوپ (خوردین) سے نظر آتے ہیں جنکا شمار روئے زمین پر کے سارے موجود آدمیوں کے برابر ہو گا جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں۔ پس اس سے کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا کہ ان کی پشت میں جمع ہئی آدم کے ذرے جو دنیا کی مدت میں پائے جائیں گے سما گئے ہوں۔ پہر خدا نے پاک نے آدم علیہ السلام کی روح کو اسکے ذرہ (جزر اہلی) میں جو ان کی ہیکل کے اندر تھا داخل کر دیا ہو اور وہ اُنہیں حلول کر گئی ہو۔ اور عجیب نہیں کہ قرآن شریف میں خدا کے اس قول سے (ونفخت فیہ من روحی یعنی میں نے اس میں اپنی روح پہونک دی) کسی طرف اشارہ ہوا اور اس قول میں روحی (اپنی روح) سے مراد وہ روح ہو جسکے نئی طرح پر پیدا کرنے اور اسکی پیدائش کی حقیقت کے شناخت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ مستفرد ہے۔ پس اس ذرہ (جزر اہلی) میں اس روح کے حلول کرنے کے وقت حیات پیدا ہو گئی ہو اور پہر ساری ہیکل میں یہ روح لگ گئی ہو کیونکہ خدا نے پاک نے اس ہیکل کو اس استعداد کے ساتھ پیدا کیا تھا پہر اسکی پشت سے ہی آدم کے سارے ذروں کو نکالا ہو اور ان میں ان کی روحیں داخل کر دی ہوں جسکی وجہ سے وہ زندہ اور صاحب ادراک بن گئے ہوں اسکے بعد اُنہیں خطاب کیا کہ اور عہد لے لیا ہو پہر ان کی روحوں کو اُنہیں جا کر کے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ٹوٹا دیا ہو اور مسامات کی راہ سے اُنہیں

پس جلد سورند کھرہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر نا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوئے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر نشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اندر تھائے لئے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایہر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

پس جلد سورند کھرہ کی بنا پر اس مقام کی ایسی تقریر نا ممکن ہے جس سے بعثت رسوال قبر اور کسی مثل اور شرعی امور پر جو شبہ وارد ہوئے ہیں سب رفع ہو جائیں اور کمزوروں کے خیالات پر نشانی سے محفوظ رکھے جاسکیں۔ پس یوں کہا جائے کہ اس سے کوئی شے مانع ہو سکتی ہے کہ اندر تھائے لئے ارواح کو لطیف مادہ کے اجزاء فردہ سے جیسے کہ ایہر کا مادہ جس کے موجود ہونے کے آپ قائل ہیں ایسی ترتیب اور ایسی کیفیت و وضع پر بنایا ہو جس سے روح کی نسبت جتنے خواص ذکر کئے جاتے ہیں اور شرعی نصوص سے سمجھے جاتے ہیں سب حاصل ہو جائیں اور خواص یہ ہیں کہ وہ (روح) بنفہ اور خوردہ ہے یعنی اسکے ساتھ کسی دوسری شے کے ملائے کی ضرورت نہیں جس سے کہ وہ زندہ ہو جائے اور یہ کہ وہ صاحب ادراک ہے اور جب کسی جسم میں حلول کرتی ہے تو اسے بھی حیات۔ ادراک۔ اور زندہ شے کے اور باقی صفات سے موصوف کر دیتی ہے اور اس میں یہ سب خواص آجاتے ہیں۔

داخل کر دیا ہو جس طرح آنے لگا لٹھا اور اسی طرح تو مراض کے کپڑے بدن میں داخل ہو جاتے ہیں اور انہیں سے نکل آتے ہیں جسے کہ آپ لوگ قائل ہیں۔

پہر ان روحوں کو عالم میں جہاں چاہا وہاں محفوظ رکھا پہر یہ ذرے حضرت آدم علیہ السلام کے مادہ منویہ میں جماع کے وقت ان کی جڑ کے رحم میں آنے لگے اور اُنکی زوجہ کے تخم میں حلول کرنے لگے۔ پس اُنکی ہیکلیں ان تخموں سے منی کے ساتھ ملا رہنے لگیں اور خدا اُس طرح پر تنفیذ کرتا رہا یہاں تک کہ ہیکل انسانی کی صورت بن گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کا پہلا ذرہ جو ان کی زوجہ کے تخم کی جانب منتقل ہوا تھا اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی منتقل ہو کر چلے آئے ہوں جنکا سلسلہ تو اس ذرہ سے چلنے والا ہو گا پہر اس پہلے ذرہ کی ہیکل سے جو منی نکلی اُس کے ساتھ یہی یہ ذرے ہی طرح پر منتقل ہوتے رہے اور یہی کیفیت اُنکی اور ان ذروں کی باقی اولاد میں جاری رہی اور اس دنیا کے ختم تک یہی کیفیت رہی۔ اور شاید اللہ تعالیٰ کے اس قول (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي الْأَسْبَاطِ مِنْ أَرْبَابِكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ) کے مطابق اسی جانب اشارہ ہو پس اس قول کا یہ مطلب ہو جائیگا کہ آپ باپوں کی پشت اور ماؤں کے رحموں میں منتقل ہوتے رہے اور ہر ہیکل جب ایک محدود حد تک پہنچ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ روح کو بھیج دیتا ہے پس وہ اپنے ذرہ میں حلول کرتی ہے اور اُس میں اور اُس ہیکل میں حیات اور حرکت کا سران ہو جاتا ہے پس انسان روح اور اس ذرہ کے مجموعہ کا نام ہے اور اسی ذرہ کو پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم صلی اجزا کہتے ہیں اور یہ تمام عمر مافی رہتا ہے اور یہی بعد مرنے کے قح کے بعد کرنے سے حکم خداوند ہو جائیگا اور جسے کہ ہیکل ہی ہے وہ محض زاد اجزا رہیں جو شب و روز بدلتے اور کم و بیش ہوتے رہتے ہیں پس جب اللہ تعالیٰ کسی انسان کی موت کا ارادہ کرتا ہے تو اُسکے ذرہ سے اُس کی روح کو جدا کر دیتا ہے اس طرح پراس سے اور نیز اُس کی ہیکل سے جو زاد اجزا رہے ہنسی ہے حیات زائل ہو جاتی ہے اور اس ذرہ اور ہیکل دونوں کو موت آجاتی ہے اسکے بعد ہیکل مٹھل ہونے لگتی ہے اور اسکا پرگندہ ہو جاتا اور کسی دوسرے کی ترکیب میں داخل ہونا وغیرہ کچھ ہونے والا ہوتا ہے ہوتا رہتا ہے اور وہ ذرہ زمین کی تہوں میں محفوظ رہتا ہے جیسے کہ سونے کے ذرے بوسیدہ اور مٹھل ہونے سے محفوظ رہتے ہیں اور کسی حیوان کی ترکیب میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے تو وہ صرف اُنکی ہیکل کی ترکیب میں جو زاد اجزا رہے ہنسی ہے مٹھل ہوتا ہے اور نام نہ مٹھل ہونے سے محفوظ رہتا ہے اور جب یہ ہیکل مٹھل ہو جاتی ہے تو وہ ذرہ پہر اس سے علیحدہ ہو کر زمین کی تہوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس حیوان کے اصلی اجزا کی ترکیب میں داخل نہیں ہوتا غایت سے غایت اس ذرہ پر موت کی وجہ سے جو تخریطاری ہوتا ہے وہ اُنکی روح کا اُس سے جدا ہو جانا اور اُنکی ہیکل کا مٹھل ہو جانا ہے۔ اور جب خدا اس ذرہ کو زندہ کرنا چاہیگا تو اُنکی روح کو پہر اُس میں داخل کر دے گا پس اُس میں حیات اور روح کے باقی خواص آجائیں گے اگرچہ اُس کی ہیکل مٹھل کیوں نہ ہو گئی ہو۔ اور اُس موقع سے قبر میں سوال ہونے نعمت اور عذاب کے لئے جانے اور اسی کے مثل اور ان بدیہی امور پر چکی نسبت شرعی نصوں وارد ہیں جو مشیہ کے جاتے تھے سب حل ہو گئے اور شریعت سے یہ جو معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب امور قبل بعثت ہوتے ہیں اُنکی صورت بھی سمجھ میں آگئی پہر جب اللہ تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے ساری خلق کو اٹھائیگا تو ان انسانی ذروں کی ہیکل کو جو کہ زاد اجزا رہے ہنسی نہیں دوبارہ بنائیگا خواہ یہ ہیکل انہیں اجزا رہے ہنسی جنہ کے موت کے پہلے ہی تھی یا دوسرے اجزا

عہ اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے منتقل ہونے کو مسجد کرنے والوں میں ۱۲ شرح

سے کیونکہ دارو مدار توان چلی ذروں کے بندہ ہے ہر سہ زائد اجزاء چاہے ہلیں یا نہ ہلیں۔

اور ان ذروں کو ان ہیکلوں میں داخل کر دیا اور چونکہ ان ذروں کے ساتھ روح متعلق ہو چکی ہوگی اسلئے اس میں اور ان ہیکلوں میں حیات قائم ہو جائیگی اور آخرت و قیامت میں لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے کہ اس دنیا میں تھے اور ساری مذکورہ باتیں ممکن ہے کہ انسان کے علاوہ باقی حیوانات میں بھی اسی تفصیل سے واقع ہوں۔ اور جب ہم اللہ تعالیٰ کی وسعت علم اور عظمت قدرت اور کائنات میں ان دونوں کے آثار کو خیال کرتے ہیں تو ہمیں ان مذکورہ باتوں میں سے کوئی شے بھی مستبعد نہیں معلوم ہوتی خواہ یہ ساری کارروائی ان قوانین قدرت کے ذریعہ سے جنکو اللہ تعالیٰ نے ان میں اسی غرض سے رکھ دیا ہو اور جنکے موافق یہ سارے اتصالات و انفصالات اور زائد اجزاء کے کمونات حاصل ہوئے ہوں انجام پائے یا کسی قانون کے اور لے اہل سائنس جب آپ ان باتوں میں جن کے آپ حیوانات کے غایت درجہ چھوٹے ہونے۔ فطرہ ہر پانی میں ان کے بکثرت پائے جاتے ان کی حیات۔ حرکت اور اپنی ضروریات زندگی کے اور اک کر کے اور اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بارہ میں مائیکروسکوپ (خوردبین) کے ذریعہ سے تحقیقات کر کے قائل ہیں غور کریں گے تو آپ کو ظاہر ہو جائیگا کہ اس بات میں کوئی تعجب اور کسی قسم کا استحالہ نہیں کہ انسان کے ذروں میں حیات اور سارے خواص حلول کریں اور یہ کہ جتنے خواص روح کی نسبت بیان کئے گئے ہیں وہ سب اس میں پائے جائیں اور جب آپ اس بات میں تامل کریں گے کہ انسانی ہیکل میں نہایت کثرت سے مسات موجود ہیں حتیٰ کہ آپ لوگ قائل ہیں کہ ایک البشت مربع میں چالیس لاکھ مسات پائے جاتے ہیں تو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان ذروں کے نکلنے اور تین لاکھ دوبارہ داخل کئے جاتے ہیں آپ کو ذرا بھی استبعاد نہ ہوگا اور امراض کے کیردوں کا (جیسے کہ ملیریا میں) بدن میں داخل ہونا اور ایک بدن سے دوسرے بدن میں متعدی ہو کر منتقل ہو جانا۔ اور ان کا دوران خون میں سرایت کر جانا یہ ایسے امور ہیں جو ہمارے بیان کو آپ کی عقلوں کے اور بھی زیادہ قریب کر دیتے ہیں۔ اور حقایق مذکورہ کی امثال جیسا کہ آپ لوگ قائل ہیں آپ کے علوم ڈاکٹری کی کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔

پھر آپ لوگ قائل ہیں کہ منی میں کھڑے پائے جاتے ہیں جو نہ کے دونوں خصیوں سے نکلتی ہے اور مادہ کے تخم کو حاملہ کردیتی ہے اور یہ کھڑے غایت درجہ چھوٹے ہوتے ہیں اور مائیکروسکوپ (خوردبین) سے نظر آتے ہیں اور ایک کیرا طول میں قیراط کے پانچو حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ سو حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ اور ایک کھڑے کے سر کا طول قیراط کے پانچ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ سے لیکر چھ ہزار حصوں میں سے ایک حصہ تک کا ہوتا ہے۔ وہ اپنی ذروں کو اس طرح ہمارے جس سے ان کا مختلف سمتوں میں چلے منی میں حرکت کرتے رہتے ہیں اور یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی حرکت مستقل ہے خارجی کیفیات کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی بشرطیکہ منی کے طبعی گاہ ہے جن اور کثافت میں فرق د آنے پائے اور مادہ کے بدن کے اندر ان کی حرکت سات یا آٹھ دن تک قائم رہتی ہے اور پھر جو بیج گھنٹہ تک اور ان کی حرکت کا کوئی سمت معلوم نہیں ہوتا اور بعض علم فریالوجی جاننے والے کہتے ہیں کہ وہ تیرہ منٹ میں ایک قیراط مسافت قطع کرتے ہیں انکا پڑا فائدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام حیوانات کی منی میں پائے جاتے ہیں اور مادہ کے بیضہ یعنی تخم سے ان کا چھو جانا حاملہ کرنے کے لئے اشد ضروری ہے جیسا کہ علم فریالوجی کی کتابوں میں مذکور ہے پس اس سے کونسا امر مانع ہو سکتا ہے کہ خالق

سبحانہ نے سنی کے انہیں کپڑوں کو نبی آدم کے قدوں کا جو کہ اُنہی چھوٹے ہوں حال بنایا ہو اور وہ انہیں سنی میں لئے پہرتے ہوں یہاں تک کہ ماں کے تخم میں اُنکو ڈالتے ہوں اور انسانی ہیکل جو زائد اجزاء سے بنتی ہے مادہ کے تخم کے نشوونما پانے سے بننے لگتی ہو اور حقیقی انسان جس میں کہ روح حلول کرتی ہے اور اُس میں اول حیات آتی ہے پہر اُس سے تمام ہیکل میں سرایت کر جاتی ہے وہی ہو جسے حامل یہ سنی کے کپڑے تھے اور جسے کہ انہوں نے مادہ کے تخم میں داخل کر دیا تھا اور اُسکے ساتھ ہی وہ سب ذرے بھی داخل ہو جاتے ہیں جو اُس کی اولاد میں پیدا ہونے والے ہوں اور اُس کی ہیکل میں باقی رہتے ہوں حتیٰ کہ اُس کی سنی میں نکلتے ہوں اور اُس کی فروغ کی ہیکل میں منتقل ہوتے رہتے ہوں اور اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہو اور جب یہ کیفیت ہو جس سے عقل اور شعاع مانع نہیں تو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بلکہ بکثرت عقلا کا یہ قول مستحق ہو جاتا ہے کہ ہر انسان اپنے باپ سے منتقل ہو کر اپنی ماں کے تخم میں آتا ہے بمخلاف اُس بات کے جسکے آپ لوگ قائل ہیں کہ انسان صرف اپنے ماں کے تخم سے بنتا ہے اور باپ کی سنی کی صرف حاملہ کر دینے کے لئے ضرورت پڑتی ہے۔

پس چونکہ آپ لوگوں نے فقط انسانی ہیکل کو دیکھ لیا اور اسکے سوا کسی چیز کی آپ کو خبر نہ ہوئی اسلئے آپ صرف اسی کے قائل ہو گئے اور لوگوں کی رسائی ہیکل کے سوا کسی اور شے کی طرف بھی ہوئی اسلئے کہ قائل ہوئے کہ اہلی انسان اپنے باپ سے جدا ہو کر آتا ہے اور ماں سے صرف اُسکو انسانی ہیکل دستیاب ہوتی ہے اور انسان کا اپنے باپ سے جدا ہو کر آنا ایسا امر ہے جسکو بکثرت لوگوں کی عقلیں مانتی ہیں اور باپوں کی اس قدر شفقت و میلان چاہی اولاد پر دیکھا جاتا ہے اس سے اسکی قدر تائید ہو سکتی ہے۔

پہر علماء علم فزاد و جی نے عمل قلبی کے نظام یعنی اسکی حرکت کے سبب میں اختلاف کیا ہے اور اسکی دلاری تباہی و جہیدنائی ہیں اور پہر خود ہی اُنکو توڑا ہے آخر کا جس امر پر اُنکو قرار ہوا ہے وہ یہ ہے کہ اس عمل کا سبب خود قلب ہی میں موجود ہے پہر انہوں نے کہا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسکی حرکت کا نظام اُن مصعبی گانٹھوں سے پیدا ہوتا ہے جو قلب میں موجود ہیں پس اس نظامی عمل کے حقیقی مرکز ہی میں مگر اب تک اسکا پتہ نہیں لگا کہ یہ عصبی مرکز منقطع اور منتظم عمل کیوں کرتے ہیں واقعی عمل کیوں نہیں کرتے یعنی انکی حرکت باقاعدہ اور رنگ رنگ کر کیوں ہوتی ہے یا برکیوں نہیں ہوتی ترقی۔

پہر انہوں نے کہلے کہ بکثرت تجربوں سے یہ بات ظاہر ہوئی ہے کہ قوت دافعہ جو قلب کے انقباضات سے پیدا ہوتی ہے صرف وہی دوران خون کے لئے کافی ہے یہاں تک اُنکا کلام ختم ہوا آپ اس قول میں غور کریں گے تو یہ بات آپ کے نزدیک ظاہر اور آپ کی عقلوں کے قریب تر ہو جائیگی کہ انسانی ذرہ کا مرکز تمام ہیکل انسانی میں سے قلب ہی ہے اور جب اُنہیں روح حلول کرتی ہے تو اُنہیں وہ حیات پیدا کر دیتی ہے اور وہ یہ منتظمہ حرکت کرنے لگتا ہے اس سے دوران خون پیدا ہوتا ہے پہر اس سے تمام ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے اور اس ذرہ اور روح کا چھوٹا ہونا اس امر سے مانع نہیں ہو سکتا کہ اس سے ہیکل انسانی کی حیات اور اُسکے اعصاب و عضلات کے اعمال کے لئے کافی عمل پیدا ہو جائے کیونکہ بہتیرے ایسے نہایت ہی چھوٹے آلات ہیں کہ جب اُنکو چھوٹا سا بچہ حرکت دیتا ہے تو اس سے ایسی حرکت پیدا ہو جاتی ہے جو بہت ہی بڑے آلہ کے گہانے کے لئے کافی ہو اور اُس سے بڑے بڑے اعمال پیدا ہونے لگتے ہیں جسکے کرنے کے لئے نہایت ہی عظیم قوت کی ضرورت ہے اور

یہ بات تو انسان کے عمل میں پائی جاتی ہے تو پھر پہلا خیال تو کیجئے کہ خدا کے عمل میں آپ کے نزدیک کوئی استبعاد باقی رہتا ہے جو اعلیٰ درجہ کا علم اور کامل قدرت رکھتا ہے جسے اپنی مصنوعات کو ایسی کیفیتوں پر پیدا کیا ہے جن کے خواص کو دیکھ کر فکر و کجیرت بھی ہو جاتی ہے۔ اور عقلیں اپنے اپنے آپ میں نہیں رہتیں۔

بحث سابق کا خلاصہ یہ کہ اس تقریر حقیقی انسان وہ ذرہ ہی ہے جو قاب میں حلول کے رہتا ہے اور جس میں کونج حلول کرتی ہے پس اس میں حیات پیدا کر دیتی ہے پھر اس سے ساری ہیکل میں حیات سرایت کر جاتی ہے پھر یہ ہیکل محض اس بات کا آلہ ہے کہ اس عالم پر ذرہ اپنے اعمال پورے کرے اور اس کے ذریعہ سے علوم و معارف حاصل کر لے اور یہی ذرہ مع اس ح کے جو ہمیں حلول کے رہتی ہے تمام تکلیفات شرعیہ کا مخاطب ہے اس کا اعادہ کیا جائیگا اس کا نعمت ملیگی اور اس کا عذاب ہو گا خلاصہ یہ کہ جتنے ہو انسان کے حق میں وارد ہوئے ہیں سب اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اس تقریر کی بنا پر جتنے مشبہات کہ شرعی اخبار جیسے کہ بحث قبر میں سوال ہونے۔ اس میں نعمت یا عذاب کے لئے جانے۔ اپنی قروں میں اجڑ لوگوں کے زندہ رہنے وغیرہ پر وارد کے لئے تھے سب کے سب ایک سرے سے ساقط ہو گئے جیسا کہ سچے طور پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

پس اگر کوئی کہے کہ شریعت میں ہم کچھ ایسی نصوص دیکھتے ہیں جو نفس ہیکل انسانی کے اعادہ کا ذکر کرتی ہیں یا اس کے بعض اجزاء کے اعادہ کی آگ میں تصریح موجود ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ہے۔ (من یحیی العظام ذی ریم قل یحییہا الذی انشاہا اول مرۃ) یعنی (لوگ تعجب سے پوچھتے ہیں) ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا حالانکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ تو اسے پیغمبر آئے) آپ کہہ دیجئے کہ انکو ذی زندہ کرے گا جس نے انہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا۔ پس یہ مضمون بحث اور اعادہ کی اس توضیح کے ساتھ کیونکہ منطبق ہو گا جسکو آپ نے ذکر کیا۔ تو میں کہوں گا کہ سابق الذکر توضیح کا یہ مقتضی ہے کہ جس طرح اصلی اجزاء کے لئے کہ یہی انسانی ذرے ہیں بحث ہو گا جس کی کیفیت میں پیشتر بیان کر چکا ہوں اسی طرح انسانی ہیکل کیلئے بھی جو زائد اجزاء سے بنتی ہے بحث ہو گا لیکن پیشتر جو اشکالات بحث پر وارد کئے گئے تھے وہ میری تقریر سے اصلی اجزاء یعنی فداد انسانی کے اعادہ کے اعتبار سے منفع ہو گئے پھر بعد اسکے کہ اصلی اجزاء کے اعادہ کی کیفیت طریق مذکور پر بیان کرنے کی وجہ سے یہ اشکالات منفع ہو چکے ہیں تو اب ہیکل انسانی کے اعادہ کے لئے جو زائد اجزاء سے بنتی ہے عام ہے کہ وہ زائد اجزاء بصیغہ اعادہ کئے جائیں یا ان کے مثل دوسرے اجزاء بنائے جائیں وارد نہیں ہو سکتے اور شریعت نے جو زائد اجزاء ایسے ہیکل کے اعادہ کے لئے کی تصریح کی ہے اس سے اسکے سوا اور اشکالات کا دفع کرنا مقصود ہے جو اصل جا طہیت کے خیال کے موافق ان کے اعادہ کے لئے وارد ہوتے تھے کیونکہ بحث کے ذکر کرنے کے وقت ان کا خیال صرف اسی ہیکل کی جانب سے نکال دیا گیا ہے کہ تھے جانا تھا پھر پتہ وہ کہتے تھے کہ ہڈیوں میں گل جانے کے بعد حیات کیسے عود کر آئیگی اور یہ اجزاء جو زمین کے اندر پہلے ہوئے پڑے ہوں گے کیونکہ مجتمع ہو جائیں گے پس نصوص نے ان کے انہیں اشکالات کو اس طرح دفع کیا کہ خدا قادر اور علیم ہے اس سے وہ عاجز نہیں ہو سکتا پس وہ ان ہڈیوں کو اسی طرح زندہ کر دے گا جیسے کہ اس نے پہلی مرتبہ انکو پیدا کیا تھا اس کا علم تمام موجودات کو محیط اور اس کی قدرت تمام ممکنات پر حاوی ہے علیٰ ہذا اقیاس اسکے اعتراضوں کے ایسے ہی اور یہی جوابات ہیں۔ اور یہ امر اس توضیح کے منافی نہیں جو تاجو دوسرے سابق الذکر اشکالات کے دفع کرنے کے لئے اصلی اجزاء یعنی انسانی ذروں کے اعادہ کے لئے جانے کے

من
خلاصہ تحقیق
جو انسان کے
دوران زندگی
میں جانے کے
وقت تک
ہوتا ہے

فصل فی شرح و تفسیر
کتاب اجمالی عقائد و احادیث

وہاں جا کر میں نے
ایک دفعہ دیکھا کہ
میں نے ایک دفعہ
دیکھا کہ وہاں
جا کر میں نے
ایک دفعہ دیکھا

ہونا وغیرہ۔

ہاں اگر میرے بیان کے بعد بھی کوئی شے کسی چیز کے ناممکن ثابت کرنے میں آپ کی مدد کر سکیگی تو سمجھ لیجئے کہ یہ وہی شے ہے جسے کہ عناد اور انصاف کا ترک کر دینا کہتے ہیں۔ سو اسکا کوئی علاج نہیں۔ اعداد اگر آپ کہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ پیشینگی جملہ باتیں عقلاً ناممکن تو ہیں لیکن پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو انکے واقع ہونے کے معتقد ہو گئے ہیں اسکا کیا باعث ہے تو میں کہوں گا کہ میرا وہی پیشین والا جواب یاد کر لیجئے جسے کہ میں اسی کی نظیر میں بیان کر چکا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کا باعث انکے

لئے وہ شرعی نصوص ہیں جو آگے تھے رسول کی زبانی معلوم ہوئیں جن میں ان امور کی تصریح موجود ہے وہ سب ملکر تاویل کو بھی عقل نہیں ہو سکتیں۔ آپس جب تک یا مور عقل پر منطبق اور اسکے حکم کی رو سے ممکن ہیں اس وقت تک آگے لے اپنی ظاہری نصوص کو چھوڑنا اور کسی قسم کی تاویل کی جانب مائل ہونا ہرگز جائز نہیں۔ علاوہ بریں خاصکہ بحث وحشر گو اسکی نسبت یہ مشہور ہے کہ آگے امکان کی دلیل عقلی ہے جیسے اسکی نظیروں کی اور اسکے وقوع خارجی کی دلیل عقلی اور وہ بھی شرعی نصوص ہیں۔

لیکن اگر یار یک بینی سے کام لیا جائے تو اسکے واقع ہونے کی بھی عقلی دلیل ظاہر ہوجاتی ہیں اگرچہ وہ قطعی اور ہرمانی نہ ہو لیکن اطمینان بخیل ضرور میں جنہیں عقلیں مان جاتی ہیں اور ان کے دلوں کی تسکین ہوجاتی ہے اور اگر ان کو یہ کجانی ظہر پر دیکھا جائے تو عقل کے نزدیک بحث کے واقع ہونے میں دراہی شک و شبہ نہیں رہتا اسکے واقع ہونے کا پورا پورا یقین ہوجاتا ہے۔

پس بعض اسلامی علماء کے افادات میں سے جو کچھ میں اس موقع پر بیان کرتا ہوں انکو سنئے جس میں نے بغرض شیخ کے کہیں اپنی طرف سے کچھ بڑا ہے یا اسکا خوبی کے ساتھ اختصار کر دیا ہے۔

چنانچہ میں کہتا ہوں کہ ان امور پر کہ خدا نے عالم موجود ہونے سے تمام صفات کا مادہ کے ساتھ متصف ہے اسکی مخلوقات میں اسکی اعلا درجہ کی حکمت اور انتہا درجہ کا عدل پایا جاتا ہے یا پھر اسکی مہربانی اور رحمت بہت بڑی ہوتی ہے۔ قطعی دلیل قائم کر مینے کے بعد ایسے شخص پر جو اسکا اعتقاد کرتا ہو بلا شک و شبہ یہ بات ظاہر ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب خلق کو پیدا کیا انکو عقل دی جس سے وہ نیک بد میں تمیز کر سکتے ہیں انہیں قدرت عنایت کی جسکے سبب سے بہدائی و ہرانی کے کرنے پر قادر ہیں تو اسکی حکمت و عدل کا مقتضایہ ہے کہ انہیں بے ادبی اور ہرانی سے اپنا ذکر کرنے نہ چھالت۔ کذب اور اپنے نیک بندوں کی ایذا رسانی خلاصہ یہ کہ جتنے بے جا و قبیح کام ہیں سب منع کر دے۔ اور انکو اچھے کام کرنے کا عمدہ اسطرح کے ساتھ متصف ہونے کی ترغیب دے جس سے انکی زندگی منتظم اور قائم رہے اور سب جانتے ہیں کہ بغیر اسکے کہ اچھے کام کو ثواب و جزا کے ساتھ اور بُرے کام کو عقاب و سزا کے ساتھ مرتبط رکھا جائے یہ دونوں امور ہرگز پورے نہیں ہو سکتے اور چونکہ یہ حماد و نرا اس عالم دنیا ہی میں ہمیشہ نہیں ہوجاتی اسلئے ضروری ہے کہ کوئی دوسرا عالم پایا جائے۔ جہاں یہ کام پورا ہو۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ عقلوں میں چونکہ یہ بات موجود ہے کہ وہ عمدہ چیزوں کو پسند کرتی ہے اور خراب چیزوں کو ناگوار سمجھتی ہے اسلئے اسی سے محض ترہیب (دُشانا) و ترغیب (دُلانا) کافی ہو جائیگی کیونکہ نفس اور خواہش نفسانی دونوں انسان کو اس بات پر ابھارتے رہتے ہیں کہ وہ جہانی خواہشوں اور لذتوں میں بہنسا رہے اور جب عقل کے ساتھ یہ کشاکش لگی ہو تو اسکے لئے ضرور ہے کہ کوئی قوی مزج اور کامل معاون پایا جائے اور یہ بغیر اسکے نہیں ہو سکتا کہ کرنے اور باز رہنے پر وہ

و عید جزا و سزا مرتب ہو۔

علاوہ بریں عقل صریح حکم لگاتی ہے کہ حکیم کی حکمت کا مقتضایہ ہے کہ نکو کار اور بدکار میں فرق کرے سب کو ایک ہی کٹری نہ پائے اور یہ فرق اس عالم دنیا میں معلوم نہیں ہوتا کیونکہ ہم بہترے بدکاروں کو انتہا درجہ کی راحت میں پاتے ہیں اور بہترے نکو کاروں کی بسکے خلاف حالت ہے۔ آپس ضروری ہے کہ اس عالم دنیا کے بعد کوئی دوسرا عالم ہو جہاں کہ یہ فرق واضح و امتیاز حاصل ہو پھر یہ دیکھئے کہ اگر لوگوں کے لئے خوف و حذر و اجازت ہو تو عالم میں بڑی گڑبڑ مچ جاتی۔ بڑے بڑے فتنے برپا ہوتے

ن
بحث و شرک
واقع ہونے پر
عقل مانا جاتا ہے
مستحق کے لئے
مندان و شیخ کا
ن
خاستگی کی
دلیل

منکر
دوسری دلیل
ن
شرک
بہترے بدکاروں

آپ نظام معاش میں بالکل خلل آجائے۔ زندگی مشکل ہو جاتی اور مکلف کو ان امور کی سہا اوری کے لئے وقت ہی نہ ملتا جبکہ مکلف بنایا گیا تھا اس لئے ضرور کوئی عالم جزا و سزا ہونا چاہئے تاکہ نظام عالم باقاعدہ اور سادہ سے محفوظ رہے اور اگر کہا جائے کہ نظام عالم کے باقی رہنے کے لئے بادشاہوں کا خوف اور ان کی سیاست ہی کافی ہے اور نیز یہ کہ بد معاش لوگ اس کو خوب جانتے ہیں کہ اگر گڑبڑ بچائیں گے تو آپس میں ان کا بھی نقصان ہوگا اور دوسرے لوگ ان کے قتل کرنے اور ان کے مال و متاع کے پھینک دینے کے لیے ہوں گے پس اس خیال سے وہ فتنہ انگیزی سے خود ہی خضر کر بیٹھے تو ہم کہیں گے کہ محض بادشاہوں کا خوف اس کے لئے کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ یا تو بادشاہ کو اس قدر قدرت حاصل ہوگئی ہوگی جس سے اسے رعیت کا کچھ خوف نہ ہو اور یا وہ ڈرتا ہوگا۔ پس اگر رعیت سے نہیں ڈرتا اور اس کے ساتھ ہی اسے معاد کا بھی خوف نہیں تو اس وقت وہ ظلم اور نہایت بُری طرح سے اپنی رعیت کی ایذا رسانی پر پیش قدمی کرے گا کیونکہ اس کی خواہشات نفسانی اس کی مقتضی قائم ہیں اور کوئی دینی یا اخروی مانع موجود نہیں۔ اور اگر وہ خود رعیت سے ڈرتا ہوگا تو اس وقت رعیت اس سے بہت زیادہ نہ ڈرے گی پس بادشاہ کا خوف ان کو ظلم اور بُری باتوں سے روک نہ سیکے گا پس ثابت ہوا کہ بغیر اخروی خوف یا رعیت کے نظام عالم ہرگز پورا اور مکمل نہیں ہو سکتا۔

نہ
سیکھتی
رہے

پھر سنئے کہ جب کسی رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ کی بہت بُری رعیت ہو اور ان میں بعض قوی اور بعض ضعیف پائے جاتے ہوں تو اس کی حکمت رحمت اور عدل کا یہ نقصان ہے کہ کمزور مظلوم کا قوی ظالم سے انتقام لے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو بہت بڑا رحیم و حکیم اور عادل بادشاہ ہے اس لئے اس کی حکمت رحمت اور عدل کا بھی یہی نقصان ہونا چاہئے کہ وہ اپنے مظلوم بندوں کا اپنے ظالم بندوں سے انتقام لے اور ظاہر ہے کہ یہ انتقام اس عالم دنیا میں تو حاصل ہوتا نہیں کیونکہ مظلوم باوقات مظلوم کو دیکھتے ہیں کہ وہ بہت ذلت خواری، مہروریت، اور آبروریزی کے ساتھ اپنی عمر گزار دیتا ہے اس کا مال چھین لیا جاتا ہے۔ اس کے خون کی کوئی پروا نہیں کی جاتی۔ اور ظالم کو دیکھتے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی عزت اور قدرت کے ساتھ بسر کرتا ہے۔ پس اس عالم کے علاوہ ضرور کوئی دوسرا عالم ہونا چاہئے جس میں عدل اور یہ انصاف ظاہر ہو۔

نہ
سکھتی
رہے

اور لیجئے اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو تو انسان شرف اور مرتبہ تکمیل حیوانات سے گیا گزرا ہوگا۔ اور یہاں اُس کا یہ ہے کہ دنیا میں تمام حیوانات سے انسان کے لئے زیادہ ضرر رساں چیزیں موجود ہیں کیونکہ باقی حیوانات کی یہ حالت ہے کہ جب تک ان کو کسی قسم کی تکلیف یا بیماری پہنچ نہ جائے اس سے پہلے پہلے ان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں آتا ان کا جی بالکل صاف اور خوش رہتا ہے کیونکہ وہ غور و فکر تو کر نہیں سکتے رہا انسان چونکہ اسے عقل حاصل ہے اس لئے وہ ہمیشہ اپنے گزشتہ اور آئندہ احوال سوچا کرتا ہے پس بہترے گزشتہ احوال کی وجہ سے اسے طرح طرح کے غم و حسرت لاحق رہتی ہے اور اگر آئندہ احوال سے اسے طرح طرح کا خوف لگا رہتا ہے پس ثابت ہو گیا کہ انسان کے لئے عقل کا ملنا دنیا میں بڑے بڑے ضرر اور سخت سے سخت نفسانی آلام کا باعث ہے میں جسمانی لذتیں سوآن میں کیا انسان اور کیا باقی حیوانات سب مشترک ہیں کیونکہ گوبر کا کیرا گوبر ہی میں خوش ہے جیسے کہ عمدہ سے عمدہ ٹھکانیاں انسان کو لذت معلوم ہوتی ہیں پس اگر انسان کے لئے معاد نہ ہو جسکی وجہ سے اس کی سجاوٹ ظاہر اور حالت مکمل ہو سکے تو پھر اس کا قائل ہونا پڑے گا کہ کمال عقل اس کے لئے علم و دالم کی زیادتی کا باعث ہو جائے اور کسی شے سے اس کی تلافی نہ ہو اور ظاہر ہے کہ جسکی یہ حالت ہو تو وہ ضرور بُری ذلت خواری، بد بختی اور مشقت ہے سود میں گوفار ہوگا

اس سے ثابت ہوا کہ اگر سعادت اخروی حاصل نہ ہو تو انسان تمام حیوانات مثلی کہ غلیظہ کے کپڑوں سے ہی گھیا گدڑا ہو گا اور چونکہ یہ امر قطعاً باطل ہے لہٰذا ہم کو معلوم ہو گیا کہ ضرور آخرت بھی کوئی چیز ہے اور انسان آخرت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے نہ کہ دنیا کے لئے۔ ہاں یہ بات ہے کہ یہ عالم دنیا گویا نیک چلن اور شہریر کے درمیان میں امتیاز کر دیتا ہے تاکہ اول کو ثواب - اور دوسرے کو عذاب دیا جائے کیونکہ جتنے شہریر ہیں انکے لئے آگ ہی مناسب ہے۔ وہ اپنے وجود کا شرہ اور حصہ دنیاوی لذتوں سے حاصل کر چکے ہیں چنانچہ اسی لئے دنیاوی لذتوں سے شہریروں - اور بد چلنوں کو ہم مالا مال پاتے ہیں۔ اور نیک لوگ اکثر بے لطف رہتے ہیں۔

بے لطفی ہو سکتی ہیں۔

اور اسی مقام سے اہل سائنس آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ آپ کے مخالفوں میں سے اہل شریع کا آپ کی نسبت یہ قول کرنا لوگوں کا مذہب خصوصاً معاہدہ کے انکار کے بارہ میں ایسا شرع ہے جسکے مثل کوئی شریع نہیں، بالکل سچا ہے کیونکہ اس سے لڑنا آپ کے کہ حلال اور حرام کوئی چیز ہی نہ ہو اور دنیا آباد ہی نہ رہ سکے۔ اور اگر آپ یہ جواب دیں کہ نظام عالم اس طرح کامل رہ سکتا ہے کہ انسان کو اپنے حقوق اور ان واجبات کی معرفت حاصل ہو جائے جو آپ کے ذمہ ہیں اور انکی یہ معرفت پورے پورے صحیح اور عام علم سے کامل ہو سکتی ہے تو میں کہوں گا کہ آپ کو اس جواب میں اس بات کا خیال نہیں رہا کہ خواہشات۔ شہوات۔ اور اپنے نفس کی محبت کا محض وہ قوانین جنکو علم قائم کرے گا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آپ ضرور ہے کہ کوئی دوسرا مان ہو جو نفوس کو ضرر رساں اشیاء سے باز رکھے اور کوئی ایسا مرجع ہو جو طریق خبر کی پیروی کرنے اور راہ شرع سے اجتناب کرنے کو ترجیح دیدے اور وہ مرجع معادہ جزائے اعمال کا یعنی اعتقاد ہے ورنہ جسے عقل ہو وہ اس امر کو غور کر دیکھے کہ جب انسان کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ زمین کی گہاس کی طرح اٹکتا ہے پھر بلا اس بات کے کہ اسے کہیں جانا ہو وہ سرے سے نازل ہو جاتا ہے اور اس کے وجود کا فائدہ یہی جوانی لذتیں ہیں جو مدت حیات میں اسے حاصل ہوتی رہتی ہیں تو علم نے اس کے لئے حقوق اور واجبات کی معرفت کیسے ہی کچھ قواعد کیوں نہ مقرر کر لئے ہوں لیکن جب اسے یہ قدرت حاصل ہوگی کہ وہ بلا کسی شخص کی اطلاع کے کسی کو قتل کر کے اس کا کھڑوں رو پیہ کا مال لے لے یا کسی شریف کی آبروریزی کر کے بلا اس کے کہ کسی کو اس کی خبر ہو نہایت ہی مرغوب لذت حاصل کر سکے تو کیا اسوقت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ یہ قوانین جنہیں کہ علم نے مقرر کیا تھا۔ اس جرم کے ارتکاب سے انکو باز کرہ سکیں گے؟ ہرگز نہیں۔ اور اس بات کا انکار کرنا محض وحینگا و حینگی ہے۔

پس ہر شخص اس بات کو پورے طور سے سمجھتا ہو گا وہ انسان جب تک کہ اسے یہ معلوم ہو جائے کہ اس نے نبی سے علاقہ ہے اور وہ معاد کا اعتقاد رکھتا ہے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتا ہم تو اب بھی بعض بعض فرقوں کو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ معاد کے محققین تہم ان میں وہ وہ ضلالت ظاہر ہوتے ہیں جن کا کچھ ٹھکانا نہیں۔

پس اسی پر قیاس کر لیجئے کہ اگر یہ اعتقاد منہیں تاق تو اس وقت ان کی کیا حالت ہوتی بلا شک اگر وہ ضاد اب رانی کے برابر ہے تو حسب پہاڑی بھجنا۔ علمائیں جن فرقوں میں کجکل علم کا خوب چرچا ہو رہا ہے وہی شرور اور بڑائیوں سے زیادہ حصہ لیتے ہیں بلکہ جوں جوں علم کی ترقی ہوتی جاتی ہے ان میں سوز و خروش بڑا یا بڑھتی جاتی ہے۔ حرام کاری جس سے کہ لوگوں کو نسب ضائع ہوتے ہیں اور باہم مدد و ہمدردی کا شیرازہ کھلتا ہے پہلٹی جاتی ہے۔ قتل۔ خودکشی

سکڑاؤنشی اشیا کے استعمال سے مخلوق کو زائل کرنا اپنے علوم اور صنعتوں سے لوگوں کے حال چھڑنا۔ و غازی کرنا۔ و غیری
دینا اور ایسے ہی بہت سے اور اخلاق و عادات جتنی اجتماعی ہیئت کے نظام میں خلل واقع ہو وہ مہذب لوگ اختیار کرتے
جاتے ہیں اور اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ جن علوم میں انہوں نے ترقی کی ہے انہیں اعتقاد معاد کا کوئی حصہ
شامل نہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اگر معاد کا اعتقاد باقی لوگوں میں قائم نہ ہوتا تو یہ فرقے ہلاک ہو جاتے اور صرف مسیحی
آگے نام و نشان رہتا۔ لگا لگا ہوتا اور آپ کی جس بات سے دار و نظار روتی ہوئی تصویر تھی اس پر ہے وہ یہ ہے
کہ جب آپ نے یہ خیال کیا کہ علم جب تک کہ تمام انسانی افراد میں پورے طور سے عام نہ ہوگا اسوقت تک نظام عالم کی
درستی کا متکفل نہیں ہو سکتا تو علم کے اس امر کے واسطے متکفل ہونے کے لئے آپ نے یہ شرط لگا دی کہ وہ تمام
اور عام ہو پر آپ کہنے لگے کہ ضرور کوئی نہ کوئی دن ایسا آئے گا لیکن ہاں ہے یہ بہت ہی بعید۔ اور کیا عجب کہ ہزار شیوں
کی ضرورت پڑے۔

پس معاد کے اعتقاد چھڑنے اور اپنے علم سے وابہی تنہا ہی امیدیں رکھنے کا اعتبار سے آپ لوگوں کی مثال اس
احسن طبیب کی ہی ہے جو اپنے مریض سے جسے کوئی مرض قاتل لاحق ہو یہ کہتا ہو کہ تو بہرگز ناچھوڑے اور جوجی چاہے
کہا یا کہ اور میں لیتے لیتے برسوں کے بعد بچہ ایسی دوا دلوں گا جس سے بچہ بالکل شفا ہو جائیگی اس موقع پر تو یہ بچہ
مثلاً کہ تاتریاق از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود پوری پوری صادق آگئی۔ علاوہ بریں یہ کوئی عقلندی حسن
تدبیر اور دور اندیشی کی بات نہیں ہے کہ اگر آپ معاد کے منکر ہوں تو عام لوگوں میں اس کی تشبیہ بھی کریں۔ اور اپنے
ذو جانوں کو اسکا سبق پڑھایا کریں جب تک کہ جس علم کی نسبت آپ کا گمان ہے کہ صرف وہی نظام عالم کے محفوظ رکھنے کے لئے
کافی ہے آپ کو تمام اور عام نظر نہ آئے لگے ورنہ سمجھ لیجئے کہ آپ اپنے اس باطل نہ ہب (انکار معاد) کو مشہرت دیکر عالم
خرابی کے دروازے کھولتے ہیں عام لوگوں میں اس خیال کے پھیل جانے سے ہم خدا کی بناء لگتے ہیں خدا خفاستہ یہ
خیال عام طور سے کیوں پہلنے لگا عقل سلیم تو اس سے صاف صاف انکار کرتی ہے خدا تعالیٰ ہمیں اور آپ دونوں کو
ایسے امر کی ہدایت کرے جس میں مخلوق خدا کی بہتری ہو۔

اور میں آپ سے محض خیر خواہی کے طور پر کہتا ہوں کہ آپ ذرا دور اندیشی اور احتیاط سے کام لیں اور یہ خیال کر لیں کہ اگر
آپ معاد کی تصدیق کر کے اس کا سامان کر لیں گے پس اگر واقعی امر ہو تو آپ کو نجات مل جائیگی اور اگر بالفرض باطل ہو تو آپ
کا یہ اعتقاد رکھنے میں کوئی نقصان نہ ہوگا غایت سے غایت اس موقع پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ حیوانی لذتیں آپ سے فوت ہو جائیں
گی لیکن فاقل کے لئے تو ضروری ہے کہ ان لذتوں کی ذرا سی پروا نہ کرے بلکہ قوسلے کہ یہ نہایت ہی ذلیل میں کیونکہ
انہیں کتنے کپڑے کپڑے یہاں تک کہ علیحدہ کے کپڑے بھی مشترک ہیں اور دوسرے لسلے کہ وہ فانی سے بیع الزوال
اور منقطع ہونے والی ہیں پس ان کی حرص کرنا اس شے کے بارہ میں احتیاط اور دور اندیشی سے کام نہ لینے کے سادگی
نہیں ٹھہر سکتا جس کے برعکس بچوں سے خوف و اندیشہ ہو۔

ذکرۃ الصدق شرعی مسائل میں سے ہے کہ آپ انکار کیا کرتے ہیں اب ایک مسئلہ باقی رہ گیا ہے اور وہ آسمان سے

بارش کے نازل ہونے کا مسئلہ ہے۔ آپ لوگ کہتے ہیں کہ چارے علمی تجویزوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ بارش ان مقامات سے بنتی ہے جو زمین اور سمندروں کے ٹھکانے ہیں اور ہوا کے سرد طبقہ طبقہ زمہریر یا ٹپچہ جلتے ہیں۔ پس وہاں سردی پاکر جم جاتے ہیں۔ اور ہر برس پڑتے ہیں اور یہی بارش کہلاتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ شریعت کی وہ متواتر نصوص جو بارش کے بارہ میں مدارعقاد ہیں دو قسم کی ہیں بعض تو بارش کے آسمان سے نازل ہونے کی تصریح کرتی ہیں بعض تصریح کرتی ہیں کہ بارش ازل سے ہوتی ہے۔ پہر لفظ سمار کا اطلاق عربی لغت میں چند معانی پر آتا ہے جیسا کہ کتب لغت میں موجود ہے سمار بولکہ کبھی آسمان مراد لیتے ہیں جو ملک کا سکون ہے کبھی چہرہ کبھی وہ شے مراد ہوتی ہے جو کسی دوسری شے کے اوپر ہو۔ کبھی بادل کبھی بارش۔ اور پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قاعدہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ وہ اسوقت تک اپنی شرعی نصوص کے ظاہری آثار اور معنی کا اعتقاد رکھتے ہیں جب تک کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے خلاف قائم نہ ہو جائے اور اگر کوئی ایسی دلیل قائم ہو جاتی ہے تو نص میں عقلی دلیل کے ساتھ تطبیق دینے کے لئے تاویل کر دیتے ہیں۔ اور اس کو ظاہری معنی سے دوسرے معنی کی طرف پھیر دیتے ہیں اسی بنا پر نزول بارش کے بیان میں جو سمار کا لفظ واقع ہوا ہے وہ اس کے ظاہری معنی کا اعتقاد کرتے ہیں یعنی یہی جسم مراد لیتے ہیں جو ملک کا سکون ہے جیسا کہ یہی معنی بکثرت شرعی اطلاقات میں مراد ہیں اور یہ مراد لے کر ان نصوص کو جسے کہ بارش کا سمار (آسمان) سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے ان نصوص کے ساتھ جو بادل سے بارش کے نازل ہونے پر دلالت کرتی ہیں تطبیق دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا اس بات پر قادر ہے کہ بارش کو آسمان سے ان جمیع تجویزوں چھین کر بادل کہتے ہیں نازل کرے۔ پہر اسے زمین پر نازل کر دے۔ ماسی لئے شرعی نصوص کہی تو اس مقام کو ذکر کرتی ہیں جہاں سے پانی اولاً نازل ہوتا ہے اور کبھی اس مقام کو جہاں سے ثانیاً نزول ہوتا ہے۔ اور خدا سب سچوں سے پہلے ہے اور اگر ان کے نزدیک آپ کا قول کہ بارش محض زمین اور سمندروں کے بخارات ہی سے بنتی ہے ثابت ہو جائے اور کوئی قطعی دلیل اس پر قائم ہو جائے تو نہیں سابق الذکر قاعدہ کے موافق ان نصوص کی تاویل کرنا جائز ہو جائیگا جن سے بظاہر بارش کا آسمان سے نازل ہونا معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہہ دیجئے کہ ان نصوص میں لفظ سمار سے بھی بادل ہی مراد ہے (اس تاویل کو سورہ بقرہ کی تفسیر میں امام رازی نے ذکر کیا ہے اور شیخ شرنبلالی نے بھی مراۃ الفلاح میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے) یا یوں کہا جائے کہ جبکہ بارش سماوی اسباب سے نازل ہوتی ہے اور مخلدہ ان کے حرارت آفتاب جس سے کہ اجزا راہ زمیں سے سمندروں اور دریاؤں سے بخار نکرتے ہوئے پڑ جاتے ہیں اور سردی کی وجہ سے بادل بن کر برس پڑتے ہیں تو کوئی حقیقتاً بارش بادل ہی سے نازل ہوتی ہو لیکن آسمان کی جانب مجاری نسبت ہو جائیگی اور یہ نسبت باعتبار سببیت کے صحیح ہے۔ اور اللہ تو

و سبب الاسباب ہی ہے (اس تاویل کو حنفی افندی نے سورہ النبا کی تفسیر میں ذکر کیا ہے)

نہیں لے اہل سائنس اس بیان کے بعد بتائیے کہ اس مقام پر نصوص میں کونسا اشکال باقی رہ گیا جبکہ وہ نہایت ہی قریب تاویل سے عقل کے موافق ہو سکتی ہوں۔ ابھی اور بکثرت شرعی نصوص باقی ہیں جن کی نسبت میرا خیال ہے کہ اگر آپ اپنے مطلع ہوں گے تو شروع شروع میں ضرور ان کا انکار کرینگے کیونکہ آپ کو ان کی توجیہ تو معلوم ہوگی نہیں مگر یہ آپ ہی جانتے ہوں گے کہ علماء شریعت نے ان کے معانی کی نسبت کیا کیا کہا ہے۔ اور ان کا کیا اعتقاد ہے۔ لیکن جب آپ پروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ت
ان کے بارے میں
کہ شریعت میں
عقل تو عام ہے
مگر اس میں
مسلکوں میں
مختلفا رہتا ہے
نہی توجہ دلائی
کہ باوجود ان
کے سچو رہنا

اور حکام عمار سے دریافت کرینگے تو انکو کوئی شے بھی ایسی نہ ملے گی جو قانون عقل پر یا کسی مخالف فلسفے کے صحیح طور پر مطمئن نہ ہو جانی ہو لیکن شرط یہ ہے کہ اسلام کے
ان تفسیر عمار سے گفتگو کیا گئی جو شرعی قواعد پر سے طور سے واقع ہوں اور ان اقوال پر حاوی ہوں جو ان جلیل القدر صحابہ کی زبان کو شرعی نصوص کی
تفسیر میں نکلے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ روایت کرنا لے تھے ورنہ ان بیچاروں سے کیا کام نکلے گا جنہیں سوائے رسوم
عبادات اور احکام معاملات کے کچھ معلوم ہی نہیں اور آپ انکو فاضل ترین علماء اور بچہ کار دانشمند و حکیم سمجھ میں یہ لوگ تو آپ جیسے لوگوں کے
ایمان میں بسا اوقات سدا رہے ہوتے ہیں کیونکہ شرعی قواعد سے وہ پورے طور سے واقفیت و آشنائی نہیں اور نہ انہیں بھی خبر ہے کہ نصوص
شرعیہ اور دلائل عقلیہ میں کیونکر تطبیق دیکھائی ہے اور کب بچائی ہے اسلئے وہ اپنی غفلت اور نادانانہی کی وجہ سے ایسا طرز اختیار کرینگے جس
اپنے نزدیک تو اسلامی بن کی حمایت کرینگے لیکن نتیجہ اسکا یہ ہوگا کہ جیسے غفلت اور اسلام سے انس ہونے کے انکی تفسیر سے انکی نفرت
بڑھ جائے گی پس ایسے لوگ اسلام کے حق میں انکے دشمنوں سے بھی زیادہ مضرت رساں ہیں۔

اس میں نے انہیں بیچاروں میں سے بعض کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ اسلامی بن میں بزرگ عالم امریکہ کے وجود کا اعتقاد کرنا جائز
ہی نہیں کیونکہ اس سے زمین کا ٹول اور کردی ہونا لازم آتا ہے اور یہ اسلام کا اعتقاد کے خلاف ہے (یہاں تک ان کی
انقرض تمام ہوئی) آپس خیال تو کیجئے کہ اس غریب نے اپنی نادانی کی وجہ سے اہل اسلام کو امر محسوس اور شاہد کے مقابلہ کرنے کی
تکلیف دینا چاہی ہے اور اسکا سامان کیا ہے کہ اور تو میں اسلام کو دل لگی میں اڑائیں۔ حاشا وکلا اسلامی دین ہرگز ایسا
نہیں وہ اسقدر لپٹی کے درجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اسلام تو ایسا دین ہے کہ دنیا بھر کے دینوں میں سے اسی کو عقل میں
سب سے بڑا کہہ جکتے ہیں اور عقائد باطلہ اور ایسی چیزوں کے ماننے سے جسے کہ عقول سلیمہ انکار کرتی ہیں سب سے
زیادہ اسی میں کنارہ کشی کی گئی ہے اس غریب بیچارے کو اس تنگ طریق میں کلفت اٹھانے سے اس طرح خلاصی مل سکتی
تھی کہ امریکہ کے وجود سے جو قوت اور شاہدہ سے ثابت ہو چکا ہے انکار کرتا اور جب یہی بات ہی جیسا کہ اس کا گمان
ہے کہ امریکہ کے وجود کو ماننا زمین کی کر دیت کو قطعی طور پر مستلزم ہو جائیگا تو اسے مناسب تھا کہ اسلام کے جلیل القدر علماء
میں جو لوگ زمین کی کر دیت کے قابل ہیں جیسے کہ امام رازی انکے قول کو اختیار کرتا اور شریعت کی ظاہری نصوص کی جیسے
کہ زمین کا پھیلا ہوا ہونا معلوم ہوتا ہے مناسب تاویل کر لیتا مثلاً اس نص قرآنی کی تاویل میں جنہیں یہ ہے کہ "والارض
بعد ذلک وحدها یعنی اور اللہ تعالیٰ نے اسے بعد زمین کو پھیلا دیا" یہ کہتا کہ زمین کے پھیلائے سے مراد اس کی ظاہری سطح کو پھیر
دہا ش کے قابل بنا دینا ہے جیسا کہ بعض مفسرین نے کہا ہے اور اب یہ اعتقاد شریعت میں اسوقت تک مضرت نہیں ہو سکتا
جب تک کہ ان علماء کے اقوال میں سے کسی قول کے یہی موافق ہو جو دین اور شرعی نصوص کے سمجھنے کے بارے میں قابل
اعتقاد خیال کے ہوتے ہیں اور جب تک کہ تاویل کی صحیح وجہ میں سے کسی وجہ پر ہی منطقی ہو سکے۔ لیکن اسن جگہ کو اتنی سمجھ
کہاں جو یہ جان سکے کہ وہ صرف حکام کے چند لفظوں کو جانتا ہے اور اسکو بنگہارا کرنا ہے سمجھنے کو تو وہ دین کا دوست ہے
لیکن نادان دوست اپنی نادانی اور عقل کی کمی سے دشمنوں کی سی راہ چلتا ہے۔ خدا ہم سب کو راہ راست پر چلنے اور علم حق
میزین ہونے کی توفیق دے آمین)

یہ تو جو جگہ اب سننے کے جب اس محمدی عالم کی گفتگو کا سلسلہ اورہ کے قدیم ماننے والے فرقہ کے ساتھ یہاں تک پہنچا اور

ف
ان احکام میں کہ
مؤلف صاحب نے
بعض تاویلات کو
چکھتے ہوئے سنا ہے
کہ امریکہ کا وجود ملے
زمین کے موقیع نہیں
۱۱۔ اسکا سلسلہ بیان
سننے کی کوشش
آئی ہے اور اس کا بیان
کہ زمین کی کر دیت
جو قوت اور شاہدہ سے
ثابت ہو چکا ہے
۱۲۔ اسن جگہ کو اتنی
سمجھ کہاں جو یہ جان
سکے کہ وہ صرف حکام
کے چند لفظوں کو
جانتا ہے اور اسکو
بنگہارا کرنا ہے
۱۳۔ سمجھنے کو تو وہ
دین کا دوست ہے
لیکن نادان دوست
اپنی نادانی اور عقل
کی کمی سے دشمنوں کی
سی راہ چلتا ہے

اس کے اپنے بیان سے جتنے شبہ کہ انکو شریعت محمدیہ میں ہوتے تھے سب کو مائل کر دیا اور انہیں دکھلا دیا کہ عقل سلیم کی نظر میں ان کے مذہب کی کیا قدر قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے بین رہے چونکہ اور ان کی عقلوں کو تنبیہ ہوا اور تارکی سے ان کی فکر کو خلاصی حاصل ہوئی اور اس عالم سے کہنے لگے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی کے پیش آنے والے ہم ترے غایت درجہ مشکور گذار ہیں تو نے حتی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ مائل کر دیں اور ہم سے ملے رہتے صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع ہوا وہ مائل ہوا ابھی انکی تصدیق کے لئے جو مترقی نفسی جو وہ تو باقی ہی رہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قائم ہیں ہم دیکھ لیں کہ وہ سب صحیح اور ان کے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کہتے اور خدا کے فضل سے آپ پر انسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجماع و قطعیت ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا صحیح ہونا اسے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جیسے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکہ کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سبب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اسکو عقل سلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قائم کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی خل نہیں اور ان کے اتفاقی طور پر حاصل ہونے کا سوائے ہر شے ہر ہی کرنے والے کے اور کون قابل ہو سکتا ہے؟ ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگے۔ اور انہیں وہ بھی ان فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے لیے ہیں ایسا کلام نہ کیا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے جہاں کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول جبرائیل کے دعوے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنی۔ خدا کے وہیہ و کافور ہو گیا۔ اس کے رسولوں۔ اس کی کتابوں۔ بحث و شہر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا مستند ٹھیکہ۔ اور ایمان لے گیا۔ اور ایمان بھی ایسا جوشانی و کافی بیان تو وضع سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور اچھے کہے پیرو ہو گئے اور یہ اس سبب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

بقیہ ہو چکا اب سنئے کہ سابق الذکر فرقوں میں سے ہر فرقہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی قوم کے سردار و رئیس تھے اور انکو دینی ریاست حاصل تھی یا صاحب حکومت و سیاست تھے لوگوں میں ان کی بات بھی چلتی تھی دلوں میں ان کا رعب و داب بھی بٹھا ہوا تھا۔ ان کے حکم کی نافرمانی اور ان کی رٹے کی مخالفت کوئی نہیں کر سکتا تھا احوال و احوال میں انکی پیروی کیجاتی تھی ساری قوم انکے تابع تھی اور جب وہ لوگوں پر انکے مال و متاع۔ آبرو اور ان کی جانوں پر زبردستی کرتے تھے تو انکی سرداری اور قومی عزت کا پاس و محافظہ کر کے انکے ساتھ چشم پوشی کیجاتی تھی۔ پس جسوقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

میں ان کے مذہب کی کیا قدر قیمت ہے تو وہ اپنی غفلت سے بیدار ہوئے بین رہے چونکہ اور ان کی عقلوں کو تنبیہ ہوا اور تارکی سے ان کی فکر کو خلاصی حاصل ہوئی اور اس عالم سے کہنے لگے ہمارے راہ نما اور ہمارے ساتھ خیر خواہی کے پیش آنے والے ہم ترے غایت درجہ مشکور گذار ہیں تو نے حتی دشواریاں ہمیں پیش آتی تھیں وہ مائل کر دیں اور ہم سے ملے رہتے صاف کر دیا لیکن اس سے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے جو مانع ہوا وہ مائل ہوا ابھی انکی تصدیق کے لئے جو مترقی نفسی جو وہ تو باقی ہی رہے۔ اور ہمارے نزدیک وہ مقتضی یہ ہے کہ جتنی دلیلیں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک قائم ہیں ہم دیکھ لیں کہ وہ سب صحیح اور ان کے صدق پر بھی قطعی دلالت کرتی ہیں یا نہیں۔ تو اس عالم نے جواب دیا کہ یہ کام تو آپ کہتے اور خدا کے فضل سے آپ پر انسان بھی ہے پس ان تمام دلیلوں میں انہوں نے غور کرنا شروع کیا اور ان میں اجماع و قطعیت ہر طرح پر باریک بینی سے بحث کرنے لگے آخر کار بڑے غور اور فکر کے بعد انہیں ظاہر ہو گیا کہ ان دلیلوں کا صحیح ہونا اسے بڑا درجہ ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر ایسے صاف طور پر دلالت کرتی ہیں جیسے شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں خصوصاً سب کے سب ملکہ کیونکہ عقل سلیم اسکو محال سمجھتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی صحت پر دلالت کرنے میں ساری دلیلیں متفق ہو جائیں اور پھر بھی وہ دعوے صحیح نہ ہو رہا سبب دلیلوں کا اتفاقی طور پر متفق ہو جانا اسکو عقل سلیم نہیں کرتی علاوہ بریں ان دلائل میں سے بعض دلیلیں ایسی بھی ہیں جنکے قائم کرنے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بھی خل نہیں اور ان کے اتفاقی طور پر حاصل ہونے کا سوائے ہر شے ہر ہی کرنے والے کے اور کون قابل ہو سکتا ہے؟ ان دلائل کی تفصیل اس فرقہ سے گفتگو کرنے کے موقع پر سابق میں گذر چکی ہے جہاں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے تفتیش کرنے لگے۔ اور انہیں وہ بھی ان فرقوں پر رد کرتے وقت جو پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلائل میں شک ڈالنے کے لیے ہیں ایسا کلام نہ کیا۔ پس مناسب ہے کہ اپنے اپنے موقع پر سب کو دیکھ لیا جائے جہاں کہ بیان کرنے کی حاجت نہیں) پس اب اس فرقہ نے خدا کے پاس سے رسول جبرائیل کے دعوے میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنی۔ خدا کے وہیہ و کافور ہو گیا۔ اس کے رسولوں۔ اس کی کتابوں۔ بحث و شہر اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں سب کا مستند ٹھیکہ۔ اور ایمان لے گیا۔ اور ایمان بھی ایسا جوشانی و کافی بیان تو وضع سے ثابت ہو گیا۔ پس اس فرقہ کے لوگ پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے نہایت مکرم اور اچھے کہے پیرو ہو گئے اور یہ اس سبب چیزوں پر پورے طور سے قدرت رکھتا ہے۔

خدا کے پاس سے رسول بنکر آنے کا دعویٰ کیا اور سابق الذکر فرقوں کے ساتھ آپ کی گزری ہوئی کجی اور کجی کے لئے ان دلائل کے باعث سے جو آپ کے نزدیک آپ کے صدق پر قائم ہوئیں آپ کے دعوے کی تصدیق کر لی تو ان رئیسوں اور سرداروں کے جی میں بھی آپ کے دعوے کی سچائی جاگزیں ہوئی اور دلائل کے باعث سے انہیں بھی پورا پورا یقین آگیا لیکن ریاست اور قومی امتیاز کی محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھونٹن اطاعت کے لئے اور آپ کی تصدیق کے اقرار کر لینے کے نہیں مانع ہوئی اور ان کے دل میں یہ گذر کہ جب وہ آپ کی اطاعت اختیار کریں گے اور آپ کے مطیع بن جائیں گے تو ان سے ان کی سرداری چھین جائیگی اور وہ اپنے قومی امتیاز سے محروم رہ جائیں گے اور یا تو اور لوگ ان کی اطاعت کرتے تھے آپ انہیں خود اطاعت کرنا پڑیگی اور شریعت کے احکام بلا اس کے کہ ان کی کچھ رعایت کر کے کچھ فرق کیا جائے ان پر جاری ہوں گے جیسے کہ اس شریعت کی شان ہے کہ تعمیل احکام کے لحاظ سے اس کے سارے پیرو براہر سبھی جلتے ہیں اور یہ کہ ان کو اپنی قوم کے احوال جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حفا میں داخل ہو جائیں گے اس وقت تک نہ مل سکیں گے جب تک کہ وہ ایسا عمل نہ کریں جس سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور یہ کہ ان میں سے جو کوئی کسی کے مال یا تہ و یا جان کے معاملہ میں زیر دستی کر لیا اس کے ساتھ سوائے اس صورت کے کہ صاحب حق معاف کر دے اور کسی صورت میں ذرہ برابر بھی سہولت نہ برتی جائیگی۔

پس ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی جو ان کے دلوں میں جاگزیں ہو گئی تھی اس کو چھپا ڈالا اور ایسے امور کی تدبیریں سوچنے لگے جو آپ کے خلاف شان ہوں اور آپ کے متبعین کو برا لگندہ کریں۔ پس انہیں اپنا مقصد اس تدبیر سے بہت سہولت کے ساتھ حاصل ہوتا ہوا معلوم ہوا کہ ان فرقوں پر شبہ کرنا شروع کریں جو آپ کے پیرو ہونگے تھے تاکہ آپ کی جانب سے ان کے دل شکوک ہو جائیں سو وہ ان دلائل میں جسے ان فرقوں نے استدلال کیا تھا طرح طرح کے اختلافات نکال نکال کر اور تاویل کر کر کے ان کے دلائل کی تضعیف پر آمادہ ہو گئے تاکہ وہ دلیل ان کی نظروں میں یقینی نہ رہیں پہلا اس وقت ان کو یہ کہنا ممکن ہو کر جن دلائل پر آپ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بارہ میں اعتماد کر لیا ہے وہ تو محض ظنی دلیلیں ہیں اور صرف انہیں ظنی دلیلوں کی وجہ سے آپ لوگوں کو ہرگز مناسب نہیں کہ آپ اپنی مالوف کریں اور وہ اعتقادات جن پر آپ کے باپ دادا تھے پھوڑ دیں اور گذشتہ رسولوں سے جو دین آپ کو حاصل ہوئے تھے ان کے تارک بن جائیں کیونکہ ایسی حالت میں ظن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

پس انہوں نے ان داہی تباری شہنوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اس فرقہ کے پاس آئے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ تمام فصحاء و بلغار اس کی جیسی ایک سورت کے لئے بھی عاجز ہیں اور اس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی پس ان سے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ انکو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے رجب کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ لوگوں میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور اس وجہ سے آپ لوگ ان کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہو کر آتا

فہم ان فرقوں کے مقابلہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک نصیحت تھی جو ان شہنوں اور باطل احتمالات کو اپنے دلوں میں مرتب کیا۔ اور اس فرقہ کے پاس آئے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تصدیق کی تھی جبکہ آپ نے اپنے قرآن کو مقابلہ کے لئے پیش کیا اور فرمایا کہ تمام فصحاء و بلغار اس کی جیسی ایک سورت کے لئے بھی عاجز ہیں اور اس فرقہ کے لوگ باوجودیکہ بڑے فصیح و بلیغ تھے لیکن مقابلہ کرنے سے عاجز رہے اور اسی سبب سے انہوں نے آپ کے دعویٰ رسالت کی تصدیق کر لی پس ان سے یہ لوگ کہنے لگے کہ ممکن ہے کہ انکو (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے رجب کی فصاحت و بلاغت حاصل ہو گئی ہو جو آپ لوگوں میں سے کسی میں بھی نہ پائی جاتی ہو اور اس وجہ سے آپ لوگ ان کے مقابلہ کرنے سے عاجز رہے ہوں ایسا تو بہت ہو کر آتا

کہ ہر فن کے جاننے والوں میں کوئی ایسا شخص ہوتا ہے جسے اس فن میں کامل دستگاہ حاصل ہوتی ہے جسے کہہ سکیں کہ باقی جاننے والے اس کے سامنے اقرار کرتے ہیں کہ وہ ہمارا سردار ہے اور ہم لوگ اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ پس اس فن کے لئے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ اگرچہ فصاحت و بلاغت ایک ایسا فن ہے جسکی دنیا دہلی اور فطری قابلیت اور استعداد پر سہ ہے لیکن اس میں کمال پیدا کرنے اور اعلیٰ درجہ پر پہنچنے کے لئے ہمت کچھ مشق اور اس کے طریقوں کے عبادت کی ضرورت ہے مثلاً اشعار کہنا انہیں روایت کرنا خطبوں کے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھانا۔ قصص اور سوال و جواب کرنا۔ بلحاظ سہ سبقت پہلانے کی کوشش کرنا کہ اس کا قوی ملکہ پیدا ہو جائے اور اپنی فطری استعداد کے موافق کمال پیدا کر کے انہیں کے زمرہ میں داخل ہو سکے۔ علاوہ بریں کسی فصاحت و بلاغت کتنی ہی بڑے مرتبہ کو کیوں نہ پہنچ جائے لیکن یہ بھی فطرور ہے کہ اسکی نوع میں سے اس کی کوئی نظیر موجود ہو اس کی صنف میں سے اسکی کوئی مثال باقی جاوے گو وہ اس سے کسی درجہ میں کم ہی کیوں نہ ہو۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ فطری طور پر اس فن کی استعداد رکھتے تھے لیکن ہم نے امتداد پیدا لیش سے لیکر چالیس برس کی عمر تک کہ جو زمانہ تحصیل اور مشق کا ہے آپ کو کبھی اس فن کی مشق کرتے نہیں پایا جس سے آپ ایسے درجہ پر پہنچ جاتے اور نہ اس مدت میں آپ نے شعر گوئی یا اشعار کی روایت کرنے ہی کی تکلیف گوارا کی علاوہ کہ آپ کو خطبوں اور رسالوں کی جانب بھی کبھی کچھ توجہ نہ ہوئی اور نہ اس مدت میں سب سے بھی دیکھا کہ قصص اور سوال و جواب کرنے اور بلحاظ پر غلبہ حاصل کرنے کی آپ کو کبھی حرص ہوئی ہو اور وہ بلا ہر ہمارے سلسلہ ہی رہے ان کا حال ہم سے پوشیدہ نہیں ہوتا اور کیونکر پوشیدہ رہ سکتا تھا حالانکہ جو شخص اس فن میں ذرا محنت کرے وہ ہم لوگوں میں ویسی ہی شہرت پالیتا ہے جیسے دن دو پہر کو آفتاب کیونکہ یہ فن تو ہمارے اعلیٰ درجہ کے منافذ میں سے ہے پس آپ کے چالیس برس کی عمر کو پہنچتے ہی دیکھتے کیا ہیں کہ آپ ایک فصیح کلام جتنا نام قرآن ہے لے آئے ہیں جسکی فصاحت و بلاغت نے ہمارے ذہن کو کھینچ کر رکھا اور بالکل ہی بکھر کر ہمارا وجود اپنا ثابت کر دکھایا اور یہ بھی ہے کہ جو طرز قرآن شریف میں فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اختصار کیا گیا ہے وہ بالکل انوکھی طرز ہے جس میں کہیں اس کی نظیر نہیں ملتی پس وہ نہ اشعار کے قبیل سے ہے نہ رجز ہی معلوم ہوتا ہے اور یہ خطبوں اور رسالوں کا طرز ہے اور نہ کوئی اور ہی نمونہ ملتا ہے جسکا اس میں اقتداء کیا گیا ہو تا اور اسوجہ سے وہ اپنی نوع میں اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پہلا بتائیے تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کس کے پاس اس طریقہ کی مشق کر لی جو اسنے قرآن میں موجود ہے اور سارے ملک عرب میں کہیں اسکا پتہ نہیں کیا یہ ہو سکتا ہے کہ آپ ہی اس طریقہ کے موجد ہوئے ہوں اور پہلے اس میں ایسے درجہ پر پہنچ گئے جہاں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا اسلئے کہ موجدین میں تو عادات یا امر دیکھا نہیں جاتا بلکہ عادات یوں جاری ہے کہ ہر موجد سے اسکی ایجاد بچہ کی طرح پہلے اس سے صادر ہوتی ہے اور دوسرے لوگ اسکی تربیت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اپنے انتہائی درجہ پر پہنچ جاتی ہے رہا یہ امر کہ موجد اپنی ایجادیں ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے کہ جسکے بعد کوئی مرتبہ نہ ہو اور وہاں تک کسی دوسرے کی رسائی ہی نہ ہو سکے انسانی موجدوں میں تو یہ بات کبھی دیکھی نہیں گئی بلکہ استقرار کے موافق یہ کہنا بھی کچھ مستبعد نہیں کہ سوائے اس صورت کے کہ ایجاد ادا کرنے کی اور محولی ہو یہ امر ممکن ہی نہیں پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی عمر کے گذشتہ زمانہ میں اس فن کی مشق نہ کرنا جسکی وجہ سے وہ ایسے درجہ پر پہنچ جاتے

جہاں کوئی نہ پہنچ سکے اور قرآن شریف کا اپنے اسلوب کے اعتبار سے انوکھا ہونا جسکی وجہ سے وہ فصاحت و بلاغت کے
ایسے درجہ پر پہنچ گیا جسکے مقابلہ سے ہم لوگ عاجز رہ گئے یہ دونوں امر اس احتمال کو سر سے بھل کر رہے ہیں جسکے
آپ نے اس موقع پر نکالا ہے اور جسکے ذریعہ سے آپ نے ہمیں لکھ میں ڈالنا چاہا تھا پس ہم لوگ جاکسی شک و شبہ
کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے دعوے میں ہمیشہ تصدیق کرتے رہیں گے اور کلمات کے قائل ہیں گے کہ قرآن کا
جس کا کام لانا انسانی قدرت میں نہیں ہے بلکہ وہ خدای کے پاس سے اترا ہے جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ ہے
اسکے بعد یہ شک و شبہ نہ رہے اس فرق کی تائید میں جو ہے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اسوجہ سے تصدیق کی گئی کہ اس
آپ کے لئے ہوئے قرآن کو ایسی صفات فاضلہ پر مشتمل پایا ہیں سب کا کسی کلام میں جمع ہو جانا سوائے اس صورت کے کہ خدا
کے پاس سے آیا ہو کسی طرح ممکن نہیں۔ اور نیز اس فرق کی تائید میں اس سبب سے تصدیق کی گئی کہ آپ کی شریعت کی تمام
بالکل منظم اور باقاعدہ ہے انہیں کل تفصیلات میں پائی جاتی ہیں اور وہ اپنے پیروی کرنے والوں کی حالت کو باقاعدہ بنا دینے کی
پوری پوری کھینچ سکتے ہیں یہ لوگ ان دونوں فرقوں سے کہنے لگے ہم کو یہ خبر پہنچی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوے
رسالت سے پیشتر بلا دروم و کم کیا تھا پھر ان کے لئے دو مرتبہ سفر کیا ہے اور ان میں سے پہلی معلوم ہو رہی ہے کہ وہاں آپ کو بعض راہبوں سے
ملنے کا اتفاق ہوا ہے (پھر اگر آپ کو شام کے وقت میں جب آپ قریش کے تاجروں کے ساتھ تھے ملا تھا اور ان سے
حالات سے سننے پر ان کا کہنا تھا کہ آپ نبی آخر الزماں ہیں جیسا کہ سیر نبوی میں منقول ہے) شاید آپ نے اس قرآن کو جس میں تمام
یہ فضائل موجود ہیں انہیں سے نقل کر لیا ہو اور اسے آپ یہ شریعت سیکھ گئے ہوں اور اپنے ہمارے اگر دعویٰ رسالت لگے ہو
اور اپنے دعوے کی تائید اسی قرآن اور شریعت سے کرنے لگے ہوں اور چونکہ آپ کے ہمارے ایسے واقعہ کار لوگ موجود
تھے تاکہ جو کچھ آپ لائے ہیں اس کے مشابہت سے بھی لاکر آپ کا مقابلہ کر سکتے ہیں آپ لوگ اس دہم میں پڑ گئے ہیں کہ جو کچھ آپ
لائے ہیں وہ خدای کی جانب سے ہے انسانی کارروائی نہیں ہے۔ اسکا ان دونوں فرقوں نے انہیں یہ جواب دیا کہ قرآن کی
ایسی کتاب جو ان تمام صفات فاضلہ پر مشتمل ہو جسکی شرح اور اس امر کا بیان ہمارے استدلال میں گذر چکا ہے کہ ان سب کو
میں نے ان لوگوں کو اس بات پر متنبہ کیا کہ اگر آپ ایسی کتاب میں ہرگز جمع نہیں کر سکتے اور یہ کہ ایسی شریعت جو عقائد حقہ اخلاق
میں سے ان لوگوں پر مشتمل ہو جو سرسری حکم اور سرپرستی ہوں اور انہیں ایسے احکام موجود ہوں جو تمام خلق کے حالات منظم
اور باقاعدہ بنادینے کی ذمہ داری کرتے ہوں لیٰ انہیں اس اور دیگر سو دیکھی نہیں پائے جاتے ہوں جسکے پورے پورے بیان
کر سکتے ہیں تو بہت سی باتوں کی ضرورت پڑ گئی ان حالات کا بیان پہلے گذر چکا ہے پس ان سب باتوں کی نسبت
اگر بعض محال یہ احتمال نکالا جائے کہ شاید آپ نے کسی دوسرے سے ان چیزوں کو سیکھ لیا ہو تو وہ بھی صحیح نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ
اس کے لئے اتنی مدت مدید کی ضرورت پڑ گئی جو برسوں کی متعدد دہائیوں سے گئی جاسکے اگرچہ ان باتوں کا سکھانے
والا بہت ہی کمال نگاہی میں سے ہو اور سیکھنے والا بھی علم کے درجہ کافی ہی کیوں نہ ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے
جتنی عمر کہ ہم لوگوں میں گذاری ہے اس کی ساری مدت میں سے صرف چند ایام کے لئے تجار قریش کی ہمراہی میں جو دم کے
شہروں میں بعض تجارت جاکر کرتے تھے ہم لوگوں سے علیحدہ رہے ہیں اور اسی مدت میں آپ مکہ سے بلا دروم و کم گئے

ان کا اس فرقہ میں
دار کا جتنے قرآن کا
صفیات فاضلہ میں
پاک زینت کے منظم
اور تمام دینی
وجہ سے تصدیق کی
تو ان کے ہاں وہ کچھ
دیا اور ان کے ہاں
کا ان کے ہاں
دوسرے
جسکی شرح
جاتی ہے ان کے
۱۱

بھی اور انہوں نے بھی اور تجارت کے سارے کاروبار بھی انجام دئے پہلا اس عرصہ میں آپ کیونکر ساری باتیں سیکھ سکتے تھے اتنی مدت چل سکے تھے بھی کافی نہیں کہ آپ اپنی لائی ہوئی شریعت کے متعدد ابواب میں سے ایک باب کو بھی سیکھ سکتے۔ سیکھنے کی دشواریوں اور اس کے لئے کافی زمانہ کے ضروری ہونے کو ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے علاوہ بریں جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں اسکا سیکھ لینا تو پڑے گا لکھنے پر بھی دشواری ہے اور بلاد میں مدینہ کے وہ بھی سیکھ نہیں سکتا چوائیکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اسی (ان پڑہ) محض تھے نہ لکھتے پڑے۔

پھر پہلا عقل کو نکرتے بڑھ کر سکتی ہے کہ آپ سب کچھ سیکھ لیتے اور وجودیکہ انہی تھے اور اپنے شہر سے بہت تھوڑے ہی دن علیحدہ رہتے تھے اور آپ کا نامی ہونا جسکی نسبت آپ دعوے کیا کرتے ہیں اور اپنے قرآن میں بھی اپنی رسالت پر استدلال کرنے کے موقع پر خدا کا یہ قول ذکر کرتے ہیں (وما کنت تعلمون قبلہ من کتاب ولا تحط بہمینک اذا لارتاب المبطلون) جبکہ ترجمہ یہ ہے اور تو اس سے پہلے کبھی کوئی کتاب نہ پڑھتا تھا اور نہ لکھتا تھا (اگر ایسا ہوتا تو ایسی حالت میں اہل باطل کو شک کی گنجائش نہ ہوتی تھی) نہ کہ اب شک کا کوئی موقع ہے آپ کا یہ امی اور ان پڑہ ہونا صرف آپ کے دعوے ہی پر مبنی نہیں ہے بلکہ خود ہمارے نزدیک بھی بلاشبہ ثابت ہے اس لئے کہ آپ نے ہماری لوگوں میں نشوونما پایا ہے اور ہمیں کسی اسکا علم نہیں ہوا کہ آپ نے لکھنے پڑھنے کی مشقت اٹھائی ہو اور نہ ہم میں سے کسی نے لکھی آپ کو دیکھا اور نہ ہم سے کبھی کسی نے نقل کیا کہ آپ نے کسی دن ایک سطر بھی لکھی ہو اور اگر آپ ایسی قوم میں رہ کر اس (کتابت) کو جانتے ہوئے جمہیں کہ سوائے محدودے چند اشخاص کے اس فن کے جاننے والے نہ تھے تو آپ کا حال اتنی مدت تک ہم سے چھپا نہ رہتا چاہے آپ چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کر لے اور پہلا آپ (اگر جانتے ہوئے) چھپانے کا قصد ہی کیوں نہ کر لے لگے تھے حالانکہ کوئی شے اسکی جانب کو دھکی نہ تھی بلکہ اُسے اظہار کا داعی موجود تھا کیونکہ اس جاہل اور بے پڑے کے گردہ میں تو یہ بڑا کمال تھا اور سب بات کو عقل پر گزر نہیں سہم کرتی کہ آپ نے اس فن کے سیکھنے سے پہلے ہی اسکا پختہ قصد کر لیا ہو کہ میں اس فن کو حاصل کروں گا اور لوگوں کو اپنے اس حال کی خبر نہ ہونے دوں گا اور پھر یہی روم کے راسخ ہے اس قرآن اور اس شریعت کے سیکھنے میں اپنے اس فن سے مددوں کا اور اس کے بعد مدعی رسالت بنجاؤں گا پہلا کیسے ہو سکتا ہے کہ اپنے نفس کے لئے پہلے ہی سے آپ نے ان سب باتوں کا بڑا اٹھا لیا تھا اور پھر یہ بات پوری بھی ہو گئی کہ آپ کے اس فن کو حاصل کرنے اور نیز جو کچھ کہ آپ لائے ہیں اس کے سیکھنے کا حال لوگوں سے بالکل مخفی رہا اور آپ نے اسی ہر وہ پر رسالت کا دعوے کرنا اس بات کا تو سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو ہر شے دھری پر کمزور ہو لے اور وہی باتوں کا مطیع بن جائے اور چنانچہ ان سب باتوں کے عقل کسی ایسے سکھانے والے کے بلا دروم میں یا اور کہیں پائے جانے کی یہی تو تصدیق نہیں کرتی جو تمام ان علوم و معارف پر جس پر کہ قرآن اور یہ شریعت شتمل ہے حاوی اور ان سب خوبیوں پر محیط ہو گیا ہو اور ہم پر اہل ایم کے ساتھ مخالفت کرنے کے بعد یہ بات ظاہر بھی ہو گئی کہ جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں روم کے تمام علماء کے پاس بھی اسکا وجود نہیں ہے چاہے کہ ان میں سے بعض کو سب کچھ معلوم ہوتا۔ بلکہ ہم نے تو ان کو دیکھا ہے کہ مخالفت اور آپ کی لائی ہوئی چیزوں پر مطلع ہونے کے بعد آپ کی شریعت کی خوبی انظام سے بہت تعجب کرتے ہیں اور اس میں سے جو

کچھ سیاست اور کچھ ملکی انتظام کے موافق ہوتا ہے اقتباس کر لیتے ہیں پس کیسے ہو سکتا ہے کہ انکے علماء کے پاس یہ باتیں ہوتیں اور وہ اپنے لوگوں میں اسکو شائع نہ کرتے اور یہ سب کچھ مخفی رہتا۔ یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انکو ظاہر اور آشکارا کیا تب وہ ہمیں سے اقتباس کرنے لگے علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی باتوں میں بہت سی ایسی چیزیں ہیں جو عقائد افعال اور اخلاق میں روم کے دین کے مخالف تھیں اور انکی اس قبیل کی باتیں آپ کے دین میں کیا درجہ مومن جناس کیجاتی تھیں پس عقل کیونکر اس بات کو مان سکتی ہے کہ کسی راہب پھر سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھاتا ہو اور اسکو اسکی ضرورت ہی کیا پڑی تھی۔

علاوہ بریں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری لائی ہوئی چیزوں کے کسی روم کے راہب سے سیکھ لینے سے جو مولد بہتر ذکر کئے گئے ہیں اگر انکے قطع نظر بھی کر لیا جائے تو ایک اور بہت قوی الخ بھی پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قرآن اور شریعت کو ایک ہی دفعہ نہیں لے آئے ہیں اور اپنے پہلے ہی دعوے میں لوگوں پر اس کو ظاہر نہیں کر دیا ہے بلکہ ابتداً ردی رسالت کے لئے برابر تہوڑا تہوڑا کر کے لاتے رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کا دین مکمل ہو گیا اور ان کو اور گروہوں میں پھیل گیا جنھوں نے کہ آپ کی تصدیق کر کے پیروی اختیار کی تھی۔ پس آپ اپنے قرآن کی ایک دو آیتیں یا ایک دو سورتیں جیسے جیسے واقعات آپ کو اپنے اور اپنے مخالفوں کے مابین یا اپنے پیروی کرنے والوں کے درمیان پیش آتے ملتے تھے لایا کرتے تھے اور وہ آیتیں یا سورتیں کسی امر پر استدلال کرنے یا کسی شے کے دفع کرنے یا کسی سوال کے جواب دینے وغیرہ پر مقتضائے حال کے موافق مشتمل ہوا کرتی تھیں اور اسی طرح احکام شریعت بھی آپ کو حادثات مشکلات رسالات اور مصلحتوں کے موافق تہوڑے تہوڑے کر کے لوگوں کو پہنچایا کرتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے کے مقابل میں آپ پسندیدہ احکام لایا کرتے تھے خلاصہ یہ کہ دعوی رسالت کی ساری مدت میں جو جو واقعات آپ کو پیش آتا جاتا تھا آپ ہر ایک کے مقابل میں قرآن اور شریعت میں سے اس کے مناسب و موافق حکم لایا کرتے تھے۔ اور یہ کیفیت ہم کو اور نیز ان کو جن لوگوں تک آپ کے اخبار اور حالات تو ان صحیح کے ساتھ نقل ہو کر پہنچے ہیں ضرور معلوم ہے۔

آپ اسوقت کہا جاسکتا ہے کہ روم کے کسی راہب کو یہ سارے زمانہ آئندہ کے حوادث اور واقعات جن کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اگے چلکر اتفاق پڑے والا تھا اور جو کہ آپ کے پیروی کرنے والوں کے مابین یا آپ کو اپنے مخالفوں کے ساتھ پیش آنے والے تھے کس نے بتلا دئے تھے جسکی وجہ سے اسے معلوم ہو گیا کہ قرآن اور شریعت میں ان میں سے ہر ایک کے مناسب کیا احکام ہونے چاہئیں۔ پس آپ کو ہر سوال کا جواب جو آئندہ آپ کے روبرو ہونے والا تھا اور ہر شے کا دفعیہ اور ہر واقعہ کا حکم جس کا آپ کو آئندہ ساری مدت میں اتفاق پڑنے والا تھا بتلا دیا اور آپ نے ہر شے کے لئے جواب ضروری تھا اپنے وقت پر ٹھیک ٹھیک عقلوں کے اطمینان کے قابل لا دیا اور ہم منجملہ واقعات کے بعض ایسے امور بھی دیکھتے ہیں جن کی نسبت کسی کے دل میں اسکا خیال بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ وہ آئندہ چلکر واقع ہوں گے اور آپ کو ان کا اتفاق پیش آئے گا اور جس شخص کو تمام ان واقعات پر جو آپ کو بعد دعوی رسالت کے ساری مدت میں پیش آئے ہیں واقفیت ہوگی وہ یقین کر لے گا کہ ان سارے واقعات پر جو آپ کو اس مدت میں پیش آئے

تھے کسی رائے کا حکمی نسبت آپ کو گمان ہے حاوی ہو جانا اور ہر ایک کے لئے جو حکم ضروری تھا اسکا مستحضر کر لینا بلا
 محال ہے سوائے وہی گناہ و گنہگار کے جو اپنے لئے سے اور کوئی اس کا قائل نہیں رہتا اور اگر آپ کہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 میں بعض بعض شخص خواہ سلمان فارسی ہوں یا اور کوئی ایسے قوم کے موجود تھے جو علوم و حضرات اور نظامات انکی میں شہر
 آفاق تھے پس اس سے کہنا امر مانع ہو سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو اوقات آپ کو پیش آتے ہیں انکے احکام
 اور جو سوالات کہ آپ سے کئے جاتے ہیں انکے جوابات اور جو اعتراضات اور شبہات آپ پر وارد کئے جاتے ہیں ان میں
 ہر ایک کا رد فیہ اور علاوہ اس کے جو کچھ ہو جب آپ کو ضرورت پڑا کرتی ہو اس وقت سب کچھ آپ ان شخصوں سے پوچھ
 لیا کرتے ہیں جس جب کبھی ان اور میں سے کوئی امر آپ کو پیش آتا ہو تو آپ اس شخص کے پاس چلے آیا کرتے ہیں اور
 اس سے دریافت کر لیا کرتے ہیں پس وہ جیسی حالت ہو سکے موافق بنا دیا کرتا ہو۔ تو ہم کہیں گے کہ سہاوت کا وہ حکم کرنا کسی
 وجہوں سے بالکل بچر ہے اول تو اسوجہ سے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ ان سب اشیاء کا سیکھنا سیکھنا ایسا امر ہے
 جو ایک آدمہ نسبت باچند شخصوں میں پورا نہیں ہو سکتا اور حقیقت یہی یہ انجام پا سکتا ہے بلکہ پورے طور سے صرف قوت
 تعلیم ہو سکتی ہے کہ جب سیکھنے والا سکھانے والے کے پاس مدت دراز تک آمد و رفت کرتا رہے اور اگر آپ ہوتا تو لوگوں
 میں یہ بات ضرور مشہور ہو جاتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم غلام شخص سے علوم حاصل کیا کرتے ہیں اور یہ امر واقع کے خلاف ہے
 وہ سب سے اسوجہ سے کہ اگر یہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ان علوم کا جو آپ کے قرآن و شریعت میں موجود ہیں سکھلا سکتے
 والا ہوتا تو غلامت درجہ کا محقق اور ثمری صاحب فضل ہوتا تو لوگوں میں مستار شمار کیا جاتا حالانکہ وہ اشخاص جنکی نسبت آپ لوگوں کا
 گمان ہے ان کے پاس کچھ نہیں بلکہ لوگوں میں جن اشخاص کی معرفت و اذیت کے لحاظ سے شہرت ہی نہیں ہی تو انکا شمار نہیں اور پیران محمد صلی اللہ
 وسلم میں سے بہتر سے لوگ شرعی احکام پر احاطہ رکھنے کے لحاظ سے ان شخصوں سے بہرہا ہر ہے ہوئے تھے
 اور وہ خود آئے اور ان سے بھی کم درجہ کے لوگوں سے علوم حاصل کیا کرتے تھے اور اپنے ضروری امور سکھاتے کرتے تھے اور
 شاگردوں کی طرح ان کے ساتھ فردنی سے پیش آتے تھے اور عقل اس امر کی ہرگز تصدیق نہیں کرتی کہ یہ اشخاص اس بارے کے
 ہوتے اور ہم بھی اپنا حال مخفی رکھتے۔

اور دوسرے اسوجہ سے کہ اگر یہی اشخاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سکھانے والے ہوتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم ضرور
 اپنے سارے پیروی کرنے والوں پر انہیں شخصوں کا رتبہ مقدم رکھنے میں مضطرب ہوتے اور اگر آپ ان کی اتنی قدر و منزلت
 میں کوتاہی کرتے تو انکو کب جبر آتا۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ پیران محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بہتیرے ایسے لوگ کا درجہ گھٹا
 ہے علاوہ بریں یہ کہ اس طرح بھی بالکل ساقط ہو جاتا ہے کہ سفر و ہم میں جب آپ راہب سے ملے تھے تو تہانہ تھے بلکہ قریش کے اور
 لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے پس اگر آپ نے اس راہب سے جو کچھ سیکھا ہو گا وہ ساتھیوں کو ضرور مسلم ہو گا۔ بہر حال جو سوالات
 کے وقت ان میں سے کسی نے اس امر کو ظاہر کیوں نہ کر دیا کہ ان میں سے بہتر سے ایسے تھے جو آپ کے اوپر ایمان نہ لائے
 تھے۔ اور آپ کے مخالفوں کا سامنے دیتے تھے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ وہاں آپ نے کسی راہب سے کچھ

ہوا تھا اور پھر بھی خوش تھے انکو یہ امر فرما گوار نہ تھا۔

چوتھے سوچے کہ ہم نے ان شخصاء کی قوم سے اس کے بعد میں جل کیا تو ہم نے ان علوم احکام اور جملہ پہلوؤں کی جامع شریعت کو جو سب کچھ صلے اللہ علیہ وسلم لائے تھے انکے پاس نہ تھا اور ان میں سے بہتری چیزیں ایسی ہیں جنکا انکے یہاں اصلاً و ثلاً کچھ بہتری نہ تھا بلکہ جسے خود انہیں دیکھا کہ آپ کی شریعت سے جو قوانین انکو اپنے استعمال کی کے مناسب معلوم ہوتے ہیں اقتباس کر لیتے ہیں۔ پس یہ اشخاص جملہ اہل اہل و عارفت کو کہاں سے لائے جس حال میں ان کی قوم ان سے محروم تھی۔ پس اس سے شک و شبہ میں ڈالنے والا اس بیان سے نہ تھا بلکہ سارے ان اعتبارات کو ہم نے ہم پر وار کیا ہے کہ بطل اور ہلنا بہت کر دیا اسلئے ہم بلا کسی شک و شبہ کے پھر صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود سے کی ہر ہر قصد میں کرتے رہیں گے۔

آپ یہ بہت کانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کے پاس آئے جس نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اسات سے استدلال کیا تھا کہ اہل فصاحت و بلاغت نے قرآن شریعت کے معارضہ سے اپنے چکر کا اقرار کیا اور کلام کی خوبوں کے واقفکاروں نے اس امر کی شہادت دی کہ قرآن شریف اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہے کہ جن سب کا قرآن کی ایسی کتاب میں جمع کر دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ اور بعض اہل فصاحت و بلاغت کا قرآن کے معارضہ سے عاجز رہنا اس دلیل سے ظاہر ہو گیا کہ وہ قرآن کا معارضہ تو نہ کر سکے بلکہ بجائے اسکے گہرا چھوڑ دیا اور وہ قرآن کا معارضہ کرنا تھا اگر انہیں قدرت ہوتی اور ثرائی بہرائی کے طریق میں جو سب سے دشوار طریق تھا چلنا اختیار کر لیا پس یہ لوگ اُسے کہنے لگے کہ تمہیں کیا معلوم کہ ان دونوں فرقوں نے تمہیں سے ایک نے قرآن شریف کے معارضہ سے اپنے عاجز ہوئے اور دوسرے نے قرآن شریف کے اتنی صفات فاضلہ پر مشتمل ہونے کا اقرار کیا تھا اور یہ سب محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے متبع بن گئے تھے انہوں نے یہ امر کسی غرض و غایت کے لئے کیا ہو جسکے حاصل کرنا اسی اہل کو انہوں نے ذریعہ قرار دیا ہو اور اسی لئے انہوں نے یہ اقرار کر لیا ہو اور اس امر کی شہادت دیدی ہوتا کہ یہ انکے لئے اس کے ملامت کرنے والوں پر حجت بن جائے رہا وہ فرقہ جس نے معارضہ کو تو چھوڑ دیا اور اپنے گہرا کو ترک کر کے جنگ پر آمادہ ہو گیا جسکی جو سب کچھ ضرورت سے اٹھانا پڑا۔ اسکی نسبت کیا جاسکتا ہے کہ بسا اوقات محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے جنگ کی ابتداء کی ہو اور کشمکش جنگ کے بل فروضہ ہو جانے کے باعث نے نہیں معارضہ کرنے کی فرصت نہ ملی اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم انہیں اتنی مہلت نہ دینے دی ہو اور اسی سبب سے وہ آسان طریق کو چھوڑ کر دشوار طریق پر چلے ہوں خلاصہ یہ کہ وہ اُس پر مضطر کر دیئے گئے ہوں پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ آپ کا پہلے دونوں فرقوں کو حق میں یہ کہنا کہ شاید ان کا اقرار کرنا اور ان کا شہادت دینا اور پھر اتباع کر لینا کسی غرض و غایت پر مبنی ہو جسکے حاصل کرنے کا انہوں نے اسے ذریعہ قرار دیا ہو تو یہ ستریا پائے تھی اور بالکل بے سوچ سمجھی بات ہے اسلئے کہ یہ امر پوشیدہ نہیں ہے کہ مائل

ان لوگوں کا نام
قرآن شریف اور
کتابت قرآن
کی حالت یہ ہے کہ
نصف قرآن کی جی
اور اس فرقہ کا جو
جملہ بنایا

کے نزدیک سب سے مشکل کام اپنے دین کا چھوڑ دینا ہے جس میں اسے دنیوی اور اخروی نجات کی امید ہو اور بعد اسکے تمام چیزوں سے دشوار تر یہ امر ہے کہ وہ ان رسوں کو چھوڑ دے جن کا وہ خوگر ہو رہا ہے اور انہیں اپنے اسلاف پیشین سے سیکھا ہے حتیٰ کہ بعض کی تو یہ حالت ہے کہ ماوجودیکہ انہیں اپنی رسوں کی بُرائی بھی معلوم ہو جائے تاہم ان کا چھوڑنا انہیں نہایت ہی شاق ہوتا ہے اور ان کا جی اپنے جسم ہی رہنے کو چاہتا ہے اس بنا پر عاقل اپنے دین کو اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اسے اپنے دین کے سوا کسی دوسرے دین میں نجات حاصل ہو جائے گا پھر پورا یقین ہے کہ جہاں علیٰ ہذا القیاس وہ اپنی رسوں کو بھی خصوصاً موروثی رسوں کو سوائے اُس حالت کے کہ کوئی ایسا ہی قوی سبب پایا جائے نہیں چھوڑ سکتا اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان دونوں فرقوں نے اپنے دین کو جس سے انہیں اپنی نجات کی امید تھی چھوڑ دیا اور اپنی ان رسوں کے بھی تارک ہو گئے جن کے کہ وہ خوگر ہو رہے تھے اور ان سب چیزوں کی نہایت شدت کے ساتھ مذمت کرنے لگے اور انہوں نے قرآن کے معارضہ سے اپنے عجز کا اقرار کر لیا اور اپنے محض اطلاع حاصل کرتے ہی بلا اسکے کہ انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کچھ خوف ہوتا قرآن کے فضل کی شہادت دینے لگے کیونکہ ان میں خود ہی ایسی قوی قوی پاس و محاط موجود تھا اور انہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مال و دولت کی حاجت نہ تھی کیونکہ پہلے آپ کے پاس کچھ تھا ہی نہیں بلکہ قبل اسکے کہ آپ کی حمایت کرنے والی جماعت قائم ہوئی اور آپ کے ہاتھ کچھ مال آیا ہوتا یا اور کوئی مضطر کر دینے والا سبب پایا جاتا وہ لوگ یہ شہادت دے چکے تھے اور قرآن کے فضل کا اقرار کر چکے تھے یہ بات آپ کے درگاہِ حلالہ آئے اہلِ عمر نے کی کیفیت پر پوری پوری اطلاع حاصل کرنے سے بخوبی معلوم ہوئی ہے پس اگر انکو معارضہ کرنے سے اپنے عاجز ہونے اور قرآن کے اس قدر فضائل پر مشتمل ہو نیکا جکے حج کرنے سے انسان عاجز ہے یقین نہ ہو گیا ہوتا تو وہ ہرگز یہ اقرار نہ کرتے اور کہیں اس کی شہادت نہ دیتے اور نہ وہ اتباع ہی کرتے جسکی وجہ سے ہمیں اپنا دین جسکو وہ اپنے اعتقاد کے موافق باعثِ نجات سمجھتے تھے چھوڑنا پڑا اور اپنی رسوں کے ترک کرنے کی شدت اکٹھا نا پڑی حالانکہ وہ عقیل و فہیم اور بخوف تھے۔

رہا فصحاء و بلغا کے حق میں جن کا معارضہ سے عاجز ہونا اس طرح پر ظاہر ہوا کہ انہوں نے معارضہ کو چھوڑ کر جنگ کو منظور کیا جسکی وجہ سے انہیں بہت سے نقصانات اٹھانا پڑے یہ کہنا کہ بسا اوقات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آئسے جنگ کی ابتداء کی ہو اور انکو معارضہ کی فرصت نہ ملی ہو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس کی مہلت نہ لینے دی ہو اس کی نسبت ہم کہتے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا معارضہ کے لئے آنگو بلا نا اور انکا باز رہنا ایک آدھ واقعہ یا ذرا سی مدت میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ عقل آپ کے اس احتمال کو قبول کر سکتی لیکن یہ بات نہیں ہے کیونکہ انکے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اسوقت تک ہرگز کوئی طعن واقع نہیں ہوئی جب تک کہ آپ اپنے بارقرآن کو معارضہ کے لئے ان پر پیش نہیں کر لیا اور کچھ خزانہ اسکی منادی نہیں کر دی کہ انسان اسکے معارضہ سے بالکل عاجز ہے اور اس پر ایک مدت گذر نہیں گئی اور مدت بھی کوئی تھوڑی نہیں بلکہ ایک قسم کی طویل مدت۔ علاوہ بریں اس زمانہ کے شروع شروع میں آپ کے استغناء پر بھی نہیں ہوسے تھے جسنے کہ لڑائی کجا اسکے پھل اسکے بعد ہی کہ آپ کے اور اس فرقہ کے مابین آتش جنگ فرشتا

ہو چکی جب کبھی آپ کو مہلت ہوئی آپ برابر قرآن کو مقابلہ کے لئے اُنکے سامنے پیش کرتے رہے اور انہیں اُسکے معارضہ کی جانب بلاتے رہے اور اُنکے اور آپ کے درمیان صلح ہی بہت ہو جاتا کرتی تھی اور اوقات صلح میں آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو ان لوگوں کے ساتھ ہار یا یکجائی کا اتفاق ہوتا تھا۔ پس اگر انہیں معارضہ پر قدرت ہوتی تو انہیں ممکن تھا کہ مصالحت اور فرصت کے زمانہ میں قرآن کا معارضہ کرتے اور جو کچھ وہ قرآن کے مقابلہ میں لائے اسکو آپ کے پاس پہنچا دیتے اور قبائل عرب میں اُس کو شایع کر دیتے تو کوئی نہ کوئی اُنکا مددگار کھڑا ہی ہو جاتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اسکا قصد ہی نہیں کیا نہ آپ کے اہل ہدائے و دعوے میں نہ وقت جنگ میں۔ نہ زمانہ صلح میں۔ اور اپنی ضحاکت و بلاغت سے آپ کی اور آپ کے پیروی کرنے والوں کی صرف توجہ کرنے پر مضطرب ہو گئے۔ رہا قرآن کا معارضہ اس بارہ میں تو اُنکے منہ سے ایک کلمہ بھی نہیں نکلا اور اگر کسی نے قرآن کے معارضہ میں کچھ کہا ہوتا تو ہم پہ مخفی نہ رہ سکتا اور مشرق سے لیکر مغرب تک برابر اُسے روایت کرنے والے نقل کرتے اُسے یہ سارے احتمالات جسے آپ نے ہمیں شک میں ڈالنا چاہا تھا بالکل غلط اور باطل ہیں اُنکو سوائے اُس شخص کے جسے تحقیق سے کچھ سروکار نہ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فرقوں کا جو معاملہ تھا اُس کی حقیقت حال سے محض واقف ہوا اور کوئی انہیں تجویز نہ کر سکتا پس ہم ان سب واپسی و تباہی احتمالات کو چھوڑتے ہیں اور اپنی پیشتر کی دلیل پر اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی بلا کسی شبہ کے برابر تصدیق کرتے رہیں گے اور اسکا اقرار کرتے جائیں گے۔

پھر یہ بہکانے اور شبہ میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی طرف جبکہ جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی اسوقت تصدیق کی تھی جبکہ انہوں نے خوارقِ عادت اور طبعی قوانین قدرت کے مخالف امور آپ کے ہاتھوں پر ظاہر ہونے ہوئے شہادہ کر لئے تھے پس اُنے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارقِ عادت ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک قسم کا جادو ہو پس انہوں نے تم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے ہمیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بند ہو گیا ہو تو اُس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیمالات جادو گروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم کرتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور جادو گروں کی یہ حالت بھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے رذیل اور اودنے ورجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امور خارقِ عادت کا کرنا کسی اودنے ورجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اس غرض سے امور خارقِ عادت کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلموں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سرسبز و سرسبز مکارم اخلاق پر مشتمل ہے تمام برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ راستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپ کی حالت تو صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہِ مستقیم پر چلنے۔ خلقِ خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہِ صلاح اختیار کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی ہی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوتی ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارقِ عادت امور کے سزا کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور اہل خارقِ عادت کو سزا دینا خدا کی جانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

ان لوگوں کا اس وقت شہادہ ہونا ہے جو ظاہر ہونے ہوئے شہادہ کر لئے تھے پس اُنے یہ لوگ کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ خوارقِ عادت ظاہر کئے ہیں احتمال ہے کہ ایک قسم کا جادو ہو پس انہوں نے تم لوگوں کی نظر بندی کر دی ہو جسکی وجہ سے ہمیں ان چیزوں کے واقع ہونے کا خیال بند ہو گیا ہو تو اُس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیمالات جادو گروں کی سی حالت نہیں ہے کیونکہ آپ نیکی کا حکم کرتے ہیں برائیوں سے روکتے ہیں اور جادو گروں کی یہ حالت بھی جاتی ہے کہ بدکار اور شہوت پرست ہوتے ہیں اپنے رذیل اور اودنے ورجہ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے اعمال سحر کیا کرتے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے امور خارقِ عادت کا کرنا کسی اودنے ورجہ کی غرض کے لئے ثابت نہیں ہوتا وہ تو صرف اس غرض سے امور خارقِ عادت کو ظاہر کرتے ہیں تاکہ جو شریعت آپ لائے ہیں۔ اُسکی پیروی کرنے میں عقلموں کو اطمینان حاصل ہو جائے اور آپ کی شریعت سرسبز و سرسبز مکارم اخلاق پر مشتمل ہے تمام برائیوں سے بچنے اور نیکیوں کے ساتھ راستہ ہونے کا حکم کرتی ہے۔ پس آپ کی حالت تو صفاتِ کمالیہ کے ساتھ متصف ہونے۔ راہِ مستقیم پر چلنے۔ خلقِ خدا کو حق بات کی ہدایت کرنے اور راہِ صلاح اختیار کرنے کے لحاظ سے بالکل انبیاء سابقین کی سی ہے اور آپ کے دعوے کی ہی خدا کی جانب سے اُسی طرح تائید ہوتی ہے جیسے کہ گذشتہ رسولوں کے دعوے کے خارقِ عادت امور کے سزا کرنے سے جن پر کہ سوائے خدا کے اور کسی کو قدرت نہیں ہے تائید کی گئی تھی۔ اور اہل خارقِ عادت کو سزا دینا خدا کی جانب سے اُس رسول کے دعوے کی تصدیق

کے قائم مقام ہے گویا خلاہ فرماتا ہے کہ ان امور میں ہر اہل ہندہ سچا ہے جو میری جانب سے وہ نہیں پہنچا لک ہے اور عالم کے عادی تو انہیں قدرت کو گنہگار ہوتا ہے کہ میرا خرچ کر دینا اور ان عادی قوانین قدرت کے خلاف ظاہر کرنا یہی میری جانب سے اُس کے لئے عوے کی تصدیق ہے (سابق میں اسکی کافی طور پر توضیح ہو چکی ہے اگر آپ چاہیں تو وہاں دیکھ لیں) علاوہ میں بعض خارق عادت امور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ایسے بھی ظاہر ہوئے ہیں جنکی نسبت بھل ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی کہ جادو گروں کو ان پر قدرت ہو سکتی ہے جیسے کہ چاند کا شق ہو جانا جسکا تمام لوگوں نے خواہ وہ وہاں موجود تھے یا مہینوں میں سفر کر رہے تھے سب نے بچہ خرم خود مشاہدہ کیا تھا چنانچہ جیسے کہ اس امر کو ان لوگوں نے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے اور جنہوں نے کہ اسکی درخواست کی تھی دیکھا تھا اسی طرح ان مسافروں نے بھی اسکا مشاہدہ کیا تھا اور اگر خبر دی تھی جو دور دراز مقامات سے وارد ہوئے تھے چنانچہ اُن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس والے لوگوں کے اُن کے ساتھ موافقت و مساوات رکھتا تھا پس فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کی نظر بندی کر دی ہو یہاں تک کہ انہوں نے اس امر کا مشاہدہ کر لیا کہ چاند شق ہو گیا کیا آپ کی قدرت میں یہ بات بھی ہو سکتی ہے کہ آپ ان مسافروں کی بھی نظر بندی کر دیتے تھے ہمیں سے ہر فریق میدانوں میں جہاد مقام پر تھا اس بات کا سوائے اس شخص کے کوئی قائل نہیں ہو سکتا جو دینیکا و سنیگی کرے یا اس امر سے محض ناواقف ہو کہ جادو گروں کو اپنے اعمال میں کہاں تک قدرت ہو سکتی ہے علاوہ میں ہم نے بعد اسکے کہ ان خوارق کے باعث سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور پورے طور سے آپ کی شریعت پر مطلع ہو گئے اور آپ کے ساتھ خوب خللا ملا بھی بڑا لیا اور آپ کے حالات میں نہایت باریک بینی سے غور کیا تو ہم نے آپ کی شریعت میں سر تا پا رستی اور ہی تمام امور پائے جن پر عمل کرنے والے کو سراسر یہودی اور ہبلانی حاصل ہوا اور تمام نقصانات سے وہ محفوظ رہے اور آپ کی شریعت اصل استقامت اور رستی میں گزر سل سابقہ کی شرائط کے مثل نکلی لیکن تمام اہل کجالات پر پورے طور سے عادی ہونے کے لحاظ سے اُنہیں بھی فوقیت لیگی اور ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جس سے عقل انکار کرے یا آپ کی جانب سے دل میں کچھ شک پیدا ہو اور نہ آپ کی شان جادو گروں کی سی معلوم ہوئی اور نہ آپ کا حال حیلہ بازوں ہی کا سا نظر آیا جو متاع دنیا کے حاصل کرنے اور اپنی شہوت رانی کے لئے طر طرح کے حیلہ ہلاتے کیا کرتے ہیں بلکہ آپ کا تو یہ طریق ہے کہ لوگوں کو راہ راست کی ہدایت کرتے تھے اور یہ سکھلاتے تھے کہ وہ اپنے مالک کا شکریہ ادا کیا کریں کہ وہ والوں کے ساتھ سلوک سے پیش آئیں میتیوں اور سکنیوں کو کہنا نا بھلا کر کریں اور یہ جو اس کے آپ اپنے پیروی کرنے والوں پر پد شفیق کی طرح شفقت فرماتے تھے آپ کو اُن کے مال دولت کی ذرا بھی طمع نہ تھی اور نہ انکی لذت چیزوں سے آپ کو کچھ میلان تھا بلکہ آپ پہلے رسولوں کی طرح (علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام) خود ہی ان پر احسان کیا کرتے تھے۔ پس جو کچھ ہم نے پیشتر بیان کیا اُسکی بنا پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کے سچے ہونے میں ذرا بھی شک باقی نہیں رہا اور آپ کا یہ بہکانا اور شک میں ڈالنا بالکل ہوا سو گیا اور ہر نصف کی نظر میں اسکا کچھ اعتبار نہ رہا اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی براہ تصدیق کرتے ہیں اور جو کچھ آپ خدا کے پاس سے لائے ہیں اسی پر ایمان رکھیں گے خدا ہی توفیق کا مالک ہے۔

اس کے بعد یہ بہکائے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس سبب سے استدلال کیا تھا کہ جو انبیائے سابقین کی کتابوں میں ایسے رسول کی علامتیں مذکور ہیں جسکو ان کے بعد خدا پر بھیجے والا تھا وہ سب علامتیں آپ پر منطبق ہو گئی تھیں پس اس فرقہ سے یہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو کیا معلوم کہ یہ علامتیں کسی ایسے رسول پر منطبق ہو چکی ہوں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کر نے سے پہلے ہی گزر چکے ہوں تو اس فرقہ نے انہیں یہ جواب دیا کہ ہم نے ان رسولوں کے حالات کی تواریخ سے بحث کر کے دیکھا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر اور ان کتابوں میں ان علامتوں کے وارو ہونے کے بعد ہوئے تھیں پس ہمیں تو اس میں سے کوئی بھی ایسا رسول نہیں ملا جس پر ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور اگر کوئی ایسا ہوتا تو رسولوں کی ساری تاریخیں اچھے ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کی جاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں میں ہیں کیوں نہ انکا ذکر ہوتا کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیاء ایسے پائے گئے ہیں جنہیں بعض بعض علامتیں پائی گئی ہیں لیکن ان سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جس میں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے اپنے استدلال کی تقریر میں اسکی توضیح کر دی ہے (پس ہرگز دیکھ لینا چاہئے) پھر یہ لوگ کہنے لگے کہ تمہیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی کتاب سے آئندہ کوئی رسول آئے جس پر یہ ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور ان کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس سے وہی مقصود ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا وہ خصوصیت میں مجتمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا ہمارا اتفاقا وہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ اس نے رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتابیں اور وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی عظیم و حکیم ہے اس لئے جتنی آئندہ ہونے والی باتیں ہیں ان سب کا علم بھی اس سے ضرور ہونا چاہئے۔ پس جب اس سے یہ معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری علامتیں آپ پر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُن کے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہکوا سپر ضرور آگاہ کر دیتا چلتا ہے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہہ دیتا کہ آئندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب آپ پر منطبق ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُس کے بعد آئے گا اور چونکہ خدا کے سبحانہ کی جانب سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اس لئے لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان علامات کا وہ خصوصیت میں پائے جانے کا احتمال جبکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اس سے یا تو اللہ تعالیٰ کا آئندہ کے واقعات سے جاہل اور ناواقف رہنا لازم آئے گا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دیکھ کر میں ڈال کر تباہ ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے) پس جو شے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے وہ خصوصیت میں پائے جانے کو عقل

ان لوگوں کا اس فرقہ کے پیشتر انبیاء سابقین کی کتابوں میں ان علامات کی تاریخیں اچھے ذکر سے خالی نہ ہوتیں اور اس کی خبریں بھی ہم تک ضرور نقل کی جاتیں اگرچہ بعض قصص کی کتابوں میں ہیں کیوں نہ انکا ذکر ہوتا کیونکہ ایسے شخص کا بالکل اس طرح ذکر ہرگز نہیں مٹ سکتا۔ ہاں بعض انبیاء ایسے پائے گئے ہیں جنہیں بعض بعض علامتیں پائی گئی ہیں لیکن ان سے پیشتر کوئی ایسا نہیں ہوا جس میں یہ سب کی سب علامتیں موجود ہوتیں اور ہم نے اپنے استدلال کی تقریر میں اسکی توضیح کر دی ہے (پس ہرگز دیکھ لینا چاہئے) پھر یہ لوگ کہنے لگے کہ تمہیں یہ کیا معلوم شاید خدا کی کتاب سے آئندہ کوئی رسول آئے جس پر یہ ساری علامتیں منطبق ہو جائیں اور ان کتابوں میں جس شخص کی خبر دی گئی ہے اس سے وہی مقصود ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ علامتیں اتفاقی طور پر منطبق ہو گئی ہوں اگرچہ ان سب علامتوں کا وہ خصوصیت میں مجتمع ہو کر پایا جانا نہایت ہی مستبعد ہے لیکن تاہم عقل اسکو محال بھی نہیں سمجھتی۔ پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا ہمارا اتفاقا وہ ہے کہ جس خدا کی جانب یہ بات منسوب کی جاتی ہے کہ اس نے رسولوں کو بھیجا اور ان پر کتابیں اور وحی نازل کیں وہ خدا نہایت ہی عظیم و حکیم ہے اس لئے جتنی آئندہ ہونے والی باتیں ہیں ان سب کا علم بھی اس سے ضرور ہونا چاہئے۔ پس جب اس سے یہ معلوم تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ ہوں گے اور رسالت کا دعویٰ کرینگے اور ساری علامتیں آپ پر منطبق ہو جائیں گی اور وہ مقصود نہ ہوں گے بلکہ جو مقصود ہوں گے وہ اُن کے بعد آئیں گے تو ضرور تھا کہ اپنی حکمت کے مقتضا کے موافق وہ ہکوا سپر ضرور آگاہ کر دیتا چلتا ہے ان کتابوں میں صرف اتنا ہی کیوں نہ کہہ دیتا کہ آئندہ ایک شخص مدعی رسالت پیدا ہوگا اور میرے رسولوں کی کتابوں میں جو علامتیں مذکور ہیں وہ سب آپ پر منطبق ہو جائیں گی لیکن وہ میری مراد نہ ہوگا بلکہ میری مراد صرف وہ شخص ہوگا جو اُس کے بعد آئے گا اور چونکہ خدا کے سبحانہ کی جانب سے اس قسم کی کوئی اطلاع وارد نہیں ہوئی ہے اس لئے لازم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی یقیناً مراد ہوں اور ان علامات کا وہ خصوصیت میں پائے جانے کا احتمال جبکی نسبت تم کہتے ہو کہ عقل اسے محال نہیں سمجھتی تو اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ وہ بلا شک محال ہے کیونکہ اس سے یا تو اللہ تعالیٰ کا آئندہ کے واقعات سے جاہل اور ناواقف رہنا لازم آئے گا یا یہ ماننا پڑے گا کہ خدا کے اعمال حکمت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنے بندوں کو دیکھ کر میں ڈال کر تباہ ہے اور یہ تمام چیزیں محال ہیں (جیسا کہ یہ امر جہاں خدا کی صفات کا بیان ہوا ہے ثابت ہو چکا ہے) پس جو شے محال کو مستلزم ہے وہ بھی محال ہوگی۔ اس بنا پر ان علامتوں کے وہ خصوصیت میں پائے جانے کو عقل

ہرگز تجویز نہیں کر سکتی اسلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی جنہیں یہ ساری علامتیں تمام ہائی گئی ہیں قطعاً مراد نہیں ہے اور ہم اپنے استدلال کی تقریر میں پورے طور سے اس کی شرح بیان کر چکے ہیں پس بلا کسی شک و شبہ کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہم برابر تصدیق کرتے ہیں۔ گئے۔

پھر یہ بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اُس فرقہ کی جانب مائل ہوئے جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر اس طرح استدلال کیا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے میں سچے نہ ہوتے تو آپ کی تصدیق پر یہ سارے دانا اور عقلمند فرقے اتفاق نہ کر لیتے بعد اسکے کہ وہ آپ کے نہایت شدت سے مخالف تھے اور آپ کی بڑے زور و شور سے تکذیب کیا کرتے تھے اور اپنے عقائد و رسموں کے بڑے حمایت کرنے والے تھے اور انکو آپ کے صدق کی اس قدر کثرت سے دلیلین ملنی لگیں کہ یہ سارے عقلمند فرقے آپ کی تصدیق پر متفق ہو گئے اور انکو اس قدر کثرت سے دلیلین مل گئیں اسلئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم صادق ٹہرے تو یہ لوگ اُن سے کہنے لگے احتمال ہے کہ ان فرقوں کی دلیل میں سے ہر دلیل ظنی ہو جس سے یقین نہ حاصل ہو سکتا ہو اور جب یہ حالت ہو تو ساری دلیلین مجموعی طور پر بھی ظنی ہی نہیں گی کیونکہ مجموعہ کی حقیقت سوائے ان آحاد و اجزاء کے اور کچھ نہیں ہو سکتی پس اعتقاد اور دین کے چھوڑ لینے کے بارہ میں اس پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بے مانیہ کی وجہ سے اُن میں سے ہر فرقہ کی ظنی دلیل کو یقینی دلیل کا لباس پہنا دیا ہو پس اس فرقہ نے ان لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ان فرقوں میں سے انھوں نے ان دلیلوں سے استدلال کیا ہے ہر فرقہ کی یہ حالت ہے کہ جب انہیں ماضی غور کر دیا اور یہ دیکھے گا کہ وہ سب عقلمند اور اپنے عقائد اور عادات کے بڑے حامی و طرفدار تھے تو اُس کی عقل ہرگز اس کی تصدیق نہ کرے گی کہ ان فرقوں نے اپنے دین اور اپنی رسموں کے ترک کرنے میں کسی ظنی دلیل پر اعتماد کیا ہو اور اپنی دلیل کی تنقیح اور بارہ میں یقینی دلیل پر اعتماد کرنے میں سستی یا کوتاہی کی ہو کیونکہ جس امر کی انھوں نے پیش قدمی کی ہے اس پر ان کا پیش قدمی کرنا کوئی معمولی اور ہلکی بات نہیں ہے یہاں تک کہ وہ اس بارہ میں تحقیق و تدقیق سے کام نہ لیتے اور اُس کو مہمل رہنے دیتے۔ پس جس چیز کے کہ عقل سلیم کی تسکین ہو سکتی ہے وہ یہی ہے کہ ان میں سے ہر طائفہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے میں سوائے قطعی دلیل کے جس سے یقین حاصل ہو سکے اور کسی دلیل پر اعتماد نہیں کیا ہے اور اگر فرض کر لیا جائے کہ اُن دلیلوں میں سے ہر دلیل کا یقینی ہونا اس تقریر سے قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا تاہم ان ساری دلیلوں کا ایک ہی نتیجہ پر مشفق ہو جانا اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق ہے خود ایک مستقل دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس سے ہمیں آپ کے دعوے کی صحت کا قطعی علم حاصل ہوتا ہے اور آپ کا یہ کہنا کہ جب علیحدہ علیحدہ ہر ایک دلیل ظنی ہو تو ان سب دلیلوں کا مجموعہ بھی ظنی ہی ہو گا کیونکہ مجموعہ کو ان آحاد و اجزاء کے کہے بھائی طور پر لحاظ کرنے کے اور کسی چیز کا نام نہیں ہے تو یہ کہنا تسلیم کے قابل نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ مجموعہ کو ان آحاد و اجزاء کا نام ہے لیکن ہر چیز کے اور مجموعہ کے حکم میں محسوسات اور معقولات دونوں کے اعتبار سے بڑا فرق ہے دونوں کا ایک حکم نہیں ہو سکتا جیسا کہ پوشیدہ نہیں اسکو تفصیل اُس مقام پر گذر چکی ہے جہاں اُن فرقوں کی دلیلوں میں تاویل کرنے والے لوگوں پر رو کیا گیا ہے جنھوں نے

ان لوگوں کا اس فرقہ میں اس کا شک ہے اس فرقہ کے عقائد اور عادات کے اعتبار سے اس فرقہ کی دلیل میں اس فرقہ کا نام ہے اس فرقہ کے عقائد اور عادات کے اعتبار سے اس فرقہ کی دلیل میں اس فرقہ کا نام ہے اس فرقہ کے عقائد اور عادات کے اعتبار سے اس فرقہ کی دلیل میں اس فرقہ کا نام ہے

اُس شخص کو سچا سمجھا تھا جسے بادشاہ نے بہجھا تھا اور اس موقع پر اسکا کچھ اور بیان کر دیا جائیگا) کیا آپ یہ نہیں دیکھتے کہ ایک
 موٹی سی سی چند مہینوں تاگوں کا مجموعہ ہوتی ہے جس میں سے ہزار کو ایک چھوٹا سا بچہ بھی تہنہ منقطع کر سکتا ہے لیکن ان سب باروں کا
 مجموعہ جسے سی کہتے ہیں اس کے قطع کرنے سے قوی سے قوی شخص بھی عاجز ہے اور یہی کیفیت اُس حالت میں بھی ہے
 اگر کسی جمع سے ایک جماعت کثیر جس میں کہ وہ ایک تقریر کرنے والے کے پاس حاضر تھے جس نے اُن میں تقریر بیان کی تھی نکلے
 اور اُن میں سے ہر شخص یہ خبر دے کہ مقرر اُننا تقریر میں منہر گڑا اور اُس کا سر ہیٹ لگیا۔ پس اس صورت میں اُن میں سے
 ہر شخص کی خبر علیحدہ علیحدہ اگرچہ غلطی ہے ہر ایک میں احتمال ہے کہ اس نے جھوٹ کہہ دیا ہو لیکن اُن سب لوگوں کی خبر مجموعی
 طور پر ضرور یقین کو مفید میں عقل سہاوت کو محال سمجھتی ہے کہ اتنی بڑی جماعت کی جماعت نے جھوٹ بولنے پر اتفاق کر لیا چلا لاکہ
 ہر ایک اُن میں سے ایک جدا جدا خیال کا آدمی ہو اور کوئی ایسا جامع بھی نہ پایا جائے خواستہ بہت سے لوگوں کو اس جھوٹی خبر
 کے تراش لینے پر اکٹھا کر دے۔ اور ایسا ہی اس وقت بھی ہے جبکہ ایک جماعت کی جماعت یہ کہے کہ حاکم اپنے سفر سے اُس
 شہر میں لوٹ آیا ہے پس کوئی قویہ کہتا ہو کہ سینے کج اوکے بعضے نوکروں کے پاس دیکھا ہے کہ اُس کے کپڑے آگے نہیں
 کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے خاص خادموں کو جو اس کی خدمت میں رہا کرتے ہیں دیکھا ہے کہ وہ آگے نہیں کوئی یہ کہتا ہو کہ
 میں نے اُس کے عزیز لڑکے کو جسے کہہ دیا سفر اور کیا حضر عیشہ اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اُس کی عادت ہے کہ کبھی
 اس سے جدا نہیں ہوتا وہ بھی اگیا ہے کوئی کہتا ہو کہ میں نے توپیں سرسورنے کی آواز سن کر بعض توپخانہ والوں سے اس کا
 سبب پوچھا تھا تو وہ کہتے تھے کہ آج شہر میں حاکم وارد ہوا ہے اسی لئے توپیں سرسورنے میں کوئی کہتا ہو کہ میں نے اُس کے
 اہل عملہ کو دیکھا ہے کہ کشتی سے اترتے وقت امیر کو سلام کرنے اور اُس سے ملاقات کرنے کے لئے جلدی جلدی آجائے
 تھے اور انہیں سے یہ خبر بھی مجھے معلوم ہوئی ہے اسی طرح کسی نے کہہ دیا اور کسی نے کہہ دیا اور میں نے ہر ایک سے ایک ایسی دلیل بیان
 کی کہ جب اُسے سمجھواتے دیکھا جائے تو ظنی ہے لیکن عقل ایسے موقع پر ہر دلیل کو علیحدہ علیحدہ لحاظ نہیں کرتی بلکہ سب کو مجموعی
 طور پر دیکھتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ ساری دلیلیں اتفاقی طور سے ایک ہی بات پر ہرگز اکٹھا نہیں ہو سکتیں اور یہی وجہ سے
 حاکم کی آمد کا قطعی طور پر یقین کر لیتی ہے پس یہ بات ظاہر ہو گئی کہ ان دلیلوں میں سے ہر دلیل چاہے ظنی ہی کیوں ہو
 لیکن سب ملکر ضرور یقین کو مفید ہوں گی اور مجموعی طور پر اُن سے بلا شک قطعی علم حاصل ہو جائیگا کہ آپ لوگوں کا یہ کہنا حتمی
 ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی فطرتی تیزی اور قوت بیان کے زور سے ہر فرقہ کے لئے ظنی دلیل قائم کر دی اور
 اوسکو یقینی دلیل کے پیرایہ میں مزین کر کے ظاہر کر دیا ہو تو اس بات کا وہ شخص قائل ہو سکتا ہے جسے اُن دلائل کی حقیقت
 سے کچھ واقفیت ہی نہ ہو جن پر کہ ان فرقوں نے اعتماد کیا ہے کیونکہ اُن میں سے اکثر دلیلیں ایسی ہیں جنکے حصول میں محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو ذرا بھی دخل نہیں پس کیونکہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ ہی نے اُن دلیلوں کو قائم کیا ہو اور یقین
 کے پیرایہ میں انہیں مزین کر دیا ہو اور تو کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیونکر ممکن تھا کہ آپ فصحا و بولغا میں قرآن کے
 سارے سے عجز کو پیدا کر دیتے اگر خود قرآن ہی مجزئہ واقع ہوا ہوتا (اور جو شیعہ اس پر وارد ہوتے ہیں اُن کا جواب
 اُس موقع پر گزر چکا ہے جہاں پیشتر مادی فرقہ سے گفتگو ہوتی ہے پس چاہئے کہ وہیں دیکھ لیا جائے)

فرض کر لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو علامتیں رسل سابقہ کی کتابوں میں اخلاق اور افعال اختیار کر کے قبیل سے مذکور نہیں
 اپنے میں پیدا کر لی ہوں مثلاً یہ کہ آپ نیکی سے محبت اور گناہ سے عداوت رکھیں گے۔ انصاف سے حکم کریں گے
 کھارے سے محارہ کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ تو کیا آپ کو اپنے میں جسمانی علامتیں پیدا کر لینا بھی ممکن تھا مثلاً یہ کہ آپ کے دونوں ٹو
 کے مابین اس کے بادشاہ کی علامت ہوگی اور یہ کہ آپ قوی ہوں گے۔ اور کیا ان علامتوں کا پیدا کر لینا بھی آپ کے اختیار
 میں تھا کہ جو اختیار ہی نہ تھیں بلکہ عالم میں اقبال منہی میں جنکا شمار ہے جیسے کہ فرقوں کا آپ کے ماتحت ہونا۔ اور
 کرایا کا بادشاہوں کے پاس سے آپ کے پاس وارد ہونا۔ مالداروں کا آپ کی اطاعت کرنا۔ اور صحرا کا آپ کے ذکر
 کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنا۔ اور صحرا سے مراد وہ دیار ہیں جن میں قہل سکونت پذیر تھے اور آپ کا (ایسے) پتھر (کے مانند)
 ہونا جسے معاروں نے روکیا ہوا وہ کوئے کا سر ہلایا ہو۔ اور آپ کو فرقوں پر حکومت ملنا۔ حبشہ کا آپ کے سامنے گہنوں
 کے بل گر پڑنا۔ عین کے بادشاہوں کا آپ کے پاس قربانیاں لیکر آنا اور ان فرقوں کا آپ کے ساتھ فرقوں کی اطاعت سے
 پیش آنا۔ آپ کو سب کا سونا دیا جانا۔ روئے زمین پر آپ کا اور آپ کے پیروی کرنے والوں کا زراعت کثیر کے مثل ہونا
 آپ کی سلطنت کا دن بدن بڑھنا جانا۔ آپ کے عہد کے بعد جنوں کا ٹوٹ جانا اور زمین بڑھال ہونا جانا۔ اور جن بادشاہوں سے
 آپ کا محارہ ہوا ہو پرندوں کا آنے کی خوشی کو کہنا۔ آپ کے پیروی کرنے والوں کا بادشاہوں کو طوق و بھریں میں باندھ کر
 لے چلنا اور گہنہ۔ خدا کا ان سے قوم نبی اسرائیل کو غیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا۔
 (ان علامتوں کا انطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا پس وہیں دیکھنا چاہئے)
 پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے ہمیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کئے تھے سب
 ناممکن ہیں عقل سلیم جو تصدیق سے خالی ہوا کی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی
 بلا کسی شبہ کے بلا تصدیق کرتے رہیں گے۔

پھر یہ بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ اس فرقہ کی طرف جھکے جو طبعی اور مادہ کا قدیم ماننے والا فرقہ تھا پہلے
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی تھی اور آپ کا پیروں لگایا تھا اس لئے کہ محمدی عالم نے اس فرقہ کے لئے ایسے دلائل
 بیان کر دیئے تھے اور ان کی تشریح کر دی تھی جو خدائے عالم اور وحی سے انکار کرنے کے بارہ میں ان کے مذہب کے
 بطلان پر اور نیز اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح اور عقل کے موافق ہے اور اسکے احکام
 یقینی ہیں اور اس کے ساتھ ہی جتنے شبہ کہ طریقی تصدیق میں انکو سد راہ ہو سکتے تھے ان سب کو اس نے دفع کر دیا
 تھا پس ان بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگوں نے بعد اسکے کہ مذاکرات اور مباحثات پر اطلاق حاصل کر لی جس
 فرقہ اور محمدی عالم کے مابین واقع ہوئے تھے یہ دیکھا کہ جتنے شبہوں سے اس فرقہ کو شک میں ڈالنے کی انہیں امید
 ہو سکتی تھی ان سب کو اس محمدی عالم نے اپنے مباحثوں میں دفع کر دیا ہے اور سب کا بطلان ظاہر کر دیا تو یہ لوگ اپنا
 منہ لیکر رہ گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے لئے اس فرقہ کے ساتھ سوائے اسکے کچھ گنجائش باقی نہیں رہی کہ ہم اس فرقہ
 والوں کو اس عالم کی گفتگو کے بارہ میں مشکوک بنا دیں جبکہ وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کرنے

خدا کا ان سے قوم نبی اسرائیل کو غیرت دلانا۔ ایک جاہل قوم سے انکو غیرت دلانا اور غضب ناک کرنا۔
 (ان علامتوں کا انطباق اس فرقہ کی گفتگو میں گذر چکا ہے جسے ان علامتوں سے استدلال کیا تھا پس وہیں دیکھنا چاہئے)
 پس ہماری تقریر سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ جتنے احتمال تم لوگوں نے ہمیں شک میں ڈالنے کے لئے وارد کئے تھے سب
 ناممکن ہیں عقل سلیم جو تصدیق سے خالی ہوا کی ہرگز تصدیق نہیں کر سکتی اس لئے ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی
 بلا کسی شبہ کے بلا تصدیق کرتے رہیں گے۔

میں اُن کی تسکین ہو گئی ہے پس اُن سے کہنے لگے کہ شاید اس عالم کی قوت بیاہیہ اور قوت استدلال بڑھی ہوئی ہو اور اُس کی نظر وسیع ہو بہا جوں کے مختلف اسلوب و طرز اور اُن کے ہر طرح کے پہلوؤں سے کامل واقفیت رکھتا ہو اُس نے اپنی جادو بیانی کے منتر سے آپ لوگوں کی عقلوں کو بھالیا ہو یہاں تک کہ آپ کو یہ خیال بند ہو گیا ہو کہ جو کچھ آپ کے خیالات اور مذہب میں اُس کی شریعت کے مخالف ہے وہ باطل ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین صحیح و حق ہے پس آپ کو چاہئے تھا کہ آپ اپنے مذہب پر جمے رہتے اور اپنے اعتقادات کو جو بڑے بڑے چوڑے علوم پر مبنی ہیں محض اس عالم کی گفتگو اور مباحثہ کیونہ سے نہ چھوڑ بیٹھتے تو اس فرقہ نے اُن لوگوں کو یہ جواب دیا کہ ہم لوگ دانشمند ہیں ہمیں مناظروں میں کامل دستگاہ حاصل ہے جو شخص ہم سے مناظرہ کرے ہم اُس کے مقابلہ میں پوری پوری فطانت سے کام لے سکتے ہیں اس لئے ہم ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے کہ یہ محمدی عالم بلکہ اس سے کوئی بہت ہی بڑا ہی کیوں نہ ہو ہمارے سامنے دلائل میں رنگ آمیزیاں کرنے اور ہم پر اُن کو ملتبس کر دینے کی قدرت رکھتا ہو اور کسی امر یا صواب اور غلط بات سے ہماری عقلوں کو تسکین دے سکتا ہو جتنی چیزیں اُن سے ہم سے مناظرہ کیا ہے اور اُن سے ہماری عقلوں کی تسکین کر دی ہے ان سب میں اُن سے واضح طور پر عقلی بیان کا طرز اور عقل صریح کے مقصدا کے موافق روش اختیار کی ہے چنانچہ پہلے تو اُن سے ہمارے لئے جو چیزیں اُن سے جو حقائق کائنات کی نسبت ہماری تحقیقات پر مبنی ہے مادہ عالم کا حدوث ثابت کر دیا پھر عالم کے پیدا کرنے والے خدا کے واجب الوجود ہونے اور اُن کے اُن صفات کے ساتھ موصوف ہونے جن پر کہ کائنات میں اُس کے آثار و الائل کرتے ہیں ہمارے لئے دلیل قائم کر دی اور جتنے شے اس خدا کے وجود کی تصدیق کرنے سے ہمارے لئے مانع ہو سکتے تھے سب کو دفع کر دیا اور واضح طور پر اس کی مثالیں بیان کر کے ہم کو سمجھا دیا اور ہماری عقلوں کو اس امر پر متنبہ اور بیدار کر دیا کہ کائنات کی تفہیم اور اُن کے اسرار و حکم سے جتنے مباحث کی تدوین ہمارے علوم کی کتابوں میں پورے پورے بیان کے ساتھ ہوئی ہے اس خدا کے پاک کے وجود پر اس کی عظمت صفات اور وفور حکمت پر ہم استدلال کریں پھر اُن کے بعد اُن سے ہمارے لئے مابین اُن امور کے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں وارد ہوئے ہیں اور ہمارے علوم میں جو امور و ظاہر اُن کے خلاف تھے اُن میں ہم تطبیق دیدی یہاں تک کہ شریعت میں جو چیزیں وارد ہوئی ہیں اُن سے ہمارا گریز کرنا ہمارا ہر ہم لوگوں کے اعتقادات پر اعتماد کرنے کے باعث سے خصوصاً انسان کے لئے بعث کے منکر ہونے سے انسانی دنیا میں جو نقصانات اور قباحتیں پیدا ہوتی ہیں اُن سے ہمیں کھلم کھلا دکھلائیں۔ پھر اُن کے بعد ہم نے اُن دلیلوں میں جو کیا جن پر ان فرقوں نے اعتماد کر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کر لی تھی تو ہمیں یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ سب دلیلیں صحیح اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق پر یقینی دلالت کرتی ہیں خصوصاً سب کی سب مجموعی طور پر جتنے اس قدر وفور کے ساتھ اتفاقی طور پر مجتمع ہو جائے گا ہرگز احتمال نہیں ہو سکتا۔ پس اس وقت ہمارے لئے پورے طور سے حق ظاہر ہو گیا اور حق کے ظاہر ہونے کے بعد ہر جان بوجہ کر گمراہی اختیار کر لینے کے اور کیا رہ گیا اور ہم لوگ تو ہمیشہ لوگوں میں اس کے دعوے بگھانا کرتے ہیں کہ صاحب ہم تو آزاد خیال کے ہیں ہمیں جہاں کہیں حق ملتا ہے ہاں تکلف قبول کر لیتے ہیں پھر بعد ان سب باتوں کے

بھی تم کو نہ دیکھنا دھینکی کریں اور مہر صواب کی مخالفت پر آمادہ ہو جائیں خصوصاً دھینکی بھی کیسی جسکا نتیجہ ابھی دیکھی
اور اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسران میں ڈالنا ہو پس بعد اسکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور پیروی اختیار کرنے
کے سوا ہمارے لئے اور کوئی گنجائش نہیں ہی اسلئے ہم نے کامل درجہ کے ایمان اور پکے یقین کے ساتھ محمد صلی
اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کر لی اور آپ کے پیرو بن گئے سو آپ لوگوں کا اس محمدی عالم کی گفتگو میں ہم کو شک نہ لانا کچھ نفع نہیں
دے سکتا آپ کو اور آپ کی غیر خواہی کو ہمارا اسلام ہے آپ اپنی غیر خواہی سے بچئے اور ہمارے پاس سے تشریف
لے جائے۔

اب اس وقت یہ بہانے اور شک میں ڈالنے والے لوگ ان فرقوں کے پاس سے غیب غیب کرتے ہوئے خالی ہاتھوں لوٹ
جاتے اور ان کا کچھ مدعا حاصل نہ ہو سکا۔ خدا فساد یوں کی کارروائی کو اس نہیں لگنے دیا کرتا۔

یہ تو ہو چکا اور سنئے کہ منجملہ تمام جاہل کے جملے ماہین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے رسالت کرتے کہڑے ہوئے تھے
ایک ایسا فرقہ بھی تھا جنکے خیالات نہایت ہی پست تھے عقل کند تھی اور تعصب میں ایسا کر تھا کہ چاہے پہاڑ ٹل جائے
لیکن وہ اپنی ہٹ دھرمی سے ذرا نہ ٹکے اور وہی مرخ کی ایک ٹانگ گایا کرے پس جب اس فرقہ نے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کا دعویٰ سنا اور ان تمام فرقوں کو آپ کی پیروی کرتے دیکھا تو اپنے سوراختیار سے بھی اچھا سمجھا کہ اپنے
معتقدات اور رسوم پرانہ و دہندہ تعصب کے ساتھ جسے رہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی ہلاکسی
بول اور سند کے صرف یہ کہ کذب تکذیب کیا کریں کہ صاحب ان اعتقادات اور رسوم پر تو ہم نے اپنے باپ دادوں
کو پایا ہے ہم تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی وجہ سے انہیں سے کچھ بھی نہیں چھوڑ سکتے اور پہلا کہہ کر چھوڑیں
حالانکہ ہمارے سلاف اسی پر رہے اور برسوں سے ہم بھی اسی پر عمل کرتے چلے آتے ہیں خلاصہ یہ کہ وہ اپنی اسی پست
خیالی اور اپنی اسی ہٹ دھرمی پر اصرار کیا کئے پس اس فرقہ کے لوگ نہایت ہی کمینہ طرز اور خطرناک طریق کی پیروی کے
ساتھ اپنی جگہ ہی میں رہے اور انھوں نے امر صواب کا اتباع نہ کیا اور عقلمندوں کی طرح اپنی اختیار کی ہوئی باتوں کے
بارہ میں گفتگو کرنے سے کنارہ کش رہے انھوں نے اپنے خیالات کی جابلانہ طور پر حمایت کی۔ پس خسران کے غاروں
میں جا کر رہے۔ اور ذلت و خواری کے سب سے نیچے طبقہ میں آ کر گئے خدا نے پاک اس عداوت اور سرکشی میں انکو ہرگز محذور
نہ رکھے گا قیامت کے دن اُسے جزا و انتقام دے گا۔

اور اگر کہا جائے کہ اس فرقہ کے خیالات تو بالکل پست اور یہ تو عقل کا گنہ تھا جیسا کہ ابھی تم نے ذکر کیا پس شاید خدا کے
نزدیک ان کا یہ عذر چل جائے اور وہ یہ کہیں کہ اے ہمارے رب جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت کا دعویٰ
کیا تھا تو ہمیں اتنی سمجھ ہی نہ تھی جس سے انکے دعوے کی توضیح کرنے تک ہماری رسائی ہو سکتی۔ اسلئے ہم انکی تکذیب
پر اصرار کرتے رہے تو میں کہوں گا انکے خیالات کا پست اور عقلوں کا گنہ ہونا اسوجہ سے نہیں تھا کہ انکی اصل خلقت
میں کسی قسم کا نقصان تھا اور ان کی عقلوں میں کوئی فطری ضعف تھا جسکی وجہ سے وہ مجھوڑوں اور حیوانات کے درجہ پر
آ کر جائیں یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی تکذیب پر جسے رہنے اور اس کی تحقیق نہ کرنے میں

یہ جملہ فرقے جو
کچھ خیالات بیان
کئے ہیں ان میں سے
بہت سے فرقے ہیں
جو کہ انکے خیالات
بہت ہی پست ہیں
اور انکے عقائد
بہت ہی گنہگار
ہیں۔

اور بہترین پہنچ کر ان لوگوں کے ساتھ لیل و نهار سے کام نہ چلے گا انہیں نصیحت لفع نہ بخشے گی اور ان کو ہدایت کرنے کا کوئی
 ثمرہ نہ ہوگا بلکہ انہوں نے اپنی گمراہی میں پڑے رہنے اور دین حق اور راہ راست کی پیروی قبول نہ کرنے اور اپنے نفس
 کے ساتھ بدسلوکی کرتے رہنے سے گذر کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے متبعین کی ایذا رسانی
 میں بھی کوتاہی نہیں کرتے تھے انہیں جب کبھی موقع ملتا تھا تو ان کے ساتھ مکاری و دغا بازی سے پیش آتے تھے ان کے
 دین کے سہمہ میں اڑکھا لگاتے تھے ان کے لئے نئی نئی ضرر رساں بائیں ایجاد کیا کرتے تھے ان کے ساتھ شریروں اور
 خدا دلوں کا سامنا کرتے تھے تو پھر اس وقت خدا نے آپ کو اعزاز دی کہ آپ اپنے اعداء اور جھگڑاؤ و دشمنوں سے
 جو بالکل کئی طبیعت اور نا سچہ میں جہاد کریں اور بجائے ترغیب کے مجبوراً ترہیب سے کام لیں اور اس طرح پر ان کی ایذا رسانی
 اور خدا کو دھوکہ دیں اور سرکشی و عناد کی بڑھتی کاٹ دیں اور ایسا تو بسا اوقات ہوتا ہے کہ نیکوں کی سلامتی کے لئے
 شریروں کی بیخ کنی پر جہاد کی جاتی ہے اور اگر کسی کا کوئی عضو مریض ہو جاتا ہے تو ہلاکت سے بچانے کے
 لئے اس کا وہ عضو قطع کر دیتے ہیں لیکن خدا نے جہاد کو ایسے حدود پر مقرر و مشروع کیا ہے جس سے رفق و آسانی
 کی بھی گنجائش باقی رہتی ہے اور شفقت و انصاف ہاتھ سے جانے نہیں پاتا اور صورت انکی یہ ہے کہ مخالفین کو
 پہلے اسلام اور خدا تعالیٰ کی توحید اور جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کی تصدیق کیجاں
 مخلصیت حسنہ کے ساتھ دعوت دیجاتی ہے پس اگر انہوں نے قبول کر لیا تو بہت اچھی بات ہے پھر تمام مسلمانوں
 کی طرح وہ بھی سمجھے جاتے ہیں اور اگر ان کو قبول نہ ہوا تو پھر اگر وہ مشرکین عرب میں سے ہوئے جنگی نکت میں شریعت
 محمدی نازل ہوئی ہے اور ان کو کسی آسمانی کتاب یا دین کا نسخہ بھی نہ ہوا بلکہ وہ بت پرست یا آتش پرست یا انہیں
 کی طرح اور کوئی نکلے تو ان کے لئے حکم ہے کہ قتل کئے جائیں (جیسا کہ یہ حکم موسوی شریعت میں ساتوں فرقوں کے
 میں میں آتا ہے وہ فرقے عیسائین ہیں اور جنکا ان کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ سفر استنشا میں ہے اور نیز انہی شریعت
 میں مرتد اور بتوں کے لئے جانور قتل کرنے والے اور بتوں کی عبادت کی ترغیب دینے والوں کے حق میں بھی یہی
 حکم تھا) اور اگر وہ مسلمہ کین عرب میں سے نہ ہوئے تو ان کے کہا جاتا ہے کہ جزیہ اور اطاعت قبول کر کے صلح کر لیں
 اگر انہوں نے اسے قبول کر لیا تو ان کی جائیں مسلمانوں کی جانوں کی طرح ان کے مال مسلمانوں کے مالوں کی طرح انکی
 اہم مسلمانوں کی اہم کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے ان حقوق میں ذرا بھی کوتاہی گوارا نہیں کیجا سکتی چاہے وہ ذرا ہی سی
 بات کیوں نہ ہو یہاں تک کہ ان کی غیبت کرنا ان کو گالی دینا یا کسی دینی نکتہ کو دینے والی شے سے ایذا پہنچانا ہرگز
 جائز نہیں ہاں اگر کوئی ایسی ہی شریعتی وجہ پائی جائے جس سے مسلمانوں کو بھی سزا دیجا سکتی ہو تو انہیں کے مثل
 انہیں بھی سزا دیجا سکتی جیسے مثلاً آدیب کی غرض سے ۔

اور اگر انہوں نے جزیہ دینا اور اطاعت کرنا بھی قبول نہ کیا تو پھر اس وقت ان سے محارہ کیجا جاتا ہے مسلمانوں کو انکا مال
 اور انکا خون مباح ہو جاتا ہے وہ انکو غلام بنا سکتے ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں ان ساتوں مذکورہ
 فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں یہی حکم تھا اور پھر جہاد کی کچھ حدیں بھی مقرر ہیں کہ ان سے تجاوز کرنا جائز نہیں

چنانچہ حکم ہے کہ بچے اور عورتیں نہ قتل کی جائیں اور نہ وہ اشخاص جو گوشہ گیری کو اپنے نزدیک عبادت سمجھ کر گوشہ گیر ہو گئے ہیں (یعنی رازیب) ہاں اگر ان میں سے کسی کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کی ہلاکت کا باعث ہو گا چاہے صرف طرح طرح کی تدبیریں ہی بنا کر کیوں نہ ہو تو وہ نہیں چھوڑا جاسکتا۔

اور شرائع سابقہ کے ماننے والوں میں سے جو لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہو گئے تھے ان میں سے بعض بعض نے شروع شروع میں جہاد کو نازیبا سمجھا تھا اسلئے کہ انہیں جانیں تلف کی جاتی ہیں۔ مال لوٹ لیا جاتا ہے۔ انسان کو غلام بنایا جاتا ہے۔ لیکن بعد اسکے کہ انہوں نے انصاف سے کام لیا اور شریعت محمدی کا شرائع سابقہ سے مقابلہ کر کے دیکھا تو انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو ان امور میں سے اس شریعت میں منسوب سمجھی جاسکے اور اشرائع سابقہ کے حکم کا کے علاوہ انہیں کوئی نیا حکم پایا جاتا ہو۔ بلکہ کوئی چیز ایسی جو شرائع سابقہ میں نہ تھی اور یہاں پائی جاتی ہے اگر سبکی تو یہ ہے کہ اس میں بہت سی تحقیقات اور آسانیاں کر دی گئی ہیں جو پہلے نہ تھیں چنانچہ شریعت محمدیہ میں مشرکین عرب اگر ایمان نہ لائیں تو جہاں انہیں قتل کرنے کا حکم ہوا ہے اسکے ساتھ یہ بھی حکم ہے کہ انکے بچے اور عورتیں قتل کی جائیں انکا قتل کرنا حرام ہے بخلاف موسوی شریعت کے کہ اس میں فرقہ حیثیتیں وغیرہ سات فرقوں کے حق میں جہاد کو کفر مستثنیٰ میں ہے یہ حکم نہ تھا بلکہ انکے لئے اس شریعت میں یہ حکم تھا کہ ان میں سے جتنے ذی حیات ہوں خواہ مرد ہوں یا عورتیں ہوں یا بچے سب کے قتل کیے جائیں اور اسی موقع پر مذکور ہے کہ ان ساتوں فرقوں کی تعداد نبی اسرائیل میں سب سے زیادہ تھی پس خدا نے نبی اسرائیل کی سلامتی کے لئے جو اجماع بنا رکھا ان سب کے قتل کا بے کٹ حکم دیدیا اور انکے ہلاک کرنے کے بارے میں نہایت شدت کے ساتھ امر فرمایا چنانچہ سفرہ مدین ارشاد ہے کہ اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک کر ڈالو۔ پھر اگر تم اس زمین کے سارے بسنے والوں کو ہلاک نہ کرو گے تو جو لوگ ان میں سے باقی رہ جائیں گے وہ تمہارے لئے تمہاری آنکھوں میں میخوں کے مثل اور تمہارے پہلوؤں میں نیزوں کے مثل معلوم ہوں گے اور اس زمین میں جس میں تمہاری سکونت ہوگی تم پر ظلم کریں گے اور پھر انکے ساتھ جو معاملہ کرنے کا میں نے ارادہ کیا تھا وہ تمہارے ساتھ کروں گا رہا ساتوں فرقوں کے علاوہ اور فرقوں کے حق میں موسوی شریعت کا حکم وہ شریعت محمدی ہی کی طرح ہے کہ مخالف پہلے صلح کی جانب ہلائے جائیں گے۔ پس اگر اسکو منظور کریں اور اطاعت قبول کر لیں خواہ ایمان لا کر یا جہزہ اختیار کر کے تو بہت بہتر ہے اور اگر وہ اسکو منظور نہ کریں تو انے محاربہ و قتالہ کیا جائے پھر جب اپنے غرض پابی حاصل ہو تو انکے مرقعہ قتل کئے جائیں عورتیں اور بچے گرفتار کر کے لوٹ دیں و غلام بنائے جائیں انکے جانور اور مال و متاع سب لوٹ لیا جائے اور مجاہدوں کو تقسیم کر دیا جائے جیسا کہ سفر مذکور میں ہے (اسلامی کتابوں میں یہ مشہور ہے کہ غنیمت میں جو کچھ حاصل ہوتا تھا وہ پہلی استوں کے لئے حلال تھا بلکہ اسکا جلا دنیا انہیں واجب تھا۔ ذرا یہ غور کرنے کی بات ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد انہیں احکام پر جو توجہ تھی وہ یہ ممکن ہے کہ اگر تم سابقہ میں بھی حکم ہوا یہ کہ بہت قلیل حصہ مجاہدین کا حق ہو باقی جلا دیا جاتا ہو بخلاف ہماری شریعت کے کہ اس میں کچھ مجاہدین

میں تھے۔ یوشع علیہ السلام چلتے ہوئے اور انہوں نے لاکھوں ہی کو قتل کر ڈالا جیسا کہ ان کی کتاب کے پہلے باب سے لیکر
 گیارہویں باب تک کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے اور ان کی کتاب کے بارہویں باب میں اس کی تصریح موجود ہے کہ انہوں
 نے کفار کے بادشاہوں میں سے اکتیس بادشاہ قتل کئے اور بنی اسرائیل کو ان کی مملکت پر تسلط حاصل ہو گیا۔ اور سفر سموئیل
 سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ داؤد علیہ السلام ساری بستی کو چار ڈالتے تھے اور اہل جاسور۔ جزر اور عالقہ میں سے کسی
 مرد یا عورت کو زندہ نہیں چھوڑتے تھے ان کے چانور اور مال و متاع کو لوٹ لیتے تھے اور سفر زکریا سے یہ کہ جہات کے رہنے
 والے داؤد علیہ السلام کے غلام ہو گئے تھے اور انکو خراج دیا کرتے تھے اور انہوں نے عازر سے ایک ہزار سات سو
 سوار اور بیس ہزار اس کے پیادے لئے اور قبیلہ آرام میں سے بائیس ہزار کو مارا اور یہ کہ انہوں نے مدیانون کے ساتھ
 گہوڑوں اور چالیس ہزار سواروں کو قتل کر ڈالا اور یہ کہ انہوں نے ان قوموں کو جو قریہ رایہ میں رہتی تھیں گرفتار کیا اور اردوں
 سے چر ڈالا اور وہے کے موسلوں سے انہیں کچلا اور چہروں سے ان کے ٹکڑے کر دیئے اور اسی طرح بنی عوں کے سا
 قریوں کے ساتھ کارروائی کی اور اول سفر ملوک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیا علیہم السلام نے ان لوگوں میں سے جو اسکا
 دعوے کرتے تھے کہ ہم لوگ بعل کے نبی ہیں چار سو پچاس آدمیوں کو فوج کر ڈالا اور کچھ بھی داؤد علیہ السلام نے اپنے
 تمام اعمال کو ٹیکوں میں سے شمار کیا اور منجملہ ان کے اعمال کے ان کے جہاد بھی تھے اس لئے کہ انہوں نے زبور کے
 اٹھارہویں باب میں کہا ہے اور یہ ارب مجھے میری ٹپکی کے مثل جزا دے گا اور میرے ہاتھ کی باکی کے مثل مجھے
 بدلا دیگا اس لئے کہ میں نے رب کے رستوں کی حفاظت کی ہے اور میں نے اپنے خدا کے ساتھ کفر نہیں کیا اس لئے کہ
 ان کے سارے احکام میرے گئے ہیں اور ان کے عدل کو میں نے اپنے سے دور نہیں ہونے دیا اور میں بلا عیب
 ان کے ساتھ رہوں گا کیونکہ ان کے میرے گناہ سے میری حفاظت کی ہے اور خدا کے اسباب کی شہادت ہی
 ہے کہ ان کے جہاد اور عہد نیک افعال خدا کے نزدیک مقبول ہیں کیونکہ اس نے اول سفر ملوک میں اس طرح کہا ہے
 میرا بندہ داؤد ہے جس نے میری وصیتوں کی حفاظت کی اور پورے دل سے میری اطاعت اور میرے سامنے نیک
 عمل کئے اور پولس نے ان انبیاء کے لئے شہادت دی ہے کہ کفار سے جہاد کرنے کے بارہ میں ان کے اعمال
 نیک تھے گناہ کے قبیل سے نہ تھے اور ان کا مشاققت ایمان اور حجت کے وعدوں کو حاصل کرنا تھا نہ شکملی اور
 ظلم اگرچہ ان میں سے بعض کے افعال ظاہر نہایت ہی شدید قسم کے ظلم معلوم ہوتے ہیں خصوصاً بچوں کا قتل کرنا
 گناہ سے بالکل نے لوط میں اس لئے کہ ان کے رسالتِ عبرانیہ میں اس طرح کہا ہے اور میں کیا کہوں اس لئے کہ میرے
 لئے وقت تنگ ہے۔ اگر میں جدعون۔ ہاراق۔ شمسون۔ یفتاح۔ داؤد۔ سموئیل اور ان انبیاء کا حال بیان کروں جنہوں
 نے ایمان جمالک پر غلبہ حاصل کیا۔ ٹپکی کے کام کئے سب سے وعدے حاصل کئے۔ شہیروں کے منہ بند کر دیئے
 ان کا زور ٹھنڈا کر دیا۔ تنوار کی دہار سے ٹھٹھاتی ضعف سے بچے رہے۔ جنگ میں بڑے شدید ہو گئے۔ بیگانوں
 کے لشکروں کو شکست دی۔ اور اگر کوئی منہ پھریا کہہ کہ داؤد کے جہاد و استقامت تو سلطنت اور ملکات حاصل کر سکتے
 کے لئے تھے تو ہم کہیں گے کہ ایسی بات دین کی کمی سے ناشی ہے کیونکہ داؤد علیہ السلام کا ان لوگوں کو خصوصاً

محمودوں اور سچوں کو قتل کرنا وہ حال سے خالی نہیں یا تو خدا کے نزدیک پسندیدہ اور ان کو حلال ہو گیا خدا کے نزدیک سچوں اور غیر حرام ہو گا پس اگر پہلی صورت ہو تو ثابت ہو گیا کہ پہلی شریعتوں میں خدا ہی کی جانب سے جہاد مشہور تھا اور اگر دوسری بات ہو تو لغو بالمدیر لازم آتا ہے کہ خدا نے ان کے حق میں چھوٹی شہادت دی جس کو ہم سفر ملوک سے پہلے قتل کر چکے ہیں اور نیز اس بنا پر اپنے بارہ میں خود انہیں کا قتل چھوٹا ہو جائیگا اور ان کے حق میں پولس کی شہادت کافی ٹھہریگی اور یہی بات ہے جسکو ہر وہ شخص جو ان کتابوں کے ساتھ اعتقاد رکھتا ہو گا ہمیں سے یہ اقوال قتل کے گئے ہیں ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا اور یہ بھی لازم آئے گا کہ ہزاروں بے گناہوں اور غیر واجب القتل لوگوں کا خون ان کی گردن پر ہو حالانکہ ہلاک کر لینے کے لئے ایک نیک آدمی کا خون ہی کافی ہے تو پھر انکو آخرت میں کیونکر نجات مل سکتی ہے مختصر یہ کہ اگر چارے لئے خدا کے نزدیک جہاد کے مشہور ہونے اور شریعت خداوندی کے موافق مخالف قتل کرنے کی دلیل سوائے اسکے کچھ بھی ہوئی کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنے نزول کے وقت دجال اور اسکے لشکر کو قتل کرینگے جیسا کہ اہل انساوتی کی جانب دوسرے خط کے دوسرے باب میں اور مشاہدات کے نویں باب میں اسکی تصریح موجود ہے تو جب بھی ہمارے لئے یہی کافی دوائی دلیل ہے۔

جب ہم خدا کی حدت کی جانب نظر کرتے ہیں جو کہ فاضل مختار ہے اور جسکے افعال ظلم کے ساتھ موصوف نہیں ہو سکتے بلکہ اسکے سارے اعمال سراسر عدل و حکمت ہی پر مبنی ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے پاک کی یہ عادت ہے کہ وہ کفر کو مبغوض رکھتا ہے اور آخرت میں یقیناً اُس کی سزا دیگا اور اسی طرح وہ گناہ کو بھی مبغوض رکھتا ہے اور کبھی کبھی کفار اور گنہگاروں کو دنیا میں بھی سزا دیتا ہے چنانچہ کبھی کفار کو علی العموم عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا۔ پس ان میں سے سوائے کشتی والوں کے اور کوئی نہ بچا اور کبھی خاص طور پر کبھی عرق کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ فرعون اور اسکے لشکر کو اسنے عرق کر دیا اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ اُسنے جس رات بنو اسرائیل مصر سے نکلے تھے اہل مصر میں سے تمام انسان اور چوپایوں کی سب سے بڑی اولاد کو ہلاک کر دیا جیسا کہ سفر خروج میں ہے اور کبھی گنہگار کو برسا کر اور شہروں کو گھٹ کر سزا دیتا ہے جیسا کہ لوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا تھا کیونکہ اسنے سادوم اور عامورہ اور ان کے گردو لواح کے لئے ہالوں کو اسی طرح ہلاک کیا تھا اور کبھی بیماریاں پھیل کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسدودیلوں کو اسنے ہوا سے ہلاک کیا جیسا کہ پہلے سفر سوسیل میں مذکور ہے۔ اور کبھی فرشتہ کو بھیجا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اشوریوں کے لشکر کے ساتھ ہوا کیونکہ ایک رات میں فرشتہ نے ان میں سے ایک لاکھ پچاسی ہزار کو قتل کر ڈالا جیسا کہ سفر ملوک ثانی میں مذکور ہے اور ایسے ہی گناہگاروں کو کبھی کبھی ہنسنا کر اور کبھی آگ سے جلا کر سزا دیتا ہے جیسا کہ اسنے قورح۔ داثان۔ اور ابیریم وغیرہ کو ہلاک کر ڈالا جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کی نئی لغت کی۔ پس نین پہٹ گئی اور قورح۔ داثان۔ اور ابیریم اور ان کی عورتوں اور بچوں کو اور انکے مال و متاع کو نکل گئی۔ پھر ایک آگ نکلی اور وہ دھانی سومروں کو کھا گئی جیسا کہ سفر حد دیں مذکور ہے۔ اور کبھی دفعتاً ہلاک کر کے سزا دیتا ہے جیسا کہ قورح کی ہلاکت کے دوسرے دن جب بنو اسرائیل نے مخالفت کی تو اسنے خود ہزار سات سو کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اگر بارون علیہ السلام مردوں اور زندوں کے درمیان نہ بکھرے ہو جاتے اور قوم کے لئے ہتھیار

فصل
خدا کی حدت
میں
مذکور
ہو
چکا
ہے
اور
اس
کے
مذکور
ہو
چکے
گناہ
میں
سزا
دینے
کی
طریقہ
میں
مذکور
ہو
چکا
ہے

نہ کرتے تو اس دن پروردگار کے غضب سے سب ہلاک ہو جاتے جیسا کہ سفر مذکور سے معلوم ہوتا ہے اور جیسا کہ اس نے
 پچاس ہزار ستر آدمیوں کو اہل بیت شمس میں سے اس بنا پر ہلاک کر ڈالا کہ انہوں نے خدا کے تابوت کو دیکھا تھا جیسا کہ پہلے
 سفر سمویل سے معلوم ہوتا ہے۔ اور کہہ ہی موزی سانپوں کو ہر جگہ سزا دیتا ہے جیسا کہ بنو اسرائیل نے جب دوسری مرتبہ اسے
 علیہ السلام کی مخالفت کی تھی تو اس نے ان پر موزی سانپوں کو بھیجا تھا اور انکو کاٹ کاٹ کھاتے تھے چنانچہ ان میں سے ہر شے
 مر گئی جیسا کہ سفر حد سے معلوم ہوتا ہے پس اس فرقہ نے بعد اسکے کہ جہاد کے بارہ میں شریع سابقہ کے احکام اور کفار
 کے بارہ میں انبیاء کے اعمال اور کافروں اور کفر گاروں کے ساتھ خدا کی عادت وغیرہ میں غور کر کے دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ
 جب یہ بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت کو ہمراہ لے کر خدا کے پاس سے رسول بنکر آئے ہیں اور یہ بات قطعی دلائل
 سے پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے تو ان کی شریعت میں جہاد کی مشروعیت اور اپنے مخالفوں کو قتل کرنے کے مال و تاج
 کو لوٹ لینے اور انکو غلام بنانے کے بارہ میں اویہ کوئی چیز محبوب نہیں ٹھہر سکتی خصوصاً جس حال میں کہ ان کی شریعت کے
 جہاد میں یہ نسبت جہاد و شریع سابقہ کے ہم سہولت اور تحقیق بھی پاتے ہوں پس آپ کی شریعت شریع سابقہ کے مخالف
 نہیں ہے اور نہ ہی ہے کہ خدا کے نبیوں کی شریعت کے ساتھ جو لوگ کفر یا گناہ کر کے مخالفت سے پیش آتے ہیں۔
 ان کے ساتھ جو خدا کی عادت جاری ہے اس کے خلاف اور مضاد آپ کی شریعت میں کوئی حکم ہو پس ہر شخص جو وحی کی تصدیق
 کرتا ہو اور خدا کے پاس سے انبیاء پر شریع کے نازل ہونے کا یقین رکھتا ہو اس کے ذمہ واجب ہے کہ مشروعیت جہاد کے
 بارہ میں خاص کر محمدی شریعت ہی پر مشتبہ اور طعن کو اپنے دل میں جگہ نہ دے رہا وہ شخص جو خدا کے عالم کا وجود ہی نہ مانتا ہو
 اور نہ شریع کے نازل ہونے کا قائل ہو تو اس سے یوں گفتگو کی جائیگی کہ پہلے خدا نے عالم یعنی اللہ تعالیٰ کے وجود پر استدلال
 کیا جائے گا خدا کی وحی ثابت کرنا پڑیگی (جیسا کہ مادی فرقہ کے مناظرہ میں یہ ہو چکے ہیں) پھر بعد اسکے کہ اس پر حجت قائم کر دی
 جائیگی اور وہ شریع کی تصدیق کا التزام کر لے گا تو اسکی بھی وہی حالت ہو جائیگی جو دوسرے اہل ملت کی ہے جو اس ملت
 کی تصدیق کرتے ہیں پس اب ہم اس شخص کے مقابلہ میں ثابت کر دیں گے کہ جو کچھ خدا نے شریع میں مشروع اور مقرر
 کیا ہے وہ ضرور محسن ہے اور اسوقت اسے معلوم ہو جائیگا کہ جہاد کے بارہ میں محمدی شریعت شریع سابقہ کے مخالف نہیں
 ہے بلکہ آپس میں بہت سی تحقیقات اور ہولتیں موجود ہیں جو شریع سابقہ میں نہ تھیں جیسا کہ اس کا بیان پیشتر گذر چکا ہے
 پھر بعد اسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین شریع ہو گیا اور انیس جہاد مشروع ہو چکا تو ایک اور فرقہ کو یہ ہم تھا کہ یہ دین محض تلواریں
 کے زور سے قائم ہوا ہے اور اسی سے پہلا ہے اور یہ بات ایسی ہے جس سے جی میں شک پیدا ہوتا ہے اور آدمی کو یہ کہہ
 کا موقع ملتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جتنے پیرو ہیں وہ لوگ قتل سے دہم کار دین میں داخل ہونے کے لئے مجبور کئے
 گئے ہیں لیکن باوجود اس خیال کے اس فرقہ نے انصاف کو نہیں چھوڑا اور اسے ضروری سمجھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
 دین کی ابتدائی کیفیت کا پورا پورا حال دریافت کیا تو ان کے نزدیک غایت وجہ کی نفی تشریع اور توفیق اور اس دین کی اجرائی حالت
 کی تاریخ کے دیکھنے سے یہ بات متحقق ہو گئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے پہل جب جوے رسالت کرنے کے لئے ہوئے
 تھے تو اسوقت تنہا اور بے یار و مدد تھے نہ آپ کو کسی قسم کی حکومت حاصل تھی اور نہ آپ کا کنبہ ہی ایسا ذی قدرت تھا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ
 نبوت کے بعد ان کے
 انکار اور ان کے
 نبوت کے بعد ان کے
 نبوت کے بعد ان کے
 نبوت کے بعد ان کے

جس کی حمایت کا آپ بہرہ ور کرتے بلکہ جمہور کے مابین جب آپ دعوے رسالت کر لئے کھڑے ہوئے تھے تو آپ کے کچھ مخالفین کو باقی طاغوتوں پر غلبہ حاصل ہو جانا اور ان سب کے مقابلہ کی تاب لاسکنا تو چار بار خود انہیں لوگوں نے آپ کے دعوے کی سب سے پہلے تکذیب کی اور آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور آپ کے کنبہ کے شریک آپ کی ایذا رسانی اور آپ کو سبک رائے بنانے پر طیارہ اور آمادہ ہو گئے لیکن تاہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعوے پر پابرجا رہے اور ایذا رسائی کی ایذا دہی پر صبر کیا کہنے خلق خدا کو حق کی جانب بلانے اور ان کے لئے دلائل قیام کرنے میں مشغول رہے اپنے دین کی خوبیاں ظاہر کرتے رہے اور جس طریق پر وہ لوگ تھے انکی بُرائیاں دکھلاتے رہے یہاں تک کہ خدا کو جبکی ہدایت منظور تھی انکے نزدیک حق منہج ہو گیا پھر حق سلیمہ آپ کے دین کو قبول کرنے اور آپ کی شریعت کو سخت خیال کرنے لگیں اور چاہتیں کی چاہتیں آپ کی پیروی کو اختیار کرنے لگیں اور اس وقت آپ کو سیکے ایک قطرہ خون کے گرانے کا بھی حکم نہیں پایا گیا تھا اور آپ اپنے قرآن کی تلاوت کرتے تھے جس میں خدا کا یہ قول موجود تھا (لا اکرہ فی الدین قوتین الرش من شی) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے ہدایت گمراہی سے متمیز ہو چکی ہے۔ اور یہ قول میں پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے (یا ایہا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضركم من ضل اذا اہتدیتم) یعنی اے ایمان والو تم اپنے نفسوں کی ضرورت جب تم ہدایت قبول کر چکے تو گمراہی میں بھیگا وہ (اور انکا گمراہی میں رہنا) تمہارے لئے ضرر رساں نہیں ہو سکتا اور خدا کا یہ قول (ون کفر فلعلمہم کفرہ) یعنی جسے کفر کیا اسکا کفر سب سے پہلے ہی پتہ لگتا اور اسکی مثل آیتیں بھی موجود ہیں۔ اور جس زمانہ میں آپ نے اس طریقہ کا التزام کر رکھا تھا اور جہاد مشروع بھی نہیں ہوا تھا تب ہی ایک جم غفیر آپ کا پیرو گیا تھا جیسا کہ آپ کے حالات کی تاریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ ابوذر اور انکے بہائی انہیں اور ان کی والدہ (رضی اللہ عنہم) یہ سب اس زمانہ کے شروع ہی میں اسلام لے گئے تھے اور جب اپنے قبیلہ میں لوٹ کر گئے تھے تو ابوذر رضی اللہ عنہ کی دعوت اسلام کی وجہ سے غفارا کا قبیلہ کا قبیلہ مسلمان ہو گیا اور آپ کی بعثت کے ساتویں برس قبل اسکے کہ آپ مدینہ کی جانب ہجرت کرتے اور جہاد مشروع ہوتا آپ کے متبعین میں سے قراسی مردہ اٹھا رہے عورتوں کے کہ سے حبش کی جانب مشرکوں کے ستانے کے باعث سے ہجرت کر گئے تھے اور کچھ مسلمان مکہ میں باقی رہ گئے تھے اور کوئی بیس آدمی بھران کے نصرائیوں میں سے مسلمان ہو چکے تھے اور ایسا ہی خدا دزدی بعثت کے دسویں برس کے قبل ہی مسلمان ہو گئے تھے اور طفیل بن عمرو دوسری بھی ہجرت سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور یہ بہت بڑے شریف آدمی تھے ان کی قوم ان کی اطاعت کرتی تھی اور بعد اسکے کہ اپنی قوم کی طرف واپس گئے انکی دعوت اسلام کے باعث سے انکے والد اور والدہ دونوں مشرف باسلام ہو گئے اور مدینہ منورہ میں ہجرت سے پہلے مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے وعظ کی برکت سے ایک دن میں بنی نضیل کا قبیلہ کا قبیلہ اسلام لے آیا اور اس قبیلہ کے مردوں اور عورتوں میں سے کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو ہاں صرف ایک عمرو بن ثابت رہ گئے تھے جو کہ اسلام لائے۔ اور ان لوگوں کے اسلام لانے کے بعد مصعب رضی اللہ عنہ لوگوں کو دعوت اسلام کیا کرتے تھے یہاں تک کہ انصار کے مکانوں میں سے کوئی مکان ایسا نہ رہا تھا جس میں متعدد مسلمان مرد اور عورتیں نہ موجود ہوں ہاں مدینہ کے دیہاتوں میں سے سبھی کی جانب

کے رہنے والے اللہ اس وقت اسلام لانے سے باقی رہ گئے تھے۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی جانب ہجرت کی تو
 بریدہ اسی نے اپنی قوم کے سرداروں سمیت مدینہ کے راستہ میں آپ کی اطاعت قبول کی اور اسلام لے آئے حبش کا
 بادشاہ نجاشی بھی ہجرت کے قبل ہی مسلمان ہو چکا تھا ابوسہدہ تیمم بنیم۔ اور چار اور آدمی ہجرت کے پہلے ہی شام سے قاصد
 بنکر آئے تھے اور مسلمان ہو گئے تھے اسی طرح اور ہزار مسلمان لاچکے تھے۔ ابو بکر۔ عمر۔ عثمان اور علی۔ (رضی اللہ عنہم) اور
 ان کی طرح اور لوگوں کا جو آپ کے مشاہیر متبعین میں سے ہیں ہجرت کے قبل ہی اسلام لے آئے ایک مشہور بات ہے کہ جب
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کی صحیح صحیح تاریخیں تھاہوں کے لیکننے سے سارے مذکورہ امور معلوم ہوتے ہیں جس کا
 جی چاہتا ہے دیکھ لے پس منصفانہ غور و تامل سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبل اسکے کہ آپ
 مدینہ طیبہ ہجرت کر کے جائیں اور آپ کی شریعت میں جہاد شروع ہو کر سے لے کر مدینہ تک پہل چکا تھا عقل سلیمہ اسکو
 قبول کر چکی تھیں صحیح طبیعتیں اس کو اچھا سمجھتی تھیں حالانکہ اس وقت تک کسی قسم کے خوف اور دھمکانے کا نشانہ تک نہ تھا
 تو پھر آپ ہی دیکھ لیجئے کہ اسلام پر یہ تہمت کیونکر لگ سکتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تلوار سے قائم ہوا ہے اور
 آپ کی شریعت زبردستی پہیلانی گئی ہے اتنے بڑے بہتان کا وہ شخص تو ہرگز قائل نہیں ہو سکتا۔ جس کی طبیعت میں ذرا بھی انصاف
 پایا جاتا ہو اور جو شخص اس بات کی طرف نظر کرے گا کہ آپ کے باقی زمانہ میں اور پھر اس کے بعد بھی آپ کے دین میں بلا کسی خودکے
 لوگوں کی فوجیں کی فوجیں برابر دھل ہوتی رہیں اور آج تک داخل ہوتی چلی جاتی ہیں بلکہ باوجودیکہ لوگوں کو یہ بھی خوف ہوا کہ دین کے
 دشمن اسلام لانے کے بعد ستائیں گے تاہم وہ اسلام لانے سے باز نہیں تھے تو اس امر کا خیال کر لے سے
 یہ تہمت سرے سے مٹ جائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ طبیعت میں انصاف ہو اور عقل سے آزادی کے ساتھ کام لیا گیا
 ہو۔ ہاں جب ہر وہ ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعداد کثیر و زودافر ہو گئی اور یہ بات ظاہر ہوئی کہ نصیحت اور دلیل کی قوت ان
 مخالفوں میں جو باقی رہ گئے ہیں کارگر نہیں ہو سکتی اور مخالفوں کے ساتھ نرمی اور بردباری کا معاملہ ہمیشہ کرتے رہنا آدمی
 کشری کو بڑا تار ہیگا اور مومنین میں اس کے پیروی کرنے والوں کو مشوش بنائے رکھے گا۔ اور انکو جزارت دلائیگا کہ مسلمانوں کو
 خوب ستایا کریں تو اس وقت اس مصلحت سے آپ کے دین میں جہاد شروع ہوا اور انہیں ایسے عدل کے موافق حدود
 مقرر کر دئے گئے جسکی وجہ سے ایذا رسائوں کی تکلیف دہی سے نجات مل سکے اور سنگدلی کی حد تک فوج نہ پہونچنے
 پائے چنانچہ یہی دیکھئے جو لوگ دین محمدی کی پیروی نہ کریں اسلام لے آئے ہی پر اکتفا کرتے رہے کہ وہ سلطان اسلام کی اطاعت
 اختیار کر لیں اور اپنے مال میں سے کچھ دیا کریں تاکہ اہل دین کو دولت اسلام قائم رکھنے میں مدد پہونچتی رہا کرے اور انکی دنیاوی
 ضرورتیں دفع ہوتی رہیں اور اہل اسلام جو ان لوگوں کی جنہوں نے کچھ دنیا قبول کر کے سلطان اسلام کی اطاعت قبول کر لی ہے محتاج
 کریں تو وہ مال اسکے مقابلہ میں بھی ہو جائے۔ ہاں ان کا آخرت کا معاملہ تو اسلام سے پروردگار عالم کے سپرد کرتا ہے یا کبھی اسلام
 آپر جو شریعت محمدی کا اتباع نہیں کرتے غلامی کا حکم عائد کرتا ہے تاکہ اسی طرح انکی ایذا رسانی کی خلیش مٹے اور اہل اسلام کے
 کچھ دنیاوی کام نکل جائیں۔

اور بعض شرایع سابقہ کے ماننے والے دین محمدی میں غلام کے جائز اور مشروع ہونے سے یہ دیکھ کر نفرت کرنے لگے کہ

فہم کوئی غلام
 کو چاہا اور اسکا
 مال دین محمدی میں
 نہ دیا کیوں کہ
 غلام کی فوج سے
 پہونچنے کے لئے
 غلام کے مصلحت
 کا باعث ہوئی ہے
 اور غلام کے مصلحت
 پر جہاد ہے۔

انکی وجہ سے غلام پر پٹری روک ٹوک لگ جاتی ہے خصوصاً اسلئے کہ انہوں نے بعض مالک میں غلاموں کو دیکھا کہ طرح طرح کے ظلم جھیلتے ہیں (جیسا کہ یہ رسم کچھ زمانہ سے یورپ میں جاری تھی جس کو زیادہ عرصہ نہیں گذرا اور بعض مالک امریکا میں تک جاری ہے) چنانچہ ان مالک میں غلاموں کو مار پڑتی ہے ان کی امانت کیجاتی ہے ننگے بھوکے رکھے جاتے ہیں چوپایوں کی طرح قید رہتے ہیں انہیں ایسے ایسے مشقت کے کام لئے جلتے ہیں جبکی وہ طاقت نہیں رکھتے گویا کہ نوع انسانی میں ان کا شمار نہیں خاصکہ وہ سیاہ رنگ کے بھی ہوں۔ اور یہ کہ ان کا آزاد کرنا دین کے کارِ ثواب میں شمار نہیں کیا جاتا اور سوائے شاذ و نادر حالت کے ان کو کوئی آواز نہیں کرتا اور وہاں ان کی حالت ادنیٰ درجہ کے حیوانات سے بھی بدتر ہوتی ہے۔ پس ان لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ دین محمدی بھی شاید غلامی کو باوجود ان سب خرابیوں کے جائز رکھتا ہے اور غلام کے ساتھ ایسے برے طریقہ سے پیش آنے کی اجازت دیتا ہے اور شرائع سابقہ میں غلامی کے مشروع ہونے سے انکو کچھ سہو بھی ہو گیا۔ لیکن باوجود اس خیال کے انہوں نے اپنا رخ بدلا اور دین محمدی میں غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت میں نہایت تدقیق کے ساتھ جو کرنے لگے اور ان باتوں کو انہوں نے نہایت نامل کی نظر سے دیکھا جن پر کہ غلامی کے مشروع ہونے کی کیفیت مشتمل ہے اور وہ یہ ہیں کہ اہل دین کو ان کی دنیاوی ضرورتوں کے برآئے میں کچھ مدد ملے۔ اعدائے دین پر غلامی کے عائد کرنے سے ان کی ایذا رسانی سے نجات حاصل ہو۔ اپنے مخالفوں کی خدمت کرنے سے ان کی شوکت ٹوٹے۔ انکی چٹاں دفع ہو اور سابقہ ہی اسکے مسلمانوں کو بہت کچھ صحتیں بھی کی گئی ہیں جسکے موافق غلام کی راحت محفوظ رہے۔ اور غلام اپنی زندگی بسر کرنے میں اپنے مولے کے مساوی رہ سکے اور اس طرح ہر گز وہ وحشی بھی ہوگا تو ہمیں تہذیب اور تمدن آجائیگا۔ اور شریعت محمدیہ ان حقینوں اور بدسلوکیوں میں سے کچھ بعض بعض قویں اپنے غلاموں کے ساتھ برتا کر تی ہیں کچھ بھی نہیں رکھتی نہایت سختی سے ان کی ممانعت کرتی ہے اور اخروی سزا سے ڈراتی ہے اور باوجود اسکے ثواب جزیل کا وعدہ کر کے غلاموں کی آزاد کرنے کی ترغیب بھی دیتی ہے چنانچہ انہیں بہت سے ایسے وسائل مشروع کئے جکا مقتضایہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد کئے جائیں۔ ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے اور انہیں غلام اور اس کے مولے کے مابین اگرچہ آزادی کے بعد ہی کیوں نہ سہی ایسا علاقہ قائم کر دیا ہے جو علاقہ نسب کے مانند ہے۔ ہمیں سفید و سیاہ کا کوئی فرق نہیں کیا جاتا اور ان لوگوں کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شریعت کے ماننے والوں نے یہ بات دیکھ کر کہ شریعت غلام کے ساتھ سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہے کہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور سلوک کا برتاؤ کیا جائے اور یہ کہ بسا اوقات غلاموں کو غلامی کی بدولت ایسی نعمت ملتی ہے کہ اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو اس کا ملنا انکو ممکن نہ ہوتا۔ پھر انہوں نے شرائع سابقہ کی تفصیل کی دیکھ بہ ہمال کی تو انہوں نے ان کتابوں میں جو شرائع سابقہ کی جانب منسوب کیجاتی ہیں اس بات کی تصریح پائی کہ غلامی ان میں بھی مشروع تھی پس دین محمدی میں غلامی کی مشروعیت پر جو ان کا اعتراض تھا اسوقت انہوں نے اسکو واپس لیا اور کہنے لگے کہ جب اس میں غلامی کے ماننے والے اپنے نزدیک قطعی دلائل کیوجہ سے اس امر کا یقین کرتے ہیں کہ ان کا دین خدا کی جانب سے مشروع ہے اور ان کے دین نے اپنے مخالفوں کا غلام بنانا انکے واسطے اسلئے بیجا کر دیا ہے کہ وہ ان کی خدمت سے نفع اٹھا لیں مخالفوں کی

ایذا رسانی کی خش آنکسے مٹ جائے وہ پرغاش نکلنے سے باز ہیں اور انکے مالکوں پر ایسی شرطیں لگا دیں جو اس بات کی پوری کفیل ہیں کہ انکے غلاموں کو راحت ملے اور وہ اپنی زندگی بسر کرنے میں انہیں کے برابر ہیں اور مالکوں کے لئے انکے آزاد کرنے اور انکی غلامی کی مدت کم کرنے کے ترخیب دلانے والے ابواب کھول دیئے ہیں اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ بہتیرے غلاموں کو تہذیب حاصل ہو جاتی ہے اپنی زندگی نہایت خوبی کے ساتھ بسر کرنے لگتے ہیں اور انکے ساتھ وہ وہ سلوک اور احسانات کئے جاتے ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو ان کا حاصل کرنا انکو نصیب نہ ہوتا اور یہ کہ انکے دین نے مالکوں کو اپنے غلاموں کی ایذا رسانی اور آپر ظلم کرنے سے روک دیا ہے اور انہوں نے یہ بھی دکھا کہ شرائع سابقہ میں بھی غلامی کی مشروریت پائی جاتی ہے تو کہنے لگے پہرہ کوئی نئی بات نہیں ہے اسلئے ابن محمدی اور اسکے ماننے والوں پر غلامی کے مشروع ہونے سے کوئی اہم نہیں عائد ہو سکتا۔

باقی ہیں وہ جو عیسائیں جو غلام کی راحت کی محافظ اور اس امر کی کفیل ہیں کہ وہ اپنے مالک کے برابر گزران کر سکے تو وہ شریعت محمد میں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں اور ہم اس موقع پر اتنی ہی اکتفا کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آتی ہیں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے (اور خدا کی عبادت کرو اور کسیکو اسکا شریک مت ٹھہراؤ اور یہ وصیت مانو کہ) اپنے والدین کے ساتھ احسان سے پیش آیا کرو اور (پنیر) اپنے قرابت مندوں اور یتیموں اور مسکینوں اور قرابت مند اور احبابی پروسیوں۔ سفر کے ساتھیوں اور مسافروں اور ان لوگوں کے ساتھ جسکے تمہارے ہاتھ مالک ہیں یعنی وہ تمہارے ملک میں (احسان سے پیش آیا کرو) بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو بڑائی مارتا (اور اترتا ہو) پس اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر جہاں اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس کی خالص طور پر عبادت کی جائے جو ایمان کی بنیاد ہے اور یہ کہ والدین کے ساتھ سلوک احسان کا برتاؤ کیا جائے جسکی نعمتوں کا مرتبہ خدا کی نعمتوں کے بعد ہی ہے اور یہ کہ ان لوگوں کے ساتھ احسان و سلوک کا برتاؤ کیا جائے جسکے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کا مقتضی ہے تو انکے ساتھ ہی خدا نے مالک یعنی غلام اور بوند یوں کے ساتھ احسان و سلوک سے پیش آنے کی بھی وصیت کی ہے اور اسکو بھی امور مذکورہ بالا کے مقارن گروا ہے اور مالک کے لئے احسان و سلوک سے پیش آنے کا حکم کرنا تمام احسانات و سلوک کو جو انکے ساتھ ممکن ہیں سب کو شامل ہے اور جتنی تکلیفیں کہ اسکی ناقض ہیں سب کا دور کرنا بھی ہمیں کیجا اور اسکی شرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے معلوم ہوتی ہے جس میں قول کا ترجمہ یہ ہے (تمہارے غلام تمہارے بہائی ہیں خدا نے انکو تمہارے ہاتھوں کے تحت یعنی تمہارے قبضہ میں کر دیا ہے جو تم کہاؤ اسی میں سے انکو بھی کہلاؤ اور جو تم پہنؤ اسی میں سے انکو بھی پہنؤ اور خدا کے بندوں پر خدا کا یعنی انکو تکلیف نہ دو) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غلاموں کے حقارت سے ڈرانے اور بڑائی کو خیال سے بچنے کے بارہ میں فرمایا ہے جسکا ترجمہ

عہ وہ آیت یہ ہے (واعبدوا اللہ ولا تشربوا شیئاً واولادین احساناً وودی القربی والیتامی والمساکین والبحاروی القربی والجار الجنب والصابغ الجنب

وان اسبیل دالکت ایاکم ان اللہ لا یحب عفا لا فحوراً)

عہ وہ حدیث یہ ہے (عبیدکم انواکم جعلکم اللہ تحت ایدیکم اطعموہم ما لاکون والیسوہم ما تمسسون ولا تقربوا عبا والد)

عہ وہ حدیث یہ ہے (ولا یقبل احدکم بعدی لوقیل قتائی وفتائی وغلای)

ن
شرعیات کی توضیح
غلام کے ساتھ سلوک
کرنا اور گزران کرنا
مساکین کے بارہیں
جسکے بارہیں
سرکشی سے بچنا
تورک کرنا
مسکینوں کے ساتھ
کامیابی سے
نہایت

یہ ہے (اور تم میں سے کوئی) (اپنے غلام کو) یہ نہ کہے کہ میرا بندہ بلکہ یہ کہا کرے کہ میرا چھوٹا۔ میری چھوٹا۔ میرا غلام اور دنیا سے رخصت ہوتے وقت جو رسول اللہ علیہ وسلم کا آخری کلام ہے وہ آپ کا یہ قول ہے (الصلوة والامانة ایماکم یعنی نماز اور اپنے مال کا تحفظ) (غلام و لونڈی) کا بڑا خیال رکھنا) پس اہل انصاف غور کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں نماز کی وصیت کی ہے جو کہ دین کا ستون ہے اور جہاں کہ آپ کی آنکھوں کو دنیا میں ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی تھی چنانچہ آپ نے فرمایا ہے (وجلّت قرۃ عینی فی الصلوۃ یعنی نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے) اُسکے ساتھ ہی ساتھ اس وصیت کو بھی ذکر کیا ہے جو آپ نے اپنے پیروی کرنے والوں کو مالیک (غلام اور لونڈیوں) کے بارہ میں فرمائی ہے۔

اور ناظرین یہ بھی دیکھ لیں کہ اپنے اپنے اصحاب سے انتقال کے وقت جو آخری کلام کیا ہے وہ یہی دونوں باتوں (نماز اور مالیک مالیک) کی وصیت ہے پس یہ امر غلاموں کے بارہ میں پوری پوری وصیت کر جانے پر دلالت کرتے ہیں بالکل کافی دوائی ہے اب بارہ میں کسی اور چیز کے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہیں اور مالیک یعنی غلام و لونڈیوں کو تکلیف دینے سے ممانعت تو شرعی نصوص میں ایک مشہور بات ہے یہاں تک کہ وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کا غلام آزاد کر دیا تھا جسے اُسے اپنی لونڈی کے ساتھ پا کر اُسکے ناک۔ کان۔ کاٹ ڈالے تھے اور اُسکے دلاؤ سرکاری کر دیا اور مسلمانوں کو اُسکی امانت کی وصیت کر دی اور اُسکے بعد آپ نے مسلمانوں کے بیت المال سے اُس غلام کا نفقہ مقرر کر دیا اور آپ کے خلیفہ (عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک شخص کی لونڈی کو آزاد کر دیا تھا جسے اُسے گرم توپے پر بٹھا یا محتاج کی وجہ سے اُسکے سر پر جگئے تھے اور آپ نے اُس شخص کو خوب پڑایا اور ایسے بہت سے واقعات ہیں جن میں اپنے غلاموں پر سختی کرنے والوں کو سخت سزا دی گئی ہے۔ اور غلاموں کی ایذا رسانی کے بارہ میں قیامت کے دن کی وعیدیں تو مشہور ہی ہیں۔

باقی بری مالیک (یعنی غلاموں اور لونڈیوں) کے آزاد کرنے کی ترغیب تو اس بارہ میں تو شرعی نصوص اس کثرت سے ہیں کہ کچھ شمار ہی نہیں اور یہاں ہم ہیقتدیر بیان پر اقتصار کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو آگے آئے ہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ آپ مالیک کے آزاد کرنے کی برابر ترغیب دیا کرتے تھے اور شرعی نصوص میں وارد ہوا ہے کہ جو شخص ایک چان کو بھی آزاد کرے گا خدا اُسکے ہر عضو کے مقابل میں آزاد کرنے والے کے ہر عضو کو اگ سے ربائی دے گا۔ یہاں تک کہ اسکو شکر مرد یہ پسند کرنے لگا کہ وہ کسی مرد کو آزاد کرے تاکہ اُسکے پورے پورے اعضاء ربائی پائیں اور عورت یہ چاہے گی کہ وہ کسی عورت کو آزاد کرے تاکہ اُسکے پورے پورے اعضاء ربائی پائیں (ایسا ہی عفو و جہاں ہر بیٹھ میں بروایت حماد کو ہے اور حماد نے ابوسعیم سے روایت کی ہے اور ایسی حدیث کا حکم مرفوع حدیث کا حکم ہے۔ اور دوسرے لفظوں میں یہ حدیث عن شریعت کا قافی ہے کہ کیا آزاد کر دے غلام یا لونڈی جب مر جائے اور اُسکے قریب مندوں میں اسکا کوئی وارث نہ ہو تو اسوقت اُسکی بیعت ہی آزاد کرنے والے کو ہوتی اور یہ کوئی حدیث نہیں ۱۲ مترجم ہم مرفوع حدیث کہلاتی ہے جسکا سلسلہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تصحیح ہو چکا دیکھا گیا ہے۔ اور حدیث کا سلسلہ روایت صحابی تک پہنچا کر سکوت کیا گیا ہے اسکو توقف کہتے ہیں اور یہ جہل حدیث کا قاعدہ ہے کہ اگر صحابی کسی ایسی بات کی خبر دے جو بلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئے ہوئے فہم سے نہیں معلوم ہو سکتی تو گو اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح کی ہو تاہم وہ حدیث اس حدیث کے مثل سمجھی جائے گی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کی تصریح بھی کر دی گئی ہو یعنی حدیث مرفوع کے مثل ۱۲ مترجم

۱۶۷
 اس طرح مروی ہے جو شخص کسی رقبہ یعنی غلام یا لونڈی کو آزاد کرے خدا تعالیٰ اس کے ہر عضو کے مقابلہ میں آزاد کرنے والے کے
 اصحاب میں سے ہر عضو کو ایک سے رہائی دیتا ہے یہاں تک کہ اس کی شریک گاہ کے مقابلہ میں اس کی شریک گاہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ
 کے قول (کافے قیہ) کی تفسیر میں مروی ہے کہ ایک دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کرنے
 لگا یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جو مجھے جنت میں داخل کر دے (آپ نے فرمایا جان کا آزاد کرنا اور گردن کا
 چھوڑنا) اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا یہ دونوں امر ایک نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ جان کا آزاد کرنا یہ ہے کہ تو بلا شرکت
 غیرے اس کو آزاد کرے اور گردن کا چھوڑنا یہ ہے کہ تیرا اس کی قیمت میں مدد کرے (ایسا ہی تفسیر رازی میں ہے) یعنی اگر آزاد
 اپنے غلام سے کچھ روپیہ لے کر آزاد کر دینے کا وعدہ کر لیا ہو تو کوئی شخص غلام کو روپیہ دیکر اس کے آزاد کرانے میں معاون بن جائے
 اور کس بارہ میں بہت سی نصوص بہری پڑی ہیں۔

رہا یہ امر کہ شریعت محمدیہ نے نہایت سے ایسے وسائل اور ذرائع مقرر کئے ہیں جن کا مقصد یہ ہے کہ غلام بکثرت اور عام طور پر آزاد
 کئے جائیں اور ان کی غلامی کی مدت کم ہو جائے سو وہ یہ ہیں کہ اس نے آزاد کرنا بہت سی جاتیوں کا شرع میں کفارہ قرار دیا ہے
 جیسے کہ کسید کا ہونے کے میں قتل کر دینا یا عرصان کا روزہ بلا عذر توڑ دینا۔ قسم کھا کر اس کے خلاف کرنا۔ اور شریعت نے بعض
 منوع چیزوں سے رہائی پانے کا ذریعہ بھی آزاد کرنے کو قرار دیا ہے جیسے کفارہ طہار کا اسلئے کہ جو اپنی عورت سے ظہار کرتا ہے
 اس کے لئے جب تک کہ وہ کفارہ نہ ادا کر دے اپنی عورت کے پاس جانا اس کے مقدمات جیسے بوسہ وغیرہ لینا ہرگز جائز نہیں اور
 کفارہ میں جس چیز کا اہل مطالبہ کیا جاتا ہے وہ بھی آزاد کرنا ہے ہر بار جو دیکھ مطلقاً آزاد کرنا شریعت میں تقن ہے اور سب تو آزاد
 کا بھی وعدہ ہے لیکن تاہم بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس قدر بہت نہیں کر سکتے کہ غلام آزاد کر کے اپنے ہاتھ سے اس قدر
 مال پانے لے سکیں تو شریعت نے ان کا لحاظ کر کے سکا تہت کو مشروع قرار دیا ہے اور کاتبت یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کے
 ساتھ اس بات پر شفیق ہو جائے کہ اگر غلام اتنا مال ادا کر دے کہ وہ آزاد ہو جائے گا پس اس وقت آقا کو مال حاصل کرنے کی سہولت
 کے لئے اپنے غلام کو آزادی دینی پڑیگی۔ اور جب وہ غلام اس قدر مال جتنے پر شرط پڑی تھی ادا کر دے گا تو آزاد ہو جائے گا اور شریعت
 نے آزادی کے لئے ایسا وعدہ بھی مشروع کیا ہے جسے خلق علی مال کہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام سے
 کہے کہ ہزار روپیہ پر مثلاً تو آزاد ہو ہے پس اگر غلام اسے قبول کر لے گا تو فوراً آزاد ہو جائے گا۔ اور اس کے ذمے اتنے روپوں کا ادا کرنا
 ہو گا جتنے پر شرط پڑی ہے اور نیز شریعت نے اس شخص کے حال کا لحاظ کر کے جسے غلام سے خدمت لینے کی مدت العمر ضرور
 رہیگی مدد بنانے کو مشروع کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ آقا اپنے غلام کو اپنے بعد آزادی دیدے یعنی یوں کہے کہ میرے مرنے
 کے بعد تو آزاد ہے پس ایسی حالت میں غلام کا بیچنا۔ سہہ کرنا۔ کسی کو خیرات میں اس کا دیدینا۔ رہن رکھنا ممنوع ہو جاتا ہے اور وہ

ف
 وہ ذرائع جو شریعت
 نے غلاموں کی
 آزادی کے لئے
 مقرر کئے
 ہیں

عنا یعنی کسی گردن کا چھوڑنا ۱۲ شرح
 عہدہ ہا شریعت میں اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص اپنی عورت کو اپنی مال بہن وغیرہ (جس کے ساتھ اسے نکاح کرنا حرام ہے) کے کسی ایسے
 سے جس کی طرف اسے دیکھنا جائز نہیں مثلاً بیٹہ یا شریک گاہ وغیرہ تشبیہ دیکر اپنے اوپر حرام کرے مثلاً یوں کہے کہ تو میرے اوپر میری مال کی پشت یا
 شریک گاہ کے مانند حرام ہے ۱۲ شرح

اپنے آقا کے مرنے کے بعد فوراً آزاد ہو جاتا ہے اور شریعت نے وصیت بالعتق بھی مشروع کی ہے اور یہ بھی لحاظ کیا ہے کہ غلام
 کے بعض بعض مالکوں کو آزادی کے مذکورہ اسباب میں سے کسی کا بھی اتفاق نہیں پڑتا اور نہ نہیں آزاد کر کے تو اس مالک کرنے
 کی ایسی رحمت ہی ہوتی ہے لیکن ہمارا وقت وہ کسی نفع کے حاصل کرنے کی رغبت یا کسی مصرت رساں شے سے خوف کے
 وقت خدا سے یہ امید کر کے نیک کام کر گزر رہے ہیں کہ اس کے سبب سے ان کا مقصد حاصل ہو جائیگا اس لئے اسے آزاد کر دینے کی نذر
 کو مشروع کیا ہے کیونکہ امید ہے کہ ان دونوں بہنوں میں سے کسی کے حاصل ہونے کے وقت وہ مذکورہ چیزیں یا ایسے لوگ
 جب اپنے اوپر کسی کام کے کرنے یا اس سے باز رہنے کو لازم کرنا چاہتے ہیں تو ایسا اوقات اس وقت اور ایسی شرط لگا سکتے ہیں
 جس کا کرنا ان پر نہایت دشوار ہوتا ہے تاکہ جس امر کا انہوں نے التزام کیا ہے اسے پورا کر سکیں
 اس لئے اس نے آزاد کرنے کے حلق کو مشروع کیا ہے کیونکہ شاید جس چیز کا انہوں نے التزام
 کیا تھا اس کے خلاف کر گزریں اور اسی بہانہ سے ان کے غلام کو آزادی بھجائے پس جب کوئی تامل کرنے والا امور مذکورہ میں غور کرے
 تو اسے معلوم ہو جائیگا کہ ان سے مقصود یہی ہے کہ اتنے اسباب میں سے کسی نہ کسی سبب سے غلام کو اپنے طریق پر آزادی
 جو شریعت میں پسندیدہ ہو۔ اور یہ خدا کا انعام ہے کہ اسے غلاموں کی آزادی پہنچا دے اور ان کی غلامی کی مدت کم کرنے کی جس
 سے اتنے ایک وسیلے مقرر کر دئے پھر چونکہ شریعت نے مولے کو لوٹنے کے نفس کا مالک بنایا ہے اس لئے اس کی شرمگاہ کا بھی
 اس کو مالک قرار دیا ہے اور اس کے لئے یہ بات بہت ضروری ہے کہ وہ لوٹنے کو سہیہ بنالے یعنی اس سے صحبت کیا کرے
 کیونکہ شریعت کو یہ منظور ہے کہ اس کی نسل معطل نہ رہے اور اپنے مولے کی حمایت میں رہنا اس کی اولاد کو اعتقاد منسوب
 محفوظ رکھے پس اس وقت وہ اس کی زوجہ ہی کی طرح ہوگی اس کی اولاد کا نسب محفوظ رہیگا بخلاف زنا کے کیونکہ انہیں یہ بات
 نہیں پڑے کہ ان رعایتوں کے جو اس لوٹنے کے ساتھ اس بات کے مقابلہ میں کہ مولے کو اس کے ساتھ صحبت کرنا جائز
 ہے کی گئی ہیں اور وہ رعایت بھلہ وسائل آزادی بھی ہے اور وہ یہ امر ہے کہ شریعت نے ایسی لوٹنے کے لئے جو اپنے مولے
 سے بچ چکی ہو چاہے وہ بچہ جس کے اعضا بظاہر ہو گئے ہوں کم دنوں کا ہی کیوں نہ ساقط ہو گیا ہو یہ حکم کیا ہے کہ وہ سوندہ
 اور ام ولد ہو جاتی ہے یعنی اس وقت مولے پر اس کا چھپا۔ رہہ کرنا۔ برتن رکھنا۔ اور اسی قسم کے اور تصرفات سب ممنوع ہو جاتے
 ہیں اور اس کے مرنے کے بعد وہ بالکل آزاد ہو جاتی ہے پس اس حکم میں غور کرنا اس امر کی فطری دلیل ہے کہ شریعت کو لوٹنے والوں کے
 ساتھ کیا کچھ رعایت منظور ہے اور ان کے حالات پر کہاں تک نظر ہے۔ اور آزادی کے بکثرت وسائل میں سے جس میں کہ صلہ
 رحم بھی ہوتا ہے اور قربت مندوں میں سے باہم وحشت بھی دفع ہوتی ہے شریعت نے یہ بات مشروع کی ہے کہ جو
 شخص اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ مملوک اس شخص پر آزاد ہے اور غلاموں کے ساتھ رحمت اور شفقت کی
 رعایت میں سے یہ امر ہے کہ شریعت میں اس اور اس کے چھوٹے بچے کے درمیان یا اس کے اور اس کے باپ کے درمیان
 یا اس کے دو شخصوں کے درمیان جنہیں محرمیت کا علاقہ پایا جاتا ہو اور ان میں سے ایک بڑا اور دوسرا کم سن ہو یا اسی طرح کے
 ذی رحم محرم سے ایسا مزملو ہے جس کے ساتھ ہم بھی پیدائش کا علاقہ پایا جاتا ہو اور اس سے اس کے عورت ہونے کی قطع پر بالکل نہ ہو سکتا ہو جیسے بچہ
 یا بیٹی کا مالک ہو جائے تو یہ بیٹا یا بیٹی آزاد ہو جائے گی ۱۲ مسج

دو چھوٹوں کے درمیان اُن میں سے کسی ایک کو دوسرے شخص کے ہاتھ بیچ دینا اور ایک کو دوسرے سے علیحدہ کر دینا مکروہ و ناگوار سمجھتی ہے خلاصہ یہ کہ اس عادل شریعت نے آزاد کرنے پر رغبت دلانے والی غلامی کی مدت کم کرنے والی۔ اور غلاموں کے لئے رحمت و شفقت کی ضروری کرنے والی اشیاء میں سے کوئی شے ایسی نہیں چھوڑی جس کی ترغیب نہ دلائی ہو اور اُس کے لئے متعدد ابواب نہ کھول دیے ہوں۔ پس جو انتظام اس نے غلامی کے بارہ میں کیا ہے انہیں سچے طور پر غور کرنے سے ہم یہی پاتے ہیں کہ اس نے غلامی کو صرف بقدر ضرورت مشروع کیا ہے۔ اور اس کے بغیر کو بھی اُس کے انداز پر رکھا ہے اور اس میں ایسے اسلوب کا لحاظ کیا ہے جس سے مخالفین کی شوکت ٹوٹ جائے اور ان کی پریشانی سے نجات ملے اور پروان شریعت کا کام چلے انکو نفع حاصل ہو اور غلام کی راحت بھی محفوظ رہے اور اس سے تمام ضرر رساں شے برفع ہوں اُسے دشواریوں سے بچھلت نجات حاصل ہو اور سب الامکان اس سے حرج دور رہے۔

آئیے اب امر کہ شریعت محمدیہ نے غلام کے لئے اس کے اور اس کے مولے کے مابین ایک قسم کا رشتہ و قرابت قائم کی ہے پس یان اس کا یہ ہے کہ اس نے غلام کے آزاد ہونے کے بعد ان دونوں کے مابین دُلا ر کا حکم کیا ہے۔ اور اس دُلا ر کے احکام میں سے یہ امر ہے کہ جب وہ آزاد کردہ غلام کسی جنایت کا خطا مرتکب ہو جس سے دیت (خونہنہ) لازم آئے تو وہ دیت اس کے مولے اور عصبیات مولے سے حصہ رسدی لیجاتی ہے تو گو یا یہ غلام اپنے مولے کا بیٹا یا بہائی ٹھہرا اور یہ امر آزاد کردہ غلام کی رعایت نظر رکھے جانے کے ثبوت میں بالکل کافی و دانی ہے کیا ان سارے امور مذکورہ کے بعد بھی یہ کہا جاسکتا ہے کہ مسلمان غلام کو خصوصاً اُن میں سے حبشیوں کو انسان نہیں شمار کرتے بلکہ آدمیت کے درجہ سے گھٹا ہوا شمار کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اُن کی شریعت انکو آدم اور جو اہری کی اولاد سے شمار کرتی ہے لیکن ہاں اُن کے ساتھ ایسے معاملہ کی بھی اجازت دیتی ہے جس سے انکا شروع ہوا وراثت نام انکو رحمت و شفقت سے محروم نہیں کرتی۔ اُن کی اس روک ٹوک کی مدت کم کرنے میں ذرا ہی کوتاہی روا نہیں رکھتی۔

آئیے اب امر کہ پروان شریعت محمدیہ نے اس پر نظر کر کے کہ اُن کی شریعت غلاموں کے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آنے کی ترغیب دیتی ہے بہت سے ایسے طریقے اختیار کئے ہیں جس کا نتیجہ غلاموں کے ساتھ نیکی اور احسان سے پیش آنا ہوتا ہے اور یہ کہ ایسا اوقات انکو وہ نعمتیں غلامی کی بدولت حاصل ہو جاتی ہیں جنکا حاصل کر لینا اگر وہ غلامی میں داخل نہ ہوتے تو کسی طرح انکو ممکن نہ تھا پس یہ بات اُن امور سے جو مسلمانوں میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں بالکل وضع و ظاہر ہو جاتی ہے اور وہ امور یہ ہیں کہ اُن کا اپنے بردوں اور آزاد کردہ غلاموں پر اوقات کو وقف کر دینا۔ اُن کے لئے میراث کی وصیت کر جانا وغیرہ چنانچہ بہت سے غلام ان احسانات اور میراث کی بدولت اپنے مولے کی اولاد سے بھی زیادہ مالدار ہو گئے ہیں اور بہت ہیوں نے اپنے مولے سے دُلا ر قرابت کو کہتے ہیں شریعت کا حکم ہے کہ اگر کوئی شخص غلام کو آزاد کرے تو ان دونوں میں ایک قسم کی قرابت قائم ہو جاتی ہے جس کا ثمر یہ ہے کہ اگر غلام مثلاً کسیکو خطا مار ڈالے تو اس کی دیت غلام کے عزیز و اقارب (عصبہ) کی طرح اُس کے مولے اور اقارب مولے کو دینا ہوگی اور اگر غلام مر جائے اور اُس کا کوئی عزیز وارث نہ ہو تو اس کی میراث اُس کے مولے کو ملے گی ۱۲ مترجم

ف
غلام کی قرابت
غلامی کے مابین
استثنائات شرعیہ
جو باغلامانی
مسکتی نہیں اور
دری اسلام کے
کے ساتھ سلوک

کی رگیوں سے شادی کر لی بلکہ بہتیرے موئے ایسے بھی ہیں جو غلام کو آزاد کر کے اپنا بیٹی بنا لیتے ہیں بلکہ انکو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے ہیں یا اپنی بیٹی انکو بیاہ دیتے ہیں اور بہتیرے ایسے بھی غلام ہیں جو امیر یا سلطان بن گئے ہیں جیسا کہ شاہان مصر جنگی شہرت عالمگیر سے اور کافر خشیدی کی نسبت تمام لوگوں کو یہ بات معلوم ہے اور بہتیرے آزاد کردہ غلام مرآت جاہ اور مناسبت علیہ جیسے کہ قضا اور افتاز تک بلکہ مرتبہ اجتہاد تک پہنچ گئے ہیں (اس بارہ میں آپ کو عطار بن ابی رباح کا حال معلوم ہو جائے گا کافی ہے جو کہ فقہ کے ایک جلیل القدر امام ہیں خلیفہ آن کی زیارت کی تمنائیں رہا کرتا تھا اور روزانہ سے انکو پیش قدمی کر کے لیتا تھا اور اپنے پہلو میں نشست کے لئے جگہ دیتا تھا) اور یہ امر کہ بات کے بیان کرنے کے لئے کافی ہے کہ غلاموں کو غلامی کی بدولت کیا کچھ نعمتیں مل جاتی ہیں کہ اگر وہ غلام نہ ہوتے تو انکو ہرگز نصیب نہ ہوتا بلکہ وہ اپنے وحشی شہروں میں اپنی اسی موٹی چھوٹی حالت میں پڑے رہتے اب کیا اسکے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ شریعت محمدیہ غلاموں کو آدمیت کے مرتبہ سے گرا ہوا اعتبار کرتی ہے اور انہیں انسانیت کے حقوق نہیں دیتی ایسے بہتان سے خدا کی پناہ۔

اور اگر کہا جائے کہ ہم تو بعض مسلمانوں کو دیکھتے ہیں کہ اپنے غلاموں کے ساتھ وہ ایسی ایسی سنگدلی کا معاملہ کیا کرتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ ہاں بعض ایسے احمق بھی تو ہیں جو عادل اور مہربان شریعت کے احکام کو چھوڑ کر اپنی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں جسکو شریعت ہرگز پسند نہیں کرتی اور نہ شفقت و رحمت انکی اجازت دیتی ہے لیکن ایسے لوگ بہت نادر اور قلیل الوجود ہیں۔ تو کیا ان سنگدلوں کو دیکھ کر یہ کہا جائیگا کہ سارے مسلمان اپنی اولاد سے ایسی ہی بری طرح سے پیش آتے ہیں اور اس سے یہ نتیجہ نکال لیا جائیگا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ ایسا کام ہی نہ کریں جس سے بچے پیدا ہوں۔ بلا شک یہ بہت بڑا نتیجہ ہدائی لیل سے پیدا ہوا ہے کیونکہ یہ بات تو ہر عقل مند جانتا ہے کہ احکام صرف عام اور شائع فعل پر مبنی ہوا کرتے ہیں قلیل اور نادر الوجود امور پر مبنی نہیں ہوتے بلا شک بعض مہذب و تمدن مالک ہیں جو فکروں اور غلاموں پر ایسی سنگدلیاں سخی جاتی ہیں جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں اور آپ نہیں تمدن اور مہذب لوگوں میں شائع ہیں جو انسانی بھروسہ و شفقت پر حرص ہونے کے دعوے مارا کرتے ہیں اگر یہی معاملہ مسلمانوں میں اپنے غلاموں کے ساتھ عام طور پر رائج ہوتا اور ان کی شریعت کی انہیں اجازت ہوتی تو البتہ شریعت محمدیہ میں غلامی کے برا سمجھنے کی ظاہر وجہ ہو ہی سکتی تھی لیکن یہ بات ہرگز نہیں ہے چنانچہ پوری تلاش و استقرا اور اسلامی تاریخوں کے دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور جو شخص ملاحظہ فرمائے گا کہ وہ شخص مسلمانوں پر اور ان کی شریعت پر بدگمانی کر کے غلط اور جھوٹی تہمت لگا کر بہتان باندھتا ہے۔ خدا ہم کو ایسے اقرار بہتان اور جھوٹ سے بے بہاہ میں رکھے جس سے انسانی شرافت پر برہہ لگے۔

رہا یہ امر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے پہلے جو شریعتیں تھیں ان میں بھی غلامی مشروع ہے اور جو کتابیں ان شرائع کی جانب منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس کی تصریح موجود ہے اسکے بیان کے لئے تورات کی بکثرت آیتیں جو اپنے مخالفوں کے غلام بنالینے پر دلالت کرتی ہیں کافی ہیں منجملہ اسکے کتاب استنار میں ہے اور جب تو کسی قریہ کے پاس اس سے منقادہ کرنے کو جائے پہلے اسکو صلح کی طرف بلائیں اگر وہ قبول کر لے اور میرے لئے دروازے کھول دے تو جسے فزوا سہیں ہوں گے وہ

ف
غلاموں کے ساتھ
بعض احمقوں کے لئے
پیش کی جاتی ہے
مذہب و تمدن مالک
اور مہذب لوگوں میں
شائع ہیں جو انسانی
بھروسہ و شفقت
پر حرص ہونے کے
دعوے مارا کرتے ہیں
اگر یہی معاملہ
مسلمانوں میں اپنے
غلاموں کے ساتھ
عام طور پر رائج
ہوتا اور ان کی
شریعت کی انہیں
اجازت ہوتی تو
البتہ شریعت
محمدیہ میں
غلامی کے برا
سمجھنے کی
ظاہر وجہ
ہو ہی سکتی
تھی لیکن
یہ بات
ہرگز نہیں
ہے چنانچہ
پوری تلاش
و استقرا
اور اسلامی
تاریخوں کے
دیکھنے سے
معلوم ہو
سکتا ہے
اور جو
شخص
ملاحظہ
فرمائے
گا کہ وہ
شخص
مسلمانوں
پر اور ان
کی شریعت
پر بدگمانی
کر کے
غلط اور
جھوٹی
تہمت
لگا کر
بہتان
باندھتا
ہے۔
خدا ہم
کو ایسے
اقرار
بہتان
اور
جھوٹ
سے
بے
بہاہ
میں
رکھے
جس
سے
انسانی
شرافت
پر
برہہ
لگے۔

ف
مذہب و تمدن مالک
اور مہذب لوگوں میں
شائع ہیں جو انسانی
بھروسہ و شفقت
پر حرص ہونے کے
دعوے مارا کرتے ہیں
اگر یہی معاملہ
مسلمانوں میں اپنے
غلاموں کے ساتھ
عام طور پر رائج
ہوتا اور ان کی
شریعت کی انہیں
اجازت ہوتی تو
البتہ شریعت
محمدیہ میں
غلامی کے برا
سمجھنے کی
ظاہر وجہ
ہو ہی سکتی
تھی لیکن
یہ بات
ہرگز نہیں
ہے چنانچہ
پوری تلاش
و استقرا
اور اسلامی
تاریخوں کے
دیکھنے سے
معلوم ہو
سکتا ہے
اور جو
شخص
ملاحظہ
فرمائے
گا کہ وہ
شخص
مسلمانوں
پر اور ان
کی شریعت
پر بدگمانی
کر کے
غلط اور
جھوٹی
تہمت
لگا کر
بہتان
باندھتا
ہے۔
خدا ہم
کو ایسے
اقرار
بہتان
اور
جھوٹ
سے
بے
بہاہ
میں
رکھے
جس
سے
انسانی
شرافت
پر
برہہ
لگے۔

کر چنگے اور تیرے غلام نہیں گئے تھے جزیہ دینگے۔ اور سفر دوسے ماخوذ ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب بارہ ہزار آدمیوں کو
اصل دین کے مچارہ کے لئے بھیجا تھا تو ان پر وہ لوگ غالب آئے تھے اور ان میں سے سارے مردوں اور پانچ بادشاہوں کو
قتل کر ڈالا تھا اور ان کی عورتوں بچوں اور مویشی سب کے سب کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور قریوں۔ دیہاتوں۔ اور شہروں کو آگ
سے جلا ڈالا تھا پھر جب وہ لوگ واپس آئے تو موسیٰ علیہ السلام غضبناک ہوئے اور کہنے لگے تم نے عورتوں کو کیوں زندہ
رکھنے دیا پھر ہر ایک کے (مذکر و مہر) اور ہر شوہر و یدہ عورت کو قتل کرنے اور کنواری لڑکیوں کے باقی رکھنے کا حکم کیا پس ان
لوگوں نے ویسا ہی کیا جیسا موسیٰ علیہ السلام نے حکم دیا تھا اور غنیمت میں چہ لاکھ تیرہ ہزار بکریاں۔ بہتر ہزار گائیں۔ کچھ
ہزار گدے۔ بیسیں ہزار کنواری لڑکیاں تھیں پس یہ آیت اس شریعت میں دشمنوں کے یہاں تک کہ لڑکیوں اور شوہر و یدہ عورتوں
کے قتل کے جائز ہو کر آتے رہے کہ سبھی غیر شوہر و یدہ عورتوں کو بڑی بنا لینے پر بھی دلا کرتی ہو اور ضرر پہلے میں ہے اور مواہب کے ہونے والے
داؤد علیہ السلام کو قتل کرنے سے روکنا چاہتے تھے اور تیرہ سو تیس کیجا بپولس کے پہلے خط کے چھٹے باب میں یہ تصریح موجود ہے کہ وہ تمام
لوگ جو غلام ہیں راہ روشن کے نشان کے نیچے ہیں پس انہیں چاہئے کہ اپنے سرداروں کو پورے اکرام کا مستحق سمجھیں تاکہ
خدا کے نام اور اس کی تعلیم پر بہتان نہ باندھا جائے اور جنکے سردار مسلمان ہیں وہ انکو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ وہ بہائی ہیں بلکہ چاہئے کہ
ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اسلئے کہ جو فائدے میں شرکت رکھتے ہیں وہ مسلمان اور پیارے ہی لوگ ہیں اسکی تعلیم سے
اور اسی کا وظیفہ کہہ انتہی۔

اس نص سے شریعت عیسوی میں غلامی کا ثابت و برقرار رہنا سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ غلاموں کو پورے اکرام کے ساتھ اپنے
مالکوں کو تکلیف نہ دی گئی ہے اگر اُنکے مالکوں کو ان کا غلام بنالینا اس شریعت میں مشروع نہ ہوتا تو انکو انکی اطاعت
و خدمت کا ہرگز حکم نہ کیا جاتا اسلئے کہ شرائط سے جو بات معلوم ہوتی ہے اس کے موافق سکلف کو ایسی چیز کے کرنے کا حکم
نہیں کیا جاسکتا جو خدا تعالیٰ کے نزدیک محفوت و منجوز ہے۔ اور اس سے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مالکوں کی اطاعت
واجب ہے چاہے وہ ایماندار بھی نہ ہوں کیونکہ پہلے عموماً کہا گیا پھر ایماندار مالکوں کی اس امر کے ساتھ تخصیص کر دی گئی کہ
وہ انکو حقیر نہ سمجھیں اور ان کی بہت زیادہ خدمت کریں اور اگر غلام بنانا اس شریعت میں جائز و مباح نہ ہوتا تو وہ شریعت مسلمانوں
کے غلاموں پر ان کی رعایت اور زیادہ خدمت لازم کر کے لوگوں کو اپنا غلام بنانے رکھنے پر مسلمانوں کو برقرار نہ رکھتی چنانچہ یہ
سب امور ظاہر ہیں اور تیس کیجا بپولس کے خط کے دوسرے باب میں یہ تصریح موجود ہے "اور غلام اپنے مالکوں سے
پسے سے پیش آئیں انکو تمام چیزوں میں راضی رکھیں انکے خلاف کوئی بات نہ کہیں انکے ساتھ اچکا پن نہ کریں بلکہ پوری پوری
نیکی کے ساتھ امانت سے پیش آتے رہیں تاکہ وہ ہمارے خلص یعنی اللہ کی تعلیم کو تمام امور میں مزین کریں انتہی۔ اور یہ نص افادہ
میں پہلی نص کے قریب ہی قریب اور اپنے اس قول "انکو تمام چیزوں میں" کے ظاہری عموم کے موافق پہلی نص پر سیادت کو اور
بہر باقی ہے کہ غلاموں کے ذمہ اپنے مالکوں کی اطاعت واجب ہے یہاں تک کہ ایسے امر میں بھی کہ وہ خدا کی نافرمانی ہی کیوں نہ ہو
جیسے کہ مثلاً جب مالک اپنے غلام کو زنا کا حکم کرے لیکن شریعت محمدیہ میں اپنے مالک کی ایسے امر میں اطاعت کرنا غلام پر واجب
نہیں ہے کیونکہ انہیں یہ قاعدہ ہے کہ غلام کی اطاعت ان کے ساتھ کسی مخلوق کی اطاعت نہیں پس غلام پر واجب ہے کہ

خدا کی نافرمانی کے علاوہ اور امور میں اپنے مولے کی اطاعت کیا کرے مگر ہاں جب آپس پر زبردستی کی جائے اور اسے قتل وغیرہ کی دیکھی دیکھ لے تو اسوقت اس بارہ میں اس کا حکم غیر ملوک شخاص کا سا ہے یعنی اگر آپر ایسی زبردستی کی جائے تو بعض گناہ زبردستی کیوں جسے لٹکے لئے مباح ہو جاتے ہیں اور بعض مباح نہیں ہوتے جیسا کہ اس شریعت میں اس کی تفصیل کی گئی ہے اس موقع پر جو کچھ مذکور ہوا ہے وہ نص بالا میں اس قول "تمام چیزوں میں" سے جو ظاہری عموم سمجھا جاتا تھا اس کے موافق بیان کیا گیا لیکن ہاں اگر یوں کہا جائے کہ پوس کے خط میں جو نص موجود ہے اس کے قول "تمام چیزوں میں" سے جو عموم سمجھا جاتا ہے دوسری نصوص سے اس کی تخصیص کر لی گئی ہے اور وہ نصوص شریعت عیسوی کی بجائے شریعت اسلامی منسوب کی جاتی ہیں ان میں اس موقع کے علاوہ اور مواقع مذکور ہیں اور پوس کے پہلے خط کے دوسرے باب میں مذکور ہے لے خادم پوری ہیبت کے ساتھ اپنے مالکوں کے لئے پست ہو جاؤ نہ فقط نیک اور نرمی کہنے والوں ہی کے لئے بلکہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی انتہی۔ اور اس نص نے اگرچہ لفظ کے اعتبار سے غلاموں کو ذکر نہیں کیا بلکہ غلاموں کو ذکر کیا ہے لیکن اس کا قول "مالکوں کے لئے" یہ قرینہ اس امر کو معین کرتا ہے کہ غلاموں سے غلام ہی مراد ہیں اور اس نص میں اطاعت واجب کی گئی ہے یہاں تک کہ سختی سے پیش آنے والوں کے لئے بھی اور اگر غلام اس قرینہ کا اعتبار نہ کیا جائے تو ہمیں اپنا مطلب ثابت کرنے کے لئے پہلے ہی کی دونوں نص بالکل کافی ہیں۔ پس جب اس قوم کے لئے جو شریعت محمدیہ پر غلامی کے بارہ میں اعراض کرتی تھی امور مذکورۃ الصمد ظاہر ہوئے اور انکو اس شریعت میں غلامی کے مشروع ہونے کی حکمت۔ اس کے حدود اور شریعت کی وہ عنایتیں اور رعایتیں جو اسے غلاموں کے ساتھ مد نظر رکھی ہیں معلوم ہوئیں جنگی وجہ سے غلاموں کی راحت محفوظ رہتی ہے بلکہ کبھی کبھی انکو بہتیری نعمتیں حاصل ہو جاتی ہیں اور جو کہ انکی غلامی کی شدت کی کمی کا باعث ہو جاتی ہیں اور انہوں نے موسوی و عیسوی شریعت کی ان نصوص میں بھی غور کیا جو غلامی کے مشروع ہونے پر دلالت کرتی ہیں اور یہ بتلائی ہیں کہ غلامی ان دونوں شریعتوں میں موجود تھی تو اسوقت وہ کہنے لگے کہ شریعت محمدیہ پر اس بارہ میں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اسلئے کہ وہ عدل کے موافق حکم ہے انہیں دو ضرروں میں سے اپنے درجہ کا خیر اختیار کیا گیا ہے اور یہ قاعدہ عقل کے موافق ہے اور انہیں شفقت۔ رحمت۔ اور انسانیت کی حتی الامکان رعایت مد نظر رکھی گئی ہے اور انہیں ضرورت کو اسی کے انداز پر رکھا ہے پس اس بیان کے بعد ہر منصف اور وحی و شریع کے تصدیق کرنے والے کے لئے کوئی اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

رہ دشمنوں کا مال چھین لینا اور اپنی خراج (ٹیکس) مقرر کرنا سو انہیں ہی اعتراض و جواب کے اعتبار سے ویسی ہی گفتگو ہو سکتی ہے جو غلامی کے بارہ میں کی گئی اسلئے اب تطویل کی حاجت نہیں معلوم ہوتی بلکہ غلامی اور جہاد کے مسئلہ کی بابت جو دلائل اور شرائع متقدمہ کی نصوص مذکور ہوئیں وہی کافی ہیں انہیں سے اس بارہ خاص میں مستقل گفتگو کرنے سے استغناء ہو جاتا ہے چنانچہ یہ امر سچے طور پر غور کرنے سے بخوبی ظاہر ہے۔ خدا اس کی توفیق فرمے۔ کیونکہ وہی توفیق کا مالک ہے۔

پھر بعد اس کے کہ شریعت محمدیہ میں جہاد مشروع ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مخالفوں کے ساتھ محاربہ اور ایسا معاملہ شروع کیا جو خدا نے اس بارہ میں مشروع کیا تھا تو آپ ان میں سے بعضوں کو انکی ایذارسانی کے دفع کرنے اور اپنے متبعین

چونکہ مذہب پر مبنی اور ملت جو متحد ہے، ان کا حکم اور مصلحتوں کا حکم ایک ہی ہے اور ان بات پر

اس خیال سے کہ کہیں دشمن یہ بات نہ شائع کر دیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیروی کرنے والوں کو اپنی تصدیق کے بارے میں جھوٹا سمجھتے ہیں اور انکے اخلاص میں شک کرتے ہیں اور انکو اپنے اغراض ہر کے لئے مار ڈالا کرتے ہیں اور یہ ایسی بات تھی جس سے لوگوں کو سنگہ لغت و سید ہوتی اور جو لوگ متوجہ بھی ہوئے انکے ارادے بھی پہر جاتے خصوصاً جبکہ دین اپنے نشوونما کی ابتدائی حالت میں تھا۔ لیکن جب شوکت اسلام کو قوت ہوئی اور اسکے بہت سے مدد کرنے والے ہو گئے اور انکا نور چراگیا اور یہ بات عام طور پر ظاہر ہو گئی کہ اپنے صحاب کے ساتھ آپ کا معاملہ محض خیر خواہی اور خالص شفقت پر مبنی ہے اور ان باطل اشاعت کی کوئی گنجائش نہ رہی تو اسوقت آپ کے مولے والاک (خدا) نے ان منافقوں اور دوزخی لوگوں کی فضیحت۔ سرزنش ملامت کی اور اس امر کی آپ کو اجازت دیدی کہ آپ اپنے مخلص پیروی کرنے والوں کو اپنے اور انکے مکر سے ڈرایا کریں پہر اسکے بعد یہ لوگ منقسم ہو کر دو فرقے بن گئے بعض نے تو جب اہل دین سے مخالفت کی اور اس پاک معاملہ پر بحث کی حقیقت پر مطلع ہوئے اور انہوں نے اپنے باطل اعتقادات اور اپنے درجہ کی عداوت و رسوم کا شریعت سے مقابلہ کیا تو انکی نیت خالص اور دل صاف ہو گیا اور گو پہلے منافقانہ ایمان ملائے تھے لیکن پہر حقیقی مومن بن گئے اور پہر انکا شمار بھی بہترین اتباع اور بڑے بڑے انصار میں ہونے لگا اور بعض خوف کی حالت میں عداوت کا جو ٹوٹ پنی پنی کر اپنے نفاق پر چھ ہی ہے اور ان لوگوں نے اگر اپنی جانوں کو توار کی دھار سے بچا ہی لیا تو کیا ہوا آخرت میں ان کو دردناک عذاب آٹھنا نا ہی پڑے گا۔

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کے لوگوں کی یہ علامت قرار دی ہے جو انکے نفاق کا عنوان اور فردا کی کیل ہے اور وہ یہ ہے کہ منافق جب کوئی بات کہے تو جھوٹ بولے اور جب وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ خدا تعالیٰ سے ہم دین۔ دنیا۔ آخرت سب کی حفاظت اور سلامتی کی دعا مانگتے ہیں۔

یہ تو ہو چکا اب سنئے کہ جب خدا تعالیٰ اپنے نازل کئے ہوئے قرآن کریم اور آپ کی ہمت و اسنت سے جسکی آئے اپنے رسول پاک کی جانب وحی کی تھی اپنے دین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر پورا کر چکا تھا آپ کو آپ کی شان کے مناسب ہماری جانب سے جزائے خیر دے تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ نے رفیق طے کو اختیار کر لیا۔ خدائے سبحانہ نے اپنے دین کو پورا کر کے ہمارے اوپر بہت ہی بڑا احسان کیا اور ہم کو بہت بڑی ہزرتی سے سرفراز کر دیا چنانچہ اپنے باکمال رسول ہم اس روز جو ہمارے لئے عید اکبر تھا اپنے اس قول کو ابل فرمایا (الیوم اکملت لکم دینکم و تمتم علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً) یعنی آج کے دن میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا اور تمہارے اوپر اپنی نعمت پوری کر چکا اور تمہارے لئے نئے دین اسلام کو پسند کیا ہے۔ یہ کیسی کامل نعمت ہے اور کتنا دی فضل احسان ہے پس ہم اسکے عطا کرنے والے خدائے پاک کی حمد اور اسکا شکر کرتے ہیں جیسے حمد و شکر کا وہ حق ہے اور سارے محمد اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جسے ہم کو اسکی ہدایت کی اگر اللہ بکو ہدایت نکر تا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاسکتے تھے۔ اور اس آیت کریمہ کا نازل ہونا بلا شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی خبر دیتا تھا جیسا کہ اس بات کو آپ کے صدیق اکبر اس آیت کو سنئے ہی سمجھ گئے اور رونے لگے کیونکہ فریضہ میرے لئے ہے یہ امر علامہ بروجیا (اور دوسن خدائے فرستہ) دیکھا کرتا ہی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر جا جانا اور دنیا میں آپ کا وجود شریف تبلیغ دین کی حکمت کے لئے تھا پس ہر

ف
وہی رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان کے
مقابلہ میں
ہو گیا اور اسکی
حکمت ہے

دین کامل ہو چکا تو بعد اسکے دار فناء سے دار بقا کی جانب کہ وہی دار قرار ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے سوا
 اور کیا رنگیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے خوشی خوشی تشریف لے گئے اور حال یہ ہے کہ آپ نے راہ راست دکھلا دی
 جو کچھ خدا کے پاس سے لائے تھے سب اسکے بندوں کو آپ نے پہنچا دیا براہ راست کی غیر خواہی میں رہے انکو ایسے روشن
 راستہ پر چھوڑ کر گئے جس کی رات بھی دن کے مانند ہے انکے دلوں میں اپنی ایسی محبت جاگزیں کر گئے ہیں جسکو کبھی کہنگی ماضی
 ہی نہ ہو اور ایسی الفت جو کبھی نہ جائے ان لوگوں کی روحیں بھی آپ پر خدا میں ہر زبان آپ کی حمد و شکر کی ثنا خواں ہے
 پس خدا تعالیٰ آپ کو تمام امت کی جانب سے جزائے فیروزے اور آپ کو وسیلہ اور درجہ رفیع و عالی دار البقار میں غایت قرار
 اور آپ کے مولے سبحانہ کی جانب سے آپ پر اور آپ کے ذی کرامت کنبہ والوں پر جو کہ ہدایت کے انوار میں اور آپ کے
 ذی عظمت صحابہ پر جو کہ تاریکی کے چراغ ہیں اشرف صلوات اور ان کی تحیات جب تک رات و دن آتے جاتے ہیں اور
 نہاں کا دورہ ہوتا رہے نازل ہوا کریں۔ اللہم آمین
 اور چونکہ یہاں پر اگر سارا اصل کلام ختم ہوا اور خدا نے بقدر امکان دین اسلام کی حقیقت اور حقانیت کے بیان کرنے میں ہر کورائی
 غایت فرمائی اسلئے ہمیں مناسب ہے کہ ہم اپنے آخری کلام میں ایک خاتمہ اور ایک تہنیت لکھیں خدای تو فقیہ دینے والا ہے
 خاتمہ تو اس امر کی تحقیق میں ہے کہ دین محمدی اپنے عقائد (کہ جسکو قبول کہتے ہیں) اور احکام سمیت (جسکا کہ نام فروع ہے)
 قرآن شریف اور ان احادیث بنویہ سے ماخوذ ہے جو ہمارے پیشوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ان اصول و فروع
 میں سے کوئی شے ان دونوں ماخذوں سے علیحدہ نہیں ہے اور یہ دونوں ماخذ بلا شک دین کے پورے پورے مفصل
 ہیں اور دلیل اس کی وہی آیت ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں دین محمدی کے کامل ہونے کی تصریح کرتی
 ہے اور عقائد اگرچہ شمار میں آسکتے ہیں کہ الفاظ سے ان کا صراحتاً یا قریب قریب صراحتاً بیان کر دیا جائے لیکن فروع اس قدر ہیں
 اگر صراحتاً قریب قریب کے الفاظ سے کہنا چاہو تو اس قدر الفاظ کی حاجت پڑے گی جس سے جلدیں کی جلدیں چوبائینگی اور اسکے ثبوت میں کیا کم
 ہے کہ نئے نئے کھواذات زمانہ کے آنے سے فروع بھی نئے نئے ہو جاتے ہیں پس قرآن شریف اور احادیث کہ میرے
 بقدر کفایت عقائد اور بہتیری فروع کی تصریح کر دی ہے اور کچھ قواعد کلیہ و ضوابط بتلائے ہیں جو فروع و مسائل کے ہم
 خفیہ کو مشتمل ہیں یا ان میں سے بہتیرے امور پر اشارت یا کنایتاً دلالت کرتے ہیں یہاں تک کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ دین
 محمدی میں جتنی چیزوں کی حاجت ہے قرآن اور احادیث میں صراحتاً یا کنایتاً اور اشارتاً سب کی سب موجود ہیں اور چونکہ ان سب کا
 سمجھ لینا امت میں سے ہر شخص کا کام نہیں اسلئے خدا نے تعالیٰ نے ان دونوں عظیم اصولوں سے احکام کے نکال
 لینے اور عام امت کے لئے شائع کر دینے کے لئے دو اور طریقے مشروع کئے ہیں پہلا پھر ان دونوں طریقوں میں ایک طریقہ
 محمدیہ کا کسی امر پر اجماع و اتفاق کر لینا ہے یعنی ان لوگوں کا اجماع کر لینا جو دین کی کافی معرفت اور شناسائی رکھتے ہیں کیونکہ انکا
 اجماع سب سے محفوظ اور محصوم قرار دیا گیا ہے اسلئے کہ وہ لوگ سوائے ایسے امر کے جس کو انہوں نے نصوح قرآن اور
 احادیث سے سمجھ لیا ہو گا اور کسی امر پر ہرگز اجماع نہ کریں گے اگرچہ انہوں نے اپنے ماخذ کی تصریح نہ کی ہو اور دوسرا طریقہ ایسے شخص
 کا ہے جو دین میں غیب غایت کی ہوا قرآن عظیم اور احادیث رسول کریم کے احکام کی سمجھ و عطا فرمائی ہو پس خدا

فائدہ اس بات کے بیان
 میں کہ اسلام کا نام
 قرآن و حدیث پر ہے
 امت اور امتیاد پر ہے
 اور امتیاد پر ہے
 ۱۱

پانچویں علم بیان جس سے ایک معنی کو مختلف طریقوں سے ادا کرنا معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اس امر میں یہ تقسیم ہے کہ ان علوم مذکورہ کو آٹھ حصہ لکھ کر حاصل کیا ہوا یا اپنے سلیقہ سے اُن سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کا حال تھا۔ رہا قرآن کے شرعی معانی کا جاننا سوا اس طرح پر ہے کہ اُن معانی سے واقفیت رکھتا ہو جو احکام شرعیہ میں مؤثر ہیں مثلاً خدا تعالیٰ کے اس قول میں (او جارا احدکم من الخائف) میں یہ جانتا ہو کہ خائف سے مراد صرث ہے (یعنی بدن سے کسی بجماست کا نکلنا جو ناقض وضو ہے) اور یہ کہ حکم کی علت زندہ انسان کے بدن سے بجماست کا نکلنا ہے اور نیز وہ شخص (مجتہد) قرآن شریف کے اقسام جو اصول فقہ میں مذکور ہوتے ہیں جانتا ہو یعنی خاص۔ عام۔ مشترک۔ مجمل۔ مفسر۔ محکم۔ مطلق۔ مقید۔ صحیح۔ کنا یہ بظاہر نفس نفی۔ مشکل۔ تشابہ۔ دال بعبارتہ۔ دال بشارتہ۔ دال باقتضائہ۔ دال بدلائلہ۔ مفہوم معتبر۔ امر و نہی کا مقتضا اور اس کے علاوہ وہ امور جن کا علم اصول میں ذکر ہوتا ہے کہ جو علوم دینیہ میں سے بہت ہی عظیم علم شمار کیا جاتا ہے اور ان اقسام کا محض بیان نہایت کافی نہیں بلکہ اس کو بھی معلوم ہو کہ فلاں شے خاص ہے اور فلاں عام ہے اور یہ اشیاء خاصہ اور وہ مشہور شے بہت ہے۔

عدا فاطمہ لغت میں اس میدان کو کہتے ہیں جو بہت بڑا اور اس سے پانچ گنا سے کنا یہ کیا جاتا ہے اس کے کرا کر بہت زمین میں فضا ہے حاجت کے

بہت بڑا ہے اس کا کافی بڑی الارباب۔

وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ اخیر (یعنی نسخ و منسوخ کا جاننا) انصوص کے نزول کی تاریخ سے واقفیت رکھنے پر موقوف ہے۔ اس طرح ہر کہ فلاں نص پہلے نازل ہوئی پھر فلاں اسکے بعد نازل ہوئی اور یہ امور معانی کے جاننے کے مغائر اور انکے علاوہ ہیں۔ لیکن امور مذکورہ کے مواقع کا اس طور پر جان لینا کافی ہے کہ حکم کے طلب کرنے کے وقت انکی طرف رجوع کرنے پر قدرت ہو یہ نہیں کہ زانی یاد ہوں۔ اور اس موقع پر قرآن سے مراد بھی اسقدر ہے جس کو معرفت احکام سے تعلق ہے۔

اجتہاد کی دوسری شرط یہ ہے کہ وہ کم سے کم اس قدر احادیث سے واقف ہو جس قدر کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور وہ بھی اس طرح ہر کہ متن احادیث کو جانتا ہو یعنی انکے لغوی اور شرعی معنی سے واقفیت رکھتا ہو جیسا کہ قرآن کے بارہ میں گذرا اور انکے خاص و عام وغیرہ انسام کو پہچانتا ہو جنکی نظیر قرآن کے بیان میں بھی گذر چکی ہے۔

اور ان احادیث کی سند کا بھی علم رکھتا ہو اور مراد اس سے احادیث کے ہم تک پہنچنے کا طریق ہے خواہ وہ قوتاً ہو یا مشہوریت ہو یا آحاد ہو اور اس میں حدیث کے راویوں کے احوال کی معرفت بھی مندرج ہو جائیگی۔ کہ وہ معتدل ہیں یا مجروح ہیں اور یہ بہت ہی وسیع علم ہے اس میں صحیح تاریخ سے مطلع ہونے کی بڑی ضرورت ہے لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محدثین کے ماہرین ایک طویل زمانہ حائل ہو چکا اسلئے راویوں کے حالات سے بطور خود واقف ہونا تو بہت ہی مشکل ٹھہر چکا پس ان ائمہ کی تحویل اور تخریج پر اکتفا کیا جائیگا جو علم حدیث کے امام مانے گئے ہیں اور ان پر اس بارہ میں وثوق کیا گیا ہے۔

اجتہاد کی تیسری شرط وجہ قیاس کو جاننا ہے یعنی اس طریق کو جسکے ذریعہ سے مجتہد احکام کو مستنبط کرتا ہے ان طریقوں کے شرائط۔ انکے احکام انسام اور یہ کہ ان میں سے کونسی قسم مقبول ہے اور کونسی مردود ان سب کو جانتا ہو جیسا کہ کتب اصول میں بیان کیا گیا ہے۔ اجتہاد کی چوتھی شرط یہ ہے کہ ان مسائل کو جانتا ہو جنہیں ان علماء اسلام کا اجماع ہو گیا ہے۔ جبکہ اجماع مستتر ہے تاکہ اپنے اجتہاد میں انکے اجماع کی مخالفت نہ کرے۔ اور یہ تو سہی جانتے ہیں کہ مجتہد کا ایماندار ہونا۔ عادل ہونا شرائط میں سے ہونا چاہئے اس بارہ میں کلام کے طویل کرنے کی کوئی حاجت نہیں اسلئے کہ یہ تو ظاہر ہی ہے۔ کس جب کسی شخص میں یہ ساری شرطیں کامل طور سے پائی جائیں تو اسے جائز ہے کہ قرآن اور حدیث سے شرعی احکام کا استنباط کرے اور دوسرے لوگوں کو جو اجتہاد کی قابلیت نہیں رکھتے۔ اس کی تقلید اور پیروی کرنا اور اسکے استنباط کئے ہوئے احکام پر

مقتدر سے مراد یہ ہے کہ اس حدیث کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر ہوں کہ عقل سب کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا ماحال سمجھتی ہو حدیث مشہور سے مراد یہ ہے کہ وہ حدیث حد قوتاً نہ ہو پھر بھی ہو لیکن کسی مرتبہ میں راوی تین سے کم نہ ہونے ہوں تین یا تین سے زیادہ ہی رہے ہوں۔

سہ آحاد سے مراد یہ ہے کہ ان حدیث کی سند میں قوتاً کے شروط نہ پائے جاتے ہوں۔ پھر اگر احادیث تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم مشہور ہے۔ دوسری حوزہ جس کے معنی یہ ہے کہ اس کے راوی کسی مرتبہ میں دو سے کم نہ ہوتے ہوں تیسری قسم غریب ہے جس کا کسی مرتبہ میں ایک راوی رہ گیا ہو ۱۲ بخیر الفکر۔

عمل کرنا جائز ہے۔

پھر علماء اہل سنت نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ مسائل اجتہاد میں خدا کے نزدیک حق ایک ہی امر ہے اور بعد اسکے کہ مجتہد نے حق کے ظاہر کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف کر لی ہے اگر حق تک اسکی رسائی ہو جائے تو اسے دواجر ملتے ہیں۔ اور اگر پوری کوشش صرف کرنے کے بعد بھی وہ حق سے چوک جائے تو وہ مخدور ہے اور اسے اپنی کوشش اور محنت کا اجر ملے گا اسلئے کہ اسکے ذمہ صرف اپنی کوشش کو صرف کرنا تھا سو وہ کر چکا اور چونکہ امر حق کی دلیل خفی تھی اسلئے وہاں تک اسکی رسائی نہ ہو سکی ہاں اگر امر صواب تک پہنچ سکتا ہے البتہ مستحق ثواب ہے اور بعض سلف سے جو آپس میں ایک دوسرے پر مسائل اجتہاد میں طعن کرنا منقول ہے تو وہ اس بات پر مبنی ہے کہ طعن کرنے والے کے گمان میں طریق صواب ظاہر تھا اور یہ سب کچھ مسائل فرعیہ کے باب میں ہے اسلئے کہ ان میں غلبہ ظن کافی ہوتا ہے اور عمل کرنے کے لئے اسی کا حاصل ہو جانا مقصود ہے مگر اصل وہ عقائد میں اجتہاد کرنا تو انہیں خطا کرنے والا یا تو سزا دیا جائیگا یا وہ گمراہ سمجھا جائیگا یا وہ کافر قرار دیا جائیگا کیونکہ عقائد کے باب میں مطلوب ہوتا ہے کہ قطعی دلیلوں سے یقینی علم حاصل ہو جائے نہ کہ صرف ظنی۔ اور صحیح یہ ہے کہ اگر ایسا شخص جو استدلال پر قادر ہو اگرچہ وہ دلیل اجمالی ہی سے کیوں نہ استدلال کر سکتا ہو جب کسی عقیدہ میں کسی دوسرے کی تقلید کر لیگا تو استدلال کے ترک کرنے کی وجہ سے ضرور گنہگار ہوگا اگرچہ یہ دوسرا شخص جس کی اسے عقیدہ میں تقلید کی ہے امام ابو حنیفہ نعمان رحمۃ اللہ علیہ ہی کیوں نہ ہوں یعنی اگر کسی شخص کے پاس کسی عقیدہ کی قطعی دلیل موافق قواعد شرعیہ کے موجود ہے چاہے وہ اجمالی ہی دلیل کیوں نہ ہو تو اس کو ہرگز جائز نہیں کہ محض دوسروں کی تقلید میں اس عقیدہ کے خلاف کہنے لگے اور اپنی قطعی دلیل کے مقتضا کو چھوڑ دے پس اس موقع سے آپ کو ان لوگوں سے نہایت تعجب معلوم ہو گا جو بلا کسی یقینی دلیل کے بہت سی باتیں محض اسوجہ سے یقین کر لیتے ہیں کہ علم افلاک کے فلاں جاننے والے علم یا بوجی کے فلاں جاننے والے نے یوں کہا ہے یا جو دیکھ یہ باتیں عقیدہ اسلامیہ یا مستور نص شرعی کے ظاہر کی مصادوم و مخالف ہوتی ہیں۔ ایسے رسوا کرنے والے جہل سے خدا کی پناہ۔ ہاں جب اس مخالف کا قول ہمارے نزدیک قطعی دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسوقت بیشک ہمارے ذمہ تاویل کر کے دونوں میں تطبیق کرنا ضروری ہے جیسا کہ گذر چکا ہے۔ (یہ کچھ گفتگو اجتہاد پر کی گئی یہ سب کی سب اجتہاد مطلق کے بارہ میں ہے اور یہ مضمون تنقیح اور اس کے حواشی سے ماخوذ ہے اور اسکے ساتھ بعض مضمون بھی لکھے ہیں۔ رہا اجتہاد مقید یعنی کسی خاص مسئلہ میں اجتہاد کرنا سو آپس میں گفتگو نہیں ہے)۔

اور اسی مقام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مسلمانوں میں اختلاف مذاہب کی کیا وجہ ہے چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا کچھ لوگ امام احمد بن حنبلہ کے حواشی سے ماخوذ ہیں جو اصول کے لحاظ سے قائم کیا جائے اور کسی میں جو فروع کے اعتبار سے طریق قائم کیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا دین ایک ہی ہے۔ جیسے اسلام اور مذاہب مختلف ہیں۔ اور کبھی فقط مذہب دین کے معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

ف
دین اسلام
یعنی دین اسلام
مختلف مذاہب
کے اختلافات
چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ کچھ لوگ
امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کا
اتباع کرتے ہیں کچھ لوگ امام مالک بن
انس کا کچھ لوگ محمد بن ادریس شافعی کا
کچھ لوگ امام احمد بن حنبلہ کے حواشی سے
ماخوذ ہیں جو اصول کے لحاظ سے قائم کیا
جائے اور کسی میں جو فروع کے اعتبار سے
طریق قائم کیا جائے اسے مذہب کہتے ہیں
پس حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی۔ ان سب کا
دین ایک ہی ہے۔ جیسے اسلام اور مذاہب
مختلف ہیں۔ اور کبھی فقط مذہب دین کے
معنوں میں بھی مستعمل ہوتا ہے ۱۲

بن جنبل کا (رضی اللہ عنہم وارضاهم) اور وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک ایسے درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ وہ مطلق اجتہاد کر سکے اور شریعت محمدیہ کی نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے جہاں تک کہ اس کا اجتہاد پہنچے اور جہاں تک کہ اس کے کمال علمی اور اجتہاد سے اس کو رسائی حاصل ہو سکے موافق احکام استنباط کیا کرے اور ساتھ ہی اسکے یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک ٹھیک طریقہ پر چلتا تھا اور امر صواب کے دریافت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیتا تھا۔

پس ان ائمہ کے اتباع کرنے والے ان مسائل پر عمل کر کے ان کی تقلید کرتے ہیں جو ان ائمہ نے استنباط کئے اور شریعت سے سمجھے ہیں۔ اور وہ اس تقلید میں خدا کے نزدیک ضرور نجات پائے والے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجتہدین کو اجتہاد کرنے کی اور مقلدین کو تقلید کرنے کی اجازت دی ہے چنانچہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے (فاسئلواہل الذکر ان کنتم لا تعلمون) اور مجتہدین ہی ایسے لوگ ہیں جنکی بات پختہ ہوتی ہے اور دین میں معرفت رکھتے ہیں۔ پھر جب کسی مقلد سے اس شخص کے بارہ میں دریافت کیا جائیگا۔ جو اس کے امام کے علاوہ کسی دوسرے امام کی تقلید کرتا ہے تو وہ یہی کہے گا کہ خدا کے نزدیک اس کو نجات ملیگی کیونکہ اس نے ایسے مجتہد کی تقلید کی ہے جس میں اجتہاد کی پوری پوری شرطیں پائی جاتی ہیں۔ اور ابتداء اسلام میں ان چار مجتہدوں کے علاوہ جنکا ابھی ذکر ہوا صحابہ تابعین اور اسکے بعد کے لوگوں میں سے بہت سے مجتہد تھے (جنہی اللہ عنہم اجمعین) لیکن ان کے اس قدر پیروی کرنے والے نہ ہوئے جو ان کے اقوال کو بطریق تواتر یا اور کسی صحیح طریق پر جس پر وثوق کیا جاسکے نقل کرتے اس لئے ان کے مذاہب صفحہ عالم سے منکے باقی رہے یہ چاروں مجتہد سو بتوفیق خداوندی ان کے پیروی کرنے والے علمائے اعلام ہوئے جنہوں نے ان کے اقوال کو اس زمانہ تک بطریق تواتر یا ایسے طریق پر جس پر وثوق ہو سکے نقل کیا انکو یاد رکھا اور حقاہوں میں انکو مدون کر دیا کہ وہ کچھ کہنے کے بعد دیگرے بعض بعض سے بالمشافہ اور بذریعہ درس و تدریس کے ان کے مسائل کو جا مل کیا۔ یہی وجہ سے ان کے مذاہب باقی رہے اور آج تک ان کے پیروی کرنے والے پائے جاتے ہیں اور ان مقلدین میں سے ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو طعن نہیں کرتا اور نہ انکو گمراہ و فاسق کہتا ہے۔ اور ہر شخص کو جائز ہے کہ ان اماموں میں سے جس کی چاہے تقلید کرے اور کسی کی تقلید کرنے کے بعد بھی اسے جائز ہے کہ ایک امام کی تقلید چھوڑ کر انہیں میں سے کسی دوسرے امام کی تقلید کرنے لگے اور یہ امر اسکے دین میں مہیوب نہ شمار کیا جائیگا۔ جبکہ یہ انتقال اور ایک امام کو چھوڑ کر دوسرے کی تقلید کرنے لگنا کسی صحیح شرعی غرض سے ہو مسلمانوں کے احوال پر جو کہ ان اماموں کے پیرو ہیں اطلاع رکھنے والا جن امور کا مشاہدہ کرتا ہے اس نے یہ باتیں بالکل ظاہر ہو جاتی ہیں چنانچہ وہ دیکھتا ہے کہ یہ سب آپس میں شادی بیاہ کرتے ہیں چنانچہ حنفی مذہب کا آدمی شافعی یا مالکی یا حنبلی مذہب کی عورت لے آتا ہے یا اسکے بالعکس ہوتا ہے ان سب کی مسجدیں بھی ایک ہوتی ہیں ان کا خلیفہ بھی ایک ہے ایک دوسرے کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں ان میں باہم کوئی ایسی شے نہیں معلوم ہوتی جس سے ذرا بھی عداوت یا طعن سمجھا جاتا ہو۔ اور وہ یہ دیکھتا ہے کہ حنفی شافعی بنجائے اور کبھی بالعکس بھی ہوتا ہے۔ غایت سے غایت یہ ہے کہ ہر فرقہ اپنے امام کے مذہب کی رعایت

۱۰ خدا نے عرش رہے اور انہیں بھی عرش کر دے ۱۰

۱۱ اگر تم کو معلوم نہ ہو تو ایسے لوگوں سے جو چہرہ لہجی ات پختہ ہوتی ہے ۱۱

کرتا ہے جس کی پیروی اس نے اختیار کی اور اسی پر عمل کرتا ہے اور دوسروں پر جو ان مذہب میں سے اپنے امام کے مذہب پر عمل کرتے ہیں انکار نہیں کرتا پس چاروں مذہب کے اعتبار سے جو مسلمانوں میں شایع ہیں ان کی مذکورہ حالت صحابہ یا کسی اور سے کر کے نکلے اصول شریعت پر پورے طور سے منطبق ہو جاتی ہے جو اس بات کو نہ جانتا ہو وہ اب اسے خوب طرح جان سے۔

پھر جب شرائط سابق الذکر میں غور کیا جاتا ہے جنکا موجود ہونا کسی شخص کے اجتہاد منہ سے اور تہ اجتہاد پر پورے جانے کے لئے ضروری ہے تاکہ وہ شرعی احکام کے استنباط کر سنے کے لائق سمجھا جاسکے تو ہم کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کو ان سب شرائط کا لوگوں میں مجتمع ہو کر پایا جانا آج تک عقلاً ممکن رہا اور زندہ زمانہ میں بھی رہے گا لیکن بعض علماء اعلام اس بات کے قابل ہو گئے ہیں جیسا کہ علماء حنفیہ سے منقول ہے کہ چار سو پچہری (علی صاحبہ الصلوٰۃ والجمہ) سے اجتہاد کا (یعنی اجتہاد مطلق کا) دروازہ بند ہو گیا۔

اور کیا اوقات بعض لوگوں کے خیال میں یہ آتا ہے کہ ان علماء کا یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کیونکہ لوگوں کو کہا جاسکتا ہے کہ جب تک یہ بات ہے کہ اجتہاد کی شرائط مذکورہ کا مجتمع ہو کر کسی شخص میں پایا جاتا ہے تک عقلاً ممکن رہا اور زندہ بھی رہے گا تو اس امر سے کوئی مانع ہو سکتا ہے کہ اس زمانہ کے بعد بھی کوئی مجتہد خارج شروط مذکورہ پایا جائے حتیٰ کہ زمانہ موجود میں بھی۔ لیکن اگر تدقیق نظر سے دیکھا جائے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ان علماء کا یہ کہنا بالکل صواب کے موافق عین حکمت اور مقتضائے مصلحت و دینی ہے

اور یہ قول ان علماء کی بارگاہی بیٹی۔ وقت نظری اور زمانہ اور تعلقات زمانہ کے احوال کی معرفت اور اس امت محمدیہ کی شان میں جو خداوندی اسرار میں ان کی واقفیت پرستی اور اسی سے ناشی ہے اور بیان اسکا یہ ہے کہ یہ علماء جو چوتھی صدی ہجری سے

باب اجتہاد کے مسند و ہوئے کے قابل ہیں انہوں نے قرون ثلاثہ (یعنی تینوں زمانوں کے لوگوں کے حالات) میں غور کیا اور وہ زمانہ صحابہ۔ زمانہ تابعین۔ زمانہ تبع تابعین کے لوگ ہیں آپس انہوں نے دیکھا کہ ازمنہ ثلاثہ کے لوگ بتوفیق و توفیق

علوم شریعت کی تحصیل پر پورے طور سے تہک پڑے تھے اور مواد اجتہاد کے حاصل کرنے پر پورے حریص تھے قرآن کو کم اور جو تفسیریں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان سے اور احادیث نبویہ۔ آثار صحابہ اور فتاویٰ صحابہ وغیرہ سے

انہوں نے بخوبی واقفیت ہم پہونچائی تھی اور ان کے احکام کے مستند کوئے میں وہ جان توڑ کر سعی کرتے تھے۔ علاوہ بریں ہی قبیل کے اور مورخین بھی انہوں نے اپنی کوشش کو صرف کیا تھا جسکی وجہ سے اس زمانہ کے علماء اس لائق ہو گئے کہ

ان میں سے بہتیرے مرتبہ اجتہاد پر پہونچ جائیں خصوصاً جبکہ ان کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ہی قریب تھا

اور کچھ دلوں کے ایک دیکھنے والوں کے ہرگز زمانہ کے قریب ہو۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی بہت بڑی عنایت کا ظہور ہوا کہ اس نے اس زمانہ کے لوگوں کو اس قابل بنادیا کیونکہ دین کے بارہ میں جتنی چیزیں کی حاجت ہو سکتی تھیں سب کی سب اسی زمانہ میں مکمل اور تام ہو گئیں

چنانچہ قرآن شریف جمع کر لیا گیا اسے بہتیرے لوگوں نے یاد کر لیا کسی قسم کی تبدیل و تغیر کی گنجائش باقی نہیں رکھی گئی تمام علوم سے حفاظت کا پورا پورا سامان ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بڑی احتیاط سے جمع کی گئیں اور کتابوں میں

مدون کر دی گئیں انکی تحصیل میں دور و دراز ممالک کے سفر اختیار کئے گئے علماء امت میں سے جنہیں اجتہاد کی قابلیت تھی وہ ان دونوں عظیم مہلوں (قرآن و حدیث) سے احکام استنباط کر لے کر سب سے تہک پڑے یہاں تک کہ اس میں انہوں نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی اور دینی احکام کے اعتبار سے امت کی ضروریات میں سے سوائے ایک آدھ نادار امر

فہم صحت و سقم
صدی کے بعد
اجتہاد کے مسئلہ
پر کلام کیا جائے
اور فقہ کی کتب
میں حکمت و حکم
ثبوت ۱۸

جسکے وقوع کا اتفاق قوسوں کی قوسوں میں کہیں اتفاق طور پر ہو سکتا ہے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہایت بہتر اور استوار طریق پر دین کا کام پورا ہو گیا اور یہ ساری کارروائی قرونِ ثلثہ میں ہوئی۔ پس اسکے بعد کے لوگوں کے لئے صرف یہ کام رہ گیا کہ وہ انہیں احکام کو مدون کریں۔ انکو شایع کریں۔ اور امت کو وہی احکام پہنچاویں۔

پہلے اس زمانہ کے بعد سے جو کچھ علوم دینیہ کی تحصیل کا ذوق و شوق اس سے پہلے عام طور پر پایا جاتا تھا انہیں کسی شروع ہوئی۔ اور اس بارہ میں لوگوں کی بہتوں میں فتوٰیٰ شروع ہوا اور دن بدن اس فتوٰیٰ میں زیادتی ہی جوتی گئی یہاں تک کہ پہلے زمانوں میں یہ فتوٰیٰ اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔ اور یہ ایسا امر ہے کہ جو اسلامی تاریخ سے ادنیٰ درجہ کی ہی واقفیت رکھتا ہو گا وہ اس سے بزرگ انکار نہیں کر سکتا چنانچہ انجیل کے بڑے سے بڑے علماء کو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ان علوم مذکورہ میں سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں انکو بعض میں کمال حاصل ہوتا ہے وہی ہے تو اور دوسرے علوم میں وہ قاصر رہتے ہیں اور اگر انہیں تو یہ ہر کتاب کے لئے مشروط ہیں سے کون شخص ہے جسے ہم ان ایام میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں جنہی وہ قرآن کے معانی کہہ علماء میں سے کون شخص ہے جسے ہم ان ایام میں قرآن کے تمام علوم پر حاوی خیال کر سکتے ہوں جنہی وہ قرآن کے معانی سمجھتا ہے اور شریعہ کی معرفت ہی رکھتا ہے علوم عربیہ بخیر صرف۔ معانی بیان وغیرہ کا ہی ماہر ہو قرآن کے اقسام مذکورہ خاص عام وغیرہ سے ہی واقف ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ قرآن میں کونسا قول کونسی قسم میں داخل ہے اور باہم ایک دوسرے میں کیا فرق ہے اور انہیں کون نام کون نسخ ہے اور وہ قیاس ہی اسے معلوم ہوں اور جن مسائل پر کہ امت کا اجماع ہو چکا ہے انکی ہی آیت خبر ہو اور احادیث بنویہ کے متعلق متن اور سند کے اعتبار سے جو علوم ضروری ہیں انکو بھی جانتا ہو جیسا کہ مجتہد کی شرطوں کے بیان میں اسکا ذکر ہو چکا ہے اور اگر کوئی شخص ان تمام شرطوں پر حاوی ہونے کا مدعی ہو تو اسے دلیل سے ثابت کرنا چاہئے

کذا بتہ شواہد الامتحان

کل من یدعی مالہ فیہ *

اور میرا خیال ہے کہ جو شخص اس امر سے واقف ہو گا کہ امام ابو حنیفہ کے اصحاب میں سے ابو یوسف۔ محمد۔ زفر جن۔ وغیرہ

صنہم کے ایسے لوگوں نے جب اجتہاد و طلق کا دعوے نہیں کیا تو وہ شخص ضرور اس مرتبہ کے دعوے کرنے سے شرکاً مخصوصاً جبکہ وہ اس زمانہ کے لوگوں میں سے ہو۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اس زمانہ میں قرآن و حدیث کی تفاسیر کی کتابیں اور انکی شروع اور کتب اسباب نزول اور نسخ و منسوخ اور ایسے ہی اور علوم کی کتابیں جو مرتبہ اجتہاد کے لئے رکنِ اعظم ہیں بکثرت ملتی ہیں اس سے کونسا امر مانگے کہ اس زمانہ میں بھی ان علوم سے جو مجتہد کے لئے مشروط ہیں کوئی ماہر ہو جائے اور انہیں کتب مذکورہ پر اعتماد کر لے اور یہی علوم جو مرتبہ اجتہاد کے رکنِ اعظم ہیں انکے لئے یہ کتابیں پوری پوری کھیل میں اور اس بنا پر تو ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صدر اسلام کی نسبت جبکہ یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھیں اس زمانہ میں اجتہاد بہت آسان ہے تو میں کہوں گا کہ ہاں یہ سب کچھ پایا جاتا ہے لیکن درختینہ نہ در سینہ۔ اور مجتہد کے لئے اگرچہ یہ شرط نہیں ہے کہ ان علوم پر اتنا حاوی ہو کہ سب کچھ اسے سمجھتا ہو لیکن موجود ہو لیکن اتنا تو ضرور ہے کہ ان میں سے ہر شے کے مرجع اور اصل میں سے اتنا ماہر ہو کہ کسی حکم کا مرجع اور کسی اصل اسکے نزدیک مخفی نہ رہے یہاں تک کہ حاجت کے وقت بلا تکلف اس کی جانب مرجع کر سکے اور اگر اوصاف سے

مترجم۔ ہر شخص جو اپنی نسبت کسی لئے دعوے کا دعوے کرے جو اس میں نہ تو شواہد امتحان کی تکلیف کرینگے ۱۲ مترجم

دیکھا جائے تو اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا بھی نہیں پایا جاتا ہے جو اس صحت کے ساتھ موصوف ہو۔ پہلا بتلائیے وہ لوگ
 شخص ہے جو اس زمانہ میں ان ساری شرطوں کو پورے طور سے حاصل کر کے ہر حکم کے استنباط کرنے کے لئے مستعد ہو
 اور ان کتابوں میں سے ہر حکم کے مرتج کی جانب مراجعت کرنے پر قدرت رکھتا ہو اس طرح کہ اس کے ذہن سے اُسے ہر نسخہ و نسخ
 آیت اور ہر نسخ و نسخ حدیث کی جو کسی آیت یا حدیث سے منسوخ ہوئی ہو معرفت تک رسائی حاصل ہو اور تو اثر مشہوریت
 اور آحاد وغیرہ مراتب حدیث سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور تمام اجماعی مسائل کو بھی جانتا ہو اور اسکے علاوہ اُن امور سے بھی
 واقف ہو جو پہلے گذر چکے خلاصہ یہ کہ جو لوگ چوتھی صدی ہجری سے اب اجتہاد کے مسدود ہو جانے کے قابل ہیں ان کے
 قبول کی صحت پر براہین قاطعہ کرنا تو طوالت طلب ہے اس کے لئے اس باب میں ایک خاص تالیف کرنے کی ضرورت ہے۔

لیکن میں اس موقع پر علامہ ابن الحلیج کا کلام جو میں نے مدخل میں دیکھا ہے نقل کروں گا جس سے اس مقام کی توضیح ہو جائیگی اور ہر منصف شخص کو جو غنا و سے بری ہو سکین حاصل ہوگی میں نے ان کی طویل تقریر کو دفع تشویش کی غرض سے کچھ مختصر کر لیا ہے علامہ موصوف (رحمۃ اللہ تعالیٰ وارضاه) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول (خیر القرون قرنی ثلث یونہم ثم الذین یونہم الحدیث) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام تینوں مذکورہ زمانے کے لوگوں کے بارے میں ہے یعنی ان کے غالب حالات کے لحاظ سے کہا گیا ہے درجہ ان میں ایسے فرقہ کے لوگ بھی تھے جنکی پیروی نہیں کی جاسکتی اور آپ نے صرف اہل علم مراد لئے ہیں (پھر علامہ موصوف نے کہا ہے) اور شایع علیہ السلام کی حکمت کو دیکھو کہ اوروں کو نہیں صرف انہیں تین زمانوں کے لوگوں کو کیسے اپنے قول میں فضیلت کے ساتھ خاص کیا ہے اگرچہ اور زمانہ کے لوگوں میں سے بھی بہتروں میں غیر درکت پائی جائے وجہ یہ ہے کہ ان زمانوں کے لوگوں میں ایسی فضیلت موجود ہے کہ انہیں اور زمانہ کے لوگ انکی برابر ہی نہیں کر سکتے اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکو اعلیٰ کلمۃ اللہ اور اپنے دین کی اقامت کے ساتھ خاص کیا ہے پس اول قرن یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگوں کے علم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے اسکے علاوہ ہی خدا نے انہیں ایسی خصوصیت بخشی ہے اور ایسی فضیلت عنایت کی ہے کہ کوئی شخص انکی (صحابہ رضی اللہ عنہم) گرد کو ہی نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انکو یہ خصوصیت بخشی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے تھے آپ کے حالات اور آپ کے اوپر قرآن شریف کے تازہ بتاؤ نازل ہونے کا شاہد کرتے تھے اور یہ کہ قرآن کی آیتیں جو تھڑی تھڑی نازل ہوا کرتی تھیں انکو برابر یاد کرنے جاتے تھے اس طور پر خدا نے انکو اعلیٰ کر دیا تھا کہ انہوں نے قرآن کو پورا پورا یاد کر لیا۔ ایک حرف ہی اس سے ضائع نہیں ہونے پایا پس انہوں نے قرآن کو یکجا کر دیا اپنے بعد والوں کے لئے آسانی کر گئے اور یہ کہ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو اپنے سینوں میں محفوظ رکھا اور جیسا کہ چاہئے تھا انہوں نے انکو خطا غلطی سہوا و غفلت وغیرہ سے بچائے رکھا اور احادیث کی حفاظت میں یہاں تک کوشش کی کہ امام مالک رحمہ اللہ کو جب کسی حدیث میں شک ہو جاتا تھا تو وہ اسکو قطعاً ترک کر دیتے تھے اور پھر کہی بیان کرتے تھے حالانکہ وہ قرن اول سے نہیں ہیں یعنی صحابی نہیں بلکہ تبع تابعی ہیں پھر جب انکی یہ حالت تھی تو قرن اول کے لوگوں (صحابہ) تمام زمانوں کے لوگوں کو اس قدر کہ ان کے لوگ بہتوں میں ہیں انکی ہر ایک بات کو یاد رکھنے والے ۱۲ مترجم صحابی ان مسلمانوں کا تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والے ہیں اور انکی ہر بات کو یاد رکھنے والے مسلمان تابعی ہیں اور تابعی کے دیکھنے والے مسلمان تبع تابعی ہیں ۱۲ مترجم

ت
 عالم میں پہلی کسی کام
 کو پہنچی صدی کے بعد
 سے باب اجہار کے
 سہارہ پر جائی ہو
 میں نقل کرنا اور سولہ
 علیہ السلام کے
 قول سے قول
 کی فضیلت ثابت کیا۔ ۱۱

کی نسبت آپ کیا خیال کرینگے حالانکہ دین میں سب سے بہتر وہی لوگ پائے جاتے ہیں اور ضبط و حفظ کے لحاظ سے تو ان کی تعریف کا احاطہ ہی ممکن نہیں ہو سکتا کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا خدا اپنے نبی کی امت کی جانب سے انکو جزائے خیر دے۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے خلوص کے ساتھ دعوت اسلام کی اور دین میں جو نقص نکالے گئے انکو دلیل سے دفع کیا اور اسوجہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی جتنا کرنا چاہے کیونکہ اس امت کے لوگوں میں ان کا دل سب سے زیادہ پاک تھا ان کا علم سب سے زیادہ عینی تھا ان میں نکتہ سب سے کم تھا انکی فضیلتیں نہایت استوار تھیں انکا حال سب سے بہتر تھا خدا نے انکو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کی اقامت کے لئے انتخاب کیا ہے انکے فضل کو پہنچاؤ اور انکے قدم بقدم چلو کیونکہ وہ بلاست پرستہ و فخریہ پس جب یہ پاک نفس لوگ اپنی راہ چلے گئے تو انکے جانشین تابعین (رضی اللہ عنہم) ہوئے اور جو حدیثیں متفرق تھیں انکو انہوں نے جمع کیا اور بعض بعض لئے ایک ایک حدیث اور ایک ایک مسئلہ کی طلب و تحقیق میں مہینہ دو مہینہ کی راہ طے کی اور امر شریعت کو نہایت کامل طور پر مضبوط کر دیا احکام اور تفاسیر کو حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ منہاج کے ایسے صحابہ سے حاصل کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک کہ میں تم لوگوں میں چھپے ہو چھپے ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے بارہ میں فرمایا ہے کہ یہ ترمان قرآن پس جو شخص ایسے ایسے لوگوں سے ملا جو سمجھ لیتے کہ اسکا علم و عمل کیسا کچھ ہوگا اس کی حالت کیسی ہوگی پس اس دین کا اقامت اور نرس از اعتبار سے قرن ثانی والوں کو ہی فضیلت کا مافر حصہ ملا کہ انہوں نے صاحب شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے والوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا چنانچہ اسی لئے وہ اپنے بعد والوں سے بہتر تھے یہی انکے جانشین انکے کرنے والے ہوئے اور وہ لوگ تبع تابعین (رضی اللہ عنہم) کہلاتے ہیں ان میں بڑے بڑے فقہار پیدا ہوئے جنکی کو لوگ تقلید کیا کرتے تھے اور واقعات میں انہیں کجایں رجوع کرتے تھے اور وہ تمام مشکلوں کو حل کر دیتے تھے پس انہوں نے فرما دیا کہ محمد اللہ متبع بابا جس سے ہر طرح کی سہولت ہوئی اور حدیثیں ہی انکو مضبوط اور محفوظ ملیں یہہر انہوں نے جو حدیثیں متفرق تھیں جمع کیا اور شریعہ کے موافق قرآن اور احادیث میں حکام کی جستجو اور دیکھ بہال کرنے لگے قرآن و احادیث کے فوائد انہوں نے لکھ کئے اور ان سے قواعد و احکام کو مستنبط کیا انکو عقلی اور نقلی طور پر بیان کیا انہیں کتابوں میں مدون کر کے لوگوں کے لئے کر دی۔ فروع کو مصول سے استخراج کر کے اور فروع کو انکی اصل کی طرف راجع کر کے تمام مشکلات کو بیان کر دیا اور اصل کو متمیز کر دکھایا۔ پس نبی جلیل حالت نہایت منظم اور باقاعدہ ہو گئی اور انکے سبب امت محمدیہ کے لئے دین میں خیر غلیر فراہم کیا۔ پس ان لوگوں کو ہی اقامت دین کی حیثیت سے یہ خصوصیت حاصل ہو گئی کہ وہ صاحب شریعت (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دیکھنے والوں کے دیکھنے والوں سے ملاتی ہوئے اور باوجود اسکے ان لوگوں نے یہی کیا کہ اپنے لئے دین میں کوئی ایسی شے نہیں چھوڑی جس میں کسی کی اصلاح کی حاجت ہو یا وہ اسکی تکمیل میں مشغول ہو پس انہوں نے بعد کرتے گئے وہ باعتبار غالب انہیں کے مقلد و تابع رہے اگر انکے بعد والے لوگوں کے لئے کوئی فقہی امر فائدہ انکے خلاف ظاہر ہوا ہو تو وہ سب کا سب قائل رہے اس سے میری مراد یہ ہے کہ جو احکام پہلے مقرر

میں اُن میں سے کسی میں کمی بیشی کریں تو وہ بالاجل قاتلِ روئے باقی رہے وہ فوائد جو اُن کے بعد والوں نے استخراج کئے
 ہیں اور وہ احکام کے متعلق نہیں ہیں تو وہ سب مقبول ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کے بارے میں
 فرمایا ہے (اُن کے عجائب ختم نہ ہوں گے اور وہ بکثرت ہیر ہیر کرنے پر بھی پرانا نہ ہوگا) یعنی بار بار پڑھنے سے اُس کے الفاظ
 جائیگا نہیں بلکہ ہر بار نیا لطف آئیگا پس قرآن اور حدیث کے عجائب قیامت تک ختم نہ ہوں گے ہر زمانہ کے لوگ ہر دس سے
 اُن فوائد کثیرہ کو حاصل کرتے رہیں گے جو خداوند تعالیٰ نے اُن میں مخصوص کر دیے ہیں اور جبکہ اُن کو مشغل کیا ہے تاکہ اُن
 امت کی برکت قیامت تک ستم نہ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (میرے امت بارش کے مثل ہے یہ نہیں
 معلوم ہو سکتا کہ ہمیں سے کون زیادہ نافع ہے پہلی یا چھٹی یا دینی خیر و برکت و خوشی اللہ اور احکام کے بیان کرنے کے اعتبار
 سے نہ یہ کہ وہ احکام میں سے کوئی نیا حکم نکالیں گے۔ ہاں اگر کوئی ناواقف واقعہ ہو جو ان بہتدین پیشین کے زمانہ میں نکل
 و فعل بیان کسی اعتبار سے کہی پیش ہی نہیں آیا پس اس وقت یہ واجب ہوگا کہ اُن کے مرتبی ہون کر وہ قواعد کے موافق جو اپنے
 اُمت میں اور جن میں کہ انہوں نے احکام میں برتا ہے اُس واقعہ کے حکم میں خود کیا جائیگا۔ پس اگر یہ حکم اُن کے مقرر کردہ اصول کے
 موافق ہوگا تو البتہ مقبول شمار کیا جائیگا ہر جب وہ ہی پاک نفسی کے ساتھ اپنے راستے چلے گئے اور اُن کے بعد ملے گئے
 تو ان میں میں کوئی ایسا کام نہ ملا جسکی درستی میں وہ مشغول ہوتے اور اُن کو اُن کے ساتھ اختصاص ہوتا بلکہ انہوں نے دین کے
 کام کو نہایت ہی کامل حالت پر پایا پس سوائے اُن کے اور کوئی امر باقی نہ رہا کہ جو کچھ پہلے لوگ مدون۔ مستنبط اور استخراج کئے
 تھے اور جو کچھ وہ فوائد تھلا گئے تھے اُن کی حفاظت کی جائے پس اس وجہ سے دین کی اقامت انہیں قرونِ ثلثہ کے ساتھ
 مختص کی گئی جبکہ کہ حدیث میں ذکر ہے سوائے اُن کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی چنانچہ اس وقت سے قرونِ ثلثہ کے لوگ
 اپنے بعد والوں سے بہتر رہے اور اُن کے بعد والوں کو دینی بہلائی اور بہتری اس وقت تک کہی نہیں حاصل ہو سکتی جب
 تک کہ وہ انہیں قرونِ ثلثہ کا اتباع نہ کریں جنکے لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہتری کی شہادت دی ہے
 اسی باعث سے اُن کے بعد ملے اُن کے ہم پل نہیں ہو سکتے اور نہ انکی نیکیاں اس پایہ کی ہو سکتی ہیں پس آپ کے قول اخیر میں
 قرنی ثم الذین یلوہم ثم الذین یلوہم کا مطلب ظاہر ہو گیا۔ علامہ ابن حاج کا کلام جو انہوں نے اپنی کتاب اُرد
 میں لکھتا یہاں تک ختم ہو گیا

اب میں کہتا ہوں کہ جو شخص اس جلیل القدر عالم کے کلام میں غور کریگا اور نظر انصاف سے دیکھے گا اُن کے نزدیک اس
 قول کی صحت جو علمائے خفیہ سے منقول ہے کہ اجمہاد کا دروازہ چوتھی صدی ہجری سے بند ہو گیا ہے ظاہر ہو جائیگی
 اور اُن کے راز اور خداوندی حکمت کو وہ سمجھ جائیگا۔ خدا کا اس بات پر ہزار ہا رشک ہے کہ ان علماء اعلام نے اس قول کی
 تصریح کر دی جسکے نہایت کافی و کافی بیان سے تائید ہوتی ہے اور یہ کہ سلاطین آل عثمان کو خدا نے اپنی پسندیدہ شے کی
 توفیق دی کہ انہوں نے اپنی سلمان رعایا میں اس قول کو نافذ کر دیا اور اس زمانہ میں جس میں کہ ورع و پیرنگاری کی کمی اور
 ع (لا تنقضی عجاوبہ ولا یخلق علی کثرة التذویر) عس انتہی مثل المطر لایدری التذویر اولہ و آخرہ یہ حدیث کے الفاظ بھی یا اس کے قریب

بعض لوگوں کی لکھت ہے آپ ہمیں کسے نہیں لکھتے جو اچھا دے بعض مواد کے حال ہو جانے سے اپنے دل پر
مغزوہ ہو رہے ہیں حالانکہ وہ بہت ہی کم اور اس درجہ پر پہنچنے کے لئے بالکل ناکافی ہے کہ وہ لوگ اس جلیل شان منصب
کے درجے سے ہوتے اور بعض سید سے سادہ سے انکے پیرو بھی بنجاتے اور وہ دین میں احکام کے نام سے بہت کچھ ایجادیں
کرتے اور یہ سب بجز بدعتوں اور گمراہیوں کے اور کچھ نہ ہوتا اور جس طرف پر کہ سلف صالحین تھے جنہوں نے کہ امر دین کا
نہایت کامل طور پر ہتھیارا اور احاطہ کر لیا تھا یہ سب امور انکے مخالف ہوتے اور آپ دیکھتے کہ تھوڑے تھوڑے زمانہ میں دین
کا حال متغیر ہو کر رہتا اور ہمیشہ رو وہل لگا رہتا جیسا کہ سیاسیات اور ملکی قوانین میں زمانہ کے اقتضا کے موافق رد و بدل
ہوا کرتا ہے (حالانکہ خدا تعالیٰ نے اسلامی دین کو ایسا بنایا ہے جسکے احکام قیام قیامت تک ثابت رہنے والے ہیں)
پس نتیجہ اسکا یہ ہوتا کہ ایسی حالت تک نہ پہنچاؤں جتنی کہ امت اسلامیہ اس طریقہ سے چہرے انکے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اور انکے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے گمراہ ہو جاتے۔ لغو ذالمدن ذالک۔

پس خدا تعالیٰ علماء را اعلام کو اسکی جزائے خیر دے کہ انہوں نے اس امر کو واضح طور پر بیان کر دیا اور خدا تعالیٰ وہ سبحانہ و
علیہ عثمانیہ کو دائم و قائم رکھے جسے اس دین کو اس کے گمراہ کرنے والے دشمنوں سے حفاظت کرنے کی خدا کی جانب
سے توفیق عنایت ہوئی آمین اللہم آمین۔

یہ تو ہو چکا اب اور سننے کے میں نے بعض لوگوں کو جو نظر کے قاصر اور کم فہم ہیں اور اپنے آپ کو علماء محققین کے زمرہ میں
شمار کرنے پر ابقول شخصے۔ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں (فخر کیا کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ چارے لئے
بہتر یہ ہے کہ ہم اسی شے کو لیں جسکی قرآن شریف میں تصریح موجود ہے اور اسکا مطلب یہ ہے کہ جو اشیاء احادیث
نبویہ میں واقع ہوئی ہیں وہ انکو نہیں لیتے اور نہیں لیتے اور یہ رائے محض فاسد اور اس امت کے علماء را اعلام کی نظر میں بالکل
باطل ہے کیونکہ نص قرآنی اور ان احادیث میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جس طرح کہ ہم کو یعنی بہت
محمد کے لوگوں کو یہ حکم ہے کہ قرآن شریف میں جو کچھ وارد ہوا ہے اسکے ساتھ تسک کریں ہی طرح یہ بھی حکم ہے کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث ثابت ہیں ان میں جو امور وارد ہوئے ہوں انکو بھی اپنا تسک ٹھیرائیں اور یہ بات
پرا جلاع بھی منقہ ہو چکا ہے اور سنت مطہرہ کے تسک کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کی پیروی
کو لینے پر دلالت کر نیوالی بکثرت آیات قرآنی موجود ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے (اور میری
رحمت ہر شے کو گہیرے ہوئے ہے سو اب میں اسکو ان لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ کرتے ہیں اور کو تہ و پست
ہیں اور ان لوگوں کے لئے جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جسے وہ توریت اور انجیل میں

مذکور تھی و سحت کل شے فمنا کہتہ الذین یتقون و یؤتوا الزکوٰۃ والذین ہم بائتا یؤمنون الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یحکونہ مکتوباً
عندہم فی التورۃ والانجیل یا مریم بالمعروف وینہا بہم عن المنکر وکیل ہم الطیبات ویمیرم علیہم النجاست و یضغہم انہم اصرہم والاعمال للنبی
کانت علیہم فالذین آمنوا بہ وعزیزہ ونصرہ وہ الذین انزل معہ اولئک ہم المفلحون۔ ۱۱

بعض ادا
ہم کے علماء میں کیجا
امروہ قرآن کو اسکا
کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
سے اسکو تسک کر نیکی
توفیق عنایت ہوئی
کے لئے تسک کر دیا

اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں وہ انہیں اچھے کاموں کا حکم کرتا اور بُرے کاموں سے منع کرتا ہے اور انکے لئے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور اپنی پاک اشیا کو حرام کرتا ہے اور انکا بوجھ اور وہ بیڑیاں جو انکے اوپر ہیں انکے آتا رہتا ہے پس جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور (جنہوں) نے کہ اُس کا ساتھ دیا اور اُسکی مدد کی اور نوری پیروی اختیار کی جو اُسکے ساتھ آتا رہیگا جو (سو) وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف میں موجود ہے (وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ) آپس اگر انکے علاوہ اور تیس قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کے اتباع کے واجب ہونے پر دلالت کرنے والی نہ بھی ہوں تو یہ کیا کم ہیں یہی کافی دانی میں اچھا اور سب جاننے نیچے یہ تو بتائے کہ کیا ہم قرآن شریف کو سوائے احادیث کی مدد کے اور کسی طرح پر بھی کامل طور سے سمجھ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

اور نیز آیات کے علاوہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن احادیث میں جو آپ سے صحیح طور پر ثابت ہیں اس امر کی تصریح کر دی ہے کہ ہمارے ذمہ جو احادیث آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) لائے ہیں انکا لینا ہی ضروری ہے اور صرف قرآن پر اقتصار کرنا اس بات کو مستلزم ہوگا کہ ہم اپنے دینی احکام میں قاصر ہو جائیں کیونکہ تمام احکام کو فقط قرآن شریف سے سمجھ لینے تک ہماری رسائی نہیں ہو سکتی چنانچہ جو احادیث اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اُن میں سے بعض یہاں مذکور ہوئی ہیں۔ ابو داؤد میں عراض بن ساریہ کی روایت سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو نماز پڑھائی پھر آپ نے ہماری جانب رخ کیا اور ہر کو نہایت بلین نصیحت فرمائی کہ تمہیں انگلیں ہڈیوں اور ہم لوگوں کے دل ڈر گئے پھر ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نصیحت تو ایسی ہے جیسے کوئی شخص نے والا نصیحت کرتا ہے۔ پس آپ ہمیں کیا نصیحت کئے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں خدا ڈرے اور اپنے حاکم کے احکام بسر و چشم ماننے کی وصیت کرتا ہوں چاہے وہ کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو کیونکہ جو تم میں سے زندہ رہے گیگا وہ عنقریب ایک بڑا اخطاف دیکھے گا پس تم لوگ میرے اور میرے خلفاء راشدین کے طریقہ کو نہیں کہ خدا نے راہ راست دکھائی ہے اپنے اوپر لازم کروا سکیے ساتھ تسک کرتے رہو اور اسکو (نہایت مضبوطی سے)

اپنی دائرہوں سے پکڑ لو اور نئے نئے امور سے بچتے رہو کیونکہ (دین میں) ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی فوج میں سے ہے۔ اور ابو داؤد اور ترمذی میں بروایت مقلد و رضی اللہ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عندہ اپنی خواہش ہے کہ نہیں کہتا وہ تو صرف حجتی کسٹا یا کرتا ہے جو اس پر اُکرتی ہے ۱۲ عہ فی ابی داؤد عن العراض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان قال صلی اللہ علیہ وسلم ان یوم تم قبل علینا یوجہ فوعظنا موعظۃ بیخۃ ذرفت فیہا العیون وجلت منہا القلوب فقال جل یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کان بذالموعظۃ موعظۃ مودع فاعلموا انہا قال او حکیم متقوی اللہ وسیع الطاعۃ وان کان جسد بشیا فانه من بعش منکم فبشری اخلافا فبشرکم بسنتی وسنتہ اخطافا الراشدین المہدیین مستکوا بہا وعضوا علیہا بالنواجذ وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعتہ وکل بدعتہ ضلالتہ انما سہ فی ابی داؤد وترمذی عن القناد رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا وانی اوتیت الکتاب وشذہذا لایوشک علی مشبعان فلی اریکۃ یقول علیہم بہذا القرآن فاما وجدتم فیہ من حلال فاحلوہ واما وجدتم فیہ من حرام فحرموہ وان ما حرم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکما حرم اللہ احدیث ۱۲

نے فرمایا سنے ہو مجھے (خدا کی جانب) اسے کتاب (قرآن شریف) دی گئی ہے اور اس کے ساتھ اس کے نسل (اور کچھ بھی) سنے ہو عنقریب کوئی شکم سیر شخص (مغرور اور غافل سے کہنا یہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی میں منہمک ہو پس شکم سیری کے ساتھ اس کا مقید کرنا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس قول مردود کا یہی باعث ہے اور ہمیں یہ تینہ ہے کہ شکم سیر ہو کر گناہاقت اور غفلت کا سبب ہے اور اس پر جو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکم سیر ہو کر نہیں کہا یا شفا میں عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والد (ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی روایت سے مروی ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم ہمارے کبھی پر نہ ہوا) اپنی سند پر ٹھیک کہے گا کہ اس قرآن کو لو پس جو کچھ ہمیں ملتا ہے اس کو حلال جانو اور جو کچھ ہمیں تم حرام پاؤ گے اسے حرام سمجھو اور بلا شک اللہ کے رسول کا حرام کرنا ویسا ہی ہے جیسا کہ اللہ کا حرام کرنا الحدیث اور ابو داؤد میں بروایت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے پھر فرماتے تھے کیا تم میں سے کوئی شخص اپنی سند پر غلبہ لگا کر یہ سمجھتا ہے - یہ گمان کرتا ہے کہ جو کچھ قرآن میں ہے اس کے اسکے اللہ نے کچھ حرام نہیں کیا اسن کو کہ بیشک میں نے (اچھی باتوں کا) حکم کیا اور بہت سی شمار پر گاہ کر دیا کہ وہ قرآن کے مثل بلکہ اس سے بھی دانت ہیں اور بلا شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ حلال نہیں کیا کہ بلا اذن اہل کتاب کے گھر میں داخل ہو جاؤ اور نہ یہ کہ انکی عورتوں کو بار آور نہ یہ کہ تم انکو پہل گھا جاؤ جبکہ وہ تمکو جو کچھ ذمہ داری ہے دیتے ہیں اور اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں مبارکہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں اگر ہم ان سب کو نقل کریں تو بہت طوالت ہو جائے گی جس قدر ہم نے نقل کر دی ہیں (منصف کے لئے) اتنی ہی کافی ہیں۔

اور اگر ان قاصدین کو اس اہل حکم کے لگانے اور اس فاسد لئے کے نہ ہونے کی امت محمدیہ کو جو کچھ قرآن سے سمجھا جائے صرف اسی پر اقتصار کرنا لازم ہے اور جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوا ہے ترک کر دینا ضروری ہے۔ یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب کی گئی ہیں ان میں بعض ضعیف حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو گیا اس مرتبہ کا ثبوت نہیں ہے جو اہل احکام کے لئے معتبر ہو اسی طرح ان میں بعض موضوع حدیثیں بھی ہیں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ثابت نہیں ہے اور اس امر سے ان لوگوں کے گمان کے موافق مطلقاً احادیث سے اعتقاد اٹھ جانا ہو تو اسے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ آپ کا یہ شبہ بالکل ساقط الاعتبار ہے اس لئے کہ یہ بات مخفی نہیں کہ دین محمدی کھتیق اور مدق علیا اعلام نے چہرہ کہ احادیث کی روایت اور ان کے راویوں کی سوانح عمریاں اور حالات سے تحقیق رکھنے کے بارہ ہر دسا کیا جاسکتا ہے اور جو ان احادیث میں سے کوئی ایسی حدیث نہیں چھوڑی جسکی سند یہ نہ بیان کر دیا ہو کہ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہو گیا کس مرتبہ کا ثبوت وجود ہے اسی طرح جملہ احادیث کی صفات - اقسام اور ان کے راویوں کے احوال پر اتم اور کامل طور پر

عنه في الشفا عن عائشة (رضي الله عنها) وعن ابیہا (رضي الله عنه) لم يمتلي حرف من النبي صلی اللہ علیہ وسلم قط ۱۲

عنه في ابی داؤد عن العرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ تمام فیما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال بحسب احدكم شكنا على انك تدين ان الله تعالى لم يحرّم شيئاً الا ما في هذا القرآن والا في قدامت و عظمت و بهت عن شمار انما نسل القرآن او اكثر ان الله تعالى لم يحل لكم ان تفلوا بهت اهل الكتاب

الا باذن ولا ضرب لجم ولا اكل شمار هم اذا اخطوكم الذي عليهم ۱۲

انہوں نے احاطہ کر لیا ہے۔ یہاں تک کہ اُس کے لئے علیحدہ انہوں نے ایک خاص فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن مصطلح الحدیث ہے اور اس میں بہت سی گستاہیں اور رسالے تالیف کئے ہیں۔ متعدد تصانیف نظم کئے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے احادیث کے راویوں کی سوانح عمریوں کے بارے میں کیا ہے چنانچہ اس کے لئے بھی ایک جدا فن مقرر کیا ہے جس کا نام فن تقدیل و تخریج ہے بعد اس کے انہوں نے ہر حدیث کے مرتبہ سے آگاہ کر دیا ہے۔ جس کا کتب احادیث میں برابر ذکر کیا جاتا ہے اور نیز اس امر پر کہ احکام کے بارے میں اُس کا کیا حکم ہے یعنی اُن پر اعتماد کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خلاصہ یہ کہ انہوں نے اس کا بیان کر دیا ہے کہ فلاں فلاں احادیث مستور اور مشہور ہیں جن پر کہ اعتقادات اسلامیہ اور احکام شریعیہ کے بارے میں اعتماد کیا جاسکتا ہے اور فلاں فلاں احادیث صحیح و حسن حدیثیں ہیں جن پر کہ صرف احکام کے بارے میں اعتماد ہو سکتا ہے اور یہ کہ فلاں فلاں ضعیف حدیثیں ہیں جن پر کہ امور مذکورہ میں سے کسی کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جاسکتا لیکن ہاں فضائل اعمال میں اُنکو لے سکتے ہیں یعنی اگر اُن میں کسی عمل کا بیان ہے اور شریعت کے خلاف آئیں کوئی امر نہیں پایا جاتا تو اُن پر عمل کے کر لینے میں کوئی مضائقہ نہیں اُسکا عمل کر لینا جائز ہے۔ یہی طرح موضوع احادیث کی بھی انہوں نے توجہ کر دی جب کسی چیز میں ہی اعتماد نہیں کیا جاسکتا بلکہ اُنکو بڑھنے والے پر یہ بیان کر دیا اور جب تک کہ یہ حدیث موضوع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر آپ کی جانب سے جھوٹ کہہ دی گئی ہے اُسکو ہرگز نہ لینا چاہئے اور چونکہ ان بیانات کی تکمیل و مستیفا راہ حدیث کے مرتبہ کے تمیز کرنے کے بارے میں تالیف کی گئی ہیں وہ علماء امت میں پہلی ہوئی ہیں یہاں تک کہ اُن پر ان حقائق میں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں۔ پس بعد ان سب باتوں کے کیا نقصان ہو سکتا ہے اگر احادیث جو یہ پر ہی اعتماد کیا جائے جیسے کہ قرآن پر کیا جاتا ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا ثبوت کے اعتبار سے جو مرتبہ ہوا اُسکو اُسی پر رکھا جائے علاوہ یہ یہ خیال فرمائے کہ لوگوں کی خبروں اور باتوں میں جھوٹی اور سچی سبھی طرح کی خبریں ہوتی ہیں تو کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ لوگوں میں جو کچھ جھوٹی خبریں بھی موجود ہیں اسلئے ہمیں چاہئے کہ کسی خبر کی بھی تصدیق نہ کریں وادھر ہرگز نہیں گزرتی ایسی بات کا سوائے نادان کے اور کوئی قائل نہیں ہو سکتا بلکہ امر صواب پر یہ کہ ہم اس کے جواب میں کہیں کہ ہمیں چاہئے کہ ہم جھوٹی خبروں سے بحث کریں تاکہ اُنہیں پہچان کر رد کریں اور اُن پر اعتماد نہ کریں اور اُسی طرح سچی خبروں سے بھی بحث کریں یہاں تک کہ ہم اُنکی شناخت کر کے اُنہیں لے لیں اور اُن پر اعتماد کریں چنانچہ اُسی طرح علماء امت نے بھی ان احادیث کے ساتھ یہی معاملہ کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں اُن سے بحث و تدقیق نہ یہاں تک کہ انہیں اُن احادیث پر واقعیت حاصل ہو گئی جبکہ روایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بالکل صحیح ہے پس انہوں نے اُنکی ثابت ہونے سے لوگوں کو یہی آگاہ کر دیا اور خود بھی اُن پر اعتماد کر لیا اور اُسی طرح جو احادیث اس کے خلاف تھیں اُن سے ہی واقف ہو گئے اور اُن سے ہی انہوں نے لوگوں کو آگاہ کر دیا اور جس مرتبہ کی وہ تھیں اُنکو اُسی مرتبہ پر رکھا یعنی اُن میں سے بعض کی نسبت تو یہ حکم لگایا کہ اُن پر احکام کے بارے میں ہرگز اعتماد نہ کیا جائے (جیسا کہ حدیث ضعیف کا حکم ہے) اور بعض کی نسبت

مطلقاً ترک کر دینے کا حکم کیا (جیسا کہ حدیث موضوع کا حکم ہے) اور اگر یہ قاصرین کہیں کہ ہمیں اس طرح احادیث کے مراتب پر کہاں واقفیت ہو سکتی ہے اور ہم کیونکر پہچان سکتے ہیں کہ ان میں سے کونسی اعتقاد کے قابل ہیں اور کون ناقابل بقوت ہم آئینے کہیں گے کہ اس وقت دینی حیثیت سے آپ کا عام لوگوں میں شمار ہو گا کیونکہ جو دین کے علماء ہیں وہ اسکو بخوبی جانتے ہیں اور ان پر ہمیں سے کوئی شے بھی مخفی نہیں ہے اسلئے آپ لوگوں کو لازم ہے کہ ایسی ہرگز جرات نہ کریں اور اپنے دینی امور میں ایسے علماء کی طرف رجوع کریں جو اہل ذکر و معرفت ہیں اور ان امور سے ایسے ہی واقف ہیں جیسا کہ انکی واقفیت کا حق ہے اور اگر ان قاصرین کا یہ شبہ ہو کہ جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب منسوب ہیں۔ ان میں ایسی حدیثیں بھی پائی جاتی ہیں جنکا ظاہر قانون عقلی اور ان امور کے خلاف ہے جنہر کہ عقلی قطعی دلیل قائم ہے اور چونکہ پتہ زمانہ حال کے فزون کی تحقیقات و اکتشافات سے نکلے اور اس سے انکے گمان کے موافق خلاصی کی صرف یہ صورت ہے کہ قرآن پر اقتصار کیا جائے اور تمام احادیث بنویہ کو چھوڑ دیا جائے۔ آپس میں کہتا ہوں کہ انگاپہ شبہ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ بڑا اور بالکل ہی پھر ہے اور ان کا اس شبہ سے متسک کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ دین محمدی کی حقیقت کے سمجھنے سے بالکل ہٹی قاصر ہیں اور یہ اسلئے کہ شریعت محمدیہ کا قاعدہ ہے جیسا کہ علماء اعلام سے نقل کر کے ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں کہ ہم علماء کو ہر واجب ہے کہ قرآن اور حدیثوں کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں ظاہری ہی مخفی الیں جب تک کہ کوئی عقلی قطعی دلیل انکے ظاہر کے خلاف نہ ہو اور اگر عقلی قطعی دلیل ایسی قائم ہو جائے جو ظاہر اہمیت یا حدیث کے منافی معلوم ہو تو ہمیں اس ظاہر اہمیت یا حدیث کی تاویل کرنا چاہئے اور اسکو کسی ایسے معنی کی طرف راجع کرنا چاہئے جسکا اس عبارت سے احتمال ہو سکتا ہو چاہے وہ معنی بعید ہی کیوں نہ ہوں تاکہ اس نص شریعی اور اس قطعی عقلی دلیل میں تطبیق ہو جائے اور جو شخص قرآن شریف اور تمام احادیث بنویہ کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں تلاش کر لیا تو اسے ان میں کوئی ایسی شے نہ ملیگی جسکا ظاہر قطعی عقلی دلیل کے مخالف ہو اور اس کے مناسب تاویل ممکن نہ ہو اور اس میں اور اس دلیل میں تطبیق نہ دی جاسکے۔ باقی ہیں وہ نصوص جن میں تاویل کی گنجائش نہیں اور انکے معانی متعین ہیں تو ان میں سے کوئی شے بھی قطعی عقلی دلیل کے مخالف نہیں پائی جاتی اور نہ یہ ممکن ہے کہ کوئی قطعی عقلی دلیل اس کے مخالف قائم کیا اور جس کا گمان اس کے خلاف ہوتا ہے بیان کرنا چاہئے خلاصہ یہ کہ ان قاصرین کے لئے امر صواب تو یہ تھا کہ اس شبہ کی وجہ سے احادیث بنویہ کو ترک کرنے کے عوض علماء امت سے ہر حدیث کی تطبیق پوچھتے جس کا ظاہر انہیں کسی عقلی قطعی دلیل کے خلاف معلوم ہوتا تھا اور وہ اس کی نہایت استوار طریقہ پر تطبیق بیان کر دیتے اور اسوقت اپنی یہ بات ظاہر ہو جاتی کہ دین اسلامی کی نصوص میں سے حقیقت اور نفس الامر کے اعتبار سے کوئی شے بھی عقل کے مخالف نہیں اور بعض نصوص میں جو ظاہر مخالفت کا خیال گذرتا ہے اسکی وجہ یا تو فہم کا قصور ہے یا علم کی کمی ہے یا کسی محنت آئی کیوجہ سے وہ نص ہی جسطرح تشابہات ایسے طرز پر وارد کی گئی ہے جس سے بظاہر مخالفت معلوم ہوتی ہے اب وہ حکمت یا تو یہ کہتے کہ شرعی نصوص میں جس طرح کہ اس قسم کی آیات میں وہ لوگ بھی تطبیق کی کوشش کرتے ہیں سو اس امر میں قرآن و حدیث دونوں مشترک و سداۓ ہمراہ ایک دوسرے کو ترک کر دینا محض زبردستی ہے۔ ۱۲ مترجم

کے سمجھنے میں علماء کی آزمائش اور امتحان کرنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ حق کی تلاش اور امر صواب تک رسائی کے لئے وہ کہاں تک کوشش و اجتہاد کرتے ہیں اور یا اسکے سوا کوئی اور حکمت ہو۔

اور میں ایک ایسی کتاب کی تالیف شروع کرنے والا ہوں جس میں میرا ارادہ ہے کہ تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کا ہر ایک حکم عقلی اور انکشافات و تحقیقات جدیدہ یقینہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے تو فنی خداوندی ذکر کروں اور قاعدہ متقدمہ کی بنا پر قانون عقلی کے موافق ان میں سے ہر ایک کی مناسبت بنا دینا کر کے تطبیق دونوں خداستائے وسیع سے میری یہ دہلیہ ہے کہ چہرہ اپنا احسان کرے اور اسکے تمام کریمکی توفیق دیکر اپنے دین کی جیسے یہ خدمت لے لے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی شے کی جس میں حق پایا جانا ہو ہدایت کرے اور ہمارے دلوں کو ایمان پر اور زبانوں کو صدق پر قائم و دائم رکھے اور جس امر میں انکی رضا مندی اور اسکے برگزیدہ رسول کی خوشی ہو انکی ہمیں توفیق دے اور اطفال ہمارے سردار سرد عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور ہم کو سعادت ابدی عنایت کرے۔ اللہ اعلم۔

باقی رہی تہنہ اس کا بیان یہ ہے کہ میں اس رسالہ کے ناظرین سے امید کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بادی النظر میں ان کی سمجھ میں یہ آوے کہ میں نے خطا کی ہے اور چوک گیا ہوں تو جس مقام کی میں تقریر کر رہا ہوں اسکے بعد سے طور پر سمجھنے سے پہلے میرے خطی ٹہرے میں جلدی نہ کریں بلکہ سیاق و سباق یعنی اسکے اقبل و ابعد کو خوب دیکھ بہا لیں اور یہ ہی مد نظر رکھیں کہ میں نے اس رسالہ کو کس غرض سے تالیف کیا ہے اور تمہیں کیا ڈھنگ اختیار کیا ہے اور کس کیفیت پر انکی ترتیب دی ہے پھر جو حق بات تمہارے نزدیک ظاہر ہو اس کا حکم لگائیں کیونکہ جب تک میرا ان آدمیوں میں شمار ہے جو خطا سے معصوم و محفوظ نہیں اسوقت تک میں پہلا اپنے لئے خطا سے محفوظ و معصوم رہنے کا کیونکر دعوئے کر سکتا ہوں حالانکہ خدا تعالیٰ نے ہجر اپنے پیغمبر کے کلام کے کسی شخص کے کلام کے لئے خطا و لغزش سے محفوظ و معصوم رہنا حق نہیں فرمایا غایت سے غایت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے بقدر اپنی کوشش اور طاقت کمال صواب کی جستجو میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا پس اب جو کچھ ہمیں حق ہو تو انکی جانب توفیق خداوندی اور یہ برکت بول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چکی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے خدام میں ایک میں بھی ہوں میری رہنمائی ہوئی ہے اور جو کچھ ہمیں ہوں چوک ہوئی ہو تو میری فہم کی کوتاہی میری کم علمی اور میرے فکر ضعیف کے باعث ہے اور میں خدا سے امید کرتا ہوں کہ وہ میری لغزشوں پر مواخذہ نہ کر لگا اور جس کا قصد میرے کلام کی طبع پرتال کرنے اور میری غلطیاں نکلنے کا ہوتا ہے اختیار ہے لیکن اسے اتنا لازم ہے کہ نیت کو خالص کر کے اس پر پیش قدمی کرے کیونکہ میرا نیت کا محض اسلامی دین کی خدمت بجا لانا ہے اسلئے اگر طبع پرتال کرنے اور غلطیاں نکالنے والا اسی دین کا پیرو ہے تو اسے پہلے یہ دیکھ لینا چاہئے کہ خدا اور رسول کی خوشنودی اور رضا کس شے میں ہے اور پھر اس کے بعد جو کچھ اُسے کرنا ہو کرے۔

پھر میں اس رسالہ میں اگرچہ بعض فلسفی مباحث میں گہس پڑا ہوں لیکن اس سے میرا یہ قصد ہرگز نہیں ہے کہ دین میں

اس بات پر توجہ کرنا چاہیے
سالہ کار اگر کسی صاحب
بادی النظر میں خطا سے
خود راہ داری توفیق بخیر
وہ کہیں ایک سیاق و سباق
اور میں اس کو نہیں
کہ یہ ایک سیاق و سباق
اور میں اس کو نہیں
کہ یہ ایک سیاق و سباق
اور میں اس کو نہیں

فلسفیت کو دخل دہوں بلکہ میں نے یہ طرزِ مسئلہ اختیار کیا ہے کہ فلاسفوں کی عقل کو تکمیل حاصل ہوا ہے اور یہ امر ظاہر ہو جائے کہ اسلامی دین نے اپنے متبعین کو محض ایسے ہی عقایدِ حقہ کے یقین کرنے کی تکلیف دی ہے جو قانونِ عقلی صحیح پر بالکل منطبق ہیں اور صرف ایسے ہی احکام کی بجا آوری کا مکلف بنایا ہے جن کا قرعہ سراسر دین و دنیا کی بہتری ہی بہتری ہے۔

علماءِ کلام ہی کو دیکھئے کہ اسی غرض کے حاصل کرنے کے لئے فلاسفہ کے ساتھ مباحثِ فلسفہ کی تشریح کرنے کے کیسے کچھ درپے ہوئے ہیں آپس میں کوئی ایسی نئی راہ نہیں پاتا ہوں جس پر کہ اسلامی اسکے علمائے چلے ہوں اور جو شخص اس بات سے واقف ہو گا کہ فنونِ فلسفہ جدیدہ کی کتابیں اور خود یہ علوم اس زمانہ کے لوگوں تک کس قدر شائع ہو رہے ہیں خصوصاً ان لوگوں میں جو دینِ اسلامی کی حقیقت پر گاہی حاصل کرنے کی قدرت نہیں کہتے وہ جدید فلسفہ کے شواہد اور آلودگیوں سے جہیں کہ نئی نئی تحقیقاتیں موجود ہیں اسلامی عقائد کو محفوظ رکھنے کی غرض سے اس طریق کے اختیار کرنے اور اس پر چلنے کو ضرور مستحسن سمجھیں گے اور یہ وہ فلسفہ اور وہ تحقیقات جدیدہ ہیں جن کا پتہ ان علماءِ متقدمین کے زمانہ میں نہ لگا تھا جنہوں نے کہ فلسفہ قدیم کے شواہد اور آلودگیوں سے اسلامی عقائد کی حفاظت میں کوئی کسر نہیں رکھی۔

پھر بعض بعض مباحث میں اپنے مقابل کے ساتھ ارجائے عنان سے پیش کیا ہوں اور اسے میں نے یہ اختیار دیا ہے کہ جمہور نہ ہی اس امت کے بعض علماء کے اقوال ہی پر وہ اعتماد کر لے اور اس سے میری صرف غرض ہے کہ میرے مقابل کو انسانی ہوا اور وہ مبہوت دین میں داخل ہو سکے کیونکہ اسکا دین میں داخل ہو جانا گو وہ علماءِ اسلام میں سے بعض ہی کے قول پر کیوں نہ ہو اسکے لئے اہل اسلام کے ذمہ میں شمار کئے جانے کے لئے کافی ہو گا اور ایمان کے وہ فرد نہ رہیں گے۔ پس یہ امر اسکے لئے اس مہلک مخالفت سے جس پر کہ وہ پہلے مخالفت کا باعث ہو جائے گا۔ امام غزالی ہی کو دیکھئے انہوں نے اپنی کتاب تہافتِ الفلاسفہ میں مخالفین کے لئے بعض معتزلیوں ہی کے قول پر قبول نہ ہوا التزامِ حجت کو کافی سمجھا ہے اور اسی پر اکتفا کیا ہے کیونکہ معتزلہ (کیسے ہی کیوں نہ ہوں) مسلمانوں کی شمار سے تو خارج نہیں ہیں۔ انکا کلام قانونِ اسلام پر ہوتا ہے جیسا کہ مواقع میں ہے اور قولِ محمد کی بنا پر ان کا کمال کا رہی نجات ہے۔

اور سب کو جاننے دیجئے یہ دیکھئے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ اپنے اس قول کے ساتھ خطاب کریں (وَأَنَا أَوْلَاكُمْ بِحُجَّتِي أَوْفَى ضَلَّالٍ مِّبِینٍ) حالانکہ جس طریق پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے انکو دایت ہونے میں آپ کو ذرا ہی شک نہ تھا۔ اور یہ تو صرف مباحثہ اور دلیل کی سماعت کی بجائے اپنے مقابل کو باطل کرنے کا ایک خطابی طرز ہے اس سے یہ ہوتا ہے کہ دلیل اسکے سامنے مبہوت بہانہ کر دی جاتی ہے، پھر وہ اسے سمجھ لیتا ہے اور اس طرح وہ دلیل حق پر اسکو تکمیل دلانے کا باعث ہو جاتی ہے اور مقصود حاصل

ہو چکا ہے۔ رہا اسلامی دین میں یہ اعتقاد جسکو سب سے دل میں لیکر رکھنے کے حضور میں حاضر ہوتا ہوں۔ اور جس کی نسبت میری دہلیہ کہ خدا اسی پر میرا انجام بخیر کرے وہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں ان سب کا جسطرح کہ سلف صالحین یعنی صحابہ اور تابعین اعتقاد کرتے تھے اسیکے موافق اعتقاد و جازم کے ساتھ میں بھی معتقد ہوں جو طریقہ کہ اہل سنت و الجماعہ کا ہے۔ اور نصوص شرعیہ کے اعتقاد میں تقویٰ کی بابت بھی انہیں کے مذہب پر ہوں چنانچہ میرا عقاد ہے کہ نصوص شرعیہ میں سے ہر نص حق ہے عقل صحیح کے مخالف نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی اس سے محال لازم کر سکتا ہے اور جو کچھ خدا نے اس سے ارادہ کیا اُس پر میں ایمان لاتا ہوں اور تشاہدات کے معانی میں سے کسی خاص معنی کی تعین کا علم خدا کے حوالہ کرتا ہوں لیکن جو وقت میری گفتگو اور میرا مقابلہ ایسے شخصوں سے ہو جو ان نصوص شرعیہ میں سے کسی پر معترض ہوں یا ان سے ایسے معانی کا اعتقاد کرتے ہوں جو اصول دین کے خلاف ہیں اس وقت میں خلفا رضی اللہ عنہم کا طریقہ اختیار کرتا ہوں اور ان نصوص کی جن کا ظاہر عقل کے خلاف معلوم ہوتا ہو ایسی تاویل کرتا ہوں جس سے ان میں اور عقل میں موافقت ہو جائے جیسا کہ اس قاعدہ کا بیان پیشتر ہو چکا ہے اور یہ بات صرف اسلئے کیجاتی ہے تاکہ مخالف کی تسکین ہو جائے اور اسکو یہ الزام دیدیا جائے کہ نص کو اس تاویل سے سمجھ لینا ممکن ہے اور ہلاک کرنے والی مخالفت کو وہ اس طرح پر ترک کر سکتا ہے اور حقیقی اعتقاد ایسی نصوص میں یہی ہے کہ اس نص کے ضرور کوئی صحیح معنی عقل صحیح کے موافق ہیں اور اس معنی کو یقینی طور پر معین کر کے ہم نہیں تلسکتے بلکہ اس کی تعین کا علم خدا کے حوالہ کرتے ہیں جیسا کہ پیشتر گزیر چکا ہے یہی میرا مذہب ہے جسکا میں التزام کرتا ہوں۔ اور یہی میرا مختار ہے۔ پس ہر مقام پر میرے کلام کو یہی پر محمول کرنا چاہئے۔ اور خدا توفیق دینے والا ہے۔ پھر میں نے اس رسالہ کے تحریر کرنے میں جتنے الامکان ایسے طریقہ کا التزام کیا ہے جو عام لوگوں کی فہموں کے مناسب ہو اور جسکو وہ بھی سمجھ لیں جتنے کہ بعض بعض مواقع پر جب مباح دور ہو گیا ہے یا کسی قسم کا اس میں خفا آگیا تو میں نے عبارت کی عبارت کو بغرض آسانی مکر کر دیا ہے اور بعض عام لوگوں کے الفاظ بھی میں نے استعمال کئے ہیں اور علاوہ بریں بعض اور امور ایسے ہیں جن سے کہ ان علماء کی بالیغات جو نہایت خوش اسلوبی اور عمدگی سے تالیف کرتے ہیں خالی ملیں گی۔ اور یہ سب کچھ میں نے صرف اسلئے اختیار کیا ہے تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو اور مقام کی توضیح ہو جائے شاید خدا اقلے میرے دینی اور شریعت میں شریک بہائیوں کو اس رسالہ سے نفع بخشے میں کسار ضعیف اور عجز کے ساتھ خدا کے سامنے زاری کرتا ہوں اور صاحب شریعت مطہرہ و ملت منورہ مولانا و سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل کرتا ہوں کہ خدا میرے عمل کو قبول فرماوے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع دے اور میری نیت کو لوجہ اللہ خالص کر دے اور ہمارے مولے امیر المومنین اور خلیفہ رب العالمین (سلطان بن السلطان سلطان عبد الحمید خاں بن سلطان عبد الحمید خاں) کی دولت کی تائید اور نصرت عمل تقویٰ سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نص کی مراد نہ معلوم ہو جیسے کہ حرف مقطعات یا کسی کی اصل مراد تو معلوم ہو لیکن اسکی کوئی خاص کیفیت خاصا شریعت کی جانب سے بیان نہ کی گئی ہو جیسے قیامت میں خدا کی رویت پر دلالت کرنیوالی نصوص تو ایسی صورت میں اپنی طرف سے کچھ تعین نہ کرنا اور تعین خدا کے حوالہ کر کے اسکا اجمالی اعتقاد کر لینا جتنا کہ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ ۱۲ مترجم۔

کرے اور انہیں (نافع خلائق) امور کی توفیق دے اور عین عنایت اور اپنی محافظت کے حوصلے اعلیٰ حفاظت کرے خدا ہی سے خیر و جود کا فیضان ہے۔ آمین یا رب العالمین۔

ترجمہ خاتمہ کتاب مصنف علام

خدا تعالیٰ نے مجھے یوم مبارک جمعہ کی صبح کو آفتاب نکلنے سے پہلے اس رسالہ کے تمام کرشمے کی توفیق دی اور تیسرے سید ایک ہزار تین سو چھ ہجری کے ماہ شوال کی پہلی تاریخ یعنی عید الفطر کا مبارک دن تھا جسے خدا نے فریضہ مبارک کے ادا کرنے کے بعد اپنے مسلمان بندوں کے لئے باعث راحت و فرحت گردانا ہے اور جسے کہ سال حج کے مبارک عبادت کے مہینوں کی آمد پر سبب ہجرت و مسرت قرار دیا ہے اُس خدا کا ہزار ہزار شکر ہے جس کے فضل و احسان کی بدولت نیک کام انجام کو پہنچے ہیں اور اُس کے تمام انبیاء اور مرسلین خصوصاً افضل رسل محمد مصطفیٰ بنی امی پر جن کی بدولت ہمیں راہ ہدایت دیکھنا نصیب ہوئی اور ان سب کے آل و صحابہ پر ہزاروں درود اور لاکھوں سلام مبادل ہوں۔ خیر و عوانا ان الحمد للہ رب العالمین فقط

شکر صد شکر ٹھکانے لگی محنت میری
مٹے ہوئی آج کی منزل میں مسافت میری

خاتمہ از مترجم

۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ یوم شنبہ وقت ظہر مدرسہ جامع العلوم کا پتھر میں احقر خدام ملکار کرام و فضلاء نے عظام عاجز اسحاق علی عفی عنہ مدرس سوم غوثی مدرسہ مذکور کے ہاتھوں یہ ترجمہ بتائید خداوندی اور توجہ مولیٰ و مولائی و استاذی محمدی و سندری جناب حافظ قاری شاہ مولوی محمد شرف علی صاحب نطلہ العالی ختم ہوا خدا اسکو قبول فرما دے اور اپنے بندوں کو اس سے نفع بخشے اور عاجز مترجم کو ریادہ رحمہ سے محفوظ اور شکی نیت کو شوائب نفسانی سے خالص رکھے۔ آمین

تقریر منشی بے بدل فاضل اجل جناب مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب

مدرس فارسی مدرسہ جامع العلوم کانپور

بِسْمِ حَاجِدِ اَوْ مُصَلِّیَا

خدا کو بی را نیارد ستود
خدا را سجود و بی را درود
خدا کو چہ عقدہ داند کشود
ہماں بہ کہ از دل بجای آورد

الاجندی نے رہے کہ اس ہر لیسند ترجمہ (اسائن اور اسلام) کی نقل اور تہیض جامع علوم عقلی و قلبی کرمی و مخدومی جناب مولوی سید
اسحاق علی صاحب ترجمہ ارشاد فیض بنیاد اور حضرت اقدس قبلہ و کعبہ مجمع اسرار آبی منج فیوض نامناہی محدث معارف غنی و جلی
استاذی و مرشدی و مولائی جناب حافظ قاری حاجی مولانا شاہ محمد شرف علی صاحب تہا نوسی عم فیضہ کی بابرکت دعا اور
توجہ سے مدرسہ جامع العلوم کا پندر حفظ اللہ تعالیٰ عن الفتن والشہور کے درجہ فاری میں جامدی الاخری سال ۱۳۸۷ھ کی
چودھویں تاریخ کو دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد ذرہ بمقدار ناچیز خاکسار محمد انعام اللہ علیہ عنہ کے ہاتھوں اختتام کو پہنچایا
نقل اور تہیض کی حالت میں جو اس لغت سے اول سے آخر تک دیکھنے کا اتفاق ہوا تو معانی لطیفہ اور مضامین عجیبہ کا ایک بکریل
اور بے نظیر گنج پایا حق تو یہ ہے کہ جس طرح مصنف کتاب نے اس تصنیف سے اپنے محبتوں میں گویا خرق عادت کر دکھایا ہے
اسی طرح ترجمہ با کمال نے ہی با محاورہ ترجمہ اور فہم مضامین مطالب کی داؤد پیکر اپنا رتبہ بڑھایا جو مصنف کچھ با جمال اور لغت مضامین
عربی کی عبارتوں پر وہیں پوشیدہ اور مستور ہو رہا ہے اور وہ کچھ جاننے والوں پر اس آرد کو گنیا با محاورہ ترجمہ سے سبک سبب ظاہر و باہر ہو گئے ہیں
مکمل و تابستوری ندارد
چودھویں سہارا وزن بر آرد

الضاف پسند ناظرین جسوقت اسکو ملاحظہ فرمائیں گے اور تحقیق و تدقیق سے ہر ایک بحث کو پیر اور الامال پائیں گے تو قوی
امید ہے کہ کچھ دل کسی وقت اسکی مفارقت کو گوارہ کریں گے

ہیں دعویٰ کہ کرم و شہرے ہست

اب اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ صاحب مطبع کو بہت جلد محنت کے ساتھ اس ترجمہ کو طبع کرنے کی توفیق دیکر حاصل و کام
کا مقبول بنائے اور مصنف اور ترجمہ اور حضرت اقدس مولانا مرثیہ شاہ محمد شرف علیہ صاحب کو جو اصل میں اس ترجمہ کے ہشت
ہوئے ہیں اور نیز اس ناچیز اور خاکسار ناقل (محمد انعام اللہ) اور ان مخدوم و مکرم کو جو اسکو چھپوائیں گے جو انے خیر عطا دے گا کہ
ایمان کے ساتھ اس دار فناء سے دار بقا میں لیجائے اور بہت بڑے بڑے مراتب سے سرفراز کرے
چھپنے سے سفید و چہ بخت سیاہ
نگر دید محروم ہیں بارگاہ
آمین ثم آمین کاتب الحروف خاکسار محمد انعام اللہ غفر اللہ لہ و لوالدیہ و للجمع اجماعہ و واساتدہ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و
آلہ و صحابہ و جمعین الی یوم الدین فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آخر حمید یہ میں مولف رسالہ حمید یہ کا بعد از احوال عورتوں کے پردہ اور طلاق کے بارہ میں ایک چھوٹا سا رسالہ لگاتا ہوں تاکہ تہا شتمین فائدہ
کے لئے اسکا ترجمہ ہی اس کے ساتھ کر دیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله الذي جعل في هذه الرسالة من فوائد و صلواته على رسوله و آلہ و صحابہ و جمعین۔ بعد حمد و صلواتہ کے خدا کی رحمت کا محتاج حسین البحر طریقی

ناظرین کچھ دست میں موصول کرتا ہے کہ اسلام کے ہم مسائل میں سے نقد و ازدواج - عورتوں کے پردہ اور طلاق کا مسئلہ
 ہے اور چونکہ اس اثنا میں کئی مسلم کی کتاب ان مسائل پر نکتہ چینی کے بارہ میں تیسری نظر سے گزری ہے اور اس شخص
 نے اس میں پہلے کے دونوں مسئلوں سے تعرض کیا ہے چنانچہ خاص کر پہلے کی نسبت اس نے یہ کہا ہے کہ تمام ممالک میں مرد
 شماری کے اعتبار سے مردوں کی تعداد عورتوں سے کچھ تھوڑی ہی زیادہ ہوتی ہے اور عجب نہیں کہ عنایت الہیہ و رحمت
 الہی نے جو یہ رعایت مد نظر رکھی ہے اسکی یہ وجہ ہو کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ ہلاک ہوتے ہیں کیونکہ انکے موت
 کے اسباب عادتاً کچھ زائد ہیں جیسے کہ سفر کی مشقتیں اٹھانا پھری خطروں کو جھیلنا - لڑائیوں کی مصیبتیں برداشت
 کرنا وغیرہ وغیرہ - اور (مرد و عورت کی) اس نسبت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خداوندی حکمت نے مرد کے لئے ایک
 زوجہ سے زیادہ جائز نہیں رکھی ہیں اسلئے زوجات کا تعداد امرطبی کے مخالف ہے الخ اور ہمیں کی ایک سے زیادہ
 شادیاں کرنے پر جیسا کہ یہ ہماری پاک شریعت کا حکم ہے اور اس بات پر کہ یہ حکم نظام طبعی کے خلاف ہے اس مؤلف
 نے جھونک (تقریض) کی ہے اور اس کتاب میں اس مؤلف نے خاص کر دوسرے مسئلہ کی نسبت یہ کہا ہے کہ حق اور
 انصاف کی بات نہیں ہے کہ عورت کی حقارت کی جائے یا اس پر ظلم روا رکھا جائے یا اسکو لکھا یا پرہایا نہ جائے یا اس کے
 ساتھ بدگمانی کر کے اسکو گھر میں بند کر دیا جائے جیسے کہ قیدی بند کئے جاتے ہیں باوجودیکہ مردوں کا گناہ میں
 پھنس جانا بہت قریب ہے اور یہ حسب مسئلہ کی کی رسیں ہیں الخ اور تیس عورتوں کے پردہ اور لنگے گھروں کے
 اندر رہنے کے بارہ میں ہماری عادل شریعت کے حکم پر جھونک (تقریض) کی ہے اسلئے سمجھئے چاہا کہ اس معاملہ میں
 جو حق بات ہو اسکو عقلی قانون کے موافق ہم بیان کر دیں کیونکہ مؤلف مذکور کو شرعی احکام تکمیل نہیں دلا سکے اسلئے
 کہ وہ شریعت کے لئے والوں میں سے نہیں ہے سو سمجھئے بیان کا ایسا طرز اختیار کیا ہے جس سے ہر عاقل کو تسکین
 ہو سکے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ مؤلف مذکور نے ایک چیز تو یاد رکھی اور بہت سی چیزوں سے قطع نظر کر لی ان کا خیال نیچا
 اور بیان اسکا یہ ہے کہ اگر ہم تسلیم ہی کر لیں کہ مردوں اور عورتوں کی تعداد قریب قریب ہے اسلئے بعد ہی یہ امر مخفی نہیں کہ
 خداوندی حکمت کا مقتضا ہے کہ مرد و عورت کے مابین نوع انسانی کا توالد و تناسل ہوتا رہے اسلئے افراد بڑھتے رہیں اور اس طرح
 یہ نوع جب تک خدا کو منظور ہو باقی رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی نقیض ثابت ہوگی اور ہمارے ذمہ واجب
 ہوگا کہ مختلف ذریعوں سے توالد و تناسل کی تکمیل اور ان کے نیست و نابود کرنے میں کوشش کریں حالانکہ یہ بات
 واقع کے خلاف ہے اب یہ دیکھئے کہ توالد و تناسل مرد کے حاملہ کرنے اور عورت کے تخم سے انجام پاتا ہے اور یہ بات معلوم
 ہے کہ مرد میں حاملہ کرنے کی ہمیشہ صلاحیت باقی رہتی ہے اگرچہ سو برس کا کیوں نہ ہو جائے اور اس عمر کو پہنچ جانا ممکن بلکہ
 موجود ہے کوئی نادریات نہیں یہاں تک کہ بعض حکماء اس کے قائل ہیں کہ اگر ان کو موت جلدی نہ آگیرے تو اسکی خلقت
 اور قدرتی ساخت کا مقتضا یہ ہے کہ سو برس تک زندہ رہے (بلکہ مشہور تو یہ ہے کہ انسان کی عمر طبعی ایک سو بیس کی
 ہے) رہی عورت - پس چونکہ جنین کے بار اٹھانے - وضع حمل کی مصیبت برداشت کرنے اور وودہ پلانے سے
 اسکی قوت ضایع ہو جاتی ہے اور ان سب باتوں کی اسی وقت وہ متحمل ہو سکتی ہے جبکہ اس کا جسم اس قدر قوت کو پہنچ جائے

لہذا خاندانی محبت اس بات کو مقتضی ہوئی کہ عورت میں بچہ جننے کی استعداد سن اطفال (سن بلوغ) سے لے کر پچاس برس
 کے سن تک ہے (جیسا کہ بعض کا قول ہے) اور اوروں کی رائے سے کہ پچاس برس کی عمر تک انہیں بچہ جننے کی قابلیت
 رہ سکتی ہے اور یہاں سے چونکہ اسکی طبی قوت رائل ہوتا شروع ہوتی ہے اسلئے باری تعالیٰ حمل کو اس سے روک نہ دیتا
 اور اس کا خون حیض منقطع نہ کرتا ہے جو کہ جنین کی غذا ہے اور مقتضائے لطف و احسان تخم سے جس سے بچہ بنتا ہے
 اسکو محروم نہ کرتا ہے پس عورت میں بچہ جننے کی قابلیت کل پینتیس برس رہتی ہے اسلئے کہ اکثر وہ پندرہ برس میں ہی
 ہوتی ہے اور جب یہ بات ٹھہریگی تو اب ہم کہتے ہیں کہ عورت اپنے بچہ جننے کی قابلیت کی مدت میں جب بالغ مرد کے
 پاس رہیگی خواہ اسکی عمر کا کوئی زمانہ کیوں نہ ہو تو مرد میں حاملہ کرنے کی برابر استعداد پائیگی اور وہ اس امر سے قاصر نہ رہیگی
 ہاں اگر کوئی غیر طبی و عارضی سبب ہو جائے تو مدت ہی دوسری ہے رہا مرد اسکی یہ حالت ہے کہ جب وہ عورت کے
 پاس دونوں کے بالغ ہو جانے کے بعد رہے اور ایک ہی عورت کا ہو رہے تو بسا اوقات اسے اپنی عمر کی کچھ مدت
 نسل سے معطل رہنا پڑے گا اپنی تخم پزی کا کوئی نتیجہ حاصل نہ کر سکیگا بیان اسکا یہ ہے کہ اگر دونوں کا ایک دوسرے
 کے پاس رہنا دونوں کے ابتدائے بلوغ سے فرض کیا جائے تو عورت کے سن ایاس تک دونوں سے توالد و تناسل
 ہونا ممکن ہے اور اس کے سن ایاس کو پہونچنے کی مدت پچاس برس ہیں پس اگر دونوں ساٹھ برس تک زندہ رہیں گے تو
 وہ پندرہ عورت دس برس معطل رہیگی یعنی عورت کی وجہ سے مرد کو دس برس تک نسل سے معطل رہنا پڑیگا اور اگر دونوں شتر
 میں جنیں گے تو مرد پندرہ برس معطل رہیگی اسی طرح یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ اگر دونوں برس زندہ رہیں گے تو مرد
 سے پچاس برس تک معطل رہنا پڑے گا۔ اور ایسا ہی اسوقت بھی کہا جاسکتا ہے جبکہ مرد و عورت دونوں ہم سن
 میں اور عورت سن ایاس کو پہونچ گئی ہو اور اسوقت کسی وجہ سے دونوں میں مقارنت ہوئی ہو۔ اور جب یہ صورت
 ملے کہ سن کے اعتبار سے دونوں میں مخالفت ہو تو مرد کو عورت سے ہر فرض کرنے کی بنا پر غالب یہ ہے کہ
 اسوقت بھی مرد پر معطل ہی رہے گی جسے کہ اگر یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ اسوقت عورت اور مرد میں مقارنت ہوئی
 ہے اسوقت مرد پچاس برس کا اور عورت پندرہ برس کی تھی اور پھر دونوں کی عمر سو برس کی ہوئی تب بھی عورت مرد پر
 مردہ برس تک معطل رہیگی۔ لیکن اگر عورت عمر میں مرد سے بڑی فرض کیا جائے تو اب مرد کا بہت بڑا نقصان ہو گا
 اور اسوقت معطل رہنے کا زمانہ مرد و عورت کے سن کے فرض کرنے کے اعتبار سے متفاوت نکلے گا اور زیادہ سے
 زیادہ جو یہاں تصور ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے اسوقت مرد و عورت میں مقارنت ہوئی ہو جبکہ مرد
 پندرہ برس کا اور عورت کا سن ایاس سے کچھ پہلے ہو پس اگر یہ عورت اس مرد سے ایک چھ جنم تک ہو جائیگی تو مرد
 کی سو برس کی عمر فرض کرنے کی بنا پر عورت پچاسی برس تک اس پر معطل رہیگی پس اگر مرد کے لئے ایک سے زیادہ
 عورتوں کے ساتھ مقارنت کے مباح کرنے کے سوائے اس تفاوت کے اور کوئی سبب مقتضی نہ ہی ہو تا تب بھی
 یہ بالکل کافی تھا اسلئے کہ یہ بات ظاہر ہو چکی ہے کہ مرد اپنی تولید کی قابلیت کے زمانہ میں عورت پر ایک دن ہی معطل
 نہیں ہوتا اور وہ بہتیرے برسوں تک اس پر معطل رہتی ہے پس مرد کے لئے ایک سے زیادہ مقارنت مباح کر دینے سے

اسے جو معطل رہنے کا احتمال تھا اس کا تدارک کرنا ممکن ہو گا۔

اور یہ بات سب جانتے ہیں کہ بنظر اسکے کہ خدائے بخت عورت کے مردی کو کمانے کی قوت اور اس کے شہداء کے تحمل کی طاقت عنایت کی ہے اسلئے مرد ہی اہل و عیال کا خیرگیہ اہل قرار دیا گیا ہے اور عورت کے نان و نفقہ کا سامان بھی اس کے ذمہ ہے اور اس کے مقابل میں عورت کے متعلق یہ کام کیا گیا ہے کہ وہ خانہ داری کا انتظام اور اولاد کی پرورش کرے اور یہ بات انسان کے لئے ایک طبی امر کی طرح ہو رہی ہے اور بعض جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ نظام خداوندی اور اس طریق کے خلاف چلتے ہیں جس کے ساتھ عام طور پر طبیعتیں مائل ہو رہی ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ محتاج اور غریب لوگ جو زوہر کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے سے قاصر ہیں نسبت مالداروں کے جو اس کی قدرت رکھتے ہیں اکثر مال میں کثرت ہیں اگرچہ بعض بعض ممالک میں سب قریب قریب درجہ کے مالدار بھی موجود ہیں۔

پس جو مالک پہلی قسم کے ہیں انہیں کوئی شک نہیں کہ وہاں کے بہترے محتاج آدمی عورت کے نان و نفقہ کے بار اٹھانے کے خوف سے شادی نہیں کرتے بلکہ عادل شریعت جب وہ اپنی نسبت یہ جانتے ہوں کہ نان و نفقہ عاجز ہونے کے باعث سے وہ عورت کی حق تلفی کر چکے تو ان کو شادی کرنے سے روکتی اور منع کرتی ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک تو جبکہ خانہ عورت کے نان و نفقہ سے عاجز ہو تو اس ظلم کے دفع کرنے کے لئے جس کو عقلیں ناگاہ سمجھتی ہیں حاکم کو یہاں تک حق حاصل ہے کہ ان دونوں میں تفریق کر دے اور ان ایام میں ہم ایسے عاجز مردوں کی زیادہ تعداد دیکھتے ہیں اور اگر ان کے ساتھ فوجی آدمیوں کو بھی ہم ملا لیں تو مجرد مردوں کی تعداد میں اور اضافہ ہو جائے گا کیونکہ فوج میں نوکری کرنے والے اس خوف سے شادی کرنے سے باز رہا کرتے ہیں کہ فوجی کام کی اہمیت وہی کے زمانہ میں انہیں اپنی زوجہ کو بلا کسی خبرگیہاں کے چھوڑنا پڑیگا پس جب مرد کے لئے ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنا جائز نہ رکھا جائیگا تو وہ عورتیں جو ان مجرد مردوں کے مقابلہ میں بچیں گی تو والد و تناسل سے معطل ہوں گی اور جو خداوندی حکمت نوع انسانی کی زیادتی اور اس کے ازدیاد کے باقی رکھنے کے بارہ میں تھی وہ باطل ہو جائیگی لیکن جب مرد کے لئے یہ بات مباح کر دی جائے کہ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکے تو جو لوگ نان و نفقہ پر قدرت رکھتے ہوں گے تو وہ عورتوں کی اس تعداد میں سے جو نسل سے معطل ہونے کو نہیں ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کر سکیں گے اور اس وقت ان بیچاروں میں جو والد و تناسل کی استعداد پائی جاتی تھی وہ ضائع نہ جائیگی اور نظام خداوندی مختل ہونے سے محفوظ رہیگا اور بغیر اسکے ان مصیبت زدہ عورتوں کی اسی طرح عمر گذر جائیگی اور نوع انسانی کو اس لئے شرمہ حاصل نہ ہو سکیگا جو کہ یادگار رہ سکے۔

رہے دوسری قسم کے ممالک یعنی جہاں کے رہنے والے قریب قریب برابر درجہ کے مالدار ہیں ممکن ہے کہ وہاں ہر مرد ایک ہی عورت سے شادی کرے اور وہاں کی عورتوں میں سے کوئی معطل نہ رہنے پائے اور ایسے مقامات میں مرد خود ہی ایک سے زیادہ شادی نہ کر سکے گا اسلئے کہ جب وہ شادی کرنا چاہیگا تو اسے فاضل عورت ملے گی نہیں کیونکہ حساب کی رو سے تعداد ختم ہو چکی۔ اور اگر کوئی کہے کہ اس تفصیل کا تو یہ مقتضا ہے کہ صرف پہلی قسم کے

ممالک کے رہنے والوں کے لئے ایک سے زیادہ عورتیں مباح کر دیا جائے نہ کہ دوسری قسم کے۔ تو ہم کہیں گے کہ یہ بات
 معلوم ہے کہ ممالک محتاجی اور مالداروں کے اعتبار سے ہمیشہ ایک حالت پر نہیں رہتے بلکہ زمانہ کے دوران میں ہر ملک
 پر دونوں قسم کے حال آئے جاتے رہتے ہیں اور اسکا مضبوط کرنا اور اسکے لئے زمانہ کی کوئی حد مقرر کر دینا ممکن نہیں
 اور بالخصوص اگر اسکا انضباط ممکن ہو اور اسکی کوئی حد مقرر ہی کی جاسکے تو جب اس مقرض کے کہنے کے موافق حکم
 دیا جائیگا تو نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ ہمیشہ اختلاف رہے اور زمانہ کی ہر مدت میں حکم اپنی ضد سے بدلتا رہے اور بسا اوقات
 یہاں تک فوج پہنچ جائیگی کہ ایک سال تو مرد کے لئے بہتیری عورتوں سے شادی کرنا جائز کر دیا جائے اور اس کے
 بعد والے سال میں اس سے روکنا پڑے یا اسکے بالعکس معاملہ ہو کیونکہ ممکن ہے کہ ملک ایک ہی سال میں مالدار ہو جائے
 اور پھر محتاج بھی بن جائے یا اسکا اثنا معاملہ ہو اور خداوندی احکام اس مرتبہ کے نہیں ہو سکتے کہ آئے دن بدلا کریں اور
 ان میں تبدیل و تغیر کے لئے ابواب نہیں کھل سکتے جس سے خود غرض اور شہوت راں انسان ان احکام کو کھیل سکیں
 پس تقریر سابق سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ مؤلف مذکور کے قول کے خلاف متعدد زوجات کا جائز ہونا ہی امر طبعی اور عقل سلیم
 کے موافق ہے۔ رہا ازدواج کا چارہ ہی میں منحصر کر دینا اس سے مؤلف مذکور نے کچھ تقض نہیں کیلئے لیکن اب ہم کسی
 تقریب میں اسکی حکمت بھی ذکر کئے دیتے ہیں پس ہم کہتے ہیں کہ اس حکم میں ایک شرعی حکمت یہ ہے مگر اسکے ذکر کا یہ
 موقع نہیں کیونکہ مؤلف مذکور ہماری شریعت کے ماننے والوں میں سے نہیں ہے یہاں تک کہ شرعی حکمتوں سے
 اسکے خیالات کو تسکین حاصل ہو سکے ہاں اسکی عقل حکمت ایسی ہے جو اسکے امور مالوفہ کے طرز پر ہے اور اس سے مؤلف
 مذکور کی تسکین ہو سکتی ہے بیان اسکا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ نان و نفقہ سے عاجز آدمی شادی کرنے سے باز رہا
 کرتا ہے اور جو اس پر قادر ہو تا ہے وہ اس پر مشفق می کرتا ہے۔ اور ہمیں کوئی شک نہیں کہ تلاش دستقرار سے کسب حاش
 کے چارہ ہی قسم کے عادی فیجئے نکلے ہیں حکومت تجارت، صناعت، زراعت۔ پس گویا باری تعالیٰ نے ہر سبب
 کے مقابلہ میں ایک ایک ذریعہ جائز رکھی پس جب کسی مرد کو سارے اسباب میسر آجائیں گے تو وہ چار عورتوں کو رکھ سکیگا
 اور جب ان ذرائع میں سے کوئی ذریعہ اس سے مفقود ہو جائے تو وہ تین ہی عورتوں پر اقتصار کر لیا۔ علیٰ ہذا القیاس
 یہاں تک کہ جب کسی سے سارے ذرائع مفقود ہو جائیں تو وہ شادی نہ کرے اور یہ امر مالداروں کے حوالہ ہے
 اور جب کسی کو ایک ہی ذریعہ سے اس قدر فراغت نصیب ہو جائے کہ دوسرے ذریعہ کے قائم مقام ہو سکے بلکہ اس
 سے ہی زیادہ ہو تو وہ بقدر اپنی وسعت کے شادیاں کر سکیگا۔ اب اگر آپ تقریر گذشتہ اور اس تقریر کو سمجھ گئے ہوں گے
 تو آپ پر اسکا ازہر ہی کھل جائیگا کہ مرد کو لوٹریوں میں سے چار سے زیادہ عورتوں کو سربہ بنانا (یعنی انکو جمع کے لئے
 متعین کر لینا) کیوں جائز کیا گیا اسلئے کہ ایسی عورتیں جس ملک میں کہ لائی جاتی ہیں وہاں اسکے مقابلہ میں مردوں کی
 تعداد نہیں پائی جاتی۔ پس جس حالت میں کہ نادار لوگ انکے مالک جتنی کی قدرت نہیں رکھتے اور مالداروں کے لئے ہی
 ان میں سے کئی عورتیں جائز نہ ہوتیں تو وہ نسل سے سوتل ہوجائیں پس مالداروں کے لئے لوٹریوں میں سے کئی عورتیں
 عین حکمت سے اور سقہ رہا ان چھپنے والے آدمی کے لئے بالکل کافی معلوم ہوتا ہے۔

رہا جو کچھ کہ مؤلف مذکور نے خاص کر دو مسئلہ کے بارے میں اپنی کتاب میں بیان کیا ہے اور مردوں سے عورتوں کا بہن
 تو انکی نسبت ہم کہتے ہیں کہ عورتوں کا اجنبی مردوں سے پردہ کرنا تو ایک ایسی بات ہے جسے عقل سلیم ضروری سمجھتی ہے۔ یہی
 کہ انسانیت نظام خداوندی اور قانون طبعی سب کے نزدیک مستحسن ہے اور بیان اس کا یہ ہے کہ ہم پیشتر ذکر کرے
 ہیں کہ زنانہ و نفقہ کے سامان کی تکلیف طبعی طور پر مرد ہی کو دی گئی ہے نہ ہی عورت وہ صرف نظام خانہ داری اور
 کی پرورش کی مکلف ہے اور یہی علی العموم قانون طریقہ ہے اور اسکی عقلیں بھی مستحسن شمار کرتی ہیں۔ اور اسکی عقلیں
 نہیں کہ مردوں اور عورتوں کے اختلاط میں بے حیائی کے ارتکاب کرنے کے بہت سے سبب آٹھ گہرے ہیں
 ہیں کیونکہ دونوں طرف سے اس کا پورا مقتضی موجود ہوتا ہے اور سب جانتے ہیں کہ میکھنے بہانے کو اس امر سے
 ارتکاب میں بڑا دخل ہوتا ہے جسکو کہ تمام شریعتیں حرام بتاتی ہیں اور عقلیں ہر سمجھتی ہیں کیونکہ اس سے نسب مختلط
 ہیں اور باہمی ہمدردی کو ضعف لاحق ہوتا اور اسکی بڑائی اس قدر کہ اسکی عقلیں اور کوششیں اتنی ہی کافی ہے کہ خدا تعالیٰ نے
 امتوں کو اس فعل شنیع کے ارتکاب کے باعث سے ہلاک کر ڈالا ہے۔ پس جس قانون سے کہ اسکی کثرت ترک
 وہ صرف یہی ہے کہ اجنبی مردوں اور عورتوں کو باہمی اختلاط سے روکا جائے اور ظاہر ہے کہ یہ امر بغیر اسکے کہ
 فریق ہیں سے ایک کو گھر کے اندر رہنے کا پابند کر دیا جائے یا نہ ہو پاسکتا اور جب ہم مردوں کو دیکھتے ہیں
 انکو گھر کے باہر تمام مصارف خانہ داری حاصل کرنے کے لئے کوشش کرنے کا مکلف بنایا گیا ہے اسلئے وہ
 گھر میں رہنے کے پابند نہیں جاسکتے البتہ بنظر اسکے کہ جو رتیں خانہ داری کے اندرونی انتظامات کی مکلف
 تو گھروں کے اندر رہنے کا پابند ہونا نہیں کے مناسب حلوم ہوتا ہے کیونکہ جس کام کی کہ عورتیں مکلف ہیں
 یہ اسکے موافق ہے پس عورتوں کا گھر کے اندر ہی رکھنا عین حکمت ہے اور اگر کہا جائے کہ عورتوں کو گھروں
 اندر ہی رکھنے سے انکو ضرر پہونچے گا تو ہم کہیں گے کہ اس سے کیسا ہی کچھ ضرر کیوں نہ فرض کر لیا جائے لیکن
 اور عورتوں کے اختلاط سے جو ضرر ہوگا وہ ضرر اس سے کہیں بڑا اور نہایت شدید ہوگا اور دوزخوں میں
 ارنے اور جہنم کے ضرر کا ارتکاب کر لینا معقول بات ہے اور شرع کے بھی موافق ہے اسلئے شریعت نے عورتوں
 پر پردہ کا حکم لگایا ہے اور یہ حکم عورتوں کی مصلحت کے جسکی کہ وہ مکلف ہیں اور نیز نوع انسانی کی مصلحت یعنی حفاظت
 نسب کے بالکل موافق ہے علاوہ بریں جو عورتیں اپنے بچپن سے پردہ ہی میں رہتی ہوتی ہیں انہیں تو اس ضرر کا نام
 نشان بھی نہ ملتا جائیگا اور یہ اسلئے کہ یہ امر الکی عادت مانو فیہ داخل ہو جائیگا اور یہ غنی نہیں کہ عادت سے ایسی ایسی
 چیزیں قبول کر لیتے ہیں ان میں قابلیت آجاتی ہے جس سے کہ عادت نہ ہونے کی صورت میں وہ بالکل عاجز ہوتا چلا
 مؤلف مذکور نے خود اپنی اس ہی کتاب میں کہ ماسے جس کا حاصل یہ ہے کہ انسان بہت سی ہشیار کا عادی بن سکتا
 جاسے وہ زہر ہلی ہی کیوں نہیں اس طرح کہ وہ ایسی مقدار سمجھیں سے کہ اسکا تاسے کہ اگر ایسا شخص جسکو عادت
 اس قدر کہانے تو اسے سخت ضرر پہونچے پس ہم عورتوں کو جو پردہ کی عادی ہو رہی ہیں دیکھتے ہیں کہ وہ پردہ میں
 پر نظر کرتی ہیں اور اسکو اپنی ابرو کی حفاظت کا بہت بڑا سبب شمار کرتی ہیں اور اسے پردہ عورتوں کو جو پردہ کا خیال

مہاکہ کرتیں عار دلاتی ہیں اور انکو چھپائی اور اپنی آبرو کی حفاظت نہ کرنے کی جانب منسوب کرتی ہیں اور اسکی وجہ سوائے اسکے معلوم اور کچھ نہیں کہ وہ پردہ کی عادی ہو رہی ہیں اور اسکے ساتھ مافوق ہو گئی ہیں اور بے پردگی کے ساتھ پہرنے سے پردہ پر دو کو انہوں نے اپنے حق میں بہتر پایا ہے پس جب یہ بات پھری تو ظاہر ہو گیا کہ عورتوں پر پردہ کا حکم انکے حقوق کو تلف نہیں کرتا اور نہ ظلم و ستم کی شمار کیا جاسکتا ہے اور اس مولف مذکور کا قول اسکے خلاف ہے ہے کہ عادل و غیر عادل کے اسرار سے ذرا بھی واقفیت نہیں آئے جو چاہا اکل تجو ہانک دیا۔

یہاں بعد اور پر ان پس رہا مولف مذکور نے جو عورتوں کی تحقیر اور ان پر ظلم کرنے اور انکو نوشت خواند سے محروم کہنے کے واسطے کہا ہے تو یہ خود ایک ایسا امر ہے جسکو ہماری روشن شریعت جائز نہیں رکھتی اور اسکے خلاف کا حکم کرتی ہے اور اس تحقیر و ظلم کے ارتکاب کو شرع کے مقدس احکام کی مخالفت شمار کرتی ہے۔ پس مولف مذکور نے اس امر کا جو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے تو ہمارے بیانات کو اس سے کوئی واسطہ اور لگاؤ نہیں اور نہ اسبار میں نہیں اس سے گفتگو کرنیکی کوئی ضرورت ہے کیونکہ ایسی تحقیر و ستم سے خود ہماری شریعت منع کرتی ہے۔

کے ار با طلاق کا مسئلہ سوچو اب خبر ہو چکی ہے کہ ایسے ہی لوگوں میں سے کسی شخص نے ایک کتاب کی تالیف شروع کی ہے جسکا نام اسنے "الطلاق" رکھا ہے بظاہر ہی ہے کہ اس فرقہ پر جتنے مذہب میں طلاق جائز ہے اسے رو کرنا مقصود ہے اور ہمیں نہیں معلوم کہ ان میں وہ کیا دلیل پیش کرے گا لیکن اب ہم ایسی تقریر بیان کرتے ہیں جس سے یہ امر دلیل اور مبرہن ہو جائے کہ طلاق کا جائز ہونا عقل کے موافق ہے اور اس سے منع کرنا نظام خداوندی اور ترتیب طبعی کے منافی ہے سوائے اپنی بڑائی کے زعم میں ہٹ دہری کرنے والے کے اسکا کوئی مخالف نہیں ہو سکتا پس ہم کہتے ہیں کہ اس رسالہ کے شروع میں پیش کردہ بات بیان ہو چکی ہے کہ حکمت الہی اس امر کو مقتضی ہے کہ نوع انسانی میں توالد و تناسل جاری رہے اور اسکی کثرت ہوتی رہے اور یہ کہ مرد و عورتوں میں اعتدال سے لیکر مرنے دم تک تولید کی استعداد و قابلیت رہتی ہے اور عورت میں سن اعتدال سے لے کر صرف سن ایاس ہی تک تولید کی قابلیت پائی جاتی ہے اسکے بعد نہیں رہتی اور اس مدت کی کل مقدار بیستیس سال ہوتے ہیں۔ پس جب خاوند و زوجہ میں مفارقت ہو اور ان دونوں میں توالد و تناسل نہ پایا جائے اور یہ بہت ہوتا ہے تو اس صورت میں لڑنے احتمال ہوں گے کہ اس کا انخ یا تو خاوند کی جانب سے ہے۔ پس حیل است میں کہ طلاق ممنوع ہو تو ان دونوں کی ساری عمر بلا نسل کے گزر جائیگی اور اگر ان دونوں میں سے کسی میں تولید کی استعداد موجود ہوگی تو اسے نسل سے ناحق معطل رہنا پڑیگا اور کبھی کبھی اس معطل ہونے کی مدت پچاسی برس تک تصور ہو سکتی ہے لیکن جب طلاق یا نہ ہوگی تو وہ کچھ دن صبر کرنے کے بعد اس عورت کو طلاق لے کر دوسری عورت سے مفارقت کر سکیگا۔ اور اس عورت کو بھی دوسرا مرد سے مفارقت کرنا ممکن ہو گا۔

پس ان دونوں میں سے جس میں تولید کی استعداد ہوگی اسوقت وہ نسل سے کامیاب ہو سکے گا اور معطل نہ رہیگا اور جس میں استعداد نہ ہوگی اسپر اپنی حقیقت حال کے ظاہر ہو جائے گا اسکے دلکو راحت نصیب جائیگی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے

کہ ان دونوں میں تولید نسل کی استعداد موجود ہوتی ہے لیکن ان دونوں کے آئینہ تناسل متوافق نہیں ہوتے پس جب دونوں میں مفارقت ہو جائیگی تو ان میں سے ہر ایک کو ممکن ہو گا کہ کسی دوسرے سے مفارقت کر کے نسل حاصل کر سکے اور اپنی تولید کی استعداد کے فرق سے محروم نہ رہے۔ اور یہاں پہریم اس امر کی طرف رجوع ہوتے ہیں جسکی بحث ہم پہلے کر رہے تھے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں جب مرد اس عورت کو طلاق دینے میں توقف کرنا چاہے جو کہ اس سے حاملہ نہیں ہوئی تو اسے (مقدور ازواج کی بنائید) ممکن ہو گا کہ اس بات کے ظاہر کرنے کی غرض سے کہ حل کا مانع کسکی جانب سے ہے کسی دوسری عورت سے مفارقت کرے پس اگر وہ مانع زوجہ کی جانب سے ظاہر ہو تو اس صورت میں اگر وہ چاہے تو اسے بدستور عقد میں باقی رہنے دے اور اس فضل و احسان کو جو اس کے اور زوجہ کے مابین نہ ہو لے لے لے کہ اسے طلاق دینے سے کیا فائدہ (کیونکہ وہ دوسرے سے مفارقت کر کے نسل تو حاصل کر ہی نہیں سکتی اسلئے کہ انہیں سبب مانع حل موجود ہے اب اس کے حق میں یہ خاوند اور دوسرا شخص دونوں برابر ہیں اسلئے اگر خاوند چاہے تو اسے اپنے پاس رہنے دے) اور اگر یہ ظاہر ہو کہ حل کا مانع خود اسی خاوند ہی کی جانب سے ہے تو اسے اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا اختیار ہے اور ہم قانون سابق کے مقتضائے موافق یہ نہیں کہتے کہ اسے اسوقت طلاق دینا واجب ہے تاکہ وہ عورت دوسرے سے مفارقت کر سکے کیونکہ اس عورت میں استعداد تولید کا پایا جانا ہی متیقن نہیں ہے بلکہ ہمیں شک ہے کیونکہ ممکن ہے کہ عورت میں بھی تولید موجود نہ ہو اور احکام شک پر مبنی نہیں ہوا کرتے۔

پھر کبھی طلاق کے جائز کئے جانے کا ایک اور بڑا مہم اور ضروری سبب پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خاوند زوجہ میں نفرت پیدا ہو جائے اور اس کے بہت سے اسباب ہیں مثلاً یہ کہ کسی مہینہ مرض کا لاحق ہونا۔ بد صورت ہو جانا۔ آئینہ تناسل کا معطل ہونا۔ عورت کا اپنے خاوند کی اولاد کے نسب محفوظ رکھنے کے بارہ میں اس طرح اس سے خیانت کرنا کہ اسکو خاوند ظاہر کر سکتا ہو اور حاکم کے رو بہ وثابت کرنا اسے ممکن نہ ہو پس اگر طلاق ممنوع ہوگی تو اس حالت میں دونوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی اور دونوں کے دونوں اپنی تمام عمر اس تلخی کا مزہ چکھتے رہیں گے اور ان دونوں کی آنکھوں میں فساد اور رنے چھائی کے دروازے کھل جائیں گے لیکن جب طلاق جائز ہوگی تو دونوں اس تنگی اور اس بے لطفی سے چھٹکارا پانیکا قصہ کر نیچے اور بھائی کے ارتکاب اور مزید دھوٹ بننے سے محفوظ اور پاک و صاف رہ سکیں گے۔

باقی رہا یہ امر کہ طلاق صرف خاوند ہی کے ہاتھ میں کیوں رکھی گئی عورت کے اختیار میں کیوں نہ ہوئی اسکی یہ وجہ ہے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ مرد کی عقل عورت سے زیادہ درست اور ثابت ہو ا کرتی ہے اور عورت کے خیالات ذرا سی بات میں فوراً بدل جایا کرتے ہیں اور میرا خیال ہے کہ اگر مر علی العموم مسلم سچا اور پہلے یہ گد چکا ہے کہ عورت کے نان و نفقہ کی مرد ہی کو تکلیف دی گئی ہے پس جب عورت اسے کسی قسم کی نفرت پیدا ہو جائیگی تو مرد کے نزدیک سبب یہی امر ہو گا کہ جہاں تک ہوسکے اسکو برداشت کر لے اس نظر سے کہ اسکی تن ثابت اور قوی ہے اور نیز اسے یہ خوف ہی لگا ہو گا کہ جو کچھ اسنے عورت پر چڑچڑائی کی ہے کہیں ضائع اور برباد نہ ہو جائے پس اسوجہ سے اسے طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کرنے سے

ختم المقدور باز رہیگا۔ رہی عورت چونکہ وہ ان دونوں باتوں سے (یعنی قوت عقل اور خوف ہلاک نفع) خالی ہے نہایت قریب ہے کہ جب ذرا بھی کوئی نفرت کا باعث پایا جائیگا تو وہ بلا تامل طلاق دینے اور اسکی مفارقت اختیار کر لینے پر آمادہ ہو جاوے گی اور اسکو چھوڑ دے کہ کو جاوے ہوئے ہوگی۔ پس اس واسطے خداوندی حکمت کا یہ مقتضا ہوا کہ طلاق مرد ہی کے ہاتھ میں رہے نہ کہ عورت کے قبضہ میں اور یہی عین حکمت ہے پس سمجھدار سوائے اس حالت کے کہ وہ بالکل مضطر ہو جائے طلاق دینے پر کبھی پیشقدمی نہ کرے گی۔ رہا بعض یوتوفو نکاح اسی بات میں طلاق دینے پر پیشقدمی کرنا سو یہ بات حکم شرعی اور نظام عقلی کے خلاف ہے اور خدا اسکو پسند نہیں کرتا جیسا کہ اللہ اعلا م نے اسکی تصریح کی ہے مصنف کے لئے اسقدر بیان بالکل کافی ہے اب ہم اس زمانہ کے متقدم (سویاٹوڈ) فرقوں کے کچھ حالات جس تک کہ ہماری تقریر کی تائید ہوتی ہے ذکر کر کے اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ یہ فرقہ جو کثرت پر ہاری شریعت نے مباح کی ہیں اسکو سخت شمار کرنے لگے ہیں چنانچہ ان فرقوں میں سے بعضوں نے دو شادیاں جائز کر دی ہیں لیکن دوسری زوجہ اور اسکی اولاد کی بڑی ہضمی ہے کیونکہ نہ اسکو یہ لوگ مذہبی زوجہ شمار کرتے ہیں اور نہ اسکی اولاد مذہبی اولاد سمجھی جاتی ہے پس میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ متعصب مولف عورتوں کے لئے یہاں کیا کہہ رہا ہے اور بعض ہلاک میں طلاق ہی جائز کر دی گئی ہے جیسا کہ اخباروں میں یہ بات شایع و ذائع ہو چکی ہے۔ جملہ توصیفی ثنا کا خدا ہی سہی ہے جسے ہماری شریعت کو ایسا بنایا کہ عقلیں اس کے احکام کو اچھا سمجھتی ہیں اور اس کے نظام معقول کی پیروی کرتی ہیں ہم ان مولف صاحب اور انہیں کے ایسے اور صاحبوں سے امید کرتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں ایسی باتوں سے تعرض نہ کیا کریں جہاں تک کہ پڑوسیوں (اہل اسلام) کے خیالات سے تعلق ہو بلکہ اس کے علاوہ اپنے علوم کو شوق سے بیان کریں اور خبر کریں ورنہ یہ یاد رکھیں کہ مقدس شریعت کے احکام خداوندی حکمت اور نظامات عقلیہ پر مبنی ہیں ان کی ضعیف رائیں ان میں خلل نہیں ڈال سکتیں اور اس کے اس کثرت سے حاشی کار لوگ موجود ہیں جو اس پر سے اعتراضات دفع کر سکتے ہیں۔ اور قیامت تک نفع دیتے رہیں گے۔ الحمد للہ رب العالمین فقط۔ ہر رجب ۱۳۸۵ ہجری کو طہرہ ترجمہ مترجم صاحب سے ختم ہوا۔ نقضہ خاک رحمہ اللہ انعام اللہ علیہ

تقریظ حضرت اقدس مولانا شرف علی صاحب دہلوی

بسم اللہ و حامداً و مصلیاً

لہذا محمد ہر آن چیز کہ خاطر میں آئے اس سے آند آفرین پس یہ وہ تقدیر پدید آئے کہ میں نے دل چاہتا تھا کہ کوئی ایسی کتاب جمع کی جائے جس سے ان خیالات کی اصلاح ہو جو لوہو ناواقفیت علوم دینیہ کے بعض نوجوانوں کو تعلیم فلسفہ جدیدہ سے اسلامی فروغ و اصول میں پیدا ہو گئے ہیں۔ اسی بنا پر

میں اتفاقاً ایک کتاب حمید یہ نام نظر سے گذری جو اس غرض کی تکمیل کے لئے کافی و دانی ثابت ہوئی چونکہ وہ عربی زبان میں تھی اس لئے اپنے ہموطن بہائیوں کے لئے اردو میں اس کا ترجمہ ہونا مناسب معلوم ہوا چنانچہ بفضل خداوند عزیز جمعی مولوی سید اسحاق علی کاپوری سلمہ اللہ تعالیٰ بالفیض الخفی و البکلی کے ہاتھوں یہ کام بخیر و خوبی اتمام کو پہنچا اور آخر تک میری نظر سے گذرا۔ اصل ترجمہ کی خوبی کا بیان کرنا شاید یہاں شاعرانہ پر محمول ہوا اس لئے اہل انصاف فہم کے ملاحظہ حاصل ترجمہ کی تطبیق پر یہ کہو کہ کیا جاتا ہے اتنا اللہ کہ کوئی اختیار دل چاہتا ہے کہ مصنف ترجمہ اپنے ہاتھوں ہی یا خرق عادت کہلائے اللہ تعالیٰ عن جمیع المسلمین غیر الجزار و جعل عقبائہما خیر امن الابرار اب خدا تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ یہ ترجمہ چھپ جائے اور ہر طالب علم عربی و انگریزی مدارس کا اس سے منتفع ہو اور ان سب کے لئے یہ سرمایہ ہدایت و اہت ملے ہو آمین رب العالمین و صلے اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

کاتب السحرف ناچیز اشرف علی تہانوی غفرلہ و لوالدہ یہ۔ ۲۸۔ ربیع الثانی ۱۳۵۰ ہجری

تمام شد

غلط نامہ سائنس اور اسلام فہرست کتاب

| صفحہ | غلط | صفحہ | غلط | صفحہ | غلط |
|------|----------------------------------------------------|------|----------------------------------------------------|------|----------------------------------------------------|
| ۱ | پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہا نکراس کی سفارت خانہ | ۱۲ | پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہا نکراس کی سفارت خانہ | ۱۲ | پہلا فرقہ لوگون کا شاہی خط پہا نکراس کی سفارت خانہ |
| ۲ | دوسرا فرقہ شاہی خانہ | ۱۳ | دوسرا فرقہ شاہی خانہ | ۱۳ | دوسرا فرقہ شاہی خانہ |
| ۳ | تیسرا فرقہ لوگون کا خانہ | ۱۴ | تیسرا فرقہ لوگون کا خانہ | ۱۴ | تیسرا فرقہ لوگون کا خانہ |
| ۴ | چوتھا فرقہ خانہ | ۱۵ | چوتھا فرقہ خانہ | ۱۵ | چوتھا فرقہ خانہ |
| ۵ | پانچواں فرقہ خانہ | ۱۶ | پانچواں فرقہ خانہ | ۱۶ | پانچواں فرقہ خانہ |
| ۶ | چھٹا فرقہ اس کے خانہ | ۱۷ | چھٹا فرقہ اس کے خانہ | ۱۷ | چھٹا فرقہ اس کے خانہ |
| ۷ | آٹھواں فرقہ گذشتہ | ۱۸ | آٹھواں فرقہ گذشتہ | ۱۸ | آٹھواں فرقہ گذشتہ |
| ۸ | نصیحت کرنے کی | ۱۹ | نصیحت کرنے کی | ۱۹ | نصیحت کرنے کی |
| ۹ | ویل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال خانہ | ۲۰ | ویل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال خانہ | ۲۰ | ویل قرار دیکر ایک فرقہ کا استدلال خانہ |
| ۱۰ | اس کا نام | ۲۱ | اس کا نام | ۲۱ | اس کا نام |
| ۱۱ | دسواں فرقہ | ۲۲ | دسواں فرقہ | ۲۲ | دسواں فرقہ |
| ۱۲ | ایک متعصب | ۲۳ | ایک متعصب | ۲۳ | ایک متعصب |
| ۱۳ | جائز | ۲۴ | جائز | ۲۴ | جائز |
| ۱۴ | ایک نیا | ۲۵ | ایک نیا | ۲۵ | ایک نیا |
| ۱۵ | بین | ۲۶ | بین | ۲۶ | بین |
| ۱۶ | صحیح | ۲۷ | صحیح | ۲۷ | صحیح |
| ۱۷ | غلط | ۲۸ | غلط | ۲۸ | غلط |
| ۱۸ | زکوٰۃ ادا کرنے | ۲۹ | زکوٰۃ ادا کرنے | ۲۹ | زکوٰۃ ادا کرنے |
| ۱۹ | کھولنے اور پام | ۳۰ | کھولنے اور پام | ۳۰ | کھولنے اور پام |
| ۲۰ | سیاست مدین | ۳۱ | سیاست مدین | ۳۱ | سیاست مدین |
| ۲۱ | یہ امر | ۳۲ | یہ امر | ۳۲ | یہ امر |
| ۲۲ | تقدیر | ۳۳ | تقدیر | ۳۳ | تقدیر |
| ۲۳ | تقدیر | ۳۴ | تقدیر | ۳۴ | تقدیر |
| ۲۴ | تقدیر | ۳۵ | تقدیر | ۳۵ | تقدیر |
| ۲۵ | تقدیر | ۳۶ | تقدیر | ۳۶ | تقدیر |
| ۲۶ | تقدیر | ۳۷ | تقدیر | ۳۷ | تقدیر |
| ۲۷ | تقدیر | ۳۸ | تقدیر | ۳۸ | تقدیر |
| ۲۸ | تقدیر | ۳۹ | تقدیر | ۳۹ | تقدیر |
| ۲۹ | تقدیر | ۴۰ | تقدیر | ۴۰ | تقدیر |
| ۳۰ | تقدیر | ۴۱ | تقدیر | ۴۱ | تقدیر |
| ۳۱ | تقدیر | ۴۲ | تقدیر | ۴۲ | تقدیر |
| ۳۲ | تقدیر | ۴۳ | تقدیر | ۴۳ | تقدیر |
| ۳۳ | تقدیر | ۴۴ | تقدیر | ۴۴ | تقدیر |
| ۳۴ | تقدیر | ۴۵ | تقدیر | ۴۵ | تقدیر |
| ۳۵ | تقدیر | ۴۶ | تقدیر | ۴۶ | تقدیر |
| ۳۶ | تقدیر | ۴۷ | تقدیر | ۴۷ | تقدیر |
| ۳۷ | تقدیر | ۴۸ | تقدیر | ۴۸ | تقدیر |
| ۳۸ | تقدیر | ۴۹ | تقدیر | ۴۹ | تقدیر |
| ۳۹ | تقدیر | ۵۰ | تقدیر | ۵۰ | تقدیر |
| ۴۰ | تقدیر | ۵۱ | تقدیر | ۵۱ | تقدیر |
| ۴۱ | تقدیر | ۵۲ | تقدیر | ۵۲ | تقدیر |
| ۴۲ | تقدیر | ۵۳ | تقدیر | ۵۳ | تقدیر |
| ۴۳ | تقدیر | ۵۴ | تقدیر | ۵۴ | تقدیر |
| ۴۴ | تقدیر | ۵۵ | تقدیر | ۵۵ | تقدیر |
| ۴۵ | تقدیر | ۵۶ | تقدیر | ۵۶ | تقدیر |
| ۴۶ | تقدیر | ۵۷ | تقدیر | ۵۷ | تقدیر |
| ۴۷ | تقدیر | ۵۸ | تقدیر | ۵۸ | تقدیر |
| ۴۸ | تقدیر | ۵۹ | تقدیر | ۵۹ | تقدیر |
| ۴۹ | تقدیر | ۶۰ | تقدیر | ۶۰ | تقدیر |
| ۵۰ | تقدیر | ۶۱ | تقدیر | ۶۱ | تقدیر |
| ۵۱ | تقدیر | ۶۲ | تقدیر | ۶۲ | تقدیر |
| ۵۲ | تقدیر | ۶۳ | تقدیر | ۶۳ | تقدیر |
| ۵۳ | تقدیر | ۶۴ | تقدیر | ۶۴ | تقدیر |
| ۵۴ | تقدیر | ۶۵ | تقدیر | ۶۵ | تقدیر |
| ۵۵ | تقدیر | ۶۶ | تقدیر | ۶۶ | تقدیر |
| ۵۶ | تقدیر | ۶۷ | تقدیر | ۶۷ | تقدیر |
| ۵۷ | تقدیر | ۶۸ | تقدیر | ۶۸ | تقدیر |
| ۵۸ | تقدیر | ۶۹ | تقدیر | ۶۹ | تقدیر |
| ۵۹ | تقدیر | ۷۰ | تقدیر | ۷۰ | تقدیر |
| ۶۰ | تقدیر | ۷۱ | تقدیر | ۷۱ | تقدیر |
| ۶۱ | تقدیر | ۷۲ | تقدیر | ۷۲ | تقدیر |
| ۶۲ | تقدیر | ۷۳ | تقدیر | ۷۳ | تقدیر |
| ۶۳ | تقدیر | ۷۴ | تقدیر | ۷۴ | تقدیر |
| ۶۴ | تقدیر | ۷۵ | تقدیر | ۷۵ | تقدیر |
| ۶۵ | تقدیر | ۷۶ | تقدیر | ۷۶ | تقدیر |
| ۶۶ | تقدیر | ۷۷ | تقدیر | ۷۷ | تقدیر |
| ۶۷ | تقدیر | ۷۸ | تقدیر | ۷۸ | تقدیر |
| ۶۸ | تقدیر | ۷۹ | تقدیر | ۷۹ | تقدیر |
| ۶۹ | تقدیر | ۸۰ | تقدیر | ۸۰ | تقدیر |
| ۷۰ | تقدیر | ۸۱ | تقدیر | ۸۱ | تقدیر |
| ۷۱ | تقدیر | ۸۲ | تقدیر | ۸۲ | تقدیر |
| ۷۲ | تقدیر | ۸۳ | تقدیر | ۸۳ | تقدیر |
| ۷۳ | تقدیر | ۸۴ | تقدیر | ۸۴ | تقدیر |
| ۷۴ | تقدیر | ۸۵ | تقدیر | ۸۵ | تقدیر |
| ۷۵ | تقدیر | ۸۶ | تقدیر | ۸۶ | تقدیر |
| ۷۶ | تقدیر | ۸۷ | تقدیر | ۸۷ | تقدیر |
| ۷۷ | تقدیر | ۸۸ | تقدیر | ۸۸ | تقدیر |
| ۷۸ | تقدیر | ۸۹ | تقدیر | ۸۹ | تقدیر |
| ۷۹ | تقدیر | ۹۰ | تقدیر | ۹۰ | تقدیر |
| ۸۰ | تقدیر | ۹۱ | تقدیر | ۹۱ | تقدیر |
| ۸۱ | تقدیر | ۹۲ | تقدیر | ۹۲ | تقدیر |
| ۸۲ | تقدیر | ۹۳ | تقدیر | ۹۳ | تقدیر |
| ۸۳ | تقدیر | ۹۴ | تقدیر | ۹۴ | تقدیر |
| ۸۴ | تقدیر | ۹۵ | تقدیر | ۹۵ | تقدیر |
| ۸۵ | تقدیر | ۹۶ | تقدیر | ۹۶ | تقدیر |
| ۸۶ | تقدیر | ۹۷ | تقدیر | ۹۷ | تقدیر |
| ۸۷ | تقدیر | ۹۸ | تقدیر | ۹۸ | تقدیر |
| ۸۸ | تقدیر | ۹۹ | تقدیر | ۹۹ | تقدیر |
| ۸۹ | تقدیر | ۱۰۰ | تقدیر | ۱۰۰ | تقدیر |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-----------------------------------------|-----------------------------------------|------|-----|---------------|-----------------|
| ۲ | ۱۲ | البحر | البحر | ۴۵ | ۱۷ | غیبت | غیبت |
| ۴ | ۳ | البحر | البحر | ۴۸ | ۱۱ | مقرہ ہونا | مقرہ ہونا |
| ۹ | ۱۲ | آخر کار نہیں | آخر کار نہیں | ۵۰ | ۲۵ | حقیقتاً | حقیقتاً |
| ۱۰ | ۵ | ڈو | ڈو | ۵۱ | ۲۶ | امن و امان پی | امن و امان بھی |
| ۱۲ | ۲۲ | آیت قرآن | آیت قرآن | ۵۷ | ۱۱ | واجب | غرض |
| ۱۴ | ۱۸ | احکام میں | احکام میں | ۵۹ | ۱۳ | اور اپنا | اور وہ اپنا |
| ۲۰ | ۲۰ | بنی اسرائیل کے | بنی اسرائیل کے | ۶۳ | ۳ | رحایت | سایت |
| ۲۲ | ۳۲ | سلع کیلئے والے (حاشیہ) سلع کے بننے والے | سلع کیلئے والے (حاشیہ) سلع کے بننے والے | ۶۴ | ۳ | سمجھنے | سمجھنے |
| ۲۹ | ۶ | ازدن | ازدن | ۶۴ | ۲۴ | اجارت | اجازت |
| ۲۹ | ۱۰ | النہج فی العرب (حاشیہ) النہج فی العرب | النہج فی العرب (حاشیہ) النہج فی العرب | ۶۴ | ۴ | ایک عورت | ایک ایک عورت |
| ۳۰ | ۱۲ | شہرون میں | شہرون میں | ۶۴ | ۲۶ | حکمت .. | حکمت نظری |
| ۳۱ | ۲۷ | ممبر | ممبر | ۶۹ | ۲ | معلوم ہوتا | معلوم ہوتی |
| ۳۳ | ۱ | فقیری | فقیری | ۸۰ | ۱۹ | ایسا ہی سبب | ایسا ہی قوی سبب |
| ۳۵ | ۱۳ | اس شخص کے ساتھ برابر اس کے شخص کے برابر | اس شخص کے ساتھ برابر اس کے شخص کے برابر | ۸۱ | ۱۵ | مقتضی | مقتضی |
| ۳۶ | ۲۰ | مقتضی | مقتضی | ۸۱ | ۱۵ | اس کے جانب سے | اس کے جانب سے |
| ۳۷ | ۲۵ | خلاط | خلاط | ۸۱ | ۱۵ | اختلاط | اختلاط |
| ۳۷ | ۲۷ | لا شتم (حاشیہ) | لا شتم (حاشیہ) | ۸۱ | ۱۵ | لا شتم | لا شتم |
| ۳۷ | ۳ | خدا کے | خدا کے | ۸۱ | ۲۱ | انفکاک | انفکاک |
| ۳۷ | ۲۵ | دور | دور | ۹۲ | ۱۹ | برٹول بلا سما | برٹول بلا سما |
| ۴۰ | ۱۵ | خصوصیت | خصوصیت | ۹۴ | ۱۶ | تعلیم | تعلیم |
| ۴۰ | ۲۶ | حزب شتم | حزب شتم | ۹۴ | ۱۶ | تعلیم | تعلیم |

